ترجمہ اردو

تحریر الوسیلہ

بانی جمہوریہ اسلامی

حضرت امام خمینی

قدس سرہ

جلد چہارم

موسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی؛ امور بین الملل

٢٩٧
٣٤٦٣ ك
مشتوح ١٢خ
ــ ال
ج ١م

ترجمہ اردو

تحریر الوسیلہ

بانی جمہوری اسلامی

حضرت امام خمینی (قدس سرہ)

جلد چہارم

مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی (رہ) - امور بین الملل

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ

نام کتاب	تحریر الوسیلہ
از	حضرت امام خمینی قدس سرہ
ناشر	مؤسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ امور بین الملل
تاریخ اشاعت	شعبان ۱۴۱۴ھ بمطابق فروری ۱۹۹۴ء
قیمت	۱۵۰ روپے

"ضروری ہے کہ محترم علما و مدرسین، فقاہت سے مربوط دروس اور فقہی و اصولی حلقوں میں محترم بزرگوں کی روش سے انحراف نہ آنے دیں کیونکہ اسلامی فقہ کو محفوظ رکھنے کا یہی واحد راستہ ہے۔ نظریات، تخلیقات، تحقیقات، بحث و گفتگو اور دقتِ نظر میں دن بہ دن اضافہ کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ "فقہِ سنتی" کی حفاظت کی جائے جو سلفِ صالح کا ورثہ ہے۔"

وصیت نامہ امام خمینیؒ سے اقتباس

كتاب المواريث

و فيه مقدمات و مقصدان ولواحق، أما المقدمات فأمور:

الأول في موجبات الارث

وهي نسب و سبب، فالأول ثلاث مراتب: الأولى- الأبوان والأولاد و إن نزلوا، والثانية- الأجداد و الجدات و إن علوا والاخوة و الأخوات و أولادهم و إن نزلوا، الثالثة- الأعمام والعمات والأخوال و الخالات و إن علوا و أولادهم و إن نزلوا بشرط الصدق عرفاً، و الثاني قسمان: الزوجية والولاء و هو ثلاث مراتب: ولاء العتق ثم ولاء ضمان الجريرة ثم ولاء الامامة.

الأمر الثاني في موانع الارث

وهي كثيرة، منها ما يمنع عن أصله، و هو حجب الحرمان، و منها ما يمنع عن بعضه، و هو حجب النقصان، فما يمنع عن أصله أمور:

کتابِ مواریث

اس میں چند مقدمے دو مقاصد اور کچھ ملحقات ہیں۔ مقدمات چند امور ہیں۔

پہلا امر: موجباتِ ارث

موجباتِ ارث دو چیزیں ہیں، نسب اور سبب۔ نسب کے تین مراتب ہیں۔ پہلا مرتبہ: باپ اور اولاد ہیں چاہے جس قدر نچلی ہوں۔ دوسرا مرتبہ: دادے، دادیاں چاہے جتنے اُوپر تک ہوں، بھائی، بہنیں اور ان کی اولاد چاہے جتنے نیچے تک جائیں۔ تیسرا مرتبہ: چچے، پھپھیاں، خالو، خالائیں چاہے جتنے اُوپر تک ہوں، اور ان کی اولاد چاہے جتنے نیچے تک جائیں، بشرطیکہ عرف میں ان کو اولاد کہا جاتا ہو۔

سبب کی دو قسمیں ہیں۔ زوجیت اور وِلاء اور ولاء کے تین مراتب ہیں۔ "ولاء العتق" "ولاء ضمان الجریرۃ" اور "ولاء امامۃ"۔

دوسرا امر: موانع ارث

ارث سے روکنے والی چیزیں بہت ہیں۔ ان میں سے بعض ایسی ہیں جو اصل ارث سے روکتی ہیں۔ وہ حجب الحرمان ہیں، اور بعض چیزیں، بعض مقدار ارث سے روکتی ہیں جنھیں حجب النقصان کہتے ھیں۔ چنانچہ اصل ارث سے روکنے والی درج ذیل چند چیزیں ہیں:

الأول: الكفر بأصنافه

أصلياً كان أو عن ارتداد، فلا يرث الكافر من المسلم و إن كان قريباً، و يختص إرثه بالمسلم و إن كان بعيداً، فلو كان له ابن كافر لايرثه ولو لم يكن له قرابة نسباً و سبباً إلا الامام عليه السلام، فيختص إرثه به دون ابنه الكافر.

مسألة ١ ـ لو مات الكافر أصلياً أو مرتداً عن فطرة أو ملة و له وارث مسلم و كافر ورثه المسلم كما مر، و إن لم يكن له وارث مسلم بل كان جميع وراثه كفاراً يرثونه على قواعد الارث إلا إذا كان مرتداً فطرياً أو ملياً فان ميراثه للامام عليه السلام دون وراثه الكفار.

مسألة ٢ ـ لو كان الميت مسلماً أو مرتداً فطرياً أو ملياً و لم يكن له وارث إلا الزوج و الامام عليه السلام كان إرثه للزوج لا الامام عليه السلام ولو كان وارثه منحصراً بالزوجة والامام عليه السلام يكون ربع تركته للزوجة و البقية للامام عليه السلام.

مسألة ٣ ـ لو مات مسلم أو كافر و كان له وارث كافر و وارث مسلم غير الامام عليه السلام و أسلم وارثه الكافر بعد موته فان كان وارثه المسلم واحداً اختص بالارث و لم ينفع لمن أسلم إسلامه، نعم لو كان الواحد زوجة ينفع إسلام من أسلم قبل قسمة التركة بينها و بين الامام عليه السلام أو نائبه، ولو كان وارثه المسلم متعدداً فان كان إسلام من أسلم بعد قسمة الارث لم ينفع إسلامه، وأما لو كان قبلها فيشاركهم فيه إن ساواهم في المرتبة، و اختص به و حجبهم إن تقدم عليهم كما إذا كان ابناً للميت و هم إخوة.

مسألة ٤ ـ لو أسلم الوارث بعد قسمة بعض التركة دون بعض فالأحوط التصالح.

مسألة ٥ ـ لو مات مسلم عن ورثة كفار ليس بينهم مسلم فأسلم بعضهم بعد

اوّل : کُفر اور اصنافِ کُفر

یہ دونوں ارث لینے سے مانع ہیں چاہے کُفر اصلی ہو یا مُرتد ہوا ہو۔ چنانچہ کافر، مسلمان سے میراث نہیں لے گا چاہے اسکا قریبی ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ مسلمان کی میراث مسلمان سے مخصوص ہے۔ چاہے وہ دُور کا رشتہ دار ہی ہو۔ پس اگر اسکا بیٹا کافر ہو تو اسکا وارث نہیں ہوگا۔ اور اگر امام علیہ السّلام کے علاوہ اسکا نسبی اور سببی کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو اسکی میراث امامؑ سے مخصوص ہوجائے گی اس کے کافر بیٹے کو نہیں ملے گا۔

مسئلہ ۱: اگر کوئی کافر مر جائے، خواہ اصلی ہو یا مُرتدِ ملی ہو یا مُرتد فطری اور اس کا مسلمان وارث بھی ہو اور کافر بھی تو (جیسا کہ گذر چکا ہے) صرف مسلمان ہی اس کا وارث بنے گا۔ لیکن اگر اسکا کوئی وارث مسلمان نہ ہو بلکہ اس کے تمام وارث کافر ہوں تو قواعد ارث کے مطابق اس کے وارث ہوں گے۔ مگر یہ کہ وہ شخص مُرتد فطری یا ملّی ہو اس لیئے کہ اس کی میراث امام علیہ السّلام کی ہے اس کے کافر وارثوں کے لئے نہیں ہے۔

مسئلہ ۲: اگر میّت مسلمان یا مرتدِ فطری یا مُرتد ملی ہو اور شوہر اور امام علیہ السّلام کے علاوہ کوئی اس کا وارث نہ ہو تو زوج کو اس کی میراث ملے گی امامؑ کو نہیں۔ لیکن اگر اس کی وارث فقط بیوی اور امام علیہ السّلام ہوں تو اس کے ترکہ کا ۱/۴ زوجہ کو اور باقی امام علیہ السّلام کو ملے گا۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی ایسا مسلمان یا کافر مر جائے کہ جس کا امامؑ کے علاوہ ایک وارث کافر اور ایک مسلمان ہو اور اسکے مرنے کے بعد اسکا کافر وارث مسلمان ہوجائے تو اگر اسکا مسلمان وارث ایک ہی شخص ہو تو میراث اسی کے لئے ہے۔ اور جو مسلمان ہوا ہے گویا یہاں اس کو اسلام کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ البتہ اگر وہ ایک شخص بیوی ہو تو اسلام لے آنا مفید ثابت ہوگا۔ اس وقت جب وہ امامؑ یا ان کے نائب اور اس شخص کی بیوی کے درمیان ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے اسلام لے آتے۔ لیکن اگر اس شخص (میّت) کے مسلمان وارث متعدد ہوں تو اس صورت میں اگر اس شخص کا اسلام، میراث تقسیم ہوجانے کے بعد ہو تو اسکا کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن اگر تقسیم میراث سے پہلے اسلام ہو تو اگر مرتبہ میں ان کے برابر ہو تو میراث میں ان کے ساتھ شریک ہوگا۔ اور اگر مرتبہ میں ان پر مُقدّم ہو تو میراث اس سے مخصوص ہوگی اور دوسروں کو روک دیگا۔ مثال کے طور پر اگر اسلام لے آنے والا میّت کا بیٹا ہو اور پہلے مسلمان وارث اس کے بھائی ہوں۔

مسئلہ ۴: اگر ترکہ کا کچھ حصّہ تقسیم ہونے کے بعد وارث اسلام لے آئے تو احتیاط یہ ہے کہ آپس میں مصالحت کریں۔

مسئلہ ۵: اگر ایسا مسلمان مر جائے کہ جس کے وارث کافر ہوں اور ان کے درمیان کوئی مسلمان نہ ہو لیکن مرنے کے بعد ان میں سے کچھ مسلمان ہوجائیں تو وہی میراث پائیں گے نہ کہ دوسرے اور امام علیہ السّلام۔ یہی

موته اختص هو بالارث و لا يرثه الباقون و لا الامام عليه السلام وكذا الحال لو مات مرتد و خلف ورثة كفاراً و أسلم بعضهم بعد موته.

مسألة ٦ ـ لو مات كافر أصلي و خلف ورثة كفاراً ليس بينهم مسلم فأسلم بعضهم بعد موته فالظاهر أنه لا أثر لاسلامه، و كان الحكم كما قبل إسلامه، فيختص بالارث مع تقدم طبقته، ويختص غيره به مع تأخرها، و شاركهم مع المساواة، و يحتمل أن تكون مشاركته مع الباقين في الصورة الأخيرة فيما إذا كان إسلامه بعد قسمة التركة بينه و بينهم، و أما إذا كان قبلها اختص بالارث، و كذا اختصاص الطبقة السابقة في الصورة الثانية انما هو فيما إذا كان من في الطبقة السابقة واحداً أو متعدداً و كان إسلام من أسلم بعد قسمة التركة بينهم، و أما إذا كان إسلامه قبلها اختص الارث به.

مسألة ٧ ـ المراد بالمسلم والكافر وارثاً وموروثاً وحاجباً ومحجوباً أعم منهما حقيقة و مستقلاً أو حكماً و تبعاً فكل طفل كان أحد أبويه مسلماً حال انعقاد نطفته فهو مسلم حكماً و تبعاً، فيلحقه حكمه، و إن ارتد بعد ذلك المتبوع فلا يتبعه الطفل في الارتداد الطارىء، نعم يتبعه في الاسلام لو أسلم أحد أبويه قبل بلوغه بعد ما كانا كافرين حين انعقاد نطفته، و كل طفل كان أبواه معاً كافرين أصليين أو مرتدين أو مختلفين حين انعقاد نطفته فهو بحكم الكافر حتى أسلم أحدهما قبل بلوغه أو أظهر الاسلام هو بعده، فعلى ذلك لو مات كافر و له أولاد كفار و أطفال أخ مسلم أو أخت مسلمة ترثه تلك الأطفال دون الأولاد، ولو كان له ابن كافر و طفل ابن مسلم يرثه هو دون ابنه، ولو مات مسلم و له طفل ثم مات الطفل و لم يكن له وارث مسلم في جميع الطبقات كان وارثه الامام عليه السلام كما هو الحال في الميت المسلم، ولو مات طفل بين كافرين وله مال و كان ورثته كلهم كفاراً ورثه الكفار على ما فرض الله دون الامام عليه السلام، هذا إذا كان أبواه كافرين أصليين، و أما إذا كانا مرتدين فهل لهذا الطفل حكم الكفر الارتدادي حتى يكون وارثه الامام عليه السلام أو حكم الكافر الأصلي حتي ترثه ورثته

حکم اس مرتد کے مر جانے کی صورت میں بھی ہے کہ جس کے وارث کافر ہوں اور اس کی موت کے بعد کچھ مسلمان ہو جائیں۔

مسئلہ ۶ : اگر کافر اصلی مر جائے اور کافر وارث چھوڑے جن کے درمیان کوئی مسلمان نہ ہو لیکن اس کی موت کے بعد ان میں سے کوئی مسلمان ہو جائے تو ظاہراً اس کے اسلام لے آنے کا میراث پر کوئی اثر نہیں۔ اور میراث کا حکم وہی ہے جو اس کے مسلمان ہونے سے پہلے تھا۔ چنانچہ اگر اس کا طبقہ مقدم ہے تو وہی میراث پائے گا۔ اور اگر مؤخر ہے تو اس کا غیر میراث لے گا۔ اور اگر ایک ہی طبقہ ہو تو ان کے ساتھ شریک ہوگا۔ اور ایک احتمال یہ ہے کہ آخری صورت میں دوسروں کے ساتھ اس کی مشارکت اس مورد میں ہو کہ جب اس کا اسلام اس کے اور دوسرے وارثوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم کے بعد ہو۔ لیکن اگر اس کا اسلام تقسیم ترکہ سے پہلے ہو تو میراث صرف وہی پائے دوسرے نہ پائیں۔ اور اسی طرح دوسری صورت میں طبقۂ ثانیہ کا اختصاص صرف اسی صورت میں ہو کہ جب وہ شخص جو پہلے طبقہ میں ہے۔ ایک ہو یا متعدد ہوں اور اسلام لانے والے کا اسلام ان کے درمیان ترکہ کی تقسیم کے بعد ہو۔ لیکن اگر اس کا اسلام پہلے ہو تو میراث اس سے مخصوص ہے۔

مسئلہ ۷ : مسلمان اور کافر سے مراد چاہے وارث ہو یا مورث، حاجب ہو یا محجوب، یہ ہے کہ چاہے وہ حقیقت میں مسلمان یا کافر ہوں اور مستقل ہوں۔ یا حکم کے اعتبار سے اور والدین کی پیروی میں مسلمان یا کافر ہوں۔ چنانچہ ہر وہ بچہ کہ جس کے والدین میں سے کوئی ایک اس کا نطفہ منعقد ہوتے وقت مسلمان رہا ہو۔ وہ حکم کے اعتبار سے اور والدین کی پیروی میں مسلمان ہوگا اور اسلام کا حکم اس پر جاری ہوگا۔ اور اگر اسکے بعد متبوع یعنی اس کے والدین میں سے جو مسلمان ہے مرتد ہو جائے اسکے بعد میں طاری ہونے والے ارتداد کی وجہ سے بچہ مرتد نہیں ہوگا۔ البتہ اسلام میں پیروی کرے گا کہ اگر بالغ ہونے سے پہلے اسکے والدین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے جبکہ اسکا نطفہ منعقد ہوتے وقت دونوں کافر رہے ہوں۔ اور ہر وہ بچہ جس کے والدین ایک ساتھ اصلی کافر ہوں یا مرتد ہوں یا مختلف ہوں۔ اور ایسی حالت میں اس کا نطفہ منعقد ہو تو وہ کافر کے حکم میں ہے۔ اس وقت تک جب تک کہ اس کے والدین میں سے کوئی ایک بچے کے بالغ ہونے سے پہلے مسلمان نہ ہو جائے یا بالغ ہونے کے بعد وہ خود اسلام کا اظہار نہ کر دے۔ بناء برایں اگر کافر مر جائے اور اس کی کافر اولاد ہو اور اس کے مسلمان بھائی یا بہن کے بچے بھی موجود ہوں تو یہ مسلمان بچے اس کی میراث پائیں گے نہ کہ اس کی کافر اولاد اگر اس کا کافر بیٹا ہو اور اس کے مسلمان بیٹے کا فرزند ہو تو وہ وارث بنے گا نہ اس کا کافر بیٹا۔ اور اگر مسلمان مر جائے اور اس کا ایک فرزند ہو پھر فرزند مر جائے اور تمام طبقات میں اس کا کوئی مسلمان وارث نہ ہو تو اس کے وارث امام ہوں گے جیسا کہ مسلمان میت میں ہوتا ہے۔ اور اگر کفار کے درمیان بچہ مر جائے جو مال رکھتا ہو اور اس کے تمام وارث کافر ہوں تو ان کے فرض کردہ طریقہ کے مطابق اس کے کافر وارث میراث پائیں گے نہ کہ امام۔ یہ اس صورت میں کہ جب اس کے والدین اصلی کافر ہوں۔ لیکن اگر مرتد ہوں تو آیا اس بچہ کا کفر ارتدادی کا حکم ہے کہ اس کے وارث امام ہوں یا کافر اصلی کا حکم ہے کہ اس کے کافر وارث اس کے وارث ہوں؟ اس میں دو وجہیں ہیں۔ ان میں سے دوسری

الكفار؟ و جهان لايخلو ثانيهما من قوة، و في جريان حكم التبعية فيما تقدم في الجدة تأمل، وكذا في الجد مع وجود الأب الكافر و إن كان جريانه فيه مطلقاً لا يخلو من وجه.

مسألة ٨ ـ المسلمون يتوارثون و إن اختلفوا في المذاهب والأصول و العقائد، فيرث المحق منهم عن المبطل و بالعكس ومبطلهم عن مبطلهم، نعم الغلاة المحكومون بالكفر و الخوارج و النواصب و من أنكر ضرورياً من ضروريات الدين مع الالتفات و الالتزام بلازمه كفار أو بحكمهم، فيرث المسلم منهم و هم لا يرثون منه.

مسألة ٩ ـ الكفار يتوارثون و إن اختلفوا في الملل و النحل، فيرث النصراني من اليهودي و بالعكس، بل يرث الحربي من الذمي و بالعكس لكن يشترط في إرث بعضهم من بعض فقدان الوارث المسلم كما مر.

مسألة ١٠ ـ المرتد و هو من خرج عن الاسلام و اختار الكفر على قسمين: فطري و ملي، و الأول من كان أحد أبويه مسلماً حال انعقاد نطفته ثم أظهر الاسلام بعد بلوغه ثم خرج عنه، و الثاني من كان أبواه كافرين حال انعقاد نطفته ثم أظهر الكفر بعد البلوغ فصار كافراً أصلياً ثم أسلم ثم عاد إلى الكفر كنصراني بالأصل أسلم ثم عاد الى نصرانيته مثلاً.

فالفطري إن كان رجلاً تبين منه زوجته، و ينفسخ نكاحها بغير طلاق، و تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج إن أرادت، و تقسم أمواله التي كانت له حين ارتداده بين ورثته بعد أداء ديونه كالميت، و لا ينتظر موته و لا تفيد توبته و رجوعه إلى الاسلام في رجوع زوجته و ماله إليه، نعم تقبل توبته باطناً و ظاهراً أيضاً بالنسبة إلى بعض الأحكام، فيطهر بدنه وتصح عباداته و يملك الأموال الجديدة بأسبابه الاختيارية كالتجارة و الحيازة، و القهرية كالارث، ويجوز له التزويج بالمسلمة، بل له تجديد العقد على زوجته السابقة، و إن كان امرأة بقيت أموالها على ملكها، و لا تنتقل إلى ورثتها إلا بموتها، و تبين من زوجها المسلم في الحال

وجہ قوت سے خالی نہیں۔ اور گذشتہ مسائل میں جو "تبعیت" کا حکم بیان ہوا ہے دادی کے سلسلہ میں اس کے جاری ہونے میں تامل ہے۔ اور اسی طرح کافر باپ کے ہوتے ہوئے دادا کے سلسلہ میں بھی! اگرچہ دادا کے سلسلہ میں اس حکم کا مطلقاً جاری ہونا وجہ سے خالی نہیں ہے۔

مسئلہ ۸: مسلمان ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں چاہے مذاہب، اصول اور عقائد میں اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ ان میں سے حق والے باطل والوں اور باطل والے حق والوں اور باطل والے باطل والوں سے میراث پائیں گے۔ البتہ غالی کہ جن پر کافر ہونے کا حکم ہے اور خوارج اور نواصب اور جو لوگ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کریں اس کے لازمہ کی طرف توجہ رکھتے ہوتے تو یہ لوگ یا کافر ہیں یا کافروں کے حکم میں ہیں، چنانچہ مسلمان ان سے میراث لے گا لیکن یہ مسلمانوں سے میراث نہیں لے سکتے۔

مسئلہ ۹: کفار ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں چاہے مختلف ملل و اقوام سے متعلق ہوں چنانچہ نصرانی یہودی کا وارث ہوتا ہے اور یہودی نصرانی کا! بلکہ کافر حربی ذمّی کا وارث ہوتا ہے اور ذمّی کافر حربی کا! لیکن کافروں کے ایک دوسرے کا وارث بننے کی شرط یہ ہے کہ ان کا کوئی مسلمان وارث نہ ہو۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

مسئلہ ۱۰: مُرتد، کہ جو اسلام سے خارج ہو جائے اور کفر اختیار کرلے، کی دو قسمیں ہیں، ۱: فطری ۲: ملّی، فطری، اسے کہتے ہیں کہ جس کے والدین میں سے کوئی ایک اس کا نطفہ منعقد ہوتے وقت مسلمان ہو پھر اس کے بالغ ہونے کے بعد مسلمان ہونے کا اعلان کردے اور اس کے بعد اسلام سے خارج ہو جائے۔ ملّی:۔ اسے کہتے کہ جس کے والدین انعقاد نطفہ کے وقت کافر ہوں۔ پھر وہ بالغ ہونے کے بعد کفر کا اظہار کرکے کافر اصلی ہو جائے۔ اس کے بعد مسلمان ہو اور پھر کفر کی طرف پلٹ جائے۔ مثلاً نصرانی اصلی مسلمان ہو کر پھر نصرانیت کی طرف پلٹ جائے۔

چنانچہ کافر فطری اگر مرد ہو تو اس کی بیوی اس سے الگ ہو جائیگی اور بغیر طلاق کے اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا اور وہ وفات کی عدّت گذارنے کے بعد اگر چاہے تو شادی کر سکتی ہے۔ اور اس کے قرضے ادا کرنے کے بعد میت کی طرح اس کے وہ اموال اس کے وارثوں میں تقسیم کئے جائیں گے جو ارتداد کے وقت اس کے پاس تھے۔ اور اس کی موت کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔ اور اس کا توبہ کرلینا اور اسلام کی طرف پلٹ آنا اس کو اس کا مال اور بیوی دوبارہ مل جانے میں فائدہ نہیں دے گا۔ البتہ باطناً اس کی توبہ قبول ہے۔ اور ظاہراً بھی کچھ احکام کے اعتبار سے قبول ہے۔ چنانچہ اس کا بدن پاک ہوگا اسکی عبادت صحیح ہوگی، اور اختیاری اسباب جیسے تجارت و حیازت وغیرہ اور قہری اسباب جیسے ارث وغیرہ کے ذریعہ حاصل ہونے والے نئے اموال کا مالک ہوگا۔ اور اس کے لئے مسلمان عورت کے ساتھ شادی کرنا جائز ہوگا، بلکہ وہ پہلی بیوی کے ساتھ نیا عقد بھی کر سکتا ہے۔

لیکن اگر کافر فطری عورت ہو تو اس کے اموال اس کی ملکیت میں باقی رہیں گے۔ اور اس کی موت کے علاوہ اس کے وارثوں تک منتقل نہیں ہوں گے۔ اور وہ اپنے مسلمان شوہر سے

بلا اعتداد إن كانت غير مدخول بها، و مع الدخول بها فان تابت قبل تمام العدة و هي عدة الطلاق بقيت الزوجية، و الا انكشف عن الانفساخ والبينونة من أول زمن الارتداد.

و أما الملي سواء كان رجلا أو امرأة فلا تنتقل أمواله إلى ورثته إلا بالموت، و ينفسخ النكاح بين المرتد و زوجته المسلمة، و كذا بين المرتدة و زوجها المسلم بمجرد الارتداد بدون اعتداد مع عدم الدخول، و معه وقف الفسخ على انقضاء العدة، فان رجع أو رجعت قبل انقضائها كانت زوجته و إلا انكشف أنها بانت عنه عند الارتداد، ثم ان هنا أقساماً أخر في إلحاقها بالفطري أو الملي خلاف موكول إلى محله.

الثاني: القتل

مسألة ١ ـ لا يرث القاتل من المقتول لو كان القتل عمداً و ظلماً، و يرث منه إن قتله بحق كما إذا كان قصاصاً أو حداً أو دفاعا عن نفسه أو عرضه أو ماله، و كذا إذا كان خطأ محضاً كما اذا رمي الى طائر فأخطأ و أصـاب قريبه فانه يرثه، نعم لا يرث من ديته التي تتحملها العاقلة على الأقوى، و أما شبه العمد و هو ما إذا كان قاصداً لا يقاع الفعل على المقتول غير قاصد للقتل و كان الفعل مما لا يترتب عليه القتل في العادة، كما إذا ضربه ضرباً خفيفاً للتأديب فأدى إلى قتله، ففي كونه كالعمد المحض مانعاً عن الارث أو كالخطأ المحض قولان، أقواهما ثانيهما.

مسألة ٢ ـ لا فرق في القتل العمدي ظلما في مانعيته من الارث بين ما كان بالمباشرة كما إذا ذبحه أو رماه بالرصاص و بين ما كان بالتسبيب كما إذا ألقاه في مسبعة فافترسه السبع أو حبسه في مكان زماناً طويلاً بلا قوت فمات جوعاً أو عطشاً أو أحضر عنده طعاماً مسموماً بدون علم منه فأكله إلى غير ذلك من

اسی وقت الگ ہو جائے گی چنانچہ اگر مدخولہ نہ ہو تو عدت بھی نہیں۔ لیکن دخول کی صورت میں اگر عدت پوری ہونے سے پہلے توبہ کرے تو یہ طلاق کی عدت ہوگی اور زوجیت باقی رہے گی۔ لیکن اگر عدت کے دوران توبہ نہ کرے تو اس سے یہ منکشف ہوگا کہ آغاز ارتداد سے ہی نکاح ٹوٹ چکا تھا اور جدائی ہو چکی تھی۔ اور کافر ملی چاہے مرد ہو یا عورت اس کے اموال اس کی موت سے پہلے وارثوں کو نہیں ملیں گے۔ اور اس کا اور اس کی مسلمان بیوی کا نکاح بغیر عدت کے اگر دخول نہ ہوا ہو تو مرتد ہوتے ہی ٹوٹ جائے گا۔ یہی حکم مرتد عورت اور اس کے مسلمان شوہر کا ہے۔ لیکن اگر دخول ہو چکا ہو تو نکاح کا ٹوٹنا عدت پوری ہونے پر موقوف رہے گا۔ چنانچہ اگر وہ شخص یا وہ عورت عدت گذرنے سے پہلے ارتداد سے رجوع کرلیں تو وہ اس کی بیوی ہوگی، لیکن اگر رجوع نہ کریں تو اس سے یہ منکشف ہوگا کہ وہ ارتداد کے وقت ہی اس سے جدا ہو گئی تھی۔

البتہ یہاں چند اور قسمیں بھی ہیں کہ جن کو فطری یا ملی کے ساتھ ملحق کرنے میں اختلاف ہے۔ جس کا بیان اس کے مقام پر آئے گا۔

دوسرا مانع: قتل ہے

مسئلہ ۱: قاتل مقتول کا وارث نہیں بن سکتا اگر قتل جان بوجھ کر اور ظالمانہ ہو۔ لیکن اگر حق پر اسے قتل کیا ہو تو اس کا وارث بنے گا۔ مثلاً قصاص لیا ہو، حد جاری کی ہو، یا اپنی جان، آبرو اور مال کا دفاع کرتے ہوئے قتل کیا ہو۔ اسی طرح اگر محض خطاء کی بناء پر قتل ہو گیا ہو جیسے کہ کسی پرندے کا نشانہ لے۔ مگر وہ خطاً ہو کر اپنے عزیز کو لگے تو اس کا وارث بنے گا! البتہ اقوی یہ ہے کہ اس کے اس خون بہا میں سے میراث نہیں پائے گا کہ جو اس کے "عاقلہ" کے ذمہ ہے۔

رہ گیا شبہ عمداً تو اس سے مراد یہ ہے کہ مقتول پر ضرب لگانا چاہتا ہو لیکن اسے قتل نہ کرنا چاہتا ہو اور عادتاً وہ ضربت بھی ایسی ہو کہ جس سے قتل واقع نہ ہوتا ہو۔ جیسا کہ اگر تادیب کی خاطر اسے ہلکی ضرب لگائے لیکن اس سے قتل ہو جائے تو اس کے ایسا عمد محض ہونے میں کہ جو مانع ارث ہے یا خطاء محض ہونے میں دو قول ہیں دونوں میں زیادہ قوی دوسرا ہے۔

مسئلہ ۲: ظلم کے طور پر کئے گئے قتل عمدی کے مانع ارث ہونے میں فرق نہیں کہ خود قتل کرے۔ مثلاً گلا کاٹ دے یا گولی سے مار ڈالے، یا قتل ہونے کا سبب بنے جیسے کسی شخص کو درندہ جانوروں کے درمیان ڈال دے اور درندے اسے پھاڑ کھائیں۔ یا طویل عرصہ تک بغیر غذا ہو بجائے کہیں بند کر دے چنانچہ وہ بھوک سے یا پیاس سے مر جائے۔ یا اس کے نہ جانتے ہوئے زہریلا کھانا اسے دے اور وہ کھالے اور اس قبیل کے دوسرے اسباب پیدا کرے کہ جن کی وجہ "قتل" کو مسبب کی طرف نسبت دی جاتی ہو۔

التسبيبات التي ينسب و يستند معها القتل الى المسبب، نعم بعض التسبيبات التي قد يترتب عليها التلف مما لا ينسب و لا يستند الى المسبب كحفر البئر و إلقاء المزالق و المعاثر في الطرق و المعابر و غير ذلك و إن أوجب الضمان والدية على مسببها إلا أنها غير مانعة من الارث، فيرث حافر البئر في الطريق عن قريبه الذي وقع فيها و مات.

مسألة ٣ ـ كما أن القاتل ممنوع عن الارث من المقتول كذلك لا يكون حاجباً عمن دونه في الدرجة و متأخر عنه في الطبقة، فوجوده كعدمه فلو قتل شخص أباه و كان له ابن ولم يكن لأبيه أولاد غير القاتل يرث ابن القاتل عن جده، و كذا لو انحصر أولاد المقتول في ابنه القاتل و له إخوة كان ميراثه لهم دون ابنه، بل لو لم يكن له وارث إلا الامام عليه السلام ورثه دون ابنه.

مسألة ٤ ـ لا فرق في مانعية القتل بين أن يكون القاتل واحداً أو متعدداً، و على الثاني بين كون جميعهم وارثاً أو بعضهم دون بعض.

مسألة ٥ ـ الدية في حكم مال المقتول يقضى منها ديونه، و يخرج منها وصاياه أولاً قبل الارث ثم يورث الباقي كسائر الأموال، سواء كان القتل عمداً و صولحوا عن القصاص بالدية أو شبه عمد أو خطأ، و سواء كان في مورد الصلح ما يأخذونه أزيد من الدية أو أنقص أو مساوياً، و سواء كان المأخوذ من جنس الدية أم لا، و يرث الدية كل من يتقرب اليه بالنسب و السبب حتى الزوجين ـ في القتل العمدي ـ و ان لم يكن لهما حق القصاص، لكن إذا وقع الصلح و التراضي بالدية ورثا نصيبهما منها، نعم لا يرث المتقرب بالأم وحدها من الدية شيئاً كالأخ و الأخت للأم، بل سائر من يتقرب بها كالخؤولة و الجدودة من قبلها و إن كان الأحوط في غير الأخ و الأخت التصالح.

٥٥٥

البتہ کچھ اسباب ایسے ہیں کہ جن سے بسا اوقات جان تو ضائع ہو جاتی ہے لیکن اس کو مسبّب کی طرف نسبت نہیں دی جاتی جیسے کنواں کھودنا یا پھسلنے والے یا ٹھوکر لگنے والی چیزیں راستوں اور گذر گاہوں پر ڈالنا وغیرہ۔ اگرچہ یہ چیزیں اپنے مسبّبوں پر ضمانت اور دیت کو واجب کرتی ہیں۔ لیکن ارث سے مانع نہیں ہوتیں۔ چنانچہ راستے میں کنواں کھودنے والا اپنے اس رشتہ دار کا وارث بنے گا کہ جو اس میں گر کر مر گیا ہو۔

مسئلہ ۳: جسطرح قاتل کا مقتول سے میراث لینا ممنوع ہے اسی طرح وہ اپنے سے کم درجہ اور بعد کے طبقہ والوں کے لئے حاجب (ارث کی راہ میں رکاوٹ) بھی نہیں بن سکتا۔ لہٰذا اس کا وجود اس کے نہ ہونے کے برابر ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اپنے باپ کو قتل کرڈالے اور اس کا ایک بیٹا ہو، جبکہ مقتول باپ کا قاتل بیٹے کے علاوہ کوئی اور فرزند نہ ہو تو قاتل کا بیٹا اپنے دادا کا وارث بنے گا۔ اور اسی طرح اگر مقتول کی اولاد اسکا صرف قاتل فرزند ہو لیکن مقتول کے بھائی موجود ہوں تو اس کی میراث بھائیوں کے لئے ہوگی بیٹے کے لئے نہیں۔ بلکہ اگر امامؑ کے علاوہ کوئی اسکا وارث نہ ہو تو بیٹا نہیں بلکہ امامؑ اس کے وارث ہونگے۔

مسئلہ ۴: "قتل" کے ارث سے مانع ہونے میں فرق نہیں کہ قاتل ایک ہو یا متعدد ہوں اور متعدد ہونے کی صورت میں چاہے سب وارث ہوں یا بعض وارث ہوں اور بعض نہ ہوں۔

مسئلہ ۵: "دیت" مال مقتول کے حکم میں ہے جس سے اس کے قرضے ادا کئے جاتے ہیں۔ اور میراث تقسیم کرنے سے پہلے اسکی وصیتوں پر عمل ہوگا۔ پھر جو باقی بچے گا اس کو تمام اموال کی طرح ارث میں دیا جائیگا۔ چاہے قتل عمدی ہو اور قصاص کے بجائے "دیت" پر مصالحت ہوئی ہو یا "شبہ عمد" ہو یا خطائی ہو۔ اور صلح کے مورد میں جو وہ لیں چاہے وہ دیت سے کم ہو یا زیادہ ہو یا مساوی ہو۔ اور کوئی چیز چاہے "دیت" کی جنس سے ہو یا نہ ہو۔ اور مقتول کے تمام نسبی اور سببی رشتہ دار دیت میں وارث ہوں گے حتیٰ قتل عمدی میں میاں بیوی بھی! اگرچہ وہ قصاص کا حق نہیں رکھتے۔ لیکن جب "دیت" پر صلح ہو جائے اور طرفین راضی ہو جائیں تو وہ دونوں دیت سے اپنے حصے کے وارث بنیں گے! البتہ جو صرف ماں کی جانب سے قریبی ہو اس کو "دیت" میں کچھ نہیں ملے گا جیسے مادری بھائی اور بہن، بلکہ ماں کی طرف سے تمام قریبی رشتہ دار جیسے خالائیں اور دادیاں وغیرہ۔ دیت میں وارث نہیں ہوں گے۔ اگرچہ بھائی اور بہن کے علاوہ میں احتیاط یہ ہے کہ مصالحت کرلیں۔

الثالث من الموانع: الرق على مافصل في المفصلات

الرابع: التولد من الزنا

مسألة ١ ـ إن كان الزنا من الأبوين لا يكون التوارث بين الطفل و بينها ولا بينه و بين المنتسبين اليها، و إن كان من أحدهما دون الآخر كما كان الفعل من أحدهما شبهة لا يكون التوارث بين الطفل و الزاني و لا بينه و بين المنتسبين اليه.

مسألة ٢ ـ لا مانع من التوارث بين المتولد من الزنا و أقربائه من غير الزنا كولده و زوجته و نحوهما، و كذا بينه و بين أحد الأبوين الذي لا يكون زانياً و بينه و بين المنتسبين اليه.

مسألة ٣ ـ المتولد من الشبهة كالمتولد من الحلال يكون التوارث بينه و بين أقاربه أباً كان أو أماً أو غيرهما من الطبقات و الدرجات.

مسألة ٤ ـ لا يمنع من التوارث التولد من الوطء الحرام غير الزنا كالوطء حال الحيض و في شهر رمضان و نحوهما.

مسألة ٥ ـ نكاح سائر المذاهب و الملل لا يمنع من التوارث لو كان موافقا لمذهبهم و إن كان مخالفاً لشرع الاسلام حتى لو كان التولد من نكاح بعض المحارم لو فرض جوازه في بعض النحل.

مسألة ٦ ـ نكاح سائر المذاهب غير الاثني عشري لايمنع من التوارث لو وقع على وفق مذهبهم و إن كان باطلاً بحسب مذهبنا، كما لو كانت المنكوحة مطلقة بالطلاق البدعي.

الخامس: اللعان

مسألة ١ ـ يمنع اللعان عن التوارث بين الولد و والده و كذا بينه و بين أقاربه من قبل الوالد، و أما بين الولد و أمه وكذا بينه و بين أقاربه من قبلها فيتحقق

تیسرا مانع: غلامی ہے جسکی تفصیل مفصل کتابوں میں بیان ہو چکی ہے۔

چوتھا مانع: زنا کے نتیجہ میں متولد ہونا ہے۔

مسئلہ ۱: اگر ماں باپ دونوں نے زنا کیا ہو تو بچے اور ان کے درمیان اور بچے اور انکے رشتہ داروں کے درمیان میراث کا رشتہ قائم نہیں ہوگا۔ لیکن اگر زنا ایک کی طرف سے ہو اور دوسرے کی طرف سے مثلاً شبہ میں وہ فعل سرزد ہوا ہو تو بچے اور زانی اور بچے اور زانی کے رشتہ داروں کے درمیان میراث قائم نہیں ہوگی۔

مسئلہ ۲: جو بچہ زنا سے متولد ہوا ہو اس کے اور اس کے قریبی رشتہ داروں کے درمیان میراث برقرار ہونے سے کوئی مانع نہیں کہ جو زنا سے متولد نہ ہوئے ہوں جیسے اس کا لڑکا اور اس کی بیوی وغیرہ۔ اسی طرح بچے اور اس کے ماں باپ بہن سے اس کے درمیان جو زانی نہیں یا اس کے رشتہ داروں کے درمیان میراث برقرار ہونے سے کوئی مانع نہیں۔

مسئلہ ۳: "ولد شبہ" "ولد حلال" کی مانند ہے چنانچہ اس کے اور اس کے اقربا کے درمیان خواہ باپ ہو یا ماں یا ان کے علاوہ ہو تمام طبقات اور درجات میں میراث برقرار ہوگی۔

مسئلہ ۴: زنا کے علاوہ، حرام طریقہ سے وطی کرنا جیسے حیض کی حالت میں یا ماہِ رمضان کے دنوں وغیرہ میں وطی مانع ارث نہیں ہے۔

مسئلہ ۵: کسی بھی مذہب اور قوم کا نکاح اگر ان کے مذہب کے مطابق ہو تو مانع ارث نہیں ہے چاہے شریعت اسلام کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ حتیٰ اگر کسی قوم میں محرموں سے نکاح جائز ہو تو اس کے نتیجہ میں متولد ہونا بھی مانع ارث نہیں ہے۔

مسئلہ ۶: اثنا عشریوں کے علاوہ دوسرے مذہب والوں کا نکاح مانع ارث نہیں ہے اگر ان کے مذہب کے مطابق انجام پائے۔ چاہے ہمارے مذہب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ جس عورت سے نکاح کیا گیا ہے۔ اگر اس کو ایسی طلاق دی گئی ہو جو بدعت ہے۔

پانچواں مانع: لعان ہے

مسئلہ ۱: "لعان" باپ اور بیٹے کے درمیان اور اسیطرح بیٹے اور باپ کی طرف سے اسکے قریبی رشتہ داروں کے درمیان ارث سے مانع ہے۔ لیکن بیٹے اور اسکی ماں کے درمیان اور اسیطرح بیٹے اور ماں کی طرف سے اس کے رشتہ داروں کے درمیان ارث برقرار ہوگی۔ اور "لعان" اس سے مانع نہیں ہوگا۔

التوارث و لا يمنع اللعان عنه.

مسألة ٢ ـ لو كان بعض الأقارب من الأبوين و بعضهم من الأم فقط يرثون بالسوية للانتساب إلى الأم، و لا أثر للانتساب إلى الأب، فالأخ للأب و الأم بحكم الأخ للأم.

مسألة ٣ ـ لو اعترف الرجل بعد اللعان بأن الولد له لحق به فيما عليه لا فيما له، فيرثه الولد و لا يرث الأب إياه و لا من يتقرب به، بل لا يرث الولد أقارب أبيه باقراره.

مسألة ٤ ـ لا أثر لاقرار الولد ولا سائر الأقارب في التوارث بعد اللعان، بل ما يؤثر هو إقرار الأب فقط في إرث الولد منه.

وهيهنا أمورعدت من الموانع، وفيه تسامح.

الأول ـ الحمل ما دام حملا لا يرث و إن علم حياته في بطن أمه و لكن يحجب من كان متأخراً عنه في المرتبة أو في الطبقة، فلو كان للميت حمل وله أحفاد و أخوة يحجبون عن الارث، ولم يعطوا شيئاً حتى تبين الحال فان سقط حياً اختص به، و إن سقط ميتاً يرثوا.

مسألة ١ ـ لو كان للميت وارث آخر في مرتبة الحمل و طبقته كما إذا كان له أولاد يعزل للحمل نصيب ذكرين و يعطى الباقي للباقين ثم بعد تبين الحال إن سقط ميتاً يعطى ما عزله للوارث الآخر، ولو تعدد وزع بينهم على ما فرض الله.

مسألة ٢ ـ لو كان للوارث الموجود فرض لا يتغير بوجود الحمل و عدمه كنصيب أحد الزوجين و الأبوين إذا كان معه ولد يعطى كمال نصيبه و من ينقصه ولو على بعض الوجوه يعطى أقل مايصيبه على تقدير ولادته على وجه تقتضيه كالأبوين لو لم يكن هناك ولد غيره.

مسألة ٣ ـ لو علم بالآلات المستحدثة حال الطفل يعزل مقدار نصيبه فلو علم أنه واحد و ذكر يعزل نصيب ذكر واحد، أو أنثى واحدة يعزل نصيبها، ولو علم أن الحمل أكثر من إثنين يعزل نصيبهم.

مسئلہ ۲: اگر کچھ رشتہ دار ماں باپ دونوں کی طرف سے ہوں اور کچھ صرف ماں کی طرف سے ہوں تو ماں کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے سب کے سب بطور مساوی میراث پائیں گے۔ ایسی صورت میں باپ کی طرف منسوب ہونا بے اثر ہوگا۔ چنانچہ جو ماں باپ دونوں کی طرف سے بھائی ہو وہ ماں کی طرف سے بھائی ہونے کے حکم میں ہے۔

مسئلہ ۳: اگر "لعان" کے بعد مرد اعتراف کرے کہ بیٹا اسی کا ہے تو اسکے نقصان میں اسکے ساتھ ملحق ہوگا فائدہ میں ملحق نہیں ہوگا۔ چنانچہ بیٹا باپ سے ارث پائے گا۔ لیکن باپ بیٹے اور اس کے قریبیوں سے ارث نہیں پائے گا۔ بلکہ بیٹا باپ کے اقرار کی بناء پر اسکے قریبیوں کا وارث بھی نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۴: "لعان" کے بعد بیٹے کے اقرار اور تمام رشتہ داروں کے اقرار کا میراث برقرار ہونے میں کوئی اثر نہیں۔ بلکہ موثر صرف باپ کا اقرار ہے اور وہ بھی بیٹے کے اس کا وارث ہونے میں!

یہاں کچھ اور امور ہیں جن کو موانع ارث میں سے شمار کیا گیا ہے۔ حالانکہ انمیں کوتاہی کی گئی ہے

امر اوّل: ۔ بچہ جب تک پیٹ میں ہے وارث نہیں ہوگا چاہے ماں کے پیٹ میں اس کے زندہ ہونے کا علم ہو۔ لیکن مرتبہ یا طبقہ میں جو اس کے بعد واقع ہو اس کا "حاجب" ہو جائے گا۔ چنانچہ اگر مرنے والے کا بچہ ماں کے پیٹ میں ہو اور اس کے پوتے اور بھائی موجود ہوں تو ان کو میراث سے روک دیا جائے گا اور جب تک بچے کی پوزیشن واضح نہ ہو جائے ان کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔ چنانچہ اگر وہ زندہ ساقط ہو تو میراث کا وہی حقدار ہوگا لیکن اگر مردہ ساقط ہو تو پوتے اور بھائی میراث پائیں گے۔

مسئلہ ۱: اگر شکم مادر میں موجود بچے کے ہم طبقہ اور ہم مرتبہ اس میت کا کوئی اور وارث موجود ہو۔ مثلاً میت کی اولاد ہو۔ تو دو مردوں کے حصہ کے برابر میراث میں سے الگ کر کے باقی میراث کو باقی حقداروں کو دے دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ بچے کی پوزیشن واضح ہو جائے۔ چنانچہ اگر بچہ مردہ متولد ہو تو الگ کیا گیا حصہ دوسرے وارث کو دے دیا جائے گا اور اگر دوسرے وارثوں کی تعداد زیادہ ہو تو حکم خدا کے مطابق ان کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔

مسئلہ ۲: اگر وارث موجود ایسے فرض (معین حصے) کا مالک ہو جو حمل کے ہونے یا نہ ہونے سے نہ بدلتا ہو، جیسے میاں بیوی اور والدین کا فرزند کی موجودگی میں حصہ! تو اس کا پورا حصہ اسے دیا جائے گا۔ اور اس صورت میں کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد وارث کے حصے کو بدلتا اور کم کرتا ہے تو اس کے تولد کی صورت میں قواعد ارث کے مطابق وارث کو میراث میں ملنے والا کم سے کم حصہ دیا جائے گا۔ جیسے ماں باپ، کہ اگر ان کا "حمل" کے علاوہ کوئی اور فرزند نہ ہو!

مسئلہ ۳: اگر جدید آلات کے ذریعہ بچے کی حالت معلوم ہو جائے تو اس کا حصہ الگ کر دیا جائیگا۔ چنانچہ اگر پتہ چلے کہ ایک ہے اور لڑکا ہے تو ایک لڑکے کا حصہ الگ کیا جائیگا۔ یا ایک ہے اور لڑکی ہے تو ایک لڑکی کا حصہ الگ کیا جائیگا۔ اور اگر معلوم ہو کہ بچے دو سے زیادہ ہیں تو سب کا حصہ الگ کیا جائے گا۔

مسألة ٤ ـ لو عزل نصيب إثنين و قسمت بقية التركة، فتولد أكثر استرجعت التركة بمقدار نصيب الزائد.

مسألة ٥ ـ الحمل يرث و يورث لو انفصل حياً و إن مات من ساعته فلو علم حياته بعد انفصاله فمات بعده يرث و يورث، و لا يعتبر في ذلك الصياح بعد السقوط لو علم سقوطه حياً بالحركة البينة و غيرها.

مسألة ٦ ـ لا يشترط ولوج الروح فيه حين موت المورث، بل يكفي انعقاد نطفته حينه، فاذا مات شخص و تبين الحمل في زوجته بعد موته و كان بحيث يلحق به شرعاً يرثه لو انفصل حياً.

الثاني ـ وجود طبقة مقدمة، فانها مانعة عن الطبقة المؤخرة إلا أن تكون ممنوعة بجهة عن الارث.

الثالث ـ وجود درجة مقدمة في الطبقات، فانها مع عدم ممنوعيتها عن الارث مانعة عن الدرجة المتأخرة كالولد عن ولد الولد و كالأخ عن ولد الأخ.

وأما حجب النقصان أي مايمنع عن بعض الارث فأمور:

الأول ـ قتل الخطأ و شبه العمد، فانه يمنع القاتل عن إرث خصوص الدية دون غيرها من التركة.

الثاني ـ أكبر الأولاد الذكور، فانه يمنع باقي الورثة عن خصوص الحبوة ولو كان الولد الذكر واحداً يكون مانعاً عنها أيضاً.

الثالث ـ الولد مطلقاً ذكراً كان أو أنثى منفرداً أو متعدداً بلا واسطة أو معها، فانه يمنع أحد الزوجين عن النصيب الأعلى أي النصف و الربع.

الرابع ـ الوارث مطلقاً النسبي و السببي ذكراً كان أو أنثى متحداً أو متعدداً، فانه يمنع أحد الزوجين عن الزيادة عن فريضتها أي النصف أو الربع أو الثمن، فمع زيادة التركة عن الفريضة تردّ إلى غير هما، نعم لو كان الوارث منحصراً بالزوج و الامام عليه السلام يرث الزوج النصف فريضة و يردّ عليه النصف الآخر، بخلاف ما لو كان منحصراً بالزوجة و الإمام عليه السلام، فان الربع

مسئلہ ۴: اگر دو کا حصہ الگ کر کے باقی ترکہ کو تقسیم کر دیا جائے۔ لیکن دو سے زیادہ بچے پیدا ہوں تو زیادہ کے حصے کے برابر ترکہ میں سے واپس لیا جائے گا۔

مسئلہ ۵: شکم میں موجود بچہ اگر زندہ متولد ہو تو خود بھی وارث ہوگا اور دوسرے بھی اسکے وارث ہوں گے چاہے پیدا ہوتے ہی مر جائے۔ چنانچہ اگر پیدا ہونے کے بعد اس کے زندہ ہونیکا علم ہوا اور اس کے بعد مرا ہو تو خود بھی وارث بنے گا اور دوسرے بھی اس کے وارث ہوں گے۔ چنانچہ حرکت وغیرہ کے ذریعہ یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ زندہ ساقط ہوا ہے، رونا چیخنا معتبر نہیں ہے۔

مسئلہ ۶: مورث کی موت کے وقت بچے کے بدن میں روح کا داخل ہو جانا شرط نہیں۔ بلکہ اس وقت نطفہ ٹھہر جانا ہی کافی ہے۔ چنانچہ اگر کسی شخص کے مر جانے کے بعد معلوم ہو کہ اسکی بیوی حاملہ ہے اور اس "حمل" کو شرعاً میت کے ساتھ ملحق کیا جا سکتا ہو تو زندہ متولد ہونے کی صورت میں وارث ہوگا۔

دوسرا امر: پہلے طبقہ کا موجود ہونا:۔ اس لئے کہ وہ دوسرے طبقہ سے مانع ہوتا ہے مگر یہ کہ کسی وجہ سے اس کا وارث کہلانا ممنوع ہو۔

تیسرا امر: طبقات میں پہلے درجہ کا موجود ہونا۔ چنانچہ اگر پہلے درجہ والے کا وارث کہلانا ممنوع نہ ہو تو وہ بعد والے درجے کے وارث بننے سے مانع ہوگا۔ جیسے بیٹا پوتے سے اور بھائی بھتیجے سے۔

حجب نقصان: ان سے مراد وہ موانع ہیں جو میراث کے کچھ حصے سے مانع ہوتے ہیں۔ وہ چند امور ہیں۔

اول: "قتل خطاء" اور قتل "مشابہ عمد" یہ قاتل کے دیت میں وارث بننے سے مانع ہیں دیت کے علاوہ ترکہ میں سے وارث بننے سے مانع نہیں۔

دوم: بیٹوں میں سے بڑا بیٹا۔ چنانچہ یہ باقی وارثوں کا "حبوہ" میں وارث بننے سے مانع ہوتا ہے۔ اور اگر لڑکا ایک ہی ہو تو وہ بھی "حبوہ" میں سب کا مانع ہوگا۔

سوم: مطلق فرزند، چاہے بیٹا ہو یا بیٹی، ایک ہو یا زیادہ ہوں۔ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ یہ بھی میاں بیوی کے بڑے حصے یعنی نصف یا ربع کا وارث بننے سے مانع ہوتا ہے۔

چہارم: مطلق وارث، نسبی ہو یا سببی، بیٹا ہو یا بیٹی، ایک ہو یا متعدد ہوں، چنانچہ یہ میاں بیوی کے اپنے حصے یعنی نصف ربع یا ثمن سے زیادہ کے وارث بننے سے مانع ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگر ترکہ فریضہ سے زیادہ ہو تو میاں بیوی کے علاوہ دوسرے وارثوں کو "رداً" دیا جائے گا۔

ہاں! اگر وارث صرف شوہر اور امام علیہ السلام ہوں تو شوہر نصف کا وارث فریضہ کے طور پر ہوگا اور دوسرا "نصف" بھی رداً اسی کو دیا جائے گا۔ برخلاف اس کے اگر وارث صرف بیوی اور امام علیہ السلام ہوں تو "ربع" بیوی کو اور باقی امام علیہ السلام کو ملے گا۔

لها و البقية له عليه السلام.

الخامس ـ نقص التركة عن السهام المفروضة، فانه يمنع البنت الواحدة والأخت الواحدة للأب و الأم أو للأب عن فريضتها، وهي النصف، و كذا يمنع البنات المتعددة والأخوات المتعددة من الأب و الأم أو من الأب عن فريضتهم، و هي الثلثان، فلو كان للميت بنت واحدة و أبوان و زوج أو بنات متعددة و أبوان و زوج يرد النقص على البنت أو البنات، و كذا في سائر الفروض.

السادس ـ الأخت من الأبوين أو الأب، فانها تمنع الاخوة من الأم عن رد ما زاد على فريضتهم، كذا الأخوات المتعددة من الأبوين أو الأب فانها تمنع الأخ الواحد الأمي أو الأخت كذلكعن رد مازاد على فريضتها وكذا أحد الجدودة من قبل الأب، فانه يمنع الاخوة من قبل الام عما زاد عليها.

السابع ـ الولد و إن نزل واحداً كان أو متعدداً، فانه يمنع الأبوين عما زاد على السدس فريضة لا رداً.

الثامن ـ الاخوة و الأخوات لا أولادهم، فانهم يمنعون الأم عن الزيادة على السدس فريضة و رداً بشروط: أولها ـ أن لا يكون الأخ أقل من إثنين أو الأخت أقل من أربع، و يكفي الأخ الواحد والأختان. ثانيها ـ أن تكون الاخوة حياً في الدنيا حين فوت المورث، فلا يكون الميت والحمل حاجباً. ثالثها ـ أن تكون الاخوة مع الميت من الأب والأم أو من الأب، فلا يحجب الأمي فقط. رابعها أن يكون أب الميت حياً حين موته. خامسها ـ أن لا يكون الاخوة و الأب ممنوعين من الارث بكفر و رقية و تولد الاخوة الحاجبين من الزنا و كون الأب قاتلاً للمورث و لو كان الاخوة الحاجبين قاتلين للمورث ففيه إشكال، فلا يترك الاحتياط. سادسها ـ أن يكون بين الحاجب و المحجوب مغائرة، و يتصور عدمها في الوطء بالشبهة.

پنجم: ترکہ کا سہام مفروضہ سے کم ہونا، کہ جو ایک بیٹی اور ایک بہن جو ماں باپ دونوں کی طرف سے ہو یا صرف باپ کی طرف سے ہو، کے فریضہ کا وارث بننے سے مانع ہوتا ہے۔ جو نصف ہے۔ اور اسی طرح ماں باپ یا صرف باپ کی طرف سے متعدد بیٹیوں اور بہنوں کے فریضہ کا وارث بننے سے مانع ہوتا ہے۔ جو دو ثلث ہے؛ چنانچہ اگر میت کے وارث، ایک بیٹی، والدین اور شوہر یا متعدد بیٹیاں، ماں باپ اور شوہر ہو تو جو فریضہ سے کم ہے وہ بطور ردّ اس ایک بیٹی یا متعدد بیٹیوں کو ملے گا۔ اور تمام فرضوں میں یہی حکم ہے۔

ششم: مادری پدری یا صرف پدری بہن ہونا۔ اس لئے کہ ایسی بہن، صرف مادری بہن بھائیوں کو ان کے فریضے (حصے) سے زیادہ بطور ردّ ان کو کچھ ملنے سے مانع ہوتی ہے۔ اسی طرح ماں باپ دونوں یا فقط باپ کی طرف سے متعدد بہنیں، صرف ماں کی طرف سے جو ایک بھائی یا بہن ہو۔ ان کو ان کے حصے سے زیادہ "ردّاً" کچھ لینے سے روک دیتی ہیں۔ اور اسی طرح۔ دادا یا دادی صرف مادری کا ہونا صرف مادری بہن بھائیوں کو ان کے فریضے سے زیادہ ملنے سے مانع ہوتا ہے۔

ہفتم: لڑکا، چاہے پوتا ہو یا اس کے بعد کے سلسلہ میں ہو، ایک ہو یا متعدد ہوں۔ ماں باپ کو چھٹے حصے سے زیادہ بطور فریضہ ملنے سے مانع ہوگا نہ بطور ردّ!

ہشتم: بہنیں اور بھائی (نہ کہ ان کی اولادیں) ماں کو فریضے اور ردّ دونوں طریقے سے چھٹے حصے سے زیادہ ملنے سے مانع ہوتے ہیں۔ جس کی چند شرطیں ہیں۔ پہلی شرط: بھائی دو سے کم، یا بہنیں چار سے کم نہ ہوں۔ لیکن ایک بھائی اور دو بہنیں بھی (مانع ہونے کے لئے) کافی ہیں۔ دوسری شرط: بھائی اور بہنیں مورث کی موت کے وقت دنیا میں زندہ ہوں۔ چنانچہ میت اور شکم میں بچہ حاجب نہیں ہوں گے۔

تیسری شرط: جو بھائی موجود ہوں وہ ماں باپ دونوں یا باپ کی طرف سے میت کے بھائی ہوں چنانچہ جو صرف ماں کی طرف سے بھائی ہوں وہ حاجب نہیں ہوں گے۔

چوتھی شرط: موت کے وقت میت کا باپ زندہ ہو!

پانچویں شرط: بھائی اور باپ، کفر، غلامی اور حاجب ہونے والے بھائیوں کے زنا سے متولد ہونے، اور باپ کے مورث کا قاتل ہونے کی وجہ سے، میراث سے محروم نہ ہوں؛ چنانچہ اگر حاجب بننے والے مورث کے قاتل ہوں تو اس میں اشکال ہے۔ لہٰذا احتیاط ترک نہ کی جائے۔

چھٹی شرط: حاجب اور محجوب کے درمیان مغایرت ہو، اور مغایرت نہ ہونے کا تصور وطئ شبہ میں کیا جا سکتا ہے۔

الأمر الثالث في السهام

الوارث إما يرث بالفرض أو بالقرابة، و المراد بالفرض هو السهم المقدر و الكسر المعين الذي سماه الله تعالى في كتابه الكريم، والفروض ستة، و أربابها ثلا ثة عشر.

الأول ـ النصف، و هو لبنت واحدة إذا لم يكن معها ولد غير ممنوع عن الارث، و يعتبر هذا القيد في جميع الطبقات والدرجات الآتية، ولأخت واحدة لأبوين أو لأب إذا لم يكن معها أخ كذلك، و للزوج إن لم يكن للزوجة ولد و إن نزل.

الثاني ـ الربع، و هو للزوج إن كان للزوجة ولد و إن نزل، وللزوجة إن لم يكن للزوج ولد و إن نزل.

الثالث ـ الثمن، و هو للزوجة إن كان للزوج ولد و إن نزل.

الرابع ـ الثلث، و هو للأم بشرط أن لا يكون للميت ولد مطلقاً وإن نزل، و أن لا يكون له إخوة متعددة كما تقدم بشرائطه، و للأخ و الأخت من الأم مع التعدد.

الخامس ـ الثلثان، و هو للبنتين فصاعدا مع عدم وجود الابن للميت، و للأختين فصاعداً لأبوين مع عدم وجود الأخ لأبوين، أو لأب مع عدم وجود الأخ لأب.

السادس ـ السدس، و هو للأب مع وجود الولد مطلقاً، و للأم مع وجود الحاجب عن الثلث أي الولد و الأخوة على ما مرّ، و للأخ أو الأخت للأم مع عدم التعدد من قبلها، فالفروض نصف و نصفه و نصف نصفه و ثلثان ونصفهما و نصف نصفهما.

مسألة ١ ـ قد ظهر مما ذكر أن أهل الطبقة الثالثة من ذوي الأنساب لا

تیسرا امر: سہام کے بارے میں

وارث یا "فرض" کی بناء پر میراث لیتا ہے یا قرابت کی بناء پر! فرض سے وہ سہم مقرر اور کسر معین مُراد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ فرض چھ ہیں اور انکے مالکین تیرّہ ہیں۔

پہلا فرض: نصف ہے! جو ایک بیٹی کا حصّہ ہے۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ ایسا بچّہ نہ ہو کہ جو میراث لینے سے محروم نہ ہو۔ اور یہ قید آئندہ (بیان ہونے والے) تمام طبقات اور درجات میں ہے! اور نصف (ماں باپ دونوں یا باپ کے رشتہ سے ایک بہن کا حصّہ ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ اسی نوعیت کا بھائی نہ ہو! اور (نصف) شوہر کا حصّہ ہے بشرطیکہ بیوی کا کوئی فرزند اس کا فرزند، چاہے اس کا سلسلہ جتنا نیچے جائے، نہ ہو۔

دوسرا فرض: ربع (چوتھائی) ہے۔ جو شوہر کو ملتا ہے اگر بیوی کا فرزند یا اس کے بعد اس کے فرزند ہوں — اور بیوی کو ملتا ہے بشرطیکہ شوہر کا فرزند یا اس کے بعد کا سلسلۂ فرزندی نہ ہو۔

تیسرا فرض: ثمن (آٹھواں حصّہ) ہے اور یہ زوجہ کو ملتا ہے بشرطیکہ شوہر کا فرزند ہو چاہے وہ فرزند کے بعد کے سلسلہ کا ہو۔

چوتھا فرض: ثلث (تیسرا حصّہ) ہے جو (اوّلاً) ماں کا ہے بشرطیکہ میّت کا کوئی فرزند نہ ہو چاہے اس کے بعد کے سلسلے سے! اور یہ کہ میّت کے متعدد بھائی نہ ہوں جیسا کہ اسکی شرائط کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔ اور (ثانیاً) مادری بھائی اور بہن کا ہے جبکہ متعدد ہوں!

پانچواں فرض: ثلثان (دو تہائی) ہے یہ (اوّلاً) دو یا دو سے زیادہ بیٹیوں کا ہے جبکہ میّت کا کوئی لڑکا نہ ہو! اور (ثانیاً) دو یا دو سے زیادہ بہنوں کا ہے جو ماں باپ دونوں کے رشتے سے بہنیں ہوں جبکہ دونوں کے رشتے سے ان کا کوئی بھائی نہ ہو! یا (صرف) پدری بہنوں کا ہے جبکہ ان کا کوئی (صرف) پدری بھائی نہ ہو۔

چھٹا فرض: سدس (چھٹا حصّہ) ہے یہ (میّت) کے باپ کا ہے جبکہ میّت کا کوئی بھی فرزند موجود ہو! اور ماں کا ہے جبکہ ثلث (تیسرا حصّہ) لینے سے حاجب موجود ہو، حاجب سے مُراد یہاں فرزند اور بھائی ہیں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے! اور (میّت کے) ایک مادری بھائی یا بہن کا ہے بشرطیکہ ان کی تعداد ایک سے زیادہ نہ ہو۔ پس فروض کی ترتیب (خلاصۃً) یوں ہے: نصف، نصف کا نصف اور نصف کے نصف کا نصف! ثلثان ان کا نصف اور ان کے نصف کا نصف!

مسئلہ ۱: گزشتہ بیان سے معلوم ہو گیا کہ "انساب" میں سے تیسرے طبقے والے فرض کے عنوان سے

فرض لهم و يرثون بالقرابة فقط، و أن الزوجين وراثتهما بالفرض مطلقا إلا في صورة واحدة، و هي انحصار الوارث بالامام عليه السلام و الزوج، و أما الطبقة الأولى و الثانية فبعضهم لا فرض له أصلا كالابن والاخ لأبوين أو لأب، و بعضهم ذو فرض مطلقا كالأم، و بعضهم ذو فرض على حال دون حال كالأب، فانه ذو فرض مع وجود الولد للميت، وليس له فرض مع عدمه، و كذا الأخت و الأختان لأب و أبوين، فان لهن فرضاً إن لم يكن معهنّ ذكر، و ليس لهن فرض إن كان.

مسألة ٢ ـ ظهر مما ذكر أن من كان له فرض على قسمين: أحدهما من ليس له إلا فرض واحد، و لا ينقص و لا يزيد فرضه بتبدل الأحوال كالأب، فانه ذو فرض في صورة وجود الولد، و هو ليس إلا السدس مطلقا و كذلك البنت الواحدة و البنتان فصاعداً مع عدم الابن، و كذا الأخت و الأختان لأب أو لأبوين مع عدم الأخ، فان فرضهن النصف أو الثلثان مطلقا، و هؤلاء و إن كانوا ذوي فروض على حال دون حال إلا أن فرضهم لا يزيد و لا ينقص بتبدل الأحوال، وقد يكون من له فرض على كل حال لا يتغير فرضه بتبدل الأحوال، و ذلك كالأخ للأم أو الأخت كذلك. فمع الوحدة فرضه السدس، و مع التعدد الثلث لايزيد و لا ينقص في جميع الأحوال، الثاني من كان فرضه يتغير بتبدل الأحوال كالأم، فان لها الثلث تارة و السدس أخرى، وكذا الزوجان، فان لهما نصفاً و ربعاً مع عدم الولد، و ربعاً و ثمناً معه.

مسألة ٣ ـ غير ما ذكر من أصناف ذوي الفروض وارث بالقرابة.

مسألة ٤ ـ لو اجتمع جد وجدة من قبل الأم كلاهما أو أحدهما مع المنتسبين من قبل الأب كالاخوة و الأخوات من الأب و الأم أو من الأب و كالجد و الجدة من قبل الأب يكون حقه ثلث مجموع التركة و إن ورد النقص على ذي الفرض، فان كان الوارث زوجاً وجداً أو جدة من الأم وأختاً من الأب و الأم فالنصف للزوج، و الثلث للجد من قبل الأم واحداً أو متعدداً، و الباقي و هو

وارث نہیں ہونگے بلکہ صرف "قرابت" کی وجہ سے وارث ہونگے، اور یہ کہ میاں بیوی کی وراثت مطلقاً "فرض" کی وجہ سے ہے صرف ایک صورت کے علاوہ، اور وہ صورت یہ ہے کہ جب وارث امام علیہ السلام اور شوہر میں منحصر ہو۔ لیکن پہلے اور دوسرے طبقے والے، تو ان میں سے بعض کے لئے اصلاً فرض (حصّہ معیّن) نہیں۔ جیسے بیٹا اور بھائی، ماں باپ دونوں کی طرف سے یا صرف باپ کی طرف سے، اور بعض مطلقاً صاحب فرض ہیں جیسے ماں اور بعض ایک حال میں صاحب فرض ہیں جبکہ دوسرے حال میں (صاحب فرض) نہیں جیسے باپ، اس لئے کہ میّت کا فرزند (موجود) ہونے کی صورت میں باپ صاحب "فرض" ہے۔ لیکن نہ ہونے کی صورت میں اس کے لئے "فرض" نہیں۔ اور اسی طرح ایک بہن اور دو بہنیں صرف باپ اور ماں باپ دونوں کی طرف سے، اس لئے کہ اگر ان کے ساتھ بھائی نہ ہو تو ان کے لئے فرض (حصّہ معیّن) ہے لیکن اگر بھائی ہو تو "فرض" نہیں۔

مسئلہ ۲: مذکورہ مسائل سے ظاہر ہوا کہ فرض (رکھنے) والوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم ان کی ہے جن کا صرف ایک "فرض" (معیّن) ہے اور حالات بدلنے سے ان کا "فرض" کم اور زیادہ نہیں ہوتا جیسے باپ اگر فرزند موجود ہونے کی صورت میں باپ صاحب فرض ہوتا ہے۔ اور اس کا "فرض" مطلقاً صرف سدس (چھٹا حصّہ) ہے۔ اور اسی طرح ایک بیٹی اور دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں جبکہ بیٹا نہ ہو۔ اور ایک بہن اور دو بہنیں (جو) صرف پدری (ہوں) یا پدری و مادری ہوں جبکہ (ان کے ساتھ) بھائی نہ ہو۔ ان (سب) کا فرض مطلقاً نصف (آدھا حصّہ) یا ثلثان (دو تہائی) ہے۔ یہ سب اگرچہ بعض حالات میں صاحبانِ فرض ہیں اور بعض میں نہیں۔ مگر ان کا فرض (حصّہ) حالات بدلنے سے کم یا زیادہ نہیں ہوتا! اور کبھی کبھی صاحب فرض ایسا وارث ہوتا ہے کہ ہر حال میں جس کا فرض حالات بدلنے سے نہیں بدلتا۔ اور وہ مادری بھائی یا مادری بہن کی مانند ہے۔ چنانچہ اگر ایک ہو تو اس کا فرض سُدس (چھٹا حصّہ) ہے اور اگر متعدد ہوں تو ثلث (تیسرا حصّہ) ہے اور تمام حالات میں نہ کم ہوتا ہے اور نہ زیادہ!

دوسری قسم ان کی ہے جن کا فرض حالات بدلنے سے بدل جاتا ہے جیسے "ماں" اس لئے کہ کبھی اس کا فرض ثلث (تیسرا حصّہ) اور کبھی سدس (چھٹا حصّہ) ہوتا ہے۔ اور اسی طرح میاں بیوی کہ کبھی ان کا فرض نصف (آدھا حصّہ) اور کبھی ربع (چوتھا حصّہ) ہوتا ہے جبکہ فرزند نہ ہو، اور اگر فرزند ہو تو ربع (چوتھا حصّہ) اور ثمن (آٹھواں حصّہ) ہوتا ہے۔

مسئلہ ۳: صاحبان فروض کی مذکورہ اصناف کے علاوہ دوسری صنفیں قرابت کے ذریعہ وارث ہوتی ہیں۔

مسئلہ ۴: اگر نانا نانی دونوں یا ان میں سے کوئی ایک میّت کے پدری رشتہ داروں جیسے پدری و مادری یا صرف پدری بھائی اور بہنیں اور دادا اور دادی کے ساتھ جمع ہو جائیں تو پورے ترکے کا ثلث (تیسرا حصّہ) اس کا حق ہوگا چاہے صاحبانِ فرض کا حصّہ کم ہی کیوں نہ رہ جائے! مثلاً اگر وارث شوہر اور نانا یا نانی اور ایک پدری و مادری بہن ہو تو نصف زوج، اور ثلث (تیسرا حصّہ) جد مادری کا ہے چاہے ایک ہو یا متعدد ہوں! اور باقی ماندہ کہ جو سدس (چھٹا حصّہ) ہے اس ایک پدری بہن کا ہے جبکہ اس کا "فرض" نصف

السدس للأخت الواحدة من قبل الأب مع أن فريضتها النصف، و مع ذلك إرث الجدودة بالقرابة لا الفرض.

مسألة ٥ ـ الفروض الستة مع ملاحظة اجتماعها والصور المتصورة منه ستة و ثلا ثون حاصلة من ضرب الستة في مثلها، و إذا سقطت الصور المتكررة وهي خمس عشرة بقيت إحدى و عشرون صورة.

مسألة ٦ ـ الصور المتقدمة غير المتكررة منها ما يصح اجتماعها، و منها ما يمتنع ولو لبطلان العول، فالممتنع ثمانية، و هي اجتماع النصف مع الثلثين، والربع مع مثله، و مع الثمن، والثمن مع مثله، ومع الثلث، والثلثين مع مثلهما، والثلث مع مثله، ومع السدس، والصحيح هو البقية، فان النصف يجتمع مع مثله كزوج و أخت واحدة لأب أو لأبوين، و مع الربع كبنت واحدة و الزوج، ومع الثمن كبنت واحدة مع الزوجة، و مع الثلث كالزوج و الأم مع عدم الحاجب، و مع السدس كالزوج و واحد من كلالة الأم، فالنصف يجتمع مع الفرائض الستة إلا واحدة منها لبطلان العول، فالأختان لو اجتمعتا مع الزوج ترثان بالقرابة لا بالفرض، و يكون النقص و ارداً عليهما و الربع يجتمع مع الثلثين كزوج و ابنتين، ومع الثلث كزوجة و المتعدد من كلالة الأم، و مع السدس كالزوجة و المتحد من كلالة الأم، و الثمن يجتمع مع الثلثين كالزوجة و ابنتين، و مع السدس كزوجة وأحد الأبوين مع وجود الولد، والثلثان يجتمع مع الثلث كأختين فصاعدا لأب وإخوة من الأم، و مع السدس كبنتين وأحد الأبوين، والسدس يجتمع مع مثله كالأبوين مع وجود الولد.

٥ ٥ ٥

(آدھا حصّہ) ہے، اور اسکے باوجود اجداد کی میراث "فرضاً" نہیں بلکہ قرابتاً ہے۔

مسئلہ ۵: چھ "فروض" کے جمع ہونے کی صورت میں جب ان کو ان سے پیدا ہونے والی چھ صورتوں کے ساتھ ضرب دی جائے تو اس کے نتیجہ میں چھتیس صورتیں پیدا ہوں گی۔ اور ان میں سے تکرار ہونے والی صورتیں۔ کہ جو پندرہ ہیں۔ جب حذف ہو جائیں گی تو اکیس صورتیں باقی بچیں گی۔

مسئلہ ۶: مذکورہ غیر تکراری (اکیس ۲۱) صورتوں میں سے بعض ایسی ہیں جنکا جمع ہونا صحیح ہے اور بعض ایسی ہیں کہ جن کا اجتماع ممتنع ہے۔ چاہے "عول" کے باطل ہونے کی وجہ سے ہی سہی! چنانچہ جن صورتوں کا جمع ہونا ممتنع ہے وہ درج ذیل آٹھ صورتیں ہیں۔

۱: نصف (آدھے حصّے) کا ثلثین (دو تہائی) کے ساتھ جمع ہونا ۲: ربع کا ربع کے ساتھ جمع ہونا ۳: ربع کا ثمن کے ساتھ جمع ہونا ۴: ثمن کا ثمن کے ساتھ جمع ہونا ۵: ثمن کا ثلث کے ساتھ جمع ہونا ۶: ثلثین کا ثلثین (دو تہائی) کے ساتھ جمع ہونا ۷: ثلث کا ثلث کے ساتھ جمع ہونا: ۸: اور ثلث کا سُدس کے ساتھ جمع ہونا؛ چنانچہ باقی صورتوں کا جمع ہونا صحیح ہے۔ پس نصف، نصف کے ساتھ جمع ہوگا، جیسے اگر وارث شوہر اور ایک بہن صرف باپ کی طرف سے یا ماں باپ دونوں کی طرف سے (ہو تو دونوں کو نصف، نصف ملے گا) اور (نصف) ربع کے ساتھ بھی جمع ہوگا جیسے اگر (وارث) ایک بیٹی اور شوہر (ہو تو بیٹی کو نصف اور شوہر کو ربع (چوتھا حصّہ) ملے گا) اور ثمن کے ساتھ جمع ہوگا جیسے اگر (وارث) ایک بیٹی اور بیوی (ہو تو بیٹی کو آدھا اور بیوی کو آٹھواں حصّہ ملے گا) اور (نصف) ثلث کے ساتھ بھی جمع ہوگا جیسے (اگر وارث) شوہر اور "ماں" ہو جبکہ اسکا کوئی فرزند نہ ہو۔ اور (نصف) سدس کے ساتھ بھی جمع ہوگا جیسے اگر (وارث) شوہر اور مادری رشتہ داروں میں سے کوئی ایک ہو۔ بنا برایں نصف پورے چھ فرائض کے ساتھ جمع ہوگا صرف ایک فرض کے علاوہ اور وہ بھی "عول" کے باطل ہونے کی وجہ سے اسکے ساتھ جمع نہیں ہوگا۔ اور دو بہنیں اگر (وراثت میں) شوہر کے ساتھ جمع ہوں تو وہ قرابت کی وجہ سے میراث پائیں گی نہ کہ "فرض" کی وجہ سے! اور نقصان ان دونوں کو برداشت کرنا پڑے گا۔

اور ربع ثلثین کے ساتھ جمع ہوگا۔ جیسے اگر (وارث) شوہر اور دو بیٹیاں ہوں۔ اور ثلث کے ساتھ جمع ہوگا جیسے اگر (میت کے وارث) اس کی زوجہ اور متعدد مادری رشتہ دار ہوں۔ اور سُدس کے ساتھ جمع ہوگا جیسے اگر (میت کے وارث) اس کی بیوی اور ایک مادری رشتہ دار ہو۔ اور ثمن، ثلثین کے ساتھ جمع ہوگا جیسے اگر (میت کے وارث) اس کی بیوی اور دو بیٹیاں ہوں۔ اور (ثمن) سدس کے ساتھ جمع ہوگا، جیسے اگر (میت کے وارث) اس کی بیوی اور اس کے والدین میں سے کوئی ایک فرزند کے ساتھ ہو۔ اور "ثلثان" ثلث کے ساتھ جمع ہوں گے۔ جیسے اگر (میت کے وارث) اسکی دو یا اس سے زیادہ صرف پدری بہنیں اور (چند) مادری بھائی ہوں۔ اور (ثلثان) سُدس کے ساتھ جمع ہوگا جیسے اگر (میت کے وارث) دو بیٹیاں اور ماں باپ میں سے کوئی ایک ہو اور سُدس، سُدس کے ساتھ جمع ہوگا جیسے اگر (میت کے وارث) ماں باپ ہوں اور ان کے ساتھ فرزند ہو۔

تنبيه:

التعصيب والعول باطلان

مسألة ١ ـ الوراث الموجودون للميت إن كانوا وراثا بالفرض فهو على صور:

الأولى ـ ما إذا كانت تركة الميت بقدر السهام المفروضة بلا زيادة و نقيصة كما إذا كان الوارث أبوين و بنات متعددة، فالثلثان للبنات و الثلث للأبوين، لكل سدس.

الثانية ـ ما لو كانت التركة أزيد من السهام فتردّ الزيادة على أرباب الفروض و لا تعطى لعصبة الميت. و هي كل ذكر ينتسب إليه بلا وسط أو بواسطة الذكور، فلو كان الوارث منحصراً ببنت واحدة و أمّ يعطى النصف البنت فرضا و السدس الأم فرضاً، و يردّ الثلث الباقي عليهما أرباعاً على نسبة سهمهما، ولو انحصر ببنات متعددة و أمّ يعطى الثلثان البنات فرضاً و السدس الأم فرضاً، و السدس الباقي يردّ عليهما أخماساً على نسبة السهام، و العصبة في فيها التراب.

الثالثة ـ ما إذا كانت التركة أقل من السهام، وذلك بدخول بنت أو بنتين فصاعداً، أو أخت من قبل الأبوين أو الأب، أو أختين كذلك فصاعداً في الورثة، فيرد النقص عليهن و لا يعول بوروده على الجميع بالنسبة. فلو كان الوارث بنتاً و زوجاً و أبوين يردّ فرض الزوج و الأبوين، و يرد النقص ـ و هو نصف السدس ـ على البنت ولو كانت في الفرض بنات متعددة يرد النقص ـ و هو الربع ـ عليهن، و كذا في الأمثلة الأخر.

مسألة ٢ ـ لا تردّ الزيادة على طوائف من أرباب الفروض: منها ـ الزوجة

توجہ

"تعصیب" اور "عول" باطل ہیں!

مسئلہ ۱: میّت کے موجودہ وارث اگر فرض (معیّن حصّے) کے وارث ہوں تو اس کی چند صورتیں ہیں۔

پہلی صورت:۔ جب میّت کا ترکہ "معیّن شدہ" حصّوں کے بقدر ہو نہ اس سے کم ہو اور نہ زیادہ جیساکہ اگر اسکے وارث والدین اور متعدد بیٹیاں ہوں تو دوؔ ثلث بیٹیوں کے اور ایک ثلث والدین کا ہوگا کہ ہر ایک کا ایک سُدس (چھٹا حصّہ) ہوگا۔

دوسری صورت:۔ جب ترکہ سہام (معیّن شدہ حصّوں) سے زیادہ ہو تو جو زیادہ ہے اسے ردّاً "صاحبانِ فرض" کو دیا جائے گا اور عُصبۂ میّت کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔ عُصبہ سے مُراد ہر وہ "مذکر" ہے جو بلا واسطہ یا چند مذکروں کے واسطے سے میّت کی طرف منسوب ہو۔ پس اگر وارث صرف ایک بیٹی اور ماں ہوں تو آدھا حصّہ بیٹی کو بطورِ فرض اور چھٹا حصّہ ماں کو بطورِ فرض دیا جائے گا اور باقی ماندہ ایک ثلث کو چار چار کرکے ان دونوں کے حصّے کے تناسب سے بطور ردّ ان کو دیا جائیگا۔ اور اگر وارث متعدد بیٹیوں اور ماں میں منحصر ہو تو دوؔ ثلث بیٹیوں کو بطورِ فرض اور ایک سدس (چھٹا حصّہ) ماں کو بطورِ فرض دیا جائے گا اور باقی ماندہ "سدس" کو پانچ پانچ کرکے ان کے حصّے کے تناسب سے ردّاً ان کو دیا جائے گا۔ اور عُصبہ کے منھ میں خاک!

تیسری صورت:۔ جب ترکہ سہام (معیّن شدہ حصّوں) سے کم ہو اور یہ کمی ایک بیٹی یا دوؔ اور دوؔ سے زیادہ بیٹیوں یا ماں باپ دونوں یا صرف باپ کی طرف سے ایک بہن یا دوؔ اور اس سے زیادہ ایک ہی بہنوں کے وارثوں میں شامل ہونے کی وجہ سے ہوگی تو نقصِ ترکہ صرف ان سے متعلق ہوگا اور ان کے حدود کی وجہ سے یہ سلسلہ "عول" پر منتہی نہیں ہوگا جو حق سے انحراف اور عدول ہے!

چنانچہ اگر وارث ایک بیٹی، شوہر اور ماں باپ ہوں تو شوہر اور ماں باپ کا متعیّن حصّہ انھیں دیا جائیگا اور نقصان کہ جو نصف سُدس ہے بیٹی اسکی متحمل ہوگی۔ اور اگر اسی فرض میں متعدد بیٹیاں ہوں تو نقصان کہ جو ایک چوتھائی ہے۔ کی وہی متحمل ہوں گی، اور اسی طرح دوسری مثالوں میں بھی ہوگا۔

مسئلہ ۲: صاحبانِ فرض میں سے ان طوائف کو اضافہ میں سے ردّاً نہیں دیا جائے گا۔ ان میں سے ایک

مطلقا، فتعطى فرضها و يردّ الباقي على غيرها من الطبقات حتى الامام عليه السلام، و منها ـ الزوج، فيعطى فرضه و يردّ الباقي على غيره إلا مع انحصار الوارث به و بالامام عليه السلام، فيردّ عليه النصف مضافاً إلى فرضه، و منها ـ الأم مع وجود الحاجب من الرد كما تقدم، و منها ـ الاخوة من الأم مطلقاً مع وجود و احد من الجدودة من قبل الاب أو واحد من الاخوة من قبل الابوين أو الاب كما تقدم.

مسألة ٣ ـ الذكور من الاولاد و كذا الإناث مع وجود الذكور يرثون بالقرابة، و كذا الاب بشرط عدم وجود الولد للميت، و كذا الجدودة مطلقا و الاخوة من قبل الابوين أو الاب بشرط وجود ذكور فيهم، و كذا جميع أصناف الطبقة الثالثة من العمومة والخؤولة و أولادهم، فهؤلاء يرثون بالقرابة لا بالفرض.

مسألة ٤ ـ لو اجتمع الوارث بالفرض مع الوارث بالقرابة فالفرض للوارث بالفرض و الباقي للوارث بالقرابة، فلو اجتمع الابوان مع أولاد الذكور والاناث يعطى فرض الابوين و هو السدسان والباقي للأولاد بالقرابة ولو كان الوارث الأبوين فللأم السدس مع وجود الحاجب و الثلث مع عدمه فرضاً و الباقي للأب قرابة، ولو اجتمعت الأخت أو الأخوات من الأبوين مع الجدودة من قبل الأم فالفرض للأخت أو الأخوات و الباقي للجدودة بالقرابة، و هكذا غيرما ذكر.

المقصد الأوّل في ميراث الأنساب

و هم ثلاث مراتب: **الأولى** ـ الأبوان بلا واسطة و الأولاد و إن نزلوا الأقرب فالأقرب.

مسألة ١ ـ لو انفرد الأب فالمال له قرابة، أو الأم فلها الثلث فرضاً و الباقي يرد عليها، و لو اجتمعا فللأم الثلث فرضاً و الباقي للأب إن لم يكن للأم حاجب، و إلا فلها السدس و الباقي للأب، و لا ترث الاخوة في الفرض شيئاً و

مطلقاً بیوی ہے۔ چنانچہ اس کو اس کا معین حصہ دیا جائیگا اور جو باقی بچے اس کو اس کے علاوہ دوسرے طبقات والوں کو "حتیٰ امام علیہ السلام کو" رداً دیا جائیگا۔ اور ان میں سے ایک شوہر ہے! چنانچہ اس کو اس کا معین حصہ دیا جائیگا اور باقی ماندہ اس کے علاوہ (دوسروں) کو رداً دیا جائیگا مگر یہ کہ وارث صرف شوہر اور امام علیہ السلام ہوں تو اس صورت میں اسکے معین حصے کے علاوہ نصف بھی بطور "رد" اسے دیا جائیگا۔ اور ان میں سے ایک ماں ہے جبکہ رداً اس کو کچھ ملنے سے حاجب (روکنے والا) موجود ہو جیسا کہ گذر چکا! اور ان میں سے مطلقاً مادری بہن یا بھائی ہے جبکہ اس کے ساتھ پدری دادا یا دادی یا ماں باپ دونوں یا صرف باپ کی طرف سے بہن بھائیوں میں سے کوئی ایک موجود ہو جیسا کہ بیان ہو چکا ہے!

مسئلہ ۳: مذکر اولادیں اور اسی طرح مونث اولادیں جبکہ ان کے ساتھ مذکر موجود ہوں قرابت کی وجہ سے میراث پاتی ہیں۔ اور اسی طرح باپ بھی بشرطیکہ میت کا فرزند ہو۔ اور اسی طرح مطلقاً دادا یا دادی اور ماں باپ دونوں یا صرف باپ کی طرف سے بہن بھائی بشرطیکہ ان کے درمیان فرزند نرینہ موجود ہو! اور اسی طرح تیسرے طبقے کی تمام اصناف جیسے چچو پچے، پھوپھیاں، خالو، خالائیں اور ان کی اولادیں! یہ سب قرابت کی وجہ سے میراث پاتے ہیں نہ کہ فرض کی بناء پر!

مسئلہ ۴: اگر فرضاً وارث بننے والا قرابۃً وارث بننے والے کے ساتھ جمع ہو تو فرضاً وارث بننے والا اپنا فرض (معین حصہ) لے گا اور باقی اسکو ملے گا جو قرابۃً وارث ہے۔ چنانچہ اگر والدین مذکر اور مونث اولادوں کیساتھ جمع ہوں تو والدین کا معین حصہ، کہ جو دو سدس ہے۔ ان کو دیا جائیگا اور باقی قرابت کی بناء پر اولاد کو ملے گا۔ اور اگر وارث ماں باپ ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ حاجب ہونے کی صورت میں اور تیسرا حصہ حاجب نہ ہونے کی صورتیں فرضاً ملے گا اور باقی ماندہ قرابۃً باپ کا ہوگا۔ اور اگر ماں باپ دونوں کی طرف سے ایک بہن یا متعدد بہنیں نانا یا نانی کے ساتھ جمع ہوں تو فرض (معین حصہ) ایک بہن یا چند بہنوں کا ہوگا، اور باقی نانا یا نانی کا قرابت کی بناء پر ہوگا اور مذکورہ مثالوں کے علاوہ کا بھی یہی دستور ہے۔

پہلا مقصد: انساب کی میراث کے بارے میں

انساب کے تین مرتبے ہیں، پہلا مرتبہ والدین بلا واسطہ اور اولادیں، چاہے اولاد در اولاد ہوں، قریب سے قریب تر کی رعایت کے ساتھ۔

مسئلہ ۱: اگر وارث تنہا باپ ہو تو سارا مال قرابۃً اسی کا ہے۔ یا صرف ماں وارث ہو تو اس کو ایک تہائی "فرضاً" اور باقی ماندہ رداً ملے گا، اور اگر ماں باپ دونوں ہوں۔ تو ایک تہائی بطور فرض ماں کا ہے اور باقیماندہ باپ کا! بشرطیکہ ماں کا حاجب نہ ہو۔

اور اگر حاجب ہو تو چھٹا حصہ ماں کا اور باقی باپ کا ہوگا! اور فرض میں سے (میت کے) بہن بھائی کچھ نہیں پائیں گے اگرچہ وہ حاجب بنیں گے!

إن حجبوا.

مسألة ٢ ـ لو انفرد الابن فالمال له قرابة، ولو كان أكثر فهم سواء ولو انفردت البنت فلها النصف فرضاً و الباقي رداً، و العصبة لا نصيب لها وفي فيها التراب، ولو كانت بنتان فصاعداً فلهما أو لهن الثلثان فرضاً و الباقي رداً، ولو اجتمع الذكور والإناث فالمال لهم للذكر مثل حظ الأنثيين.

مسألة ٣ ـ لو اجتمع الأولاد مع أحد الأبوين فان كان الولد بنتاً واحدة يردّ عليها النصف فرضاً و على أحد الأبوين السدس فرضاً و الباقي يردّ عليهما أرباعاً، ولو كان بنتين فصاعداً يرد على البنات أربعة أخماس فرضاً ورداً و على أحد الأبوين الخمس فرضاً ورداً، ولو كان ذكراً سواء كان واحداً أو متعدداً فلأحد الأبوين السدس فرضاً و الباق للولد.

مسألة ٤ ـ لو اجتمع الأولاد مع الأبوين فان كان الولد بنتاً واحدة و لم يكن للأم حاجب من الرد فثلاثة أخماس للبنت فرضاً ورداً و خمسان للأبوين بالمناصفة فرضاً ورداً، و إن كان للأم حاجب من الرد فالسدس لها و البقية تقسم بين البنت والأب أرباعاً فرضاً ورداً، و إن كان أنثى متعددة أو ذكراً واحداً أو متعدداً أو إناثاً و ذكراناً فالسدسان للأبوين و البقية للأولاد تقسّم بينهم بالسوية مع وحدة الجنس، وللذكر ضعف الأنثى مع الاختلاف.

مسألة ٥ ـ لو اجتمع أحد الأبوين و أحد الزوجين فلأحد الزوجين نصيبه الأعلى و الباقي لأحد الأبوين، للأب قرابة، و للأم فرضاً ورداً.

مسألة ٦ ـ لو اجتمع الأبوان وأحد الزوجين فلأحد الزوجين نصيبه الأعلى و للأم الثلث من مجموع التركة مع عدم الحاجب، و السدس معه فرضاً، و الباقي للأب قرابة.

مسألة ٧ ـ لو اجتمع الأولاد مع أحد الزوجين فلأحدهما نصيبه الأدنى و الباقي للأولاد متحداً أو متعدداً للذكر ضعف الأنثى.

مسألة ٨ ـ لو اجتمع أحد الأبوين و الأولاد و أحد الزوجين فلو كان الولد

مسئلہ ۲: اگر وارث تنہا بیٹا ہو تو سارا مال بعنوان قرابت اسی کا ہے۔ اور اگر کئی بیٹے ہوں تو سب برابر ہیں۔ لیکن اگر ایک بیٹی ہو تو نصف اس کو فرضاً اور باقی ردّاً ملے گا۔ عصبہ میّت کا کوئی حصّہ نہیں اور ان کے منہ میں خاک! اور اگر دو بیٹیاں اور دو سے زیادہ ہوں تو ان دو کو یا زیادہ کو دو ثلث فرضاً اور باقی ماندہ مال ردّاً ملے گا۔ اور اگر مذکر و مونث جمع ہوں تو مال ان کا ہے۔ مذکر کا دوہرا اور مونث کا اکہرا حصّہ ہے۔

مسئلہ ۳: اگر اولاد ماں باپ میں سے کسی ایک کے ساتھ (وارث) ہو تو اگر وہ فرزند ایک بیٹی ہو تو آدھا حصّہ فرضاً اس کو اور ماں باپ میں سے ایک کو چھٹا حصّہ فرضاً دیا جائے گا اور باقی ماندہ مال ان دونوں کو چار چار کرکے ردّاً دیا جائے گا۔ اور اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو پانچ میں سے چار حصّے فرضاً اور ردّاً بیٹیوں کو دیے جائیں گے اور پانچواں حصّہ "فرضاً" اور "ردّاً" ماں باپ میں سے جو ایک ہو اس کو دیا جائے گا۔ اور اگر اولاد نرینہ ہو چاہے ایک ہو یا متعدد ہوں تو والدین میں سے جو ایک ہے اس کو چھٹا حصّہ فرضاً اور باقی مال اولاد کو ملے گا۔

مسئلہ ۴: اگر اولاد (میراث لینے میں) ماں باپ کے ساتھ ہو تو اگر وہ فرزند صرف ایک بیٹی ہو اور بعنوان ردّ ماں کو کچھ ملنے سے حاجب نہ ہو تو پانچ میں سے تین حصّے "فرضاً" اور ردّاً بیٹی کے ہوں گے اور دو حصّے بطور نصف "فرضاً و ردّاً" ماں باپ کے ہوں گے۔ لیکن اگر (ردّاً کچھ ملنے سے) ماں کا حاجب موجود ہو تو چھٹا حصّہ اس کو ملے گا اور باقی مال چار ایک کے حساب سے بیٹی اور باپ کے درمیان "فرضاً و ردّاً" تقسیم ہوگا۔ اور اگر بیٹیاں متعدد ہوں یا ایک بیٹا ہو یا متعدد ہوں یا متعدد بیٹیاں اور بیٹے ہوں تو چھ حصّوں میں سے دو حصّے ماں باپ کے ہوں گے اور باقی مال اولاد کے درمیان برابر تقسیم کر دیا جائے گا اگر ان کی جنس ایک ہی ہو۔ لیکن اگر جنس میں اختلاف ہو تو مذکر کو مونث کے دو برابر ملے گا۔

مسئلہ ۵: اگر ماں باپ میں سے ایک اور میاں بیوی میں سے ایک (وراثت لینے میں) جمع ہوں تو میاں بیوی میں سے جو ایک ہو اس کو اس کا "نصیب اعلیٰ" اور باقی مال ماں باپ میں سے جو ایک ہو اس کو ملیگا۔ باپ کو قرابت کی بناء پر اور اگر ماں ہو تو اس کو فرضاً اور ردّاً ملے گا۔

مسئلہ ۶: اگر ماں باپ (دونوں) اور میاں بیوی میں سے ایک ایک ساتھ وارث ہوں تو میاں بیوی میں سے جو ایک ہو اس کو اس کا "نصیب اعلیٰ" اور ماں کو حاجب نہ ہونے کی صورت میں مجموع ترکہ کا ایک تہائی اور حاجب ہونے کی صورت میں چھٹا حصّہ فرضاً اور باقی مال قرابت کی بناء پر باپ کو ملے گا۔

مسئلہ ۷: اگر اولاد میاں بیوی میں سے کسی ایک کے ساتھ وارث ہو تو میاں بیوی میں سے ایک کو اس کا "نصیب ادنیٰ" اور باقی ماندہ مال اولاد کو ملے گا ایک ہو یا متعدد ہوں البتہ مذکر کو مونث کے دو برابر ملے گا۔

مسئلہ ۸: اگر والدین میں سے ایک اور اولاد اور میاں بیوی میں سے ایک وارث ہوں۔ تو اگر اولاد میں صرف ایک بیٹی ہو تو میاں بیوی میں سے اس ایک کا نصیب ادنیٰ ملے گا اور باقی مال کو دوسرے وارثوں

بنتاً واحدة فلأحد الزوجين نصيبه الأدنى، و الباقي يقسم بين الباقي أرباعاً: ربع لأحد الأبوين والباقي للبنت، ولو كان بنتين فصاعداً فان كان أحد الزوجين هي الزوجة فلها نصيبها الأدنى و الباقي يقسم بين الباقي أخماساً، و إن كان هو الزوج فله نصيبه الأدنى و لأحد الأبوين السدس و البقيّة للبنتين فصاعداً، و إن كان ذكراً واحداً أو متعدداً أو ذكوراً و إناثا فلأحدهما نصيبه الأدنى، و السدس من أصل التركة لأحد الأبوين، و الباقي للباقي، و مع الاختلاف فللذكر مثل حظ الأنثيين.

مسألة ٩ ـ لو اجتمع الأبوان و الأولاد وأحد الزوجين فان كان الولد بنتاً واحدة فللزوج نصيبه الأدنى و للأبوين سدسان من التركة، و الباقي للبنت، و النقص يرد عليها، و للزوجة نصيبها الأدنى، و تقسم البقية بين الباقي أخماساً إن لم يكن للأم حاجب عن الرد، و إلا فلها السدس. و الباقي يقسم بين الأب و البنت أرباعاً، ولو كان الولد بنتين فصاعداً فلأحد الزوجين نصيبه الأدنى، والسدسان من أصل التركة للأبوين، والباقي للبنات فيرد النقص عليهن، ولو كان ذكراً واحداً أو متعدداً أو ذكوراً و إناثا فلأحد الزوجين نصيبه الأدنى، و للأبوين سدسان من الأصل، و الباقي للأولاد للذكر مثل حظ الأنثيين.

وهيهنا أمور:

الأول ـ أولاد الأولاد و إن نزلوا يقومون مقام الأولاد في مقاسمة الأبوين و حجبهم عن أعلى السهمين إلى أدناهما و منع من عداهم من الأقارب، سواء كان والدا الميت موجودين أم لا، ويتقدم كل بطن على البطن المتأخر.

الثاني ـ يرث كل واحد منهم نصيب من يتقرب به، فيرث ولد البنت نصيب أمه ذكراً كان أو أنثى، و هو النصف مع انفراده أو كان مع الأبوين، و يردّ عليه و إن كان ذكراً كما يردّ على أمه لو كانت موجودة و يرث ولد الابن

کے مابین چار ایک کے حساب سے تقسیم کردیا جائیگا۔ اس طرح کہ ایک چوتھائی ماں باپ میں سے ایک کو اور باقی بیٹی کو ملے گا۔ اور اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں۔ تو اگر زوجین میں سے زوجہ موجود ہو تو اس کو اس کا "نصیب ادنیٰ" دے کر باقی مال کے پانچ حصے کرکے انہیں باقی وارثوں کے درمیان تقسیم کردیا جائے گا۔ لیکن اگر زوجین میں سے شوہر ہو تو اس کو اس کا "نصیب ادنیٰ" اور والدین میں سے جو ایک ہو اسکو چھٹا حصہ اور باقی مال ان دو یا زیادہ بیٹیوں کو ملے گا۔ اور اگر ایک مذکر اولاد یا متعدد ہوں یا متعدد مذکر و مونث اولادیں ہوں تو میاں بیوی میں سے ایک کو اس کا نصیب ادنیٰ اور اصل ترکے سے چھٹا حصہ ماں باپ میں سے ایک کو، اور باقی مال، باقی وارثوں کو ملے گا۔ اور جنس میں اختلاف ہونے کی صورت میں مرد کو عورت کا دو گنا ملے گا۔

مسئلہ ۹: اگر ماں باپ اولاد اور میاں بیوی میں سے ایک وارث ہوں تو اگر اولاد میں صرف ایک بیٹی ہو تو اگر زوج ہو تو اس کو اس کا "نصیب ادنیٰ" اور ترکے کے چھ حصوں میں سے دو سدس ماں باپ کو اور باقی بیٹی کو ملے گا اور نقصان کی متحمل بھی بیٹی ہوگی۔ اور اگر زوجہ ہو تو اس کو اس کا نصیب ادنیٰ دیا جائیگا اور باقی مال باقی وارثوں کے درمیان پانچ حصے کرکے تقسیم کیا جائیگا بشرطیکہ ردّ کچھ لینے سے ماں کا حاجب نہ ہو۔ چنانچہ اگر حاجب ہو تو ماں کو سُدس اور باقی مال کے چار حصے کرکے باپ اور بیٹی کے درمیان بانٹ دیا جائے گا۔ اور اگر اولاد دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو میاں بیوی میں سے ایک کو اس کا "نصیب ادنیٰ" اور اصل ترکے میں سے دو سُدس والدین کو اور باقی مال بیٹیوں کو ملے گا اور نقصان بھی ان پر ہی عائد ہوگا۔ اور اگر اولاد میں ایک یا چند بیٹے یا متعدد بیٹے یا بیٹیاں ہوں تو میاں بیوی میں سے ایک کو اس کا "نصیب ادنیٰ" اور ماں باپ کو اصل ترکے میں سے دو سُدس" اور باقی اولاد کو، بیٹوں کو بیٹیوں کے دو گنا کے حساب سے ملے گا۔

چند امور!

پہلا امر:- اولاد کی اولاد، چاہے ان کا سلسلہ جہاں تک جائے۔ والدین کے ساتھ میراث کی تقسیم اور انکو نصیب اعلیٰ سے روک کر نصیب ادنیٰ لینے میں، اور انکے علاوہ دوسرے اقرباء کو میراث لینے سے روکنے میں اولاد کی قائم مقام ہوتی ہے۔ چاہے میت کے والدین موجود ہوں یا نہ! اور ان میں سے پہلی پشت بعد والی پشت پر مقدم ہے۔

دوسرا امر:- اولاد میں سے ہر ایک جسکے ذریعہ سے میت کیساتھ قرابت رکھتا ہو۔ اسی کے حصے کا وارث ہوگا۔ چنانچہ بیٹی کا فرزند اپنی ماں کے حصے کا وارث ہوگا چاہے بیٹا ہو یا بیٹی! اور وہ حصہ نصف ہے اگر فرزند تنہا ہو یا میت کے والدین اسکے ساتھ ہوں! اور اس فرزند کے مرد ہونے کی صورت میں باقی مال بطور ردّ اسے ملے گا جیسا کہ اگر اس کی ماں موجود ہوتی تو اسی کو ملتا! اور بیٹے کا فرزند اپنے باپ کے حصے کا وارث ہوگا، چاہے بیٹا

نصيب أبيه ذكراً كان أو أنثى، فان انفرد فله جميع المال، ولو كان معه ذو فريضة فله ما فضل عن حصص الفريضة.

الثالث ـ لو اجتمع أولاد الابن و أولاد البنت فلأولاد الابن الثلثان نصيب أبيهم، ولأولاد البنت الثلث نصيب أمهم، و مع وجود أحد الزوجين فله نصيبه الأدنى، و الباقي للمذكورين، الثلثان لأولاد الابن و الثلث لأولاد البنت.

الرابع ـ أولاد البنت كأولاد الابن لو كانوا من جنس واحد يقتسمون بالسوية، و مع الاختلاف للذكر مثل حظ الأنثيين.

الخامس ـ يحبى الولد الأكبر من تركة أبيه بثياب بدنه و خاتمه و سيفه و مصحفه.

مسألة ١ ـ تختص الحبوة بالاكبر من الذكور بأن لا يكون ذكر أكبر منه، ولو تعدد الاكبر بأن يكونا بسن واحد و لا يكون ذكر أكبر منهما تقسم الحبوة بينهما بالسوية، و كذا لو كان أكثر من إثنين، ولوكان الذكر واحداً يحبى به، و كذا لو كان معه أنثى و إن كانت أكبر منه.

مسألة ٢ ـ لا فرق في الثياب بين أن تكون مستعملة أو مخيطة للبس و إن لم يستعملها، و لا بين الواحد و المتعدد، كما لا فرق بين الواحد و المتعدد في المصحف و الخاتم و السيف لو كانت مستعملة أو معدّة للاستعمال.

مسألة ٣ ـ الاقوى عدم كون السلاح غير السيف و الرحل و الراحلة من الحبوة، و الاحتياط بالتصالح مطلوب جداً.

مسألة ٤ ـ لولم تكن الحبوة أو بعضها فيما تركه لا يعطى قيمتها.

مسألة ٥ ـ لا يعتبر في الحبوة أن تكون بعض التركة، فلو كانت التركة منحصرة بها يحبى الولد الاكبر على الاقوى، والاحتياط حسن.

مسألة ٦ ـ لا يعتبر بلوغ الولد، ولا كونه منفصلاً حيا حين موت الاب على الاقوى، فتعزل الحبوة له، كما يعزل نصيبه من الارث. فلو انفصل بعد موت الاب حياً يحبى، ولو كان الحمل أنثى أو كان ذكراً و مات قبل الانفصال

ہو یا بیٹی! چنانچہ اگر وہ فرزند تنہا ہو تو سارا مال اسی کو ملے گا۔ لیکن اگر اس کے ساتھ "صاحبان فرض" ہوں تو جو ان کے حصوں سے بچے وہ اس کا ہوگا۔

تیسرا امر: اگر بیٹے کی اولاد اور بیٹی کی اولاد ایک ساتھ وارث ہوں تو بیٹے کی اولاد کو دو تہائی کہ جو ان کے باپ کا حصہ ہے ملے گا اور بیٹی کی اولاد کو ایک تہائی کہ جو ان کی ماں کا حصہ ہے اور ان کے میاں بیوی میں سے کسی ایک کے موجود ہونے کی صورت میں اسے اسکا نصیب ادنیٰ ملے گا اور باقی مال مذکورہ رشتہ داروں کا ہوگا اس طرح کہ دو تہائی بیٹے کی اولاد کا اور ایک تہائی بیٹی کی اولاد کا!

چوتھا امر:- بیٹی کی اولاد بیٹے کی اولاد کی مانند ہیں اگر ایک ہی جنس سے ہوں! چنانچہ مال کو آپس میں برابر تقسیم کریں گے۔ لیکن جنس میں اختلاف کی صورت میں بیٹے کو بیٹی کا دوگنا ملے گا۔

پانچواں امر:- بڑے بیٹے کو اس کے باپ کے ترکے میں سے اسکے بدن کے کپڑے، انگوٹھی، تلوار اور قرآن حبوہ کے عنوان سے ملیں گے۔

مسئلہ ۱: بیٹوں میں جو سب سے بڑا بیٹا ہو کہ جس سے بڑا کوئی بیٹا نہ ہو حبوہ اسی کے لئے مخصوص ہے اور اگر بڑے بیٹے متعدد ہوں مثلاً دونوں کا سن ایک ہی ہو اور ان دونوں سے بڑا کوئی بیٹا نہ ہو تو حبوہ کو ان کے درمیان برابر تقسیم کیا جائے گا۔ اور اسی طرح اگر دو سے زیادہ ہوں! اور اگر بیٹا ایک ہی ہو تو حبوہ اسی کو دیا جائے گا۔ اور اسی طرح اگر اس کے ساتھ بیٹی ہو چاہے وہ اس سے سن میں بڑی ہی ہو!

مسئلہ ۲: کپڑوں میں فرق نہیں کہ وہ استعمال شدہ ہوں یا پہننے کے لئے سلے گئے ہوں یا ابھی ان کو استعمال نہ کیا ہو! اور ایک یا متعدد جوڑے ہونے میں بھی فرق نہیں۔ جیسا کہ تلوار، انگوٹھی اور قرآن، اگر استعمال شدہ ہو یا استعمال کے لئے ہو کے ایک یا متعدد ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مسئلہ ۳: تلوار کے علاوہ کوئی اور ہتھیار اور سواری کا جانور اور اس کی زین اقویٰ یہ ہے کہ حبوہ میں شمار نہیں ہوتے۔ لیکن مصالحت کر لینے کی احتیاط اس مورد میں نہایت ہی مطلوب ہے۔

مسئلہ ۴: اگر "حبوہ" یا اس کا کچھ حصہ ترکے میں نہ ہو تو اس کی قیمت نہیں دی جائے گی۔

مسئلہ ۵: حبوہ کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ترکے کا حصہ ہو۔ چنانچہ اگر ترکہ صرف "حبوہ" میں منحصر ہو تو اقویٰ یہ ہے کہ اسے بڑے بیٹے کو دیا جائے گا۔ لیکن احتیاط اچھی چیز ہے!

مسئلہ ۶: بڑے لڑکے کا بالغ ہونا ضروری نہیں اور اسی طرح اقویٰ یہ ہے کہ باپ کی موت کے وقت زندہ متولد ہونا بھی ضروری نہیں۔ چنانچہ حبوہ کو اسکے لئے الگ رکھا جائیگا جس طرح میراث میں سے اس کا حصہ الگ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر باپ کے مرنے کے بعد زندہ متولد ہو تو "حبوہ" اسکو دیا جائیگا۔ لیکن اگر وہ بچہ بیٹی ہو یا بیٹا ہو مگر دنیا میں آنے سے پہلے مر جائے تو ظاہر ہی ہے کہ "حبوہ" موجودہ فرزندوں میں سے

فالظاهر أن الحبوة لاكبر الموجودين من الذكر.

مسألة ٧ ـ الاقوى عدم اشتراط كون الولد عاقلا رشيداً. وفي اشتراط كونه غير المخالف من سائر فرق المسلمين تأمل و إن لايبعد إلزامه بمعتقده إن اعتقد عدم الحبوة.

مسألة ٨ ـ يقدم تجهيز الميت و ديونه على الحبوة مع تزاحمهما بأن لا تكون له إلا الحبوة، أو نقص ما تركه غير الحبوة عن مصرف التجهيز والدين، و مع عدم التزاحم بأن يكون ما تركه غيرها كافياً فالأحوط للولد الأكبر أن يعطي لهما منها بالنسبة.

مسألة ٩ ـ لو أوصى بعين من التركة فان كان ما أوصى هي الحبوة فالوصية نافذة إلا أن تكون زائدة على الثلث، فيحتاج إلى إجازة الولد الأكبر، وليس له شيء من التركة في قبال الحبوة، ولو أوصى مطلقا أو بالحبوة وغيرهافلوكانت الوصية غير زائدة على الثلث تنفذ، و في صورة الاطلاق يحسب من جميع التركة حتى الحبوة، و في الصورة الثانية يحسب منها و من غيرها حسب الوصية، ولو زادت على الثلث تحتاج في الحبوة إلى إذن صاحبها، و في غيرها إلى إذن جميع الورثة، ولو أوصى بمقدار معلوم كألف أو كسر مشاع فكذلك.

السادس ـ لا يرث الجد و لا الجدة لأب أو لأم مع أحد الأبوين لكن يستحب أن يطعم كل من الأبوين أبويه سدس أصل التركة لو زاد نصيبه من السدس، فلو خلف أبويه وجداً وجدة لأب أو لأم يستحب للأم أن تطعم أباها وأمها السدس بالسوية، و هو نصف نصيبها، وللأب أن يطعم أباه و أمه سدس أصل التركة، وهو ربع نصيبه، ولو كان الموجود واحداً منهما كان السدس له.

المرتبة الثانية ـ الاخوة و أولادهم المسمون بالكلالة و الأجداد مطلقا و لا يرث واحد منهم مع وجود واحد من الطبقة السابقة.

مسألة ١ ـ لو انفرد الأخ لأب و أم فالمال له قرابة، ولو كان معه أخ أو أخوة كذلك فهو بينهم بالسوية، ولو كان معهم إناث أو أنثى كذلك فللذكر مثل حظ

سب سے بڑے فرزند کو دیا جاتا ہے! (اس کے علاوہ کسی کو نہیں۔ مسئلہ قابل غور ہے!)

مسئلہ ۷: اقوی یہ ہے کہ بیٹے کا عاقل اور ہوشیار ہونا شرط نہیں۔ اور اس کے شیعوں کے مخالف مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے نہ ہونے کے شرط ہونے میں تامل ہے۔ اگرچہ بعید نہیں ہے کہ اگر وہ حبوہ کا معتقد نہ ہو تو وہ اپنے اعتقاد کی پابندی کرے۔

مسئلہ ۸: میت کی تجہیز وتکفین اور اسکے قرضوں کو حبوہ کیساتھ ٹکراؤ کی صورت میں حبوہ پر مقدم کیا جائیگا۔ ٹکراؤ کی صورت یہ ہے کہ حبوہ کے علاوہ میت کا کوئی ترکہ نہ ہو یا حبوہ کے علاوہ جو ترکہ ہو وہ تجہیز وتکفین اور قرضوں کی ادائگی کے اخراجات سے کم ہو۔ اور ٹکراؤ نہ ہونے کی صورت میں کہ جب حبوہ کے علاوہ اسکا ترکہ کافی ہو تو بڑے بیٹے کے لئے احتیاط یہ ہے کہ حبوہ میں سے ان دونوں امور کے لئے نسبتاً کچھ (مقدار میں) خرچ کرے۔

مسئلہ ۹: اگر ترکے میں سے کسی چیز کے بارے میں وصیت کرے تو جس چیز کی وصیت کی ہے اگر وہ حبوہ ہو تو وصیت نافذ ہوگی مگر یہ کہ (ترکے کے) ایک تہائی سے زیادہ ہو! تو اس صورت میں بڑے بیٹے کی اجازت ضروری ہے۔ اور حبوہ کے بدلے میں ترکے میں سے اس کو کچھ نہیں ملے گا۔ لیکن اگر مطلق طور پر یا "حبوہ" اور غیر "حبوہ" کے بارے میں وصیت کرے تو اگر (ترکے کے) ایک تہائی سے زیادہ کے بارے میں نہ ہو تو نافذ ہوگی۔ اور (وصیت کے) مطلق ہونے کی صورت میں اس کو تمام ترکے حتی "حبوہ" میں سے حساب کیا جائیگا۔ اور دوسری صورت میں حبوہ اور غیر حبوہ میں سے وصیت کے مطابق حساب ہوگا۔ لیکن اگر وصیت ترکے کے) ایک تہائی سے زیادہ میں ہو تو "حبوہ" میں (نافذ ہونے کے لئے) اس کے مالک کی اور غیر حبوہ میں تمام وارثوں کی اجازت ضروری ہے! اور اگر مقدار معلوم جیسے ایک ہزار یا کسر مشاع کے بارے میں وصیت کرے تو اسکا بھی یہی حکم ہے!

چھٹا امر:۔ میت کے والدین کے ہوتے ہوئے دادا، دادی یا نانا، نانی وارث نہیں ہو سکتے۔ لیکن مستحب ہے کہ اگر والدین میں سے ہر ایک کا حصہ اصل ترکے میں سے چھٹے حصے سے زیادہ ہو تو چھٹا حصہ اپنے والدین کو دے۔ چنانچہ اگر میت اپنے پیچھے والدین، دادا، دادی یا نانا، نانی کو چھوڑ کر مرے تو اس کی ماں کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کو چھٹا حصہ بطور مساوی دے۔ جو اس کے حصے کا آدھا ہے۔ اور باپ کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کو اصل ترکہ کا چھٹا حصہ دے جو اس کے حصے کا چوتھا حصہ ہوتا ہے اور اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک موجود ہو تو چھٹا حصہ اس کا ہوگا۔

دوسرا مرتبہ:۔ بھائی اور ان کی اولادیں، جنکو کلالہ کہتے ہیں۔ اور اجداد بطور مطلق ہیں۔ (یعنی دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ) اور انمیں سے کوئی ایک بھی پہلے طبقے والوں میں سے کسی ایک کے ہوتے ہوئے میراث نہیں پائیگا۔

مسئلہ ۱: اگر ماں باپ دونوں کے رشتے سے بھائی تنہا وارث ہو تو قرابت کی وجہ سے سارا مال اس کو ملے گا۔ اور اگر اس کے ساتھ اسی طرح کا ایک بھائی یا چند بھائی ہوں تو میراث ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگی۔ اور اگر ان کے ساتھ اسی رشتے کی چند بہنیں یا ایک بہن ہو تو بھائی کو بہن کا دوگنا دیا جائے گا۔

الانثيين.

مسألة ٢ ـ لو انفردت الأخت لأب و أم كان لها النصف فرضاً و الباقي يردّ عليها قرابة، ولو تعددت كان لها الثلثان فرضاً و الباقي يردّ عليها قرابة.

مسألة ٣ ـ يقوم كلالة الأب مقام كلالة الأب و الأم مع عدمهم، فيكون حكمهم في الانفراد والاجتماع حكم كلالتهما، فلو انفرد الأخ فالمال له، ولو تعدد فهو لهم بالسوية، و لو كان فيهم أنثى فللذكر ضعفها، ولو انفردت الأخت كان لها النصف فرضاً و الباقي رداً، ولو تعددت فلهما أو لهن الثلثان فرضاً و الباقي رداً.

مسألة ٤ ـ لا يرث أخ و أخت لأب مع أحد من الاخوة للأب و الأم.

مسألة ٥ ـ لو انفرد الواحد من ولد الأم خاصة عمن يرث معه كان له السدس فرضاً و الباقي رداً قرابة ذكراً كان أو أنثى، ولو تعدد الولد إثنين فصاعداً فلهما أولهم الثلث فرضاً و الباقي قرابة، ويقسم بينهم بالسوية و إن اختلف الجنسان.

مسألة ٦ ـ لو كان الاخوة متفرقين فبعضهم للأم و بعضهم للأب و الأم كان لمن يتقرب بالأم السدس فرضاً مع وحدته، والثلث كذلك مع التعدد، يقسم بالسوية ولو مع الاختلاف، ولمن يتقرب بالأب والأم البقية خمسة أسداس أو الثلثان يقسم بينهم، و مع الاختلاف للذكر ضعف الانثى.

مسألة ٧ ـ مع فقد الاخوة من الاب و الام و اجتماع الاخوة من الاب مع الاخوة من الام كان الحكم كما ذكر في المسألة السابقة، فيقومون مقامهم.

مسألة ٨ ـ لو انفرد الجد فالمال له لاب كان أو لام أولهما، ولو انفردت الجدة فكذلك.

مسألة ٩ ـ لو اجتمع الجد أو الجدة أو هما لام مع جد أو جدة أو هما لاب فللمتقرب بالام منهم الثلث بالسوية و للمتقرب بالاب الثلثان للذكر مثل حظ الانثيين.

مسئلہ ۲: اگر ماں باپ دونوں کی طرف سے بہن تنہا وارث ہو تو آدھا مال فرضاً اور باقی مال قرابت کی بناء پر ردّاً اسی کو ملے گا۔ چنانچہ متعدد ہونے کی صورت میں دو تہائی کی فرضاً اور باقی مال کی قرابت کی بناء پر ردّاً حقدار ہوں گی۔

مسئلہ ۳: کلالۂ پدری، کلالۂ پدری و مادری نہ ہونے کی صورت میں، میراث میں ان کے قائم مقام ہوں گے۔ چنانچہ انفرادی اور اجتماعی صورت میں ان کا حکم وہی ہے جو کلالۂ پدری و مادری کا ہے۔ پس اگر بھائی منفرد ہو تو سارا مال اسی کا ہوگا۔ اور اگر متعدد ہوں تو (مال) سب کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا۔ اور اگر ان کے درمیان عورت ہو تو مرد کو اس کا دوگنا ملے گا۔ لیکن اگر بہن تنہا ہو تو آدھا مال فرضاً اس کا ہوگا اور باقی "ردّاً"۔ چنانچہ اگر وہ متعدد ہوں تو ان دونوں کو یا ان سب کو دو تہائی "فرضاً" اور باقی ماندہ مال ردّاً ملے گا۔

مسئلہ ۴: صرف پدری بھائی اور بہن، پدری و مادری بھائی بہنوں میں سے کسی ایک کے ہوتے ہوئے میراث نہیں پائیں گے۔

مسئلہ ۵: اگر میراث پانے والے ماں کے فرزندوں میں سے تنہا فرزند وارث ہو تو چھٹا حصہ اس کو فرضاً اور باقی مال قرابت کی بناء پر ردّاً ملے گا چاہے بیٹا ہو یا بیٹی۔ لیکن اگر ان کی تعداد دو یا دو سے زیادہ ہو تو ان دو کو یا زیادہ کو تیسرا حصہ فرضاً اور باقی مال قرابت کی بناء پر ملے گا۔ اور مال ان کے درمیان برابر تقسیم کیا جائے گا چاہے دو مختلف جنسوں کے ہوں۔

مسئلہ ۶: اگر بھائی متفرق ہوں۔ بعض صرف ماں کے رشتے سے اور بعض ماں باپ دونوں کی طرف سے تو جو ماں کی طرف سے قرابتدار ہو اس کے تنہا ہونے کی صورت میں چھٹا حصہ فرضاً اور متعدد ہونے کی صورت میں تیسرا حصہ فرضاً ملے گا اور مال ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا چاہے (جنسیں) مختلف ہی ہوں۔ اور باقی مال اس کے لئے ہے جو ماں باپ دونوں کی طرف سے قرابتدار ہو۔ یعنی نتیجوں میں پانچ حصے یا دو تہائی ان کے درمیان برابر تقسیم کیا جائے گا۔ اور ان کی جنسیں مختلف ہونے کی صورت میں مرد کو عورت کا دوگنا ملے گا۔

مسئلہ ۷: پدری و مادری بھائی بہنوں کے نہ ہونے اور پدری بہن بھائیوں کے مادری بہن بھائیوں کے ساتھ جمع ہونے کی صورت میں حکم وہی ہے جو سابقہ مسئلے میں بیان ہو چکا ہے کہ یہ ان کے قائم مقام ہوں گے۔

مسئلہ ۸: اگر "جد" تنہا ہو تو سارا مال اسی کا ہوگا چاہے پدری ہو یا مادری ہو یا دونوں کی طرف سے ہو۔ اور اگر دادی تنہا ہو تو اس کا بھی وہی حکم ہے۔

مسئلہ ۹: اگر نانا یا نانی یا دونوں، دادا دادی یا دونوں کے ساتھ مل کر وارث ہوں تو ان میں سے جو ماں کی طرف سے قرابتدار ہیں ان کو تیسرا حصہ برابر اور جو باپ کی طرف سے ہوں ان کو دو تہائی مرد کو عورت کے دوگنا کے حساب سے ملے گا۔

مسألة ١٠ ـ لو اجتمع جد و جدة أو أحدهما من قبل الام مع الاخوة من قبلها كان الجد كالاخ منها و الجدة كالاخت منها، و يقسم بينهم بالسوية مطلقا.

مسألة ١١ ـ لو اجتمع جد و جدة أو أحدهما من قبل الاب و الام أو الاب مع الاخوة من قبله فالجد بمنزلة الاخ من قبله و الجدة بمنزلة الاخت من قبله، فللذكر مثل حظ الانثيين.

مسألة ١٢ ـ لو اجتمع الاخوة من قبل الاب و الام أو من قبل الاب مع الجد أو الجدة أو هما من قبل الام فالثلث من التركة للجد، و مع التعدد يقسم بالسوية مطلقا، والثلثان للاخوة، و مع التعدد و الاختلاف للذكر ضعف الانثى.

نعم لو كانت أخت واحدة مع الجدودة من الام فالنصف للأخت فرضاً و الثلث للجدودة، وفي السدس إشكال من حيث إنه هل يردّ على الاخت أو عليها و على الجدودة؟ فلا يترك الاحتياط و إن كان الارجح أن للأخت الثلثين و للجدودة الثلث كسائر الفروض.

مسألة ١٣ ـ لو اجتمع الجدودة من قبل الاب مع الاخوة من قبل الام فمع وحدة الاخ أو الاخت فالسدس له أولها، و مع التعدد فالثلث لهم بالسوية ولو مع الاختلاف، والباقي في الفرضين للجدودة للذكر مثل حظ الانثيين.

مسألة ١٤ ـ لو اجتمع الاخوة من قبل الأبوين أو الأب مع عدم الاخوة من قبلهما و الأجداد من قبل الأب و الاخوة من قبل الام فالسدس مع الاتحاد والثلث مع التعدد للاخوة من قبل الام بالسوية، و الباقي للاخوة من قبلهما أو قبله والجدودة، ومع الاختلاف في الجنس للذكر ضعف الانثى.

مسألة ١٥ ـ لو اجتمع الاخوة من قبل الابوين أو الاب مع الجدودة من قبل الاب والجدودة من قبل الام فالثلث للجدودة من قبل الام، و مع التعدد يقسم بالسوية، والثلثان للباقي للذكر مثل حظ الانثيين و نصيب الجد كالاخ و الجدة

مسئلہ ۱۰: اگر نانا اور نانی یا ان میں سے ایک مادری بہن بھائیوں کے ساتھ مل کر وارث ہو تو نانا مادری بھائی اور نانی مادری بہن کی مانند ہیں اور مال ان کے درمیان مطلقاً برابر تقسیم کیا جائے گا۔

مسئلہ ۱۱: اگر دادا اور دادی، نانا اور نانی یا ان میں سے کوئی ایک یا صرف دادا اور دادی، پدری بھائی بہنوں کے ساتھ ملکر وارث ہو تو دادا یا نانا پدری بھائی کی جگہ اور دادی یا نانی، پدری بہنوں کی جگہ ہوں گی۔ چنانچہ مَردوں کو عورتوں کا دُوگنا حصّہ ملے گا۔

مسئلہ ۱۲: اگر پدری و مادری یا صرف پدری بہن بھائی، نانا یا نانی یا دونوں کے ساتھ مل کر وارث ہوں تو ترکے کا ایک تہائی حصّہ نانا کا ہوگا اور متعدد ہونے کی صورت میں ان کے درمیان مطلقاً (یعنی مَرد ہوں یا عورتیں) برابر تقسیم کیا جائیگا۔ جبکہ دو تہائی بہن بھائیوں کا ہوگا۔ اور ان کے متعدد اور جنس میں مختلف ہونے کی صورت میں مَرد کو عورت کے حصّے کا دوگنا دیا جائے گا۔

البتہ اگر نانا نانی کے ساتھ ایک بہن ہو تو مال کا آدھا حصّہ فرضاً بہن کا ہوگا اور ایک تہائی نانا نانی کا۔ جبکہ "سُدس" میں اشکال ہے اس اعتبار سے کہ آیا بطور رَدّ چھٹے حصّے کو صرف بہن کو یا بہن اور نانا نانی دونوں کو دیا جائے گا؟ لہٰذا احتیاط ترک نہ کی جائے اگرچہ زیادہ رجحان اس میں ہے کہ تمام "فروض" کی طرح بہن کو دُو ثُلث اور نانا نانی کو ایک ثُلث دیا جائے!

مسئلہ ۱۳: اگر دادا اور دادی میّت کے مادری بہن بھائیوں کے ساتھ مل کر وارث بنیں تو بھائی یا بہن کے تنہا ہونے کی صورت چھٹا حصّہ بھائی یا بہن کو ملے گا اور متعدد ہونے کی صورت میں تیسرا حصّہ ان میں برابر تقسیم ہوگا چاہے جنس مختلف ہو اور دونوں صورتوں میں باقی ماندہ مال دادا اور دادی، مَرد کو عورت کے حصّے کا دوگنا ملے گا۔

مسئلہ ۱۴: اگر پدری اور مادری بہن بھائی یا اگر دونوں کی طرف سے نہ ہو تو صرف پدری بہن بھائی، اور دادا، دادی، اور مادری بہن بھائی وراثت میں جمع ہو جائیں تو مادری بہن بھائی اگر ایک ہی ہو تو چھٹا حصّہ اور اگر متعدد ہوں تو تیسرا حصّہ مساوی طور پر پائیں گے اور باقی ماندہ مال پدری اور مادری یا صرف پدری بہن بھائیوں اور دادا اور دادی کو ملے گا چنانچہ مرد و عورت دونوں ہونے کی صورت میں مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا ملے گا۔

مسئلہ ۱۵: اگر پدری اور مادری یا صرف پدری بہن بھائی دادا، دادی اور نانا نانی کے ساتھ مل کر وارث ہوں تو تیسرا حصّہ نانا یا نانی کا ہوگا اور ان کے متعدد ہونے کی صورت میں ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ اور دو تہائی مال باقی وارثوں کو اس طرح ملے گا کہ مَرد کو دوھرا اور عورت کو اکہرا چنانچہ دادا کا حصّہ بھائی اور دادی کا بہن کی مانند ہوگا۔

مسئلہ ۱۶: اگر نانا یا نانی اور پدری مادری یا صرف پدری بہن بھائی اور مادری بہن بھائی مل کر وارث ہوں تو تیسرا

كالاخت.

مسألة ١٦ - لو اجتمع الجدودة من قبل الأم و الاخوة من قبل الأبوين أو الأب و الاخوة من قبل الأم فالثلث للمتقرب بالأم بالسوية، و الثلثان للمتقرب بالأب للذكر الضعف.

مسألة ١٧ - لو اجتمع الجدودة من قبل الأب مع الجدودة من قبل الأم و الاخوة من قبل الأم فالثلث للمتقرب بالأم بالسوية، و الثلثان للمتقرب بالاب للذكر ضعف الانثى.

مسألة ١٨ - لو اجتمع الجدودة من قبل الأب مع الجدودة من قبل الأم و الاخوة من قبل الأبوين أو الاب و الاخوة من قبل الام فالثلث للمتقرب بالأم بالسوية، و الثلثان للمتقرب بالأب للذكر ضعف الانثى.

مسألة ١٩ - لو اجتمع أحد الزوجين مع الاخوة من قبل الابوين أو الأب أو مع الجدودة من قبل الأب فلأحد الزوجين نصيبه الاعلى، و الباقي للباقي في الصورتين للذكر ضعف الانثى، ولو اجتمع أحدهما مع إحدى الطائفتين من قبل الأم فلأحدهما نصيبه الأعلى، والباقي للباقي في الصورتين بالسوية مطلقا.

مسألة ٢٠ - لو اجتمع أحدهما مع الاخوة من قبل الأبوين أو الأب و الاخوة من الأم أو مع الجدودة من قبل الأب و الاخوة من قبل الأم فلأحدهما نصيبه الأعلى، و للمتقرب بالام السدس من التركة مع الانفراد و الثلث مع التعدد بالسوية مطلقا، و للمتقرب بالاب أو الابوين الباقي للذكر ضعف الانثى.

مسألة ٢١ - لو اجتمع أحدهما مع الاخوة من قبل الابوين أو الاب و الجدودة من قبل الأم أو مع الجدودة من قبل الأب و الجدودة من قبل الأم فلأحدهما نصيبه الأعلى، و الثلث من مجموع التركة للمتقرب بالأم يقسم بالسوية مع التعدد مطلقا، و الباقي للمتقرب بالأب أو الأبوين للذكر ضعف الأنثى.

مسألة ٢٢ - لو اجتمع أحدهما مع الاخوة من قبل الأبوين أو الأب و الاخوة

حصّہ مادری قرابتداروں میں برابر تقسیم ہوگا اور دو تہائی پدری قرابتداروں میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا ملے گا۔

مسئلہ ۱۷: اگر دادا، دادی، نانا، نانی اور مادری بہن بھائیوں کے ساتھ مل کر وارث ہوں تو تہائی مال مادری قرابتداروں میں بطور مساوی اور دو تہائی پدری قرابتداروں میں بانٹ جائے گا جن میں مردوں کو دوہرا اور عورتوں کو اکہرا ملے گا۔

مسئلہ ۱۸: جب دادا، دادی، نانا، نانی میّت کے پدری مادری یا صرف پدری بہن بھائیوں اور مادری بہن بھائیوں کے ساتھ مل کر وارث ہوں تو مادری قرابتداروں کو مال کا ایک تہائی مساوی طور پر اور پدری قرابتداروں کو دو تہائی مال اس طرح ملے گا کہ مرد کا دوہرا حصّہ اور عورت کا اکہرا ہوگا۔

مسئلہ ۱۹: اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک میّت کے پدری مادری یا صرف پدری بہن بھائیوں یا دادا، دادی کے ساتھ مل کر وارث ہو تو میاں بیوی میں سے ایک کو اس کا نصیب اعلیٰ اور باقی مال باقی وارثوں کو ملے گا اور دونوں صورتوں میں مرد کا دوہرا اور عورت کا اکہرا حصّہ ہوگا۔ اور اگر ان میں سے کوئی ایک ماں کی طرف سے دو طائفوں میں سے کسی ایک طائفے کے ساتھ مل کر وارث ہو تو ان میں سے (میاں بیوی میں سے) ایک کو اس کا نصیب اعلیٰ اور باقی مال باقی وارثوں کو ملے گا۔ اور دونوں صورتوں میں مطلق طور پر برابر تقسیم کیا جائے گا۔

مسئلہ ۲۰: جب میاں بیوی میں سے کوئی ایک میّت کے پدری مادری یا صرف پدری بہن بھائیوں اور مادری بہن بھائیوں یا دادا، دادی اور مادری بہن بھائیوں کے ساتھ مل کر وارث ہو تو میاں بیوی میں سے ایک کو اس کا نصیب اعلیٰ اور مادری قرابتدار اگر ایک ہو تو اس کو ترکے کا چھٹا حصّہ اور اگر متعدد ہوں تو تیسرا حصّہ برابر سے بطور مطلق ملے گا۔

اور باقی مال پدری مادری یا پدری قرابتداروں کو اس طرح ملے گا کہ مرد کا دوہرا اور عورت کا اکہرا حصّہ ہوگا۔

مسئلہ ۲۱: اگر ان میں (میاں بیوی میں) سے کوئی ایک میّت کے پدری مادری یا صرف پدری بہن بھائیوں اور نانا نانی، یا دادا دادی اور نانا نانی کے ساتھ مل کر وارث ہو تو ان میں سے ایک کو اس کا نصیب اعلیٰ ملے گا اور مجموع ترکے کا ایک تہائی مادری قرابتداروں کے درمیان ان کے متعدد ہونے کی صورت میں مطلق طور پر (چاہے مرد ہوں یا عورتیں) برابر تقسیم کیا جائے گا۔ اور باقی مال پدری یا پدری اور مادری قرابتداروں کا ہوگا کہ جن کے مردوں کو دوہرا اور عورتوں کو اکہرا ملے گا۔

مسئلہ ۲۲: اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک میّت کے پدری مادری یا صرف پدری بہن بھائیوں اور مادری بہن بھائیوں اور نانا نانی کے ساتھ مل کر وارث ہو تو ان میں سے ایک کو اس کا نصیب اعلیٰ ملے

من قبل الأم و الجدودة من قبلها فلأحدهما نصيبه الأعلى، و الثلث من مجموع التركة للمتقرب بالأم يقسم بالسوية، و الباقي للاخوة من قبل الأبوين أو الأب للذكر الضعف، و كذا الحال لو اجتمع أحدهما مع الجدودة من قبل الأب و الاخوة من قبل الأم و الجدودة من قبلها.

مسألة **٢٣** ـ لو اجتمع أحدهما مع الاخوة من قبل الأب و الأم أو الأب و الجدودة من قبل الاب فلأحدهما نصيبه الأعلى، و الباقي للباقي للذكر ضعف الأنثى، ولو كان الاخوة من قبل الأم و كذا الجدودة فالباقي لهم بالسوية.

مسألة **٢٤** ـ لو اجتمع أحدهما مع الاخوة من قبل الأب أو الأبوين و الجدودة من قبل الأب و الاخوة من الأم فلأحدهما نصيبه الأعلى، والسدس من التركة للاخوة من قبلها مع الانفراد، و الثلث مع التعدد بالسوية مطلقا، و الباقي للباقي للذكر ضعف الأنثى.

مسألة **٢٥** ـ لو اجتمع أحدهما مع الاخوة من قبل الأبوين أو الأب و الجدودة من الاب و الجدودة من الأم فلأحدهما نصيبه الأعلى، و الثلث من التركة للجدودة من الام بالسوية مطلقا، و الباقي للباقي للذكر مثل حظ الانثيين.

مسألة **٢٦** ـ لو اجتمع أحدهما مع الاخوة من قبل الابوين أو الاب و الاخوة من قبل الام و الجدودة من قبلها و الجدودة من الاب فلأحدهما نصيبه الأعلى، و الثلث للمتقرب بالام بالسوية مطلقا، و الباقي للباقي للذكر ضعف الانثى.

هيهنا أمور:

الأول ـ أولاد الاخوة بحكم أولاد الاولاد في أنه مع وجود أحد من الاخوة من الاب أو الام ولو كان أنثى لا يرث أولاد الاخوة ولو كانوا من الاب والام.

الثاني ـ يرث أولاد الاخوة إرث من يتقربون به، فلو خلّف أحد الاخوة من

گا اور مجموعِ ترکے کا ایک ثلث مال مادری قرابتداروں کے درمیان برابر تقسیم کیا جائے گا۔ اور باقی ماندہ مال میّت کے پدری مادری یا صرف پدری بہن بھائیوں کے درمیان اس طرح تقسیم ہوگا کہ بھائیوں کو دوہرا اور بہنوں کو اکہرا حصّہ ملے گا۔ اور یہی حال اس وقت بھی ہے کہ جب ان میں سے کوئی ایک دادا دادی اور مادری بہن بھائیوں اور نانا نانی کے ساتھ مل کر وارث ہو!

مسئلہ ۲۳: اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک میّت کے پدری و مادری یا صرف پدری بہن بھائیوں اور دادا، دادی کے ساتھ مل کر وارث ہو تو ان میں سے ایک کو اسکا نصیبِ اعلیٰ اور باقی مال، بقیہ وارثوں کو اس طرح ملے گا کہ مرد کا دوہرا اور عورت کا اکہرا (حصّہ) ہوگا۔ اور اگر بہن بھائی مادری ہوں اور اسی طرح نانا نانی ہوں تو باقی مال ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔

مسئلہ ۲۴: اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک میّت کے پدری یا پدری و مادری بہن بھائیوں اور دادا دادی اور اس کے مادری بہن بھائیوں کے ساتھ ملکر وارث ہو تو میاں بیوی میں سے ایک کو اسکا نصیبِ اعلیٰ اور ترکے کا چھٹا حصّہ مادری بہن بھائی کے ایک ہونے کی صورت میں! جبکہ تیسرا حصّہ ان کے متعدد ہونے کی صورت میں ان کے درمیان مطلقاً (چاہے مرد و عورت جمع ہوں) برابر تقسیم ہوگا۔ اور باقی مال بقیہ وارثوں کو اس طرح دیا جائے گا کہ مردوں کو دوہرا اور عورتوں کو اکہرا ملے گا۔

مسئلہ ۲۵: اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک میّت کے پدری مادری یا صرف پدری بہن بھائیوں اور دادا دادی اور نانا نانی کے ساتھ مل کر وارث ہو تو میاں بیوی میں سے ایک کو اس کا نصیبِ اعلیٰ اور ترکے کا ایک تہائی مال نانا نانی کے درمیان مطلق طور پر برابر تقسیم ہوگا۔ اور باقی مال باقی ماندہ وارثوں کا ہوگا کہ جن کے مردوں کو دوہرا اور عورتوں کو اکہرا ملے گا۔

مسئلہ ۲۶: اگر ان میں سے کوئی ایک میّت کے پدری مادری یا صرف پدری بہن بھائیوں اور مادری بہن بھائیوں اور اس کے نانا نانی اور دادا دادی کے ساتھ مل کر وارث ہو تو میاں بیوی میں سے ایک کو اس کا نصیبِ اعلیٰ ملے گا اور ایک تہائی مال مادری قرابتداروں کے درمیان چاہے مرد و عورتیں جمع ہوں بطورِ مساوی تقسیم کیا جائے گا۔ اور باقی مال، باقی ماندہ (پدری) وارثوں کو اس طرح دیا جائے گا کہ مردوں کو دوہرا اور عورتوں کو اکہرا ملے گا۔

یہاں کچھ امور (قابلِ ذکر) ہیں!

پہلا امر:- بھائی کی اولاد، اولاد کی اولاد کے حکم میں ہے: اس چیز میں کہ مادری یا پدری بہن بھائیوں میں سے کسی ایک کے ہوتے ہوئے چاہے وہ بہن ہی کیوں نہ ہو بہن بھائیوں کی اولاد کو وراثت نہیں ملے گی چاہے وہ ماں باپ دونوں کی طرف سے ہی کیوں نہ ہوں۔

دوسرا امر:- بہن بھائیوں کی اولاد اسکے حصّے کی وارث ہوگی جسکے ذریعہ وہ امیّت کی قرابتدار ہو! چنانچہ اگر مادری بہن بھائیوں میں سے کسی ایک کو وارث کے طور پر چھوڑے تو اسکے ایک ہونے کی صورت میں

الام وارثاً فالمال له فرضاً ورداً مع الوحدة، و مع التعدد يقسم بالسوية، ولو كان من أحد الاخوة من الاب فله المال مع الانفراد، و مع التعدد يقسم بينهم للذكر ضعف الانثى، ولو كان الاولاد من الاخوة المتعددة من الام فلابد من فرض حياة الوسائط والتقسيم بينهم بالسوية، ثم يقسم قسمة كل بين أولادهم بالسوية، ولو كان الاولاد من الاختين أو الزيادة للأب و الام أو للأب مع فقد الابويني فكالفرض السابق لكن للذكر ضعف الانثى، ولو كان الاولاد من الذكور الابويني أو الابي أو كانوا من الذكور والاناث من الاب و الام أو من الاب فلابد من فرض الوسائط حياً و القسمة بينهم للذكر ضعف الانثى، ثم قسمة نصيب كل منهم بين أولاده للذكر ضعف الانثى.

الثالث ـ الكلام في الاولاد مع الوسائط المتعددة كالكلام في المسألة السابقة في إرث من يتقربون به وكيفية التقسيم.

الرابع ـ لا يرث أولاد الاخوة من الاب فقط مع وجود أولاد الاخوة للأب و الام في جميع الوسائط بشرط أن يكونا في درجة واحدة.

الخامس ـ لا يرث الجدودة مع الواسطة مع وجود واحد من الجدودة بلا واسطة، ولو كان واحد من الجدودة الاربعة بلا وسط موجوداً لا يرث الجدودة مع الواسطة، و مع وجود واحد من ذي وسط واحد لا يرث ذو وسائط متعددة، و هكذا كل أقرب مقدم على الابعد.

السادس ـ الجد الاعلى بأي واسطة كان يرث مع الاخوة إذا لم يكن في صنفه أقرب منه، كما أن الاخوة و أولادهم مع أي واسطة يرثون مع الجد بشرط أن لا يكون في صنفهم أقرب منهم، فلو اجتمع جد الجد و إن علا مع الاخ يرث فضلاً عما إذا كان مع ولده، و كذا لو اجتمع ولد الاخوة و إن دنى مع الجد بلا وسط يرث فضلاً عن كونه مع الوسط و بالجملة الاقرب من كل صنف مقدم على الابعد من هذا الصنف لا الصنف الآخر.

السابع ـ لو اجتمع الاجداد الثمانية أي الابوين من أب الاب و أب الام و

فرضاً و رداً سارا مال اسی کا ہوگا۔ اور متعدد ہونے کی صورت میں ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ لیکن اگر (وارث) پدری بہن بھائیوں میں سے ہو تو تنہا ہونے کی صورت میں سارا مال اسی کا ہوگا لیکن متعدد ہونے کی صورت میں ان کے درمیان مال کو اس طرح تقسیم کیا جائے کہ مردوں کو دوہرا اور عورتوں کو اکہرا ملے! اور اگر متعدد مادری بہن بھائیوں کی اولاد ہو تو اس میں پہلے واسطوں (یعنی بہن بھائیوں) کو زندہ فرض کرکے مال کو ان کے درمیان برابر تقسیم کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد ان میں سے ہر ایک کے حصّے کو ان کی اولاد میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔ اور اگر اولاد دو یا دو سے زیادہ میّت کی مادری اور پدری یا ان کے نہ ہونے کی صورت میں صرف پدری بہنوں کی ہو تو ان کا حکم بھی پہلے فرض کی مانند ہے لیکن اس میں مرد کو عورت کے حصّے کا دوگنا دیا جائے گا۔ اور اگر اولاد مادری پدری یا صرف پدری بھائیوں کی ہو۔ یا پدری و مادری یا صرف پدری بہنوں اور بھائیوں دونوں کی ہو تو لازمی طور پہ پہلے واسطوں (بہن بھائیوں) کو زندہ فرض کرکے مال کو ان میں اس طرح تقسیم کرنا پڑے گا کہ مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا حصّہ ملے۔ پھر ان میں سے ہر ایک کا حصّہ اس کی اولاد میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ بیٹوں کو دوہرا اور بیٹیوں کو اکہرا ملے!

تیسرا امر:۔ متعدد واسطوں کے ساتھ اولاد میں وہی بحث و گفتگو ہے جو گذشتہ مسئلے میں اس شخص کی میراث اور اس کی تقسیم کی کیفیت کے بارے میں ہے کہ جو کسی کے ذریعہ میّت کے قرابتداروں میں داخل ہوتا ہے۔

چوتھا امر:۔ تمام واسطوں میں میّت کے پدری مادری بہن بھائیوں کی اولاد کے ہوتے ہوئے اس کے صرف پدری بہن بھائیوں کی اولاد وارث نہیں ہوگی۔ بشرطیکہ وہ دونوں ایک ہی درجے میں ہوں!

پانچواں امر:۔ بلاواسطہ اجداد یا جدات میں سے کسی ایک کے ہوتے ہوئے بالواسطہ اجداد و جدات وارث نہیں ہونگے۔ اگر بلاواسطہ چہارگانہ اجداد و جدات (دادا، دادی، نانا نانی) میں سے کوئی ایک موجود ہو تو بالواسطہ اجداد و جدات میراث نہیں پائیں گے اور ایک واسطے والے کسی ایک کے ہوتے ہوئے متعدد واسطوں والے وارث نہیں ہوں گے۔ اسی طرح ہر قریبی دُور والے پر مقدّم ہوگا۔

چھٹا امر:۔ میّت کا جد اعلیٰ چاہے کسی بھی واسطے سے ہو اسکے بہن بھائیوں کے ساتھ میراث پائے گا۔ بشرطیکہ اسکی صنف (اجداد) میں کوئی اس سے قریب تر موجود نہ ہو۔ جیسا کہ بہن بھائی اور انکی اولاد جاہے کسی بھی واسطے سے ہوں دادا کے ساتھ وارث ہونگے بشرطیکہ انکی صنف میں کوئی ان سے زیادہ میّت کا قریبی موجود نہ ہو۔ پس اگر دادا کا دادا چاہے سلسلہ جہاں تک پہونچے، میّت کے بھائی کے ساتھ مل کر وارث ہوں تو میراث پائے گا چہ جائیکہ اس کے فرزند کے ساتھ ہو (تو کیسے نہیں پائیگا؟) اور اسی طرح اگر بہن بھائی کا فرزند چاہے سلسلہ جہاں تک پہونچے بلاواسطہ دادا کیساتھ جمع ہوجائے تو وارث ہوگا چہ جائیکہ وہ بالواسطہ جد کے ساتھ ہو! مختصر یہ کہ ہر صنف میں جو زیادہ قریب ہو وہ اسی صنف کے دور والے پر مقدّم ہے، دوسری صنف پر نہیں۔

ساتواں امر:۔ اگر اجداد ثمانیہ یعنی دادا دادی، پردادا، پردادی، نانا نانی، پرنانا، پرنانی سب مل کر وارث

أم الاب و أم الام فلا يترك الاحتياط بالتصالح و التراضي سواء كان معهم غيرهم أم لا.

المرتبة الثالثة- الاعمام والاخوال.

ولا يرث واحد منهم مع وجود واحد من الطبقة السابقة.

مسألة ١ - لو كان الوارث منحصراً بالعمومة من قبل الاب و الام أو من قبل الاب فالتركة لهم، و مع اختلاف الجنس للذكر مثل حظ الانثيين.

مسألة ٢ - لو كان الوارث منحصراً بالعمومة من قبل الام فالتركة لهم، و مع التعدد و اتحاد الجنس يقسم بالسوية، و مع الاختلاف لا يترك الاحتياط بالتصالح و التراضي.

مسألة ٣ - لو اجتمع العمومة من قبل الابوين أو من قبل الاب مع العمومة من قبل الام فالسدس لعمومة الام مع الانفراد، و الثلث مع التعدد يقسم بالسوية مع وحدة الجنس، و يحتاط بالصلح مع الاختلاف، و الباقي للعمومة من قبل الابوين أو الاب للذكر ضعف الانثى مع الاختلاف.

مسألة ٤ - لو كان الوارث منحصراً بالخؤولة من قبل الأبوين أو الأب فالتركة لهم، و مع التعدد تقسم بينهم بالسوية مطلقا، و كذا الحال في الخؤولة من قبل الأم.

مسألة ٥ - لو اجتمع الخؤولة من قبل الأب و الأم أو الأب مع الخؤولة من قبل الأم فالسدس للأمي مع الانفراد، و الثلث مع التعدد يقسم بالسوية مطلقا، و الباقي للخؤولة من قبل الأب و الأم، و مع فقدهم للخؤولة من قبل الأب، و مع التعدد يقسم بالسوية مطلقاً.

مسألة ٦ - لو اجتمع العمومة من قبل الأبوين أو الأب مع الخؤولة من قبل الأبوين أو الأب فالثلث للخؤولة، و مع التعدد يقسم بالسوية، و الثلثان للعمومة للذكر ضعف الأنثى مع التعدد و الاختلاف.

مسألة ٧ - لو اجتمع العمومة من قبل الأم و الخؤولة كذلك فالثلث للخؤولة، و

ہوں تو آپس میں مصالحت اور ایک دوسرے کی مرضی جلب کرنے کی احتیاط ترک نہ کی جائے چاہے ان کے ساتھ ان کے علاوہ کوئی ہو یا نہ ہو!

تیسرا مرتبہ: چچے چچیاں' پھوپھے پھوپھیاں اور اخوال اور خالاؤں کا ہے!

اور پہلے طبقے میں سے کسی ایک کے ہوتے ہوئے ان میں سے دوسرے طبقے والے میراث نہیں پائیں گے۔

مسئلہ ۱: اگر وارث اعمام پدری (چچے چچیاں) و اعمام مادری (پھوپھے' پھوپھیاں) یا صرف اعمام پدری میں منحصر ہوں تو میت کا ترکہ ان ہی کا ہوگا اور جنسیں مختلف ہونے کی صورت میں مرد کو عورت کا دو گنا ملے گا۔

مسئلہ ۲: اگر وارث صرف اعمام مادری ہوں تو ترکہ انہی کا ہوگا اور ان کے متعدد اور ایک ہی جنس سے ہونے کی صورت میں ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ لیکن جنسیں مختلف ہونے کی صورت میں' مصالحت اور ایک دوسرے کی رضایت جلب کرنے کی احتیاط ترک نہ کی جائے۔

مسئلہ ۳: اگر اعمام مادری و پدری یا صرف اعمام پدری' اعمام مادری کے ساتھ ملکر وارث ہوں تو اعمام مادری کو منفرد ہونے کی صورت میں چھٹا حصہ اور متعدد ہونے کی صورت میں اگر ایک ہی جنس کے ہوں تو مال ان کے درمیان برابر تقسیم کیا جائے گا۔ لیکن اگر جنسیں مختلف ہوں تو احتیاطاً مصالحت کی جائے۔ اور باقی مال مادری پدری یا صرف پدری اعمام کو اس طرح دیا جائے گا کہ مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا ملے گا۔

مسئلہ ۴: اگر وارث پدری مادری یا صرف پدری ماموں اور خالہ میں منحصر ہوں تو سارا ترکہ ان کو ملے گا۔ اور متعدد ہونے کی صورت میں چاہے مرد و عورتیں جمع ہوں ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ اور یہی حال صرف مادری ماموں اور خالہ کا بھی ہے!

مسئلہ ۵: اگر پدری اور مادری یا صرف پدری ماموں اور خالہ' صرف مادری ماموں اور خالہ کیساتھ جمع ہوں تو مادری ماموں اور خالہ اگر ایک ہو تو اسکا چھٹا حصہ ہے اور اگر زیادہ ہوں تو ایک تہائی مال انکے درمیان مطلق طور پر برابر تقسیم کیا جائیگا۔ اور باقی مال مادری اور پدری ماموں اور خالہ کا ہے۔ اور اگر یہ نہ ہوں تو صرف پدری ماموں اور خالہ کا ہے۔ چنانچہ اگر انکی تعداد زیادہ ہو تو مطلقاً مال کو انکے درمیان برابر تقسیم کیا جائے گا۔

مسئلہ ۶: اگر اعمام پدری و مادری یا صرف پدری' مادری و پدری یا صرف پدری ماموں اور خالہ کے ساتھ جمع ہوں تو ایک تہائی ماموں اور خالہ کو ملے گا چنانچہ اگر متعدد ہوں تو برابر تقسیم کیا جائے گا اور دو تہائی اعمام کو متعدد اور جنسوں میں مختلف ہونے کی صورت میں اس طرح ملے گا کہ مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا!

مسئلہ ۷: اگر مادری اعمام اور مادری ماموں اور خالہ جمع ہوں تو ایک تہائی ماموں اور خالہ کو ملے گا۔ اور ان

في صورة التعدد يقسم بالسوية مطلقا، و الثلثان للعمومة، و مع التعدد يقسم بالسوية مع عدم الاختلاف، و معه يحتاط بالتصالح.

مسألة ٨ ـ لو اجتمع العمومةمن الأبوين أو الأب و الخؤولة كذلك و العمومة من قبل الام فالثلث للخؤولة بالسوية مع التعدد مطلقا، و السدس من الثلثين للعمومة من قبل الأم مع الاتحاد، والثلث مع التعدد بالسوية، و مع اختلاف الجنس يحتاط بالتصالح، و الباقي من الثلثين للعمومة من قبل الأبوين أو الأب، و مع التعددوالاختلاف للذكر مثل حظ الانثيين.

مسألة ٩ ـ لو اجتمع العمومة من قبل الأبوين أو الأب مع العمومة و الخؤولة من قبل الأم فالثلث للخؤولة من قبل الأم يقسم مع التعدد بالسوية مطلقا، و السدس من الثلثين في صورة الاتحاد و الثلث في صورة التعدد للعمومة من قبل الأم، و يحتاط في صورة التعدد و الاختلاف، والباقي للباقي للذكر ضعف الأنثى مع التعدد والاختلاف.

مسألة ١٠ ـ لو اجتمع العمومة من قبل الأبوين أو الأب مع الخؤولة كذلك و الخؤولة من قبل الأم فالثلث للخؤولة مطلقا، والسدس من الثلث مع الاتحاد و الثلث منه مع التعدد للأمي منهم يقسم بينهم بالسوية مطلقا، و بقيته للخؤولة من الأب أو الأبوين بالسوية مطلقاً، و الثلثان من التركة للعمومة، و مع التعدد و الاختلاف للذكر مثل حظ الأنثيين.

مسألة ١١ ـ لو اجتمع الخؤولة من قبل الأبوين أو الأب مع العمومة و الخؤولة من قبل الأم فالثلث للخؤولة، و سدس هذا الثلث مع الانفراد و ثلثه مع التعدد للخؤولة من قبل الأم بالسوية مطلقا، و الباقي من الثلث للخؤولة من قبل الأبوين أو الأب يقسم بالسوية مطلقا، و الثلثان من التركة للعمومة من قبل الأم، و مع التعدد و الاختلاف يحتاط بالتصالح.

مسألة ١٢ ـ لو اجتمع الأصناف الأربعة فالثلث للخؤولة، و سدس هذاالثلث مع الاتحاد و ثلثه مع التعدد للخؤولة من قبل الأم بالسوية مطلقا و

کے متعدد ہونے کی صورت میں مال کو ان کے درمیان مطلقاً برابر تقسیم کیا جائے گا۔ جبکہ دو تہائی اعمام کو ملے گا۔ چنانچہ متعدد ہونے اور جنسوں میں اختلاف نہ ہونے کی صورت میں برابر تقسیم ہوگا۔ لیکن اگر جنسیں مختلف ہوں تو احتیاطاً مصالحت کی جائے گی۔

مسئلہ ۸: اگر پدری مادری یا صرف پدری اعمام "یا" پدری مادری یا صرف پدری ماموں اور خالہ اور مادری اعمام جمع ہوں تو خالہ اور ماموں کے متعدد ہونے کی صورت میں مطلقاً ان کو ایک تہائی ملیگا۔ اور دو تہائی کا چھٹا حصہ اعمام مادری کے ایک ہونیکی صورت میں اسکا ہے۔ اور اگر متعدد ہوں تو ایک تہائی انہیں برابر تقسیم ہوگا اور چنانچہ اگر جنسیں مختلف ہوں تو احتیاطاً صلح کی جائے۔ اور دو تہائی میں سے جو باقی بچے وہ اعمام پدری و مادری یا اعمام پدری کا ہے اور انکے متعدد اور جنس میں مختلف ہونیکی صورت میں مردوں کو دوہرا اور عورتوں کو اکہرا ملے گا۔

مسئلہ ۹: اگر اعمام مادری و پدری یا صرف پدری، مادری اعمام اور ماموں اور خالہ کے ساتھ جمع ہوں تو میت کے مادری ماموں اور خالہ میں تیسرا حصّہ انکے متعدد ہونے کی صورت میں مطلقاً ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ اور اگر ایک ہو تو دو تہائی میں سے چھٹا حصّہ اسکو ملے گا۔ اور ایک تہائی اعمام مادری کے متعدد ہونے کی صورت میں ان کو ملے گا۔ اور ان کے متعدد ہونے اور جنس میں مختلف ہونے کی صورت میں احتیاط کی جائے گی۔ اور باقی ماندہ مال باقی وارثوں کو اس طرح ملے گا۔ کہ اگر وہ متعدد ہوں اور ان کی جنسیں مختلف ہوں تو مردوں کو دوہرا اور عورتوں کو اکہرا ملے گا۔

مسئلہ ۱۰: اگر اعمام پدری و مادری یا صرف پدری، پدری و مادری یا صرف پدری ماموں اور خالہ اور مادری ماموں اور خالہ کے ساتھ جمع ہوں تو ایک تہائی ماموں اور خالاؤں کو ملے گا چاہے مادری ہوں یا پدری۔ اس طرح کہ اگر ایک ہو تو ایک تہائی مال کا چھٹا حصّہ اور اگر متعدد ہوں تو مال کا ایک تہائی ان کے درمیان مطلقاً برابر تقسیم کیا جائے گا اور باقی مال اخوال پدری و مادری یا صرف پدری کے درمیان مطلقاً برابر تقسیم کیا جائے گا۔ اور ترکے کا دو تہائی اعمام کا ہوگا چنانچہ اگر اعمام متعدد ہوں اور ان کی جنسیں مختلف ہوں تو مردوں کو دوہرا اور عورتوں کو اکہرا ملے گا۔

مسئلہ ۱۱: اگر اخوال پدری و مادری یا صرف پدری، اعمام اور اخوال مادری کے ساتھ مل کر وارث ہوں تو ایک تہائی اخوال کا ہوگا۔ چنانچہ اگر وہ ایک ہی ہو تو اس ایک تہائی کے چھٹے حصّے کے وارث ہوں گے۔ اور اگر متعدد ہوں تو اس میں سے ایک تہائی اخوالِ مادری کے درمیان مطلقاً برابر تقسیم کیا جائے گا۔ اور باقی ماندہ ایک تہائی، پدری و مادری یا صرف پدری اخوال کے درمیان مطلقاً برابر تقسیم ہوگا۔ اور ترکے کا دو تہائی مادری اعمام کو ملے گا۔ چنانچہ اگر وہ متعدد ہوں اور جنسوں میں اختلاف ہو تو احتیاطاً مصالحت کی جائے۔

مسئلہ ۱۲: اگر چاروں اصناف جمع ہوں تو ترکے کا ایک تہائی اخوال کا ہے۔ اس طرح کہ اگر ایک ہو تو اس ایک تہائی کا چھٹا حصّہ اور اگر متعدد ہوں تو اس کا تیسرا حصّہ اخوال مادری کے درمیان مطلقاً برابر تقسیم ہوگا۔ اور اس ایک تہائی کا باقی ماندہ، پدری و مادری یا صرف پدری اخوال کے مابین بھی برابر بانٹا جائے

الباقي من هذا الثلث للخؤولة من قبل الأبوين أو الأب بالسوية أيضاً، و السدس من ثلثي التركة مع الاتحاد و الثلث مع التعدد للعمومة من قبل الأم. و مع الاختلاف يحتاط بالتصالح، و الباقي من الثلثين للعمومة من قبل الأب أو الأبوين للذكر ضعف الأنثى مع التعدد و الاختلاف.

مسألة ١٣ ـ لو كان أحد الزوجين مع العمومة من قبل الابوين أو الأب فله نصيبه الأعلى، و الباقي للباقي للذكر ضعف الأنثى، ولو كان مع الخؤولةمن قبلهما أو قبله فكذلك إلا أنه يقسم الباقي بين الباقي بالسوية مطلقا. و كذا لو كان مع الخؤولة من قبل الأم، ولو كان مع العمومة من قبلها فكذلك إلا مع الاختلاف في الجنس، فلا يترك الاحتياط بالتصالح.

مسألة ١٤ ـ لو كان أحدهما مع العمومة من قبل الأبوين أو الأب و العمومة من قبل الأم فله نصيبه الأعلى. و للعمومة من قبل الأم السدس من البقية مع الانفراد و الثلث مع التعدد يقسم بالسوية مع وحدة الجنس، و يحتاط مع الاختلاف، والباقي للعمومة من قبل الاب أو الابوين للذكر مثل حظ الانثيين، ولو كان مع الخؤولة من الابوين أو الاب و الخؤولة من الام فله نصيبه الاعلى، و السدس من البقية مع الانفراد و الثلث منها مع التعدد للخؤولة من الام يقسم بالسوية مطلقا، و الباقي للباقي بالسوية كذلك.

مسألة ١٥ ـ لو كان أحدهما مع العمومة من قبل الابوين أو الاب و الخؤولة كذلك فله نصيبه الاعلى، و ثلث مجموع التركة للخؤولة يقسم بالسوية مطلقا، و الباقي للباقي للذكر ضعف الانثى، ولو كان في الفرض الخؤولة من قبل الام لا الاب أو الابوين فله نصيبه الاعلى، و الثلث من التركة للخؤولة بالسوية، و الباقي للباقي للذكر مثل حظ الانثيين.

مسألة ١٦ ـ لو كان مع أحدهما العمومة من الام والخؤولة من الابوين أو الاب فله نصيبه الاعلى. و الثلث من المجموع للخؤولة يقسم بالسوية مطلقا، و الباقي للباقي، و يحتاط مع الاختلاف، ولو كان في الفرض الخؤولة من الام لا

گا۔ اور اعمام مادری میں اگر ایک ہو تو ترکے کے دو تہائی میں سے چھٹے۔ اور اگر متعدد ہوں تو تیسرے حصے کے وارث ہوں گے۔ اور ان کی جنسیں مختلف ہونے کی صورت میں احتیاطاً صلح کی جائیگی اور دو تہائی میں سے باقی ماندہ مال، اعمام پدری و مادری یا صرف پدری کا اسطرح ہوگا کہ اگر وہ متعدد ہوں اور جنسیں مختلف ہوں تو مردوں کو دوہرا اور عورتوں کو اکہرا ملے گا۔

مسئلہ ۱۳: اگر میت کے وارثوں میں اعمام پدری و مادری یا صرف پدری کے ساتھ میاں بیوی میں سے کوئی ایک ہو تو اسکو اس کا نصیبِ اعلیٰ ملے گا۔ اور باقی مال باقی وارثوں کے درمیان اس طرح تقسیم ہوگا کہ مردوں کو دوہرا اور عورتوں کو اکہرا ملے! اور میاں بیوی میں سے کوئی ایک اگر پدری و مادری یا صرف پدری اخوال کے ساتھ ہو تو حکم وہی ہے مگر یہ کہ اس صورت میں باقی مال باقی وارثوں کے مابین مطلقاً برابر تقسیم کیا جائے گا اور یہی حکم تب بھی ہے کہ جب ان میں سے کوئی ایک مادری اخوال کے ساتھ ہو! اور اگر ان میں سے کوئی ایک مادری اعمام کے ساتھ ہو تو وہی حکم ہے مگر یہ کہ اگر جنس میں اختلاف ہو تو اس صورت میں احتیاطاً مصالحت کو ترک کیا جائے

مسئلہ ۱۴: اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک پدری و مادری یا صرف پدری اعمام اور مادری اعمام کے ساتھ میت کا وارث ہو تو اسکو اس کا نصیبِ اعلیٰ ملے گا۔ اور اعمام مادری میں اگر ایک وارث ہو تو اس کو باقی مال کا چھٹا حصہ، اور اگر متعدد ہوں تو تیسرا حصہ ملے گا۔ چنانچہ اگر ایک ہی جنس کے ہوں تو ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ لیکن جنسیں مختلف ہونے کی صورت میں احتیاط کی جائیگی۔ ان سے جو مال باقی بچے اس کو اعمام پدری مادری یا صرف پدری میں اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ مردوں کو دو حصے اور عورتوں کو ایک حصہ ملے! اور اگر ان میں سے کوئی ایک اخوال پدری و مادری یا صرف پدری اور مادری اخوال کے ساتھ ہو تو اس کو اس کا نصیبِ اعلیٰ ملے گا۔ اور باقی ماندہ مال میں سے اگر مادری اخوال میں سے کوئی ایک ہو تو اس کو چھٹا حصہ اور اگر متعدد ہوں تو تیسرا حصہ مطلقاً مساوی طور پر دیا جائے گا۔ اور ان سے جو مال بچ جائے اُسے باقی وارثوں کو مطلقاً مساوی طور پر دیا جائے گا!

مسئلہ ۱۵: اگر ان میں سے کوئی ایک پدری و مادری یا صرف پدری اعمام اور پدری و مادری یا صرف پدری اخوال کیساتھ ہو تو اسکو اسکا نصیبِ اعلیٰ ملے گا۔ جبکہ تمام ترکے کا ایک تہائی حصہ اخوال کے درمیان مطلقاً برابر تقسیم کیا جائیگا اور باقی ماندہ مال باقی وارثوں کا ہوگا کہ جن کے مردوں کو دوہرا اور عورتوں کو اکہرا ملے گا۔ اور اگر اسی فرض میں (ان میں سے ایک کے ساتھ) اخوال مادری ہوں نہ کہ پدری و مادری یا صرف پدری، تو اس کو اس کا نصیبِ اعلیٰ ملے گا اور ترکے کا ایک تہائی حصہ اخوال کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ اور باقی ماندہ مال باقی وارثوں کو اسطرح ملے گا کہ مردوں کو دوہرا اور عورتوں کو اکہرا ملے!

مسئلہ ۱۶: اگر ان میں سے کسی ایک کیساتھ میت کے اعمام مادری اور اخوال پدری مادری یا صرف پدری ہوں تو اس کو اسکا نصیبِ اعلیٰ دینے کے بعد پورے ترکے کا ایک تہائی حصہ اخوال کے درمیان مطلقاً برابر تقسیم کیا جائیگا اور باقی ماندہ مال باقی وارثوں کو ملے گا۔ چنانچہ اگر انکی جنسوں میں اختلاف ہو تو احتیاط کی جائے گی! اور اگر اسی فرض میں میت کے اخوال مادری ہوں نہ کہ پدری مادری یا صرف پدری! تو حکم مال کی تقسیم اور اعمام میں

الابو ين أو الاب فالحال كما تقدم في التقسيم والاحتياط في العمومة.

مسألة ١٧ ـ لو كان مع أحدهما العمومة من الابو ين أو الاب و الخؤولة كذلك و العمومة من الام فله نصيبه الاعلى، و الثلث من التركة للخؤولة بالسوية مطلقا، و السدس من الباقي مع الانفراد و الثلث مع التعدد للعمومة من قبل الام يقسم بالسوية، و مع الاختلاف يحتاط بالتصالح، و الباقي للباقي للذكر ضعف الانثى، ولو كان مع أحدهما العمومة من الابو ين او الاب والعمومة من الام و الخؤولة من الام فله نصيبه الاعلى، و الثلث من التركة للخؤولة من الام يقسم بالسوية مطلقا، والسدس من البقية مع الانفراد و الثلث مع التعدد للعمومة من قبل الام يقسم بالسوية إلا مع الاختلاف في الجنس، فيحتاط كما تقدم، و الباقي للباقي للذكر مثل حظ الانثيين.

مسألة ١٨ ـ لو كان مع أحدهما العمومة من الأبو ين أو الاب والخؤولة كذلك والخؤولة من الأم فله نصيبه الأعلى، و الثلث من التركة للخؤولة، و سدس هذا الثلث مع الانفراد و ثلثه مع التعدد للخؤولة من قبل الأم بالسوية مطلقا، والباقي من هذا الثلث للخؤولة من الابو ين أو الاب بالسوية مطلقا، والباقي من التركة للعمومة للذكر ضعف الانثى.

مسألة ١٩ ـ لو كان مع أحدهما الخؤولة من الابو ين أو الاب و الخؤولة من الام و العمومة منها فله نصيبه الاعلى، و الثلث من التركة للخؤولة، و سدس هذا الثلث مع الانفراد و ثلثه مع التعدد للخؤولة من الام بالسوية مطلقا، و باقي الثلث لسائر الخؤولة بالسوية مطلقا، و الباقي من التركة للعمومة يقسم بالسوية إلا مع الاختلاف، فيجب الاحتياط بالتصالح.

مسألة ٢٠ ـ لو كان أحدهما مع العمومة من الابو ين أو الاب و من الام و الخؤولة من الابوين أو الاب و من الام فله نصيبه الاعلى، والثلث من التركة للخؤولة، و السدس من هذا الثلث مع الانفراد و ثلثه مع التعدد للخؤولة من الام يقسم بالسوية، و باقي الثلث للخؤولة من الابو ين أو الاب يقسم بالسوية

احتیاط کے اعتبار سے وہی ہے جو گذر چکا!

مسئلہ ۱۷: اگر میاں بیوی میں سے کسی ایک کے ساتھ میّت کے اعمام پدری و مادری یا صرف پدری اور اسی رشتے کے اخوال اور اعمام مادری ہوں تو میاں بیوی میں سے کسی ایک کو اسکا نصیب اعلیٰ دینے کے بعد ترکے کے ایک تہائی کو اخوال میں مطلقاً برابر تقسیم کیا جائیگا اور باقی مال میں سے اگر اعمام مادری میں سے ایک ہو تو اسکو چھٹا حصّہ دیں گے۔ اور اگر متعدد ہوں تو تیسرا حصّہ ان کے درمیان برابر تقسیم کیا جائیگا۔ اور جنسیں مختلف ہونے کی صورت میں احتیاطاً مصالحت کی جائے گی۔ اور باقی ماندہ مال باقی وارثوں کے درمیان اس طرح تقسیم ہوگا کہ مرد کو دو حصّے اور عورت کو ایک حصّہ ملے! لیکن اگر انمیں سے کسی ایک کے ساتھ پدری و مادری یا صرف پدری اعمام اور مادری اعمام اور مادری اخوال ہوں تو میاں یا بیوی کو اسکا نصیب اعلیٰ دینے کے بعد ترکے کا ایک تہائی اخوال مادری کے درمیان مطلقاً برابر تقسیم ہوگا اور اگر اعمام مادری میں سے ایک ہو تو اسکو باقی مال کا چھٹا حصّہ دیا جائیگا اور اگر متعدد ہوں تو تیسرا حصّہ انکے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ لیکن اگر انکی جنسیں مختلف ہوں تو احتیاط کی جائے گی جیسا کہ بیان ہو چکا۔ اور باقی مال باقی وارثوں کو اس طرح دیا جائے گا کہ ہر مرد کو دوہرا اور ہر عورت کو اکہرا ملے!

مسئلہ ۱۸: اگر ان میں سے کسی ایک کے ساتھ میّت کے اعمام پدری و مادری یا صرف پدری اور اس رشتے کے اخوال اور مادری اخوال ہوں تو میاں یا بیوی کو اسکا نصیب اعلیٰ دینے کے بعد ترکے کا ایک تہائی اخوال کو دیا جائیگا۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اگر اخوال میں سے کوئی ایک ہو تو اس کو اس ایک تہائی کا چھٹا حصّہ ملیگا اور اگر متعدد اخوال مادری ہوں تو اس ایک تہائی کا تیسرا حصّہ انکے درمیان مطلقاً برابر تقسیم کیا جائیگا۔ اور اس ایک تہائی میں سے باقی ماندہ مال اخوال پدری و مادری یا صرف پدری کے درمیان مطلقاً (ہر صورت) برابر تقسیم کیا جائیگا۔ اور ترکے کا باقی مال اعمام کو ملے جن کے ہر مرد کو دو حصّے اور ہر عورت کو ایک حصّہ دیا جائے گا۔

مسئلہ ۱۹: اگر بیوی اور شوہر میں سے کسی ایک کے ساتھ میّت کے پدری و مادری یا صرف پدری اخوال اور مادری اخوال اور مادری اعمام ہوں تو میاں یا بیوی کو اس کا نصیب اعلیٰ دینے کے بعد ترکے کا ایک تہائی اخوال مادری کا ہوگا۔ اس طرح کہ اگر ان میں سے کوئی ایک ہو تو اس کو اس ایک تہائی کا چھٹا حصّہ اور اگر متعدد ہوں تو اس کا تیسرا حصّہ ان کے درمیان مطلقاً برابر تقسیم ہوگا۔ اور اس ایک تہائی کا باقی بچنے والا حصّہ تمام اخوال کے درمیان مطلقاً برابر تقسیم ہوگا۔ اور ترکے کا باقی ماندہ اعمام کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ لیکن اگر ان کی جنسیں مختلف ہوں تو واجب ہے کہ احتیاطاً مصالحت کی جائے!

مسئلہ ۲۰: اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک میّت کے پدری و مادری یا صرف پدری اعمام اور مادری اعمام اور پدری و مادری یا صرف پدری اخوال اور مادری اخوال کے ساتھ ہو تو میاں یا بیوی کو اس کا نصیب اعلیٰ دے کر ترکے کا ایک تہائی حصّہ اخوال مادری میں اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ اگر ان میں سے ایک ہو تو اس کو اس تہائی کا چھٹا حصّہ ملے گا اور اگر متعدد ہوں تو اسکا تیسرا حصّہ ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ اور اس تہائی کا باقی ماندہ مال پدری مادری یا صرف پدری اخوال کے درمیان مطلقاً برابر تقسیم کیا جائیگا۔ اور ترکے کا باقی مال اعمام مادری کو اس طرح دیا جائیگا کہ اگر ان میں سے ایک ہو تو اس مال کا چھٹا حصّہ اس کا ہوگا اگر متعدد ہوں تو

مطلقا، و الباقي للعمومة، و سدسه مع الانفراد و ثلثه مع التعدد، للعمومة من الام يقسم بالسوية إلا مع الاختلاف فيجب الاحتياط المذكور و الباقي للعمومة من الابوين أو الاب للذكر ضعف الانثى.

مسألة ٢١ - لا يرث العمومة من قبل الاب مع وجودها من قبل الابوين، و كذا الحال في الخؤولة.

وهيهنا أمور:

الأول - لايرث أحد من أولاد العمومة والخؤولة مع وجود واحد من العمومة أو الخؤولة، فمع وجود خالة من قبل الأم مثلاً لا يرث أولاد العمومة ولا أولاد الخؤولة مطلقا إلا في مورد واحد، و هو ما إذا كان عم من قبل الأب و ابن عم من قبل الأبوين فيقدم الثاني على الأول بشرط أن لا يكون معهما عم من قبل الأبوين و لا من قبل الأم و لا العمة مطلقا و لا الخال و الخالة مطلقا، ولا فرق بين كون العم من الأب واحداً أو متعدداً، و كذا بين كون ابن العم من قبل الأبوين واحداً أو متعدداً، فحينئذ يكون الارث لابن العم لا العم و لا أبناء الأعمام و العمات والأخوال و الخالات، ولا فرق في ذلك بين وجود أحد الزوجين و عدمه، ولا يجري الحكم المذكور في غير ذلك، نعم مع كون الوارث العمة من قبل الأب و ابن العم من قبل الأبوين فالاحتياط بالتصالح مطلوب.

الثاني - أولاد العمومة والخؤولة يقومون مقامهم عند عدمهم و عدم من هو في درجتهم، و أن الأقرب مقدم و إن اتحد سببه على الأبعد و إن تقرب بسببين إلا في مورد واحد تقدم آنفا، و يرث أولاد العمومة والخؤولة إرث من يتقربون به.

الثالث - المنتسبون بأم الميت في هذه الطبقة سواء كان الخال أو الخالة أو أولادهما و سواء كانوا من قبل الأبوين أو الأب يرثون بالسوية مطلقا، و

تیسرا حصّہ ان کے درمیان جنسیں مختلف نہ ہونے کی صورت میں برابر تقسیم ہوگا لیکن اگر جنسیں مختلف ہوں تو مذکورہ احتیاط، واجب ہے۔ اور باقی مال، اعمام پدری و مادری یا صرف پدری کے درمیان اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ ان کے ہر مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا ملے!

مسئلہ ۲۱: میّت کے پدری و مادری اعمام کے ہوتے ہوئے صرف پدری اعمام اس کے وارث نہیں ہوں گے اور یہی صورتِ حال اخوال کی بھی ہے۔

چند امور

امرِ اوّل :- میّت کے اعمام یا اخوال میں سے کسی ایک کے ہوتے ہوئے ان کی اولاد میراث نہیں پائے گی۔ مثال کے طور پر اگر میّت کی ماں کے رشتے سے خالہ موجود ہو تو صرف ایک فرض کے علاوہ کسی بھی صورت میں اعمام و اخوال کی اولاد کو میراث نہیں ملے گی۔ وہ ایک فرض یہ ہے کہ اگر میّت کے باپ کی طرف سے اسکا چچا اور ماں باپ دونوں کی طرف سے چچا کا بیٹا موجود ہو تو بیٹے کو چچا پر مقدم کیا جائے گا۔ بشرطیکہ ان دونوں کے ساتھ میّت کے ماں باپ دونوں کی طرف سے اس کا چچا اور ماں کی طرف سے اس کا چچا۔ اور ماں باپ کسی کی طرف سے بھی اس کی پھوپھی اور ماں باپ میں سے کسی کی طرف سے بھی اس کا ماموں اور خالہ موجود نہ ہوں۔ اور باپ کی طرف سے میّت کے چچا کے ہونے میں فرق نہیں کہ وہ ایک ہو یا متعدد ہوں۔ اور اسی طرح ماں باپ دونوں کی طرف سے اس کے چچا کا بیٹا ہونے میں فرق نہیں کہ ایک ہو یا متعدد ہوں! چنانچہ ایسی صورت میں میراث کا حقدار میّت کے چچا کا بیٹا ہوگا نہ کہ اسکا چچا اور نہ چچاؤں، پھوپھیوں اور ماموؤں اور خالاؤں کے بیٹے! اس صورت میں میاں بیوی میں سے کسی ایک کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا چنانچہ ان کے علاوہ میں حکم مذکور جاری نہیں ہوگا۔ البتہ اگر میّت کے وارث، اس کے باپ کی طرف سے پھوپھی اور ماں باپ دونوں کی طرف سے اس کے چچا کا بیٹا ہوں تو اس صورت میں مصالحت کے ذریعہ احتیاط مطلوب ہے!

امرِ دوم :- اعمام و اخوال کی اولاد ان کے اور ان کے ہم درجہ وارثوں میں سے کسی کے نہ ہوتے ہوئے ان کی قائم مقام ہوگی۔ اور ان میں سے جو اقرب ہو وہ ابعد پر مقدم ہوگا چاہے اس کے اور اس سے بعید والے کے میّت کا وارث بننے کا سبب ایک ہی ہو اور چاہے اس کی قرابت دو سبب سے ہو۔ لیکن صرف ایک مورد میں ایسا نہیں ہوگا کہ جس کا ذکر ابھی ابھی ہو چکا ہے۔ اور اولاد اعمام و اخوال اس کے حصّے کی وارث ہوں گی کہ جس کے ذریعہ وہ میّت کے قرابتدار بنیں!

امرِ سوم :- اس طبقے میں میّت کی ماں کے رشتے دار چاہے ماموں ہو یا خالہ یا ان کی اولاد اور چاہے وہ ماں باپ دونوں کی طرف سے ہوں یا صرف باپ کی طرف سے! مطلقاً برابر کے حصّے دار ہوں گے۔ اور

المنتسبون بأبيه أي العمومة و أولادهم يرثون بالتفاوت للذكر مثل حظ الأنثيين، نعم في العمومة من قبل الأم و أولادهم لابد من الاحتياط بالتصالح.

الرابع ـ مع وجود أولاد العمومة من الأبوين لا يرث أولادهم من الأب فقط، و كذا في أولاد الخؤولة، لكن مع وجود أولاد العمومة من قبل الأبوين يرث أولاد الخؤولة من قبل الأب مع عدم أولاد الخؤولة من قبل الأبوين، و كذا مع أولاد الخؤولة من قبل الأبوين يرث أولاد العمومة من قبل الأب مع فقد أولادهم من الأبوين.

الخامس ـ قد مر أن أولاد العمومة و الخؤولة يقومون مقامهم، و إذا كانوا من العمومة المتعددة و الخؤولة كذلك لابد في كيفية التقسيم من فرض حياة الوسائط و التقسيم بالسوية في المنتسبين بالأم، و للذكر مثل حظ الأنثيين في المنتسبين بالأب، ثم تقسيم نصيب كل بين أولادهم كالتقسيم بين الوسائط، و يحتاط في أولاد الأعمام من قبل الأم بالتصالح كما مر، و هكذا الكلام في الوسائط المتعددة.

السادس ـ ترتب الأرحام الذين هم من حواشي نسب الميت، فأعمامه و عماته و أولادهم و إن نزلوا مع الصدق العرفي و كذا أخواله و خالاته أحق بالميراث من أعمام الأب و الأم و عماتهما و أخوالهما و خالاتهما، نعم مع فقد الطائفة الأولى تقوم الثانية مقامهم مرتبين الأقرب منهم مقدم على الأبعد و مع فقدهم عمومة جد الميت وجدته وخؤولتهما و أولادهم مرتبون بحسب القرب و البعد.

السابع ـ لو اجتمع لوارث موجبان للارث أو الزيادة يرث بجميعها إن لم يكن بعضها مانعاً عن الآخر ككون أحدهما مثلاً أقرب من الآخر و إلا يرث من جهة المانع دون الممنوع مثل ابن عم هو أخ لأم، ولا فرق بين كون الموجب نسباً أو سبباً، فلو اجتمع السببان أو نسب و سبب فان كان أحدهما مانعاً يرث به دون الآخر كالمعتق و ضامن الجريرة، و إلا بهما كالزوج و ابن العم مثلاً، و

اسکے باپ کے رشتے دار یعنی اعمام اور ان کی اولاد۔ تو وہ اس فرق کے ساتھ وارث ہوں گے کہ ان کے مرد کو عورت کا دوگنا ملے گا۔ البتہ مادری اعمام اور ان کی اولاد میں احتیاطاً مصالحت ضروری ہے۔

امر چہارم:۔ میت کے پدری و مادری اعمام کی اولاد کے ہوتے ہوئے۔ اس کے صرف پدری اعمام کی اولاد وارث نہیں ہوگی۔ یہی حکم اخوال کی اولاد کا بھی ہے۔ لیکن میت کے پدری و مادری اعمام کی اولاد کے ہوتے ہوئے اگر اس کے پدری و مادری اخوال کی اولاد موجود نہ ہو تو اس کے صرف پدری اخوال کی اولاد وارث ہوگی۔ اور اسی طرح اس کے پدری و مادری اخوال کی اولاد کے ہوتے ہوئے۔ اگر اس کے پدری و مادری اعمام کی اولاد موجود نہ ہو تو اس کے صرف پدری اعمام کی اولاد میراث میں سے حصہ پائے گی۔

امر پنجم:۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اعمام و اخوال کی اولاد ان کے قائم مقام ہوگی۔ چنانچہ جب کئی اعمام و اخوال کی اولادیں جمع ہوں تو تقسیم کی کیفیت یہ ہوگی کہ واسطوں کو زندہ فرض کرکے۔ میت کی ماں کے رشتے داروں کے درمیان مال کو برابر تقسیم کیا جائیگا اور اس کے پدری رشتے داروں کے مردوں کو دوہرا اور عورتوں کو اکہرا ملے گا۔ اس کے بعد ان میں سے ہر ایک کا حصہ اسی کیفیت کے ساتھ ان کی اولادوں کے درمیان تقسیم ہوگا۔ اور مادری اعمام کی اولادوں کے درمیان تقسیم مال میں احتیاط یہ ہے کہ مصالحت سے کام لیا جائے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اور یہی حکم متعدد واسطوں کی اولادوں کا بھی ہے۔

امر ششم:۔ میت کے نسبی رشتے داروں کے حاشیے میں پائے جانے والے رشتے دار ہم مرتبہ ہوتے ہیں چنانچہ میت کے چچے، پھوپھیاں اور ان کی اولادیں چاہے ان کا سلسلہ جہاں تک پہونچے۔ اگر عرفاً رشتے دار کہلائیں اور اسی طرح اس کے ماموں اور خالائیں۔ میت کے والدین کے چچاؤں اور پھوپھیوں، ماموؤں اور خالاؤں کی نسبت میراث کے زیادہ حقدار ہیں۔ البتہ اگر پہلے طائفے والے نہ ہوں تو دوسرے طائفے والے ان کے قائم مقام ہونگے اور جو طائفہ زیادہ قریب ہو اس کو دور والے پر ترتیب میں ترجیح دی جائے گی اور گروہ بھی نہ ہوں تو میت کے دادا اور دادی کے اعمام و اخوال اور ان کی اولادیں میت سے قرب و بعد کی ترتیب سے وارث ہونگے

امر ہفتم:۔ اگر کسی وارث کے لئے دو یا دو سے زیادہ موجبات ارث جمع ہو جائیں تو وہ تمام موجبات کی بناء پر وارث ہوگا۔ بشرطیکہ ان میں سے بعض موجبات دوسرے موجبات کی رکاوٹ نہ ہوں مثلاً ان میں سے ایک موجب دوسرے موجب کی نسبت زیادہ قریب ہو۔ لیکن اگر مانع ہو تو جو موجب مانع ہے اس کی وجہ سے وارث ہوگا۔ ممنوع کی وجہ سے وارث نہیں ہوگا۔ جیسے چچا کا لڑکا کہ جو مادری بھائی بھی ہو۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ موجب ارث نسبی ہو یا سببی۔ پس اگر ارث کے دو اسباب یا ایک نسب اور ایک سبب جمع ہو جائیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک دوسرے کا مانع ہو تو مانع کی وجہ سے وارث ہوگا دوسرے کی وجہ سے نہیں۔ جیسے معتق (آزاد کرنے والا) اور ضامن جریرۃ (جنایت کا ضامن) اور اگر مانع نہ ہو تو دونوں کی وجہ سے وارث ہوگا۔ جیسا کہ مثلاً شوہر اور چچا کا بیٹا ہونا۔ اور (موجبات ارث کے) اجتماع کی صورت میں کیفیت ارث وہی ہے جو منفرد ہونے میں ہے اور جس

كيفية الارث عند الاجتماع كالكيفية عندالانفراد، والاحتياط المتقدم في الأعمام من قبل الأم جارٍ في المقام.

المقصد الثاني في الميراث بسبب الزوجية

مسألة ١ ـ لا يرث أحد الزوجين جميع المال بسبب الزوجية إلا في صورة واحدة، و هي انحصار الوارث بالزوج والامام عليه السلام، فيرث الزوج جميع المال فرضاً ورداً كما تقدم، وقد ظهر مما مر أن فرض الزوج نصف تارة و ربع أخرى، و فرض الزوجة ربع تارة و ثمن أخرى، ولا يزيد نصيبهما ولا ينقص مع اجتماعهما بأي طبقة أو درجة إلا في الفرض المتقدم آنفاً.

مسألة ٢ ـ يشترط في التوارث بالزوجية أن يكون العقد دائماً، فلا توارث في الانقطاع لا من جانب الزوج و لا الزوجة بلا اشتراط بلا إشكال، و معه من جانب أو جانبين في غاية الاشكال، فلا يترك الاحتياط بترك الشرط، و معه لا يترك بالتصالح، و أن تكون الزوجة في حبال الزوج و إن لم يدخل بها، فيتوارثان ولومع عدم الدخول، و المطلقة الرجعية بحكم الزوجة ما دامت في العدة بخلاف البائنة فلو مات أحدهما في زمان العدة الرجعية يرثه الآخر بخلاف ما لو مات في العدة البائنة، نعم لو طلقها في حال المرض ولو بائناً و مات بهذا المرض ترثه إلى سنة من حين الطلاق بشرط أن لا يكون الطلاق بالتماس منها، فلا ترث المختلعة و المباراة، وأن لا تتزوج،فلو طلقها حال المرض و تزوجت بعد انقضاء عدتها ثم مات الزوج قبل انقضاء السنة لم ترثه، و أن لا يبرأ الزوج من المرض الذي طلقها فيه، فلو برأمنه ثم مرض ولو بمثل هذا المرض لم ترثه، ولو ماتت هي في مرضه قبل تمام السنة لا يرثها إلا في العدة الرجعية.

مسألة ٣ ـ لو نكح المريض في مرضه فان دخل بها أو برأمن ذلك المرض يتوارثان، و إن مات في مرضه و لم يدخل بطل العقد ولا مهر لها و لا ميراث، و

احتیاط کا ذکر پہلے امام مادری کے سلسلے میں ہو چکا ہے وہ اس مقام پر بھی جاری ہے۔

دوسرا مقصد میراث سببی کے بارے میں!

مسئلہ ۱: میاں بیوی میں سے کوئی ایک زوجیت کے سبب سے ایک صورت کے علاوہ کسی بھی صورت میں تمام مال کا وارث نہیں ہوگا۔ وہ ایک صورت یہ ہے کہ جب وارث شوہر اور امامؑ میں منحصر ہو۔ چنانچہ اس صورت میں شوہر فرضاً و رداً جیسا کہ بیان ہو چکا! تمام مال کا وارث ہوگا۔ اور گزشتہ بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ شوہر کا فرض (حصہ) کبھی نصف مال ہوتا ہے اور کبھی ربع مال! اور بیوی کا فرض (حصہ) کبھی ربع مال اور کبھی ثمن مال! چنانچہ یہ دونوں چاہے کسی بھی طبقے اور درجے کے ساتھ ہوں انکا حصہ کم یا زیادہ نہیں ہوگا صرف ایک فرض کے علاوہ میں کہ جسکا ذکر اسی مسئلے میں ہو چکا ہے۔

مسئلہ ۲: زوجیت کے سبب سے ایک دوسرے کا وارث بننے میں عقد کا دائمی ہونا شرط ہے۔ چنانچہ متعہ کے سبب سے میاں بیوی میں سے کوئی بھی دوسرے کا پہلے سے شرط رکھے بغیر بلا اشکال وارث نہیں ہوگا۔ اور شرط کی صورت میں چاہے ایک طرف سے یا دونوں کی طرف سے ہو شدید اشکال ہے۔ چنانچہ پہلے سے ہی شرط نہ رکھنے کی احتیاط ترک نہ کی جائے! اور اگر شرط رکھ دی جائے تو مصالحت کو ترک نہ کیا جائے۔ دوسری شرط (زوجیت کے سبب سے وارث بننے کی) یہ ہے کہ بیوی شوہر کے عقد میں ہو چاہے شوہر نے اسکے ساتھ ہمبستری نہ کی ہو۔ لہٰذا وہ دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے چاہے دخول نہ بھی ہوا ہو۔ اور جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو وہ جب تک عدت میں رہے زوجہ کے حکم میں رہے گی۔ برخلاف اس کے کہ جس کو طلاق بائن دی گئی ہو۔ پس اگر عدتِ رجعیۃ میں ان میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو دوسرا اس کا وارث ہوگا۔ برخلاف اس کے عدت بائنہ میں انتقال کی صورت میں وارث نہیں ہوگا۔ البتہ اگر بیماری کی حالت میں طلاق دے چاہے طلاق بائن ہی دے اور اسی بیماری میں مر جائے تو طلاق کے بعد سے ایک سال تک بیوی اسکی وارث بنے گی بشرطیکہ اس نے خود سے طلاق کی خواہش نہ کی ہو۔ چنانچہ جس عورت کو طلاق خلع یا مبارات دی گئی ہو وہ اس سے میراث نہیں پائے گی۔ اس کے علاوہ میراث پانے کی شرط یہ ہے کہ وہ عورت شادی نہ کرے۔ چنانچہ اگر بیماری کی حالت میں طلاق دے اور عورت عدت گزرنے کے بعد شادی کرلے۔ اس کے بعد ایک سال کے اندر ہی شوہر کا انتقال ہو جائے تو بیوی اس کی وارث نہیں ہوگی۔ اور شرط ہے کہ جس بیماری میں شوہر نے اسے طلاق دی ہو اس سے صحت یاب نہ ہو۔ چنانچہ اگر اس بیماری سے صحت یاب ہو کر پھر بیمار ہو جائے چاہے ویسی ہی بیماری ہو تو بیوی وارث نہیں ہوگی۔ اور اگر سال تمام ہونے سے پہلے شوہر کی بیماری کے دوران بیوی مر جائے تو عدت رجعیہ کے علاوہ میں شوہر اس کا وارث نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۳: اگر مریض بیماری کی حالت میں نکاح کرے۔ چنانچہ اگر اس کے ساتھ ہمبستری کرے یا اس بیماری سے صحتیاب ہو جائے تو دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ لیکن اگر بیماری میں مر جائے اور دخول نہ کیا ہو تو عقد باطل ہے اور بیوی کے لئے نہ مہر ہے اور نہ میراث! اور اسی طرح اگر شوہر کی موت سے متصل

كذا لو ماتت في مرضه ذلك المتصل بالموت قبل الدخول لا يرثها، ولو تزوجت و هي مريضة لا الزوج فماتت أو مات يتوارثان، ولا فرق في الدخول بين القبل والدبر، كما أن الظاهر أن المعتبر موته في هذا المرض قبل البرء لا بهذا، فلو مات فيه بعلة أخرى لا يتوارثان أيضاً، و الظاهر عدم الفرق بين طول المرض وقصره، ولو كان المرض شبه الأدوار بحيث يقال بعدم برئه في دور الوقوف فالظاهر عدم التوارث لو مات فيه والأحوط التصالح.

مسألة ٤ ـ إن تعددت الزوجات فالثمن مع وجود الولد فالربع مع عدمه يقسم بينهن بالسوية، فلهن الربع أو الثمن من التركة، و لا فرق في منع الولد عن نصيبها الأعلى بين كونه منها أو من غيرها، أو كان من دائمة أو منقطعة، و لا بين كونه بلا واسطة أو معها، و الزوجة المطلقة حال مرض الموت شريكة في الربع أو الثمن مع الشرائط المتقدمة.

مسألة ٥ ـ يرث الزوج من جميع تركة زوجته من منقول و غيره، و ترث الزوجة من المنقولات مطلقاً، ولا ترث من الأراضي مطلقا لا عيناً و لا قيمة سواء كانت مشغولة بالزرع و الشجر و البناء وغيرها أم لا، و ترث القيمة خاصة من آلات البناء كالجذوع و الخشب و الطوب و نحوها، و كذا قيمة الشجر و النخل من غير فرق بين أقسام البناء كالرحى و الحمام و الدكان و الاصطبل وغيرها، و في الأشجار بين الصغيرة و الكبيرة و اليابسة التي معدة للقطع و لم تقطع و الأغصان اليابسة، و السعف كذلك مع اتصالها بالشجر.

مسألة ٦ ـ المراد من الأعيان التي ترث الزوجة من قيمتها هي الموجودة حال الموت، فان حصل منها نماء و زيادة عينية من حين الموت إلى حين القسمة لا ترث من تلك النماء و الزيادة.

مسألة ٧ ـ المدار في القيمة يوم الدفع لا الموت، فلو زادت القيمة على القيمة حين الموت ترث منها، ولو نقصت نقصت من نصيبها، نعم الأحوط مع تفاوت القيمتين التصالح.

بیماری میں دخول سے قبل بیوی مرجائے تو شوہر اس کا وارث نہیں ہوگا اور اگر عورت نکاح کرے حالانکہ وہ خود بیمار ہو نہ کہ شوہر! اور اس کے بعد وہ مرجائے یا شوہر کا انتقال ہوجائے تو دونوں ایک دوسرے کی میراث پائیں گے دخول میں قبل اور دُبر کا کوئی فرق نہیں۔ اسی طرح ظاہراً معتبر یہ ہے کہ اس کی موت اس بیماری سے صحتیاب ہونے سے پہلے واقع ہو نہ یہ کہ اسی بیماری کی وجہ سے موت ہو! لہٰذا اگر اسی بیماری میں کسی اور علت کی بناء پر مرجائے تب بھی وہ ایک دوسرے کی میراث نہیں پائیں گے۔ اور ظاہراً بیماری کے طویل یا مختصر ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ اگر بیماری ایسے دوروں کی مانند ہو کہ جن میں ہونے والے وقفے کو بھی اصلی صحتیابی نہ کہا جائے تو اگر وہ اسی بیماری میں مرجائے تو ظاہراً ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ لیکن احتیاط یہ ہے کہ مصالحت کرلیں۔

مسئلہ ۴: اگر متعدد بیویاں ہوں تو فرزند ہونے کی صورت میں آٹھواں حصہ اور فرزند نہ ہونے کی صورت میں مال کا چوتھا حصہ ان کے درمیان برابر تقسیم کیا جائے گا۔ پس ترکے میں سے ان کا چوتھا یا آٹھواں حصہ ہے۔ شوہر کا فرزند اس کی زوجہ کو نصیبِ اعلیٰ سے روک دے گا چاہے اس زوجہ سے ہو یا دوسری سے یا چاہے دائمی بیوی سے ہو یا متعہ والی سے، بلاواسطہ ہو یا باواسطہ ہو۔ اور بیماری کی حالت میں جس بیوی کو طلاق دی جائے وہ چوتھے یا آٹھویں حصے میں گذشتہ شرائط کے ہوتے ہوئے شریک ہوگی۔

مسئلہ ۵: شوہر اپنی بیوی کے تمام منقولہ اور غیر منقولہ ترکے میں سے میراث پائے گا۔ لیکن بیوی شوہر کے منقولہ ترکے میں سے میراث پائے گی چاہے وہ عین خارجی یا قیمت ہو۔ لیکن اس کی زمینوں میں سے میراث نہیں پائے گی نہ خود زمین اور نہ اس کی قیمت کی شکل میں! چاہے زمین میں زراعت، درخت اور عمارتیں ہوں یا نہ ہوں۔

لیکن عمارتوں کے مسالے جیسے شہتیر، تختے اور اینٹ پتھر اور اسی طرح درخت اور نخلِ خرما کی قیمت میں سے میراث پائے گی۔ چاہے عمارت جس قسم کی بھی ہو جیسے چکی، حمام، دُکان، طویلہ وغیرہ۔ اور درخت چاہے چھوٹے ہوں یا بڑے اور وہ خشک درخت جو کاٹے جانے والے ہوں مگر نہ کاٹے گئے ہوں۔ اور خشک شاخیں! اور درخت خرما کی خشک شاخیں اگر درخت کے ساتھ متصل ہوں تو ان کا بھی یہی حکم ہے!

مسئلہ ۶: وہ چیزیں جن کی قیمت میں سے بیوی میراث پاتی ہے ان سے مراد وہ چیزیں ہیں جو موت کے وقت موجود ہوں۔ پس اگر مرنے کے بعد سے تقسیم کے وقت تک ان میں کچھ فائدہ اور کسی چیز کا اضافہ ہوا ہو تو اس فائدے اور اضافے سے میراث نہیں پائے گی۔

مسئلہ ۷: موت کے دن کی قیمت معیار نہیں بلکہ تقسیم میراث کے دن کی قیمت معیار ہے۔ پس اگر موت کے دن کی قیمت سے قیمت بڑھ جائے تو اس میں سے میراث پائے گی اور اگر کم ہوجائے تو اسکے حصے میں بھی کمی ہوگی البتہ قیمتیں الگ ہونے کی صورت میں احتیاط مصالحت میں ہے۔

مسئلہ ۸: قیمت معین کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آلاتِ عمارت اور درختوں اور نخلِ خرما کی ایسی حالت میں

مسألة ٨ ـ طريق التقويم أن تقوّم الآلات و الشجر و النخل باقية في الأرض مجاناً إلى أن تفنى و تعطى حصتها من ذلك، فلو زادت قيمتها مثبتة إلى أن تفنى عنها غير مثبتة فلها الزيادة.

مسألة ٩ ـ المدار كون الآلات مثبتة حين الموت، فلو خربت البناء و قطعت الأشجار قبل الموت و بقيت بتلك الحالة إلى حين الموت ترث من أعيانها كسائر المنقولات، و من المنقول الثمر على الشجر و الزرع و البذر المزروع، و كذا القدر المثبت في الدكان ليطبخ فيه، فان الظاهر أنه من المنقول، كما أن الظاهر أن الدولاب و العريش الذي يكون عليه أغصان الكرم من غير المنقول.

مسألة ١٠ ـ الأقوى أن الزوجة تستحق القيمة، و يجوز لها أن لا تقبل نفس الأعيان، كما ليس لها مطالبة الأعيان.

مسألة ١١ ـ لا يجوز للزوجة التصرف في الأعيان التي تستحق قيمتها بلا رضا سائر الورثة، و الأحوط لسائر الورثة عدم التصرف فيها قبل أداء قيمتها بغير إذنها.

مسألة ١٢ ـ لو زوّج الصغيرة أبوها أو جدها لأبيها بالكفو بمهر المثل أو الأكثر يرثها الزوج و ترثه، و كذا لو زوّج الصغيرين أبوهما أو جدهما لأبيهما، بل لو كان التزويج بالكفو بدون مهر المثل مع عدم المفسدة فضلا عما كان فيه الصلاح، و كذا لو زوّج الحاكم في مورد جاز له التزويج وقد مر بعض ما يناسب المقام في النكاح.

مسألة ١٣ ـ الارث بسبب الولاء غير مبتلى به إلا بسبب الامامة فمن مات و ليس له وارث من الطبقات المتقدمة و لا بولاء العتق و ضمان الجريرة و لم يكن له زوج يرثه الامام عليه السلام، ولو كان الوارث الزوجة فقط فالبقية بعد الربع له عليه السلام، و أمره في عصر غيبة ولي الأمر عجل الله تعالى فرجه كسائر ما للامام عليه السلام بيد الفقيه الجامع للشرائط.

قیمت لگائی جائے کہ جب وہ زمین فنا ہونے تک باقی ہوں۔ اور اس قیمت میں سے عورت کو اسکا حصہ دیا جائے پس اگر باقی رہنے والی حالت کی قیمت اس قیمت سے زیادہ ہو جائے کہ جو باقی نہ رہنے والی حالت میں ہو تو وہ زیادتی زوجہ کے حصے میں جائے گی۔

مسئلہ ۹: معیار یہ ہے کہ عمارت کے مسالے میت کی موت کے وقت پابرجا ہوں۔ چنانچہ اگر موت سے پہلے عمارت مسمار ہو جائے، درخت کاٹ دیئے جائیں اور مرنے تک اس حالت پر رہیں تو تمام منقولات کی مانند ان چیزوں میں سے بھی میراث پائے گی۔ اور درختوں پر پھل، کھیتی، بیج اور بوئے گئے بیج منقولات میں سے ہیں اور اسی طرح دکان کھانا پکانے کے لئے نصب شدہ دیگ ایک ظاہراً وہ بھی منقولات میں سے ہے۔ جیسا کہ دولاب (وہ چرخ جس کے ذریعہ بیلوں کی مدد سے کنویں سے پانی نکالا جاتا ہے) اور انگور کے درخت کو سہارا دینے والا لمبا ڈنڈا ظاہراً غیر منقول میں سے ہیں۔

مسئلہ ۱۰: اقویٰ یہ ہے کہ زوجہ قیمت کی حقدار ہے۔ اور اس کے لئے ان چیزوں کو قبول نہ کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ وہ ان چیزوں کے مطالبے کا حق بھی نہیں رکھتی۔

مسئلہ ۱۱: زوجہ جن چیزوں کی قیمت کی حقدار ہے اس کے لئے تمام وارثوں کی مرضی کے بغیر ان میں تصرف جائز نہیں۔ اور تمام وارثوں کے لئے احتیاط یہ ہے کہ ان کی قیمت ادا کرنے سے پہلے بغیر زوجہ کی اجازت کے ان میں تصرف نہ کریں۔

مسئلہ ۱۲: اگر نابالغ لڑکی کی اس کا باپ یا دادا اس کے کفو کے ساتھ مہر المثل یا اس سے زیادہ کے بدلے میں شادی کر دے تو شوہر اس سے میراث پائے گا۔ اور وہ شوہر سے! اور اسی طرح اگر نابالغ لڑکے اور لڑکی کی ان کے باپ یا دادا شادی کر دیں۔ بلکہ اگر شادی کفو کے ساتھ مہر المثل کے بغیر بھی ہو اور اس میں مفسدہ نہ ہو چہ جائیکہ اس میں مصلحت ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر حاکم شرع کو جس مورد میں شادی کر دینے کا اختیار ہو اس میں کسی کی شادی کر دے۔ اس کے بعض مناسب موارد کو کتاب نکاح میں بیان کیا جا چکا ہے۔

مسئلہ ۱۳: "سبب ولاء" کے ذریعہ وارث بننے کا اس دور میں کوئی وجود نہیں ہے مگر "امامت" کی وجہ سے وراثت ہے! چنانچہ کسی مرنے والے کا اگر پہلے طبقات میں سے کوئی وارث نہ ہو اور نہ ولائے عتق اور ضمان جریرۃ ہونے کی بناء پر ہو اور اس کا زوج بھی نہ ہو تو امامؑ اسکے وارث ہونگے۔ اور اگر وارث صرف بیوی ہو تو چوتھے حصے کے بعد جو باقی بچے وہ امام علیہ السلام کا ہے۔ اور ولی امر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی غیبت کے زمانے میں دوسرے امور کی مانند اس کا اختیار بھی فقیہ جامع الشرائط کو حاصل ہے۔

وأما اللواحق ففيها فصول:

الأوّل

في ميراث الخنثى

مسألة ١ ـ لو كان بعض الوراث خنثى بأن كان له فرج الرجال و النساء فان أمكن تعيين كونه رجلاً أو امرأة باحدى المرجحات المنصوصة أو غير المنصوصة فهو غير مشكل، و يعمل على طبقها، وإلا فهو مشكل.

مسألة ٢ ـ المرجحات المنصوصة أمور: الأول ـ أن يبول من أحد الفرجين دائماً أو غالباً بحيث يكون البول من غيره نادراً كالمعدوم، و إلا فحل إشكال، فيرث على الفرج الذي يبول منه، فان بال من فرج الرجال يرث ميراث الذكر، و إن بال من فرج النساء يرث ميراث الأنثى. الثاني ـ سبق البول من أحد الفرجين دائماً أو غالباً بنحو عدّ ما عداه كالمعدوم لو بال منهما، فان سبق مما للرجال يرث ميراث الذكر، و إن سبق مما للنساء يرث ميراث الأنثى. الثالث ـ قيل تأخر الانقطاع من أحد الفرجين دائماً أو غالباً مع فقد الأمارة الثانية، و فيه إشكال لا يترك الاحتياط بالتصالح مع فقد سائر الأمارات. الرابع ـ عدّ الأضلاع، فان كان أضلاع جنبه الأيمن أكثر من الأيسر فهو من الرجال و يرث إرث الذكر، و إن كانتا متساويتين يرث إرث الأنثى.

مسألة ٣ ـ لو فقدت العلائم المنصوصة فان كانت فيه علائم خاصة بالنساء كرؤية الدم حسب ما ترى النساء أو خاصة بالرجال كانبات اللحية مثلاً فان حصل منها الاطمئنان يحكم بحسبه، و إلا فهو من المشكل.

مسألة ٤ ـ الخنثى المشكل أي الذي لا تكون فيه المرجحات المنصوصة و لا

ملحقاتِ میراث

اس میں چند فصلیں ہیں

پہلی فصل :- خنثیٰ کی میراث کے سلسلے میں ہے!

مسئلہ ۱: اگر وارثوں میں سے کوئی خنثیٰ ہو۔ یعنی عورت مرد دونوں جیسی شرمگاہیں رکھتا ہو۔ چنانچہ اگر کسی منصوص یا غیر منصوص مرجح کے ذریعہ یہ تعیین کرنا ممکن ہو کہ وہ مرد ہے یا عورت تو ایسے خنثیٰ کو غیر مشکل کہتے ہیں۔ چنانچہ اسی تعیین کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ لیکن اگر تعیین ممکن نہ ہو تو وہ خنثیٰ مشکل ہے!

مسئلہ ۲: مرجّحات منصوصہ چند امور ہیں:- اوّل۔ یہ کہ وہ ایک شرمگاہ سے ہمیشہ یا اکثر پیشاب کرتا ہو اور دوسری سے شاذ و نادر گویا نہ ہونے کے برابر کرتا ہو۔ وگرنہ محلِ اشکال ہے! چنانچہ جس شرمگاہ سے پیشاب کرتا ہو اسی کے مطابق میراث پائے گا۔ اگر مردوں کی شرمگاہ سے پیشاب کرتا ہو تو اس کو مرد کا حصّہ ملے گا اور عورتوں کی شرمگاہ سے پیشاب کرتا ہو تو عورت کا حصّہ!

دوم:- دونوں میں سے ایک شرمگاہ سے ہمیشہ یا اکثر اوقات پہلے پیشاب آتا ہو کہ اس کے مقابلے میں اگر دوسری سے بھی پیشاب کرے تو وہ کالعدم ہو! پس اگر مردوں والی شرمگاہ سے پہلے پیشاب آتا ہو تو مرد کا حصّہ اور عورتوں والی سے پہلے آتا ہو تو عورت کا حصّہ پائے گا۔

سوم:- کہا جاتا ہے کہ اگر دوسری علامت نہ ہو تو اس وقت یہ دیکھا جائیگا کہ دونوں میں سے کس شرمگاہ سے پیشاب بعد میں رکتا ہے۔ لیکن اس میں اشکال ہے چنانچہ جب کوئی بھی علامت نہ ہو تو مصالحت کے ذریعہ احتیاط ترک نہ کی جائے!

چہارم:- پسلیاں شمار کی جائیں۔ چنانچہ اگر اسکی داہنی طرف کی پسلیاں بائیں پسلیوں سے زیادہ ہوں تو اسکا شمار مردوں میں ہوگا اور مرد کا حصّہ پائیگا۔ لیکن اگر برابر ہوں تو میراث میں سے عورت کا حصّہ پائیگا۔

مسئلہ ۳: منصوصہ علامتیں نہ ہونے کی صورت میں اگر اس میں عورتوں کی خاص علامتیں پائی جائیں ہوں جیسے عورتوں کی طرح خون دیکھنا، یا مردوں کی علامتیں ہوں جیسے مثلاً داڑھی آگنا۔ تو اگر ان سے اطمینان ہو جائے تو اسکے مطابق حکم لگایا جائیگا لیکن اگر اطمینان نہ ہو تو وہ خنثائے مشکل ہوگا۔

مسئلہ ۴: خنثائے مشکل: یعنی ایسا شخص کہ جس میں منصوصہ علامتیں نہ ہوں اور نہ موجب اطمینان نشانیاں

العلائم الموجبة للاطمئنان يرث نصف نصيب الرجال و نصف نصيب النساء.

مسألة ٥ - لو لم يكن لشخص فرج الرجال ولا النساء و خرج بوله من محل آخر كدبره فالأقوى العمل بالقرعة.

مسألة ٦ - لو كان لشخص رأسان على صدر واحد أو بدنان على حقو واحد فطريق الاستعلام أن يوقظ أحدهما فان انتبه دون الآخر فهما إثنان يورثان ميراث الاثنين، و إن انتبها يورث إرث الواحد، ثم إن لهذا الموضوع فروعاً كثيرة جداً سيالة في أبواب الفقه مذكور بعضها في المفصلات.

الفصل الثاني

في ميراث الغرقى والمهدوم عليهم

مسألة ١ - لو مات إثنان بينهما توارث في آن واحد بحيث يعلم تقارن موتهما فلا يكون بينهما توارث، سواء ماتا أو مات أحدهما حتف أنف أو بسبب، كان السبب واحداً أو لكل سبب، فيرث من كل منهما الحي من وراثه حال موته، و كذا الحال في موت الأكثر من إثنين.

مسألة ٢ - لو مات إثنان حتف أنف أو بسبب و شك في التقارن و عدمه أو علم عدم التقارن و شك في المتقدم و المتأخر فان علم تاريخ أحدهما المعين يرث الآخر أي مجهول التاريخ منه دون العكس، و كذا في أكثر من واحد، ولا فرق في الأسباب كما تقدم.

مسألة ٣ - لو مات إثنان وشك في التقارن و التقدم والتأخر و لم يعلم التاريخ فان كان سبب موتهما الغرق أو الهدم فلا إشكال في إرث كل منهما من الآخر، و إن كان السبب غيرهما أي سبب كان أو كان الموت حتف أنف أو اختلفا في الأسباب فهل يحكم بالقرعة أو التصالح أو كان حكمه حكم الغرقى و المهدوم عليهم؟ وجوه، أقواها الأخير و إن كان الاحتياط بالتصالح مطلوباً سيما فيما كان

تو مردوں اور عورتوں، دونوں کے حصّے کے آدھے آدھے حصّے کا وارث ہوگا۔

مسئلہ ۵: اگر کسی شخص میں نہ مردوں کی شرمگاہ ہو اور نہ عورتوں کی اور اس کا پیشاب کسی اور جگہ سے نکلتا ہو مثلاً پاخانے کے مقام سے، تو اقوی یہ ہے کہ قرعہ اندازی پر عمل کیا جائے۔

مسئلہ ۶: اگر کسی شخص کے ایک ہی سینے پر دو سر یا ایک ہی دھڑ پر دو بدن ہوں تو اس کی پوزیشن معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک کو بیدار کیا جائے چنانچہ اگر وہ بیدار ہو اور دوسرا نہ ہو تو وہ دو نفر ہیں اور دو کا حصّہ پائیں گے۔ لیکن اگر دونوں بیدار ہو جائیں تو ایک نفر کا حصّہ پائیں گے۔ البتہ اس موضوع کی فرعیں کثیر ہیں جو ابواب فقہ میں پھیلی ہوئی ہیں جن میں سے بعض مفصل کتابوں میں مذکور ہیں۔

دوسری فصل

ڈوبنے اور دب کر مرنے والوں کی میراث

مسئلہ ۱: اگر ایک دوسرے کے وارث بننے والے دو اشخاص آن واحد میں مر جائیں اور ان کی موت ایک ساتھ واقع ہونے کا علم ہو جائے تو وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ چاہے وہ دونوں طبیعی موت مرے ہوں یا ان میں ایک طبیعی موت اور دوسرا کسی سبب سے مرا ہو۔ دونوں کی موت کا سبب ایک ہی ہو یا الگ الگ سبب ہوں۔ چنانچہ ان میں سے ہر ایک کا وارث وہ ہوگا جو ان کی موت کے وقت ان کے وارثوں میں سے زندہ ہو۔ اور دو سے زیادہ افراد کی اسی طرح موت واقع ہونے کا بھی یہی حکم ہے!

مسئلہ ۲: اگر دو شخص طبیعی موت یا کسی سبب سے مر جائیں اور موت کے ایک ساتھ ہونے یا نہ ہونے میں شک ہو۔ یا ایک ساتھ نہ ہونے کا یقین ہو لیکن تقدم و تاخر میں شک ہو تو اگر ان میں سے کسی ایک کی موت کی تاریخ معلوم ہو تو جس کی تاریخ مجہول ہو وہ اس کا وارث ہو نہ کہ برعکس! اور ایک سے زیادہ کا بھی یہی حکم ہے۔ اور جیسا کہ بیان ہو چکا ہے موت کے اسباب میں کوئی فرق نہیں!

مسئلہ ۳: دو شخص ایک ساتھ مر جائیں اور ان کی موت کے ایک ساتھ ہونے اور متقدم و متاخر ہونے میں شک ہو اور موت کی تاریخ بھی معلوم نہ ہو تو اگر ان کی موت کا سبب غرق ہونا یا دب کر مرا ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ لیکن اگر موت کا سبب ان دو کے علاوہ ہو۔ چاہے کوئی بھی سبب ہو یا طبیعی موت ہو یا اسباب مختلف ہوں۔ تو آیا قرعہ ڈالا جائے گا یا مصالحت کا حکم دیا جائے گا یا اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو ڈوبنے والے اور دب کر مرنے والے کا ہے؟ اس میں چند وجہیں ہیں۔ سب سے اقوی آخری وجہ ہے۔ اگرچہ مصالحت والی احتیاط مطلوب ہے۔ خاص طور

موتهما أو موت أحدهما حتف أنف، ويجري الحكم في موت الأكثر من إثنين.

مسألة ٤ ـ لو ماتا و علم تقدم أحدهما على الآخر و شك في المتقدم و جهل تاريخهما فالأقوى الرجوع إلى القرعة سواء كان السبب الغرق أو الهدم أو غيرهما أو ماتا أو أحدهما حتف أنف.

مسألة ٥ ـ طريق التوريث من الطرفين أن يفرض حياة كل واحد منهما حين موت الآخر و يرث من تركته حال الموت ثم يرث وارثه الحي ما ورثه، نعم لا يرث واحد منهما مما ورث الآخر منه، فلو مات ابن و أب و لم يعلم التقدم و التأخر و التقارن و كان للأب غير الابن الذي مات معه ابنة و كان ما تركه تسعمأة و كان للابن الميت ابن و ما تركه ستمأة فيفرض أولاً موت الأب و حياة الابن فيرث من أبيه ستمأة ثلثي التركة، و هي حق ابنه أي ابن ابن الميت، والباقي حق أخته، ثم يفرض موت الابن و حياة الأب فيرث منه مأة سدس تركته، و يؤتى ابنته، و الباقي حق ابن ابنه.

مسألة ٦ ـ يشترط في التوريث من الطرفين عدم الحاجب من الارث في كل منهما، ولو كان أحدهما محجوباً يرث منه صاحبه، كما أنه لو لم يكن لأحدهما ما ترك من مال أو حق يرث ممن له ذلك، فلا يشترط في إرثه منه إرث الطرف منه.

الفصل الثالث

في ميراث المجوس وغيرهم من الكفار

مسألة ١ ـ المجوس و غيرهم من فرق الكفار قد ينكحون المحرمات عندنا بمقتضى مذهبهم على ما قيل، و قد ينكحون المحللات عندنا، فلهم نسب و سبب صحيحان و فاسدان.

مسألة ٢ ـ لا يرث مجوسي ولا غيره ممن لا يكون بينه و بينه نسب أو سبب

سے جب ان دونوں یا ان میں سے ایک کی موت طبعی رہی ہو، اور دوؔ سے زیادہ افراد کی موت میں بھی یہی حکم جاری ہوگا۔

مسئلہ ۴: دوؔ شخص مرجائیں اور معلوم ہو کہ ایک پہلے مرا ہے لیکن شک ہو کہ کون پہلے مرا ہے اور دونوں کی موت کی تاریخ بھی نامعلوم ہو تو اقویٰ یہ ہے کہ قرعہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ چاہے موت کا سبب غرق ہونا یا دب کر مرنا یا ان دوؔ کے علاوہ ہو۔ اور چاہے دونوں یا ان میں کوئی ایک طبعی موت سے مرا ہو۔

مسئلہ ۵: دونوں کے وارث بننے کا طریقہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کی موت کے وقت زندہ فرض کیا جائے اور موت کے وقت اسکے ترکے میں سے حصّہ دیا جائے پھر اس کا زندہ وارث اس کے حصّے کا وارث ہوگا۔ البتّہ جو چیز پہلے کو دوسرے سے میراث میں ملی ہو اس میں دوسرا اس کا وارث نہیں ہوگا۔ پس اگر باپ اور بیٹا مرجائیں اور ان کا آگے پیچھے یا ایک ساتھ مرنا معلوم نہ ہو۔ اور باپ کی وارث مرنے والے بیٹے کے علاوہ ایک بیٹی بھی ہو اور اس کا کل ترکہ نو سو ہو اور مرنے والے بیٹے کا وارث ایک بیٹا ہو اور اس کا ترکہ چھ سو ہو۔ تو پہلے باپ کو مُردہ اور بیٹے کو زندہ فرض کیا جائے گا۔ تو ترکے کا دوؔ تہائی یعنی چھ سو بیٹے کو میراث ملے گی۔ اور یہ چھ سو اس کے مردہ بیٹے کے بیٹے کا حق ہے اور باقی اس کی بہن کا ہے۔ پھر بیٹے کو مُردہ اور باپ کو زندہ فرض کیا جائے گا۔ چنانچہ باپ کو بیٹے کے ترکے کا چھٹا حصّہ یعنی ایک سَو ملے گا جو اس کی بیٹی کو دیا جائے گا، اور باقی اس کے پوتے کو ملے گا!

مسئلہ ۶: دوؔ مرنے والوں کے ایک دوسرے سے میراث پانے کی شرط یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا میراث سے کوئی مانع نہ ہو۔ پس اگر ان میں سے ایک محجوب ہو تو دوسرا اس کا وارث ہوگا۔ چنانچہ اگر دونوں میں سے ایک میراث میں سے کوئی حصّہ یا حق نہ رکھتا ہو۔ تو جس کو حق پہنچتا ہے وہ میراث لے گا۔ اس لئے کہ ایک کے دوسرے کا وارث بننے میں شرط نہیں کہ دوسرا بھی اس کا وارث ہوتا ہو۔

تیسری فصل

مجوسیوں اور انکے علاوہ دوسرے کفار کی میراث

مسئلہ ۱: مجوسی اور کفار کے دوسرے فرقوں سے تعلق رکھنے والے کبھی اپنے مذہب کے مطابق جیسا کہ بیان ہوچکا ہے ایسی عورتوں سے شادی کرتے ہیں جن کا شمار ہمارے نزدیک (ان کی) محرموں میں ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسی عورتوں سے شادی کرتے ہیں جو ہمارے نزدیک بھی (ان کے لئے) حلال ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان کا نسب وسبب صحیح بھی ہوتا ہے اور فاسد بھی!

مسئلہ ۲: مجوسی اور کوئی دوسرا کافر کسی ایسے کافر کا وارث نہیں ہوگا جس کا اس سے ان کے مذہب کے مطابق صحیح نسبی یا سببی رشتہ نہ ہو۔

صحيح في مذهبه.

مسألة ٣ ـ لو كان نسب أو سبب صحيح في مذهبهم و باطل عندنا كما لو نكح أحدهم بأمه أو بنته و أولدها فهل لا يكون بين الولد و بينهما و كذا بين الزوج و الزوجة توارث مطلقا، و انما التوارث بالنسب و السبب الصحيحين عندنا، أو يكون التوارث بالنسب ولو كان فاسداً و بالسبب الصحيح دون الفاسد، أو يكون بالأمرين صحيحهما و فاسدهما؟ وجوه و أقوال أقواها الأخير.

مسألة ٤ ـ لو اجتمع موجبان للارث أو أكثر لأحدهم يرث بالجميع مثل أم هي زوجته، فلها نصيب الزوجة من الربع أو الثمن و نصيب الأمومة، ولو ماتت فله نصيب الزوج والابن.

مسألة ٥ ـ لو اجتمع سببان وكان أحدهما مانعاً من الآخر ورث من جهة المانع فقط مثل بنت هي أخت من أم، فلها نصيب البنت لا الأخت، و بنت هي بنت بنت، فلها نصيب البنت فقط.

مسألة ٦ ـ لو كان لامرأة زوجان أو أكثر وصح في مذهبهم فماتت فالظاهر أن إرث الزوج أي النصف أو الربع يقسم بينهم بالسوية كارث الزوجات منه، ولو مات أحد الزوجين فلها منه نصيبها من الربع أو الثمن، ولو ماتا فلها من كل منهما نصيبها من الربع أو الثمن.

مسألة ٧ ـ لو تزوجوا بالسبب الفاسد عندهم و الصحيح عندنا فلا يبعد جريان حكم الصحيح عليه، و لكن ألزموا فيما عليهم بما ألزموا به أنفسهم.

مسألة ٨ ـ المسلم لا يرث بالسبب الفاسد، فلو تزوج أحد محارمه لم يتوارثا بهذا التزويج و إن فرض كونه عن شبهة، فلو تزوج أمه من الرضاع أو من الزنا فلا يتوارثان به.

مسألة ٩ ـ المسلم يرث بالنسب الصحيح وكذا الفاسد لو كان عن شبهة، فلو اعتقد أن أمه أجنبية فتزوجها و أولد منها يرث الولد منها و هما منه، فيأتي في المسلم مع الشبهة الفروع التي تتصور في المجوس. ولا فرق في الشبهة بين الموضوعية

مسئلہ ۳ : اگر ان کے مذہب کے مطابق نسب یا سبب صحیح ہو لیکن ہمارے نزدیک باطل ہو۔ مثلاً ان کا کوئی شخص اپنی ماں یا بیٹی سے نکاح کرے اور بچہ پیدا کرے تو آیا فرزند اور ان دونوں کے درمیان اور اسی طرح شوہر اور بیوی کے درمیان میراث کا سلسلہ مطلقاً قائم نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ ہمارے نزدیک میراث کا رشتہ صرف صحیح نسب اور سبب سے قائم ہوتا ہے۔ یا نسب سے ہو جائے گا چاہے فاسد ہو اور سبب اگر صحیح ہو تو ہوگا۔ فاسد ہو تو نہیں ہوگا۔ یا نسب صحیح اور سبب صحیح اور نسب فاسد اور سبب فاسد سے ہوگا؟ اس میں چند وجوہ اور اقوال ہیں۔ سب سے قوی آخری قول یا وجہ ہے۔

مسئلہ ۴ : اگر دو یا دو سے زیادہ موجباتِ ارث جمع ہو جائیں تو سب کے نتیجے میں وارث ہوگا۔ مثلاً کسی مجوسی یا کافر، کی ماں اس کی بیوی بھی ہو تو اس کو بیوی ہونے کے اعتبار سے چوتھا یا آٹھواں اور ماں ہونے کے اعتبار سے بھی حصہ ملے گا۔ اور اگر وہ مر جائے تو مرد کو شوہر اور بیٹے دونوں کا حصہ ملے گا۔

مسئلہ ۵ : اگر ارث کے دو سبب اکٹھا ہوں اور ان میں سے ایک دوسرے کا مانع ہو تو صرف مانع کی حیثیت سے میراث پائے گا جیسے بیٹی اگر مادری بہن ہو تو اسے کو بیٹی کا حصہ ملے گا۔ بہن کا نہیں اور اسی طرح بیٹی اگر بیٹی کی بیٹی ہو۔ تو اس کو صرف بیٹی کا حصہ ملے گا۔

مسئلہ ۶ : اگر کسی عورت کے دو یا اس سے زیادہ شوہر ہوں اور ان کے مذہب میں ایسا صحیح ہو۔ اگر وہ مر جائے تو ظاہراً شوہر کا حصہ یعنی آدھا یا چوتھائی سب شوہروں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا بالکل اسی طرح کہ اگر کئی بیویاں شوہر کی میراث میں حصے دار ہوتیں تو ان کے درمیان ہوتا! لیکن اگر ایک شوہر مر جائے تو بیوی کو اس کی میراث میں سے اس کا اپنا حصہ (چوتھا یا آٹھواں حصہ) ملے گا اور اگر دونوں مر جائیں تو ہر ایک کی میراث میں سے اس کو اس کا اپنا یعنی چوتھا یا آٹھواں حصہ ملے گا۔

مسئلہ ۷ : اگر کفار ایسا سببی رشتہ قائم کریں جو ان کے نزدیک فاسد لیکن ہمارے نزدیک صحیح ہو تو اس پر صحیح کا حکم جاری کرنا بعید نہیں ہے۔ لیکن جو انھوں نے اپنے اوپر لازم کیا ہے اس کا پابند انھیں صرف اس وقت کیا جائے گا کہ جب ان کے نقصان میں ہو۔

مسئلہ ۸ : مسلمان کسی فاسد سببی رشتے سے وارث نہیں بن سکتا۔ چنانچہ اگر (معاذ اللہ) کسی محرم (عورت) سے شادی کرے تو اس شادی کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث نہیں بنیں گے۔ خواہ اس (شادی) کا شبہ میں ہونا فرض کر لیا جائے۔ اگر اپنی رضاعی یا زنا کے نتیجے میں بننے والی ماں سے شادی کرے تو اس کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

مسئلہ ۹ : مسلمان نسب صحیح اور اسی طرح نسب فاسد سے اگر وہ شبے کی بنا پر ہو تو وارث بنتا ہے۔ چنانچہ اگر اپنی ماں کو اجنبی خیال کرتے ہوئے (معاذ اللہ) اس سے شادی کرے اور اس سے بچہ پیدا کرے تو بچہ ماں کا وارث ہوگا اور وہ دونوں بچے کے وارث ہوں گے۔ اور شبے کی صورت میں مسلمان کے سلسلے میں کچھ ایسی فروع بیان ہوں گی کہ جن کا تصور مجوسیوں میں بھی ہوتا ہے اب شبے میں فرق نہیں کہ چاہے موضوع میں ہو یا حکم میں!

والحكمية.

مسألة ١٠ ـ لو اختلف اجتهاد فقيهين في صحة تزويج وفساده كتزويج أم المزني بها أو المختلقة من ماء الزاني فتزوج القائل بالصحة أو مقلده ليس للقائل بالفساد ترتيب آثار الصحة عليه، فلا توارث بينهما عند المبطل.

مسئلہ ۱۰: اگر دو فقیہوں کا فتویٰ شادی کے صحیح اور فاسد ہونے کے بارے میں مختلف ہو۔ جیسے زانی کا اس شخص کی ماں سے شادی کرنا کہ جس کے ساتھ اس نے زنا کیا ہو یا زانی کا ایسی عورت سے شادی کرنا جو زنا کے نطفے سے پیدا ہوئی ہو! چنانچہ جو شخص اس (شادی) کے صحیح ہونے کا قائل ہے وہ یا اس کا مقلد اس سے شادی کرے۔ تو جو شخص اس کے فاسد ہونے کا قائل ہو وہ اس کو صحیح قرار نہیں دے سکتا۔ پس باطل قرار دینے والے کے نزدیک وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے!

كتاب القضاء

و هو الحكم بين الناس لرفع التنازع بينهم بالشرائط الآتية، و منصب القضاء من المناصب الجليلة الثابتة من قبل الله تعالى للنبي صلى الله عليه و آله و من قبله للأئمة المعصومين عليهم السلام، و من قبلهم للفقيه الجامع للشرائط الآتية. ولا يخفى أن خطره عظيم، وقد ورد «أن القاضي على شفير جهنم» و عن أميرالمؤمنين عليه السلام أنه قال: «يا شريح قد جلست مجلساً لا يجلسه إلا نبي أو وصي نبي أو شقي» و عن أبي عبدالله عليه السلام «اتقوا الحكومة فان الحكومة إنما هي للامام العالم بالقضاء العادل في المسلمين لنبي أو وصي نبي» و في رواية «من حكم في درهمين بغير ما أنزل الله عزوجل فقد كفر» و في أخرى «لسان القاضي بين جمرتين من نار حتى يقضي بين الناس فاما في الجنة وإما في النار» و عن أبي عبدالله عليه السلام قال: «القضاة أربعة: ثلاثة في النار و واحد في الجنة، رجل قضى بجور و هو يعلم فهو في النار، و رجل قضى بجور و هو لا يعلم فهو في النار، و رجل قضى بالحق و هو لا يعلم فهو في النار، و رجل قضى بالحق و هو يعلم فهو في الجنة» ولو كان موقوفاً على الفتوى يلحقه خطر الفتوى أيضاً، ففي الصحيح قال أبو جعفر عليه السلام: «من أفتى الناس بغير علم ولا هدى من الله لعنه ملائكة الرحمة و ملائكة العذاب، و لحقه وزر من

کتابِ قضا

قضا سے مراد لوگوں کے تنازعے ختم کرنے کے لئے ان کے درمیان فیصلہ کرنا ہے جسکی شرطیں آئندہ ذکر ہونگی۔ یہ منصب ان عظیم مناصب میں سے ہے جسے خدا نے اپنے نبیؐ اور نبیؐ نے ائمہ معصومین علیہم السلام اور انھوں نے آئندہ بیان ہونے والی شرطیں رکھنے والے فقیہ کو عطا کیا ہے۔ چنانچہ مخفی نہ رہے کہ یہ بڑا خطرناک کام ہے۔ اسی لئے حدیث میں ہے کہ "قاضی دوزخ کے دہانے پر ہے۔" اور امیر المومنین علیہ السلام سے نقل ہے کہ حضرت نے فرمایا "اے شریح! تم ایسے مقام پر بیٹھے ہو جہاں نبی اس کے وصی یا پھر کسی بدبخت کے علاوہ کوئی نہیں بیٹھ سکتا۔" اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے "حکومت کرنے سے بچو! اس لئے کہ مسلمانوں پر حکومت کرنا اس امام عادل کا حق ہے جو حکومت کے اطوار سے واقف ہو۔ اور جو کسی نبی یا وصی نبی جیسا ہو۔" اور ایک روایت میں ہے "جو شخص خدا کے نازل کردہ فیصلے کے علاوہ چاہے دو ہی درہموں کے بارے میں سہی کوئی اور حکم دے تو وہ کافر ہے۔" ایک اور روایت میں ہے "قاضی جب فیصلہ کر رہا ہو تو اس کی زبان آگ کے دو شعلوں کے درمیان رہتی ہے اور اس کے بعد یا جنت میں ہوگا یا دوزخ میں!" اور امام جعفر صادقؑ سے نقل ہے "قاضیوں کی چار قسمیں ہیں۔ جن میں تین قسمیں دوزخ میں جائیں گی اور ایک بہشت میں۔ ایک وہ جو جان بوجھ کر ظالمانہ فیصلہ کرے وہ جہنم میں جائے گا۔ دوسرا وہ جو نادانی میں ظالمانہ قضاوت کرے وہ بھی جہنم میں ہوگا۔ تیسرا وہ جو منصفانہ قضاوت کرے لیکن نہ جانتا ہو اس کا ٹھکانہ بھی جہنم ہے۔ اور جو تھا وہ جو حق پر فیصلہ دے اور جانتا بھی ہو وہ جنت میں جائے گا۔" اور قضاوت فتوے پر موقوف ہو تو فتوے کا خطرہ بھی اس کے ساتھ شامل ہوگا۔ چنانچہ حدیث صحیح میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں "جو شخص علم اور ہدایتِ الٰہی کے بغیر لوگوں کو فتوے دے ملائکۂ رحمت اور ملائکۂ عذاب اس پر لعنت کرتے ہیں اور اس کے فتووں پر عمل کرنے والوں کا بوجھ بھی اسی پر لادا جاتا ہے۔"

عمل بفتياه».

مسألة ١ ـ يحرم القضاء بين الناس ولو في الأشياء الحقيرة إذا لم يكن من أهله، فلو لم ير نفسه مجتهداً عادلاً جامعاً لشرائط الفتيا و الحكم حرم عليه تصديه و إن اعتقد الناس أهليته، و يجب كفاية على أهله، و قد يتعين إذا لم يكن في البلد أو ما يقرب منه مما لا يتعسر الرفع إليه من به الكفاية.

مسألة ٢ ـ لا يتعين القضاء على الفقيه إذا كان من به الكفاية ولو اختاره المترافعان أو الناس.

مسألة ٣ ـ يستحب تصدي القضاء لمن يثق بنفسه القيام بوظائفه، و الأولى تركه مع وجود من به الكفاية، لما فيه من الخطر و التهمة.

مسألة ٤ ـ يحرم الترافع إلى قضاة الجور: أي من لم يجتمع فيهم شرائط القضاء، فلو ترافع إليهم كان عاصياً، و ما أخذ بحكمهم حرام إذا كان ديناً، وفي العين إشكال إلا اذا توقف استيفاء حقه على الترافع إليهم، فلا يبعد جوازه سيما إذا كان في تركه حرج عليه، و كذا لو توقف ذلك على الحلف كاذباً جاز.

مسألة ٥ ـ يجوز لمن لم يتعين عليه القضاء الارتزاق من بيت المال ولو كان غنياً، و إن كان الأولى الترك مع الغنى، و يجوز مع تعينه عليه إذا كان محتاجاً، و مع كونه غنياً لا يخلو من إشكال و إن كان الأقوى جوازه. و أما أخذ الجعل من المتخاصمين أو أحدهما فالأحوط الترك حتى مع عدم التعين عليه، ولو كان محتاجاً يأخذ الجعل أو الأجر على بعض المقدمات.

مسألة ٦ ـ أخذ الرشوة و إعطاؤها حرام إن توصل بها إلى الحكم له بالباطل، نعم لو توقف التوصل إلى حقه عليها جاز للدافع و إن حرم على الآخذ، و هل يجوز الدفع إذا كان محقاً و لم يتوقف التوصل إليه عليها؟ قيل: نعم، و الأحوط الترك، بل لا يخلو من قوة، ويجب على المرتشي إعادتها إلى صاحبها من غير فرق في جميع ذلك بين أن يكون الرشاء بعنوانه أو بعنوان الهبة أو الهدية أو البيع المحاباتي و نحو ذلك.

مسئلہ ۱: اگر انسان قضاوت کے اہل نہ ہو تو اس پر لوگوں کے درمیان فیصلے کرنا چاہے حقیر چیزوں میں ہی سہی حرام ہے۔ چنانچہ اگر انسان اپنے کو مجتہد عادل اور فتوے اور حکم (فیصلے) کی شرائط کا جامع نہ سمجھتا ہو تو اس پر ایسا کام کرنا حرام ہے۔ خواہ لوگ اس کے اہل ہونے کے قائل ہوں (لیکن جو شخص اس کا اہل ہو اس پر واجب کفائی ہے۔ لیکن اگر اس شہر یا اس کے نزدیک شہر میں کہ جہاں رجوع کرنا مشکل نہ ہو کوئی شخص موجود نہ ہو جو واجب کفائی کو انجام دے تو (قضاوت) واجب عینی ہو جاتی ہے۔

مسئلہ ۲: اگر واجب کفائی انجام دینے والا موجود ہو اور فریقین یا لوگ اسے چن لیں تو قضاوت قبول کرنا واجب عینی نہیں!

مسئلہ ۳: جسے اپنے آپ پر قضاوت کی ذمہ داریاں نبھانے کے سلسلے میں اعتماد ہو اس کے لئے قاضی بننا مستحب ہے۔ لیکن اگر کوئی دوسرا واجب کفائی انجام دینے والا موجود ہو تو بہتر ہے کہ ایسا کرنا ترک کر دے اس لئے کہ اس میں خطرہ اور تہمت کا ڈر ہے۔

مسئلہ ۴: فیصلے کے لئے ظالم حاکموں کی طرف رجوع کرنا حرام ہے۔ یعنی ایسے حکام جن میں قضاوت کی شرائط نہ ہوں۔ چنانچہ اگر ان کی طرف رجوع کرے تو گنہگار ہوگا۔ اور جو کچھ ان کے فیصلے سے لیا جائے اگر وہ قرض ہو تو حرام ہے۔ اور اگر عین خارجی ہو تو اگر اس سے اپنا حق وصول کرنا ظالم حاکم کی طرف رجوع کرنے پر موقوف ہو تو اس میں اشکال ہے۔ چنانچہ اس کا جائز ہونا بعید نہیں۔ خصوصاً جب ایسا نہ کرنے سے اس کا نقصان ہوتا ہو۔ اور اسی طرح اگرچہ جھوٹے حلف پر موقوف ہو تو بھی جائز ہے!

مسئلہ ۵: جس شخص پر قضاوت واجب عینی نہ ہو اس کا بیت المال سے رزق لینا جائز ہے۔ چاہے وہ صاحب ثروت ہی کیوں نہ ہو اگرچہ مالدار ہونے کی صورت میں نہ لینا بہتر ہے۔ اور اس پر قضاوت کے واجب عینی ہونے کی صورت میں بھی اگر وہ ضرورت مند ہو تو لینا جائز ہے لیکن مالدار ہونے کی صورت میں اشکال سے خالی نہیں اگرچہ اقوی اس کا جائز ہونا ہے۔ لیکن فریقین یا کسی ایک سے محنتانہ لینے کے بارے میں احتیاط یہ ہے کہ نہ لے چاہے قضاوت اس پر واجب عینی نہ بھی ہو۔ لیکن اگر محتاج ہو تو بعض مقدمات قضاوت کے بدلے میں محنتانہ یا اجرت لے سکتا ہے۔

مسئلہ ۶: رشوت لینا اور رشوت دینا اگر اس لئے ہو کہ اس کے ذریعے اپنے حق میں ناجائز فیصلہ کروائے تو حرام ہے۔ البتہ اگر اپنے حق کی وصولی رشوت پر موقوف ہو تو دینے والے کے لئے جائز ہے اگرچہ لینے والے کے لئے حرام ہے۔ اور آیا اگر حقدار ہو اور اس کی وصولی رشوت دینے پر موقوف نہ ہو تو دینا جائز ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ جائز ہے۔ لیکن احتیاط اس کے ترک میں ہے بلکہ یہ (احتیاط) قوت سے خالی نہیں۔ اور رشوت لینے والے پر اس کو اس کے مالک کو لوٹا دینا واجب ہے اور ان تمام صورتوں میں فرق نہیں کہ چاہے رشوت کا عنوان ہو یا ہبہ کا یا ہدیے کا یا بیع محاباتی وغیرہ کا!

مسألة ٧ ـ قيل من لا يقبل شهادته لشخص أو عليه لا ينفذ حكمه كذلك كشهادة الولد على والده و الخصم على خصمه، و الأقوى نفوذه و إن قلنا بعدم قبول شهادته.

مسألة ٨ ـ لو رفع المتداعيان اختصامهما إلى فقيه جامع للشرائط فنظر في الواقعة و حكم على موازين القضاء لا يجوز لهما الرفع إلى حاكم آخر، وليس للحاكم الثاني النظر فيه ونقضه، بل لو تراضى الخصمان على ذلك فالمتجه عدم الجواز، نعم لو ادعى أحد الخصمين بأن الحاكم الأول لم يكن جامعاً للشرائط ـ كأن ادعى عدم اجتهاده أو عدالته حال القضاء ـ كانت مسموعة يجوز للحاكم الثاني النظر فيها، فاذا ثبت عدم صلوحه للقضاء نقض حكمه كما يجوز النقض لو كان مخالفاً لضروري الفقه بحيث لو تنبه الأول يرجع بمجرده لظهور غفلته، و أما النقض فيما يكون نظرياً اجتهادياً فلا يجوز. ولا تسمع دعوى المدعي ولو ادعى خطأه في اجتهاده.

مسألة ٩ ـ لو افتقر الحاكم إلى مترجم لسماع الدعوى أو جواب المدعى عليه أو الشهادة يعتبر أن يكون شاهدين عدلين.

القول في صفات القاضي
وما يناسب ذلك

مسألة ١ ـ يشترط في القاضي البلوغ والعقل و الايمان و العدالة و الاجتهاد المطلق و الذكورة و طهارة المولد و الأعلمية ممن في البلد أو مايقرب به على الأحوط، و الأحوط أن يكون ضابطاً غير غالب عليه النسيان، بل لو كان نسيانه بحيث سلب منه الاطمئنان فالأقوى عدم جواز قضائه، و أما الكتابة ففي اعتبارها نظر، و الأحوط اعتبار البصر و إن كان عدمه لا يخلو من وجه.

مسألة ٢ ـ تثبت الصفات المعتبرة في القاضي بالوجدان والشياع المفيد للعلم

مسئلہ ۷: بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جس شخص کی گواہی کسی کے حق میں یا اس کے خلاف قبول نہ کی جاتی ہو ——— اس کا فیصلہ بھی نافذ نہیں ہوگا۔ جیسے بیٹے کی گواہی باپ کے خلاف یا دشمن کی گواہی دشمن کے خلاف! لیکن اقویٰ یہ ہے کہ فیصلہ نافذ ہوگا چاہے ہم گواہی کے قبول کئے جانے کے قائل نہ ہوں۔

مسئلہ ۸: جب دو مدعی اپنے معاملے کو جامع الشرائط مجتہد کے پاس لے جائیں اور وہ ان کے جھگڑے (کی فائل) کا مطالعہ کرے اور احکام قضاوت کے مطابق فیصلہ کرے تو ان کے لئے دوسرے حاکم شرع کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں۔ اور نہ دوسرے حاکم شرع کو اس فیصلے میں رائے دینے اور اسے توڑنے کا حق ہے! بلکہ اگر دونوں فریق اس پر راضی بھی ہو جائیں تب بھی علی القاعدہ جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر ایک فریق یہ دعویٰ کرے کہ پہلا حاکم شرع جامع الشرائط نہیں۔ گویا وہ اس کے مجتہد نہ ہونے یا قضاوت کے دوران عادل نہ ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ سُنا جائے گا۔ چنانچہ دوسرے حاکم شرع کے لئے اس میں اظہارِ نظر جائز ہے۔ پس جب اس کا قضاوت کے لائق نہ ہونا ثابت ہو جائے تو اس کا فیصلہ توڑ دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر اس کا فیصلہ ضروریات فقہ کے مخالف ہو تو اس کا فیصلہ توڑنا جائز ہے۔ اس طرح کہ اگر وہ متوجہ ہو جائے تو اپنی غفلت آشکار ہو جانے کی بناء پر فوراً اپنے فیصلے سے منحرف ہو جائے۔ لیکن ایسے فیصلے کو توڑنا جو اس کی اجتہادی رائے کے مطابق ہو جائز نہیں۔ چنانچہ مدعی اگر اس کے اجتہاد میں خطا پر ہونے کا دعویٰ کرے تو یہ دعویٰ نہیں سُنا جائے گا!

مسئلہ ۹: اگر حاکم شرع کو دعوے کی سماعت یا مدعیٰ علیہ کا جواب یا گواہی سُننے کے لئے مترجم کی ضرورت ہو تو ان کا دو عادل گواہ ہونا معتبر ہے۔

صفاتِ قاضی اور اس کے مناسبات!

مسئلہ ۱: قاضی کا بالغ، عاقل، مومن، عادل، مجتہد مطلق، مرد، حلال زادہ اور اپنے شہر یا اسکے نزدیک کے شہر والوں میں بناء بر احوط اعلم ہونا شرط ہے۔ اور احتیاط یہ ہے کہ قوی حافظے والا ہو اور مغلوب النسیان نہ ہو۔ بلکہ اگر اس کا نسیان ایسا ہو کہ جو اس سے اطمینان سلب کرے تو اقویٰ یہ ہے کہ اس پر قضاوت جائز نہیں۔ رہ گئی "کتابت" تو اس کے معتبر ہونے میں "نظر" ہے اور احتیاطاً مبنائی معتبر ہے اگرچہ اس کا نہ ہونا بھی وجہ سے خالی نہیں!

مسئلہ ۲: قاضی کے اندر جو صفات معتبر ہیں وہ ذاتی یقین، اور مفید یقین یا اطمینانِ شہرت یا دو عادلوں

أو الاطمئنان و البينة العادلة، و الشاهد على الاجتهاد أو الأعلمية لابد و أن يكون من أهل الخبرة.

مسألة ٣ ـ لابد من ثبوت شرائط القضاء في القاضي عند كل من المترافعين، ولا يكفي الثبوت عند أحدهما.

مسألة ٤ ـ يشكل للقاضي القضاء بفتوى المجتهد الآخر، فلابد له من الحكم على طبق رأيه لا رأي غيره ولو كان أعلم.

مسألة ٥ ـ لو اختار كل من المدعي و المنكر حاكماً لرفع الخصومة فلا يبعد تقديم اختيار المدعي لو كان القاضيان متساويين في العلم، و إلا فالأحوط اختيار الأعلم، ولو كان كل منهما مدعياً من جهة ومنكراً من جهة أخرى الظاهر في صورة التساوي الرجوع إلى القرعة.

مسألة ٦ ـ إذا كان لأحد من الرعية دعوى على القاضي فرفع إلى قاض آخر سمع دعواه و أحضره، و يجب على القاضي إجابته، و يعمل معه الحاكم في القضية معاملته مع مدعيه من التساوي في الآداب الآتية.

مسألة ٧ ـ يجوز للحاكم الآخر تنفيذ الحكم الصادر من القاضي، بل قد يجب، نعم لو شك في اجتهاده أو عدالته أو سائر شرائطه لا يجوز إلا بعد الاحراز كما لا يجوز نقض حكمه مع الشك و احتمال صدور حكمه صحيحاً، و مع علمه بعدم أهليته ينقض حكمه.

مسألة ٨ ـ يجوز للقاضي أن يحكم بعلمه من دون بينة أو إقرار أو حلف في حقوق الناس، و كذا في حقوق الله تعالى، بل لا يجوز له الحكم بالبينة إذا كانت مخالفة لعلمه، أو إحلاف من يكون كاذباً في نظره، نعم يجوز له عدم التصدي للقضاء في هذه الصورة مع عدم التعين عليه.

مسألة ٩ ـ لو ترافعا إليه في واقعة قد حكم فيها سابقاً يجوز أن يحكم بها على طبقه فعلاً إذا تذكر حكمه و إن لم يتذكر مستنده، و إن لم يتذكر الحكم فقامت البينة عليه جاز له الحكم، و كذا لو رأى خطه و خاتمه و حصل منهما القطع أو

کی گواہی سے ثابت ہوں گی۔ اور اجتہاد یا اعلمیت کی گواہی دینے والا اہلِ خبرہ میں سے ہونا چاہئے۔

مسئلہ ۳: قاضی میں قضاوت کی شرطوں کا دونوں فریقین کے نزدیک ثابت ہونا ضروری ہے صرف ایک کے نزدیک ثابت ہونا کافی نہیں۔

مسئلہ ۴: قاضی کے لئے دوسرے مجتہد کے فتوے کے مطابق فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ پس اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کرے نہ کہ دوسرے کی رائے کے مطابق چاہے وہ اعلم ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ ۵: اگر مدعی اور منکر دونوں رفع خصومت کے لئے حاکم اختیار کریں تو اگر دونوں قاضی علم میں برابر ہوں تو مدعی کے اختیار کردہ قاضی کو مقدم کرنا بعید نہیں۔ اور اگر دونوں علم میں برابر نہ ہوں تو احتیاط یہ ہے کہ اعلم کو اختیار کیا جائے۔ اور اگر ان میں سے ہر ایک ایک جہت سے مدعی ہو لیکن دوسری جہت سے منکر تو علم میں برابر ہونے کی صورت میں ظاہراً قرعہ اندازی کی جائے۔

مسئلہ ۶: اگر رعیت میں کوئی شخص قاضی کے خلاف دعوے دار ہو اور دوسرے قاضی کے پاس اپنا دعویٰ پیش کرے تو اس کا دعویٰ سنا جائے گا۔ چنانچہ اسے چاہئے کہ وہ قاضی کو محکمہ میں حاضر کرے اور قاضی پر واجب ہے کہ وہ حاضر ہونے کو قبول کرے۔ اور قاضی کو چاہئے کہ وہ اس کے اور مدعی کے ساتھ آئندہ بیان ہونے والے آداب کے مطابق مساوی رفتار رکھے۔

مسئلہ ۷: دوسرے حاکم کے لئے قاضی سے صادر ہونے والے حکم کو نافذ کرنا جائز بلکہ کبھی واجب ہے۔ البتہ اگر اس کے اجتہاد، عدالت یا دوسری شرائط میں شک ہو تو جب تک شرائط محرز نہ ہوں جائز نہیں۔ جس طرح کہ اگر اس کی طرف سے صحیح حکم کے صادر ہونے کا احتمال ہو تو شک کی بناء پر اس کے فیصلے کو توڑنا جائز نہیں۔ لیکن جب اس کے اہل نہ ہونے کا علم ہو تو اس کا فیصلہ توڑا جائے گا۔

مسئلہ ۸: قاضی کے لئے اپنے علم کے مطابق بغیر شہادت، اقرار یا حلف کے "حقوق الناس" میں فیصلہ کرنا جائز ہے اور اسی طرح حقوق اللہ میں بھی۔ بلکہ اگر گواہی اسکے علم کے برخلاف ہو تو اسکی وجہ سے قاضی کیلئے حکم دینا جائز نہیں۔ اور اس شخص کو قسم دینا جو قاضی کی نظر میں جھوٹا ہو جائز نہیں۔ البتہ اگر قضاوت اس پر واجب عینی نہ ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس قضیے کی قضاوت کو قبول نہ کرے۔

مسئلہ ۹: اگر کسی ایسے معاملے میں قاضی کی طرف رجوع کریں جس میں وہ پہلے فیصلہ کر چکا ہو تو اب بھی اسی کے مطابق اس کے لئے فیصلہ کرنا جائز ہے اگر اسکو وہ فیصلہ یاد ہو چاہے اسکی سند ذہن میں نہ ہو۔ اور اگر فیصلہ یاد نہ ہو مگر اس پر گواہ موجود ہوں تو اس کے لئے وہی فیصلہ کرنا جائز ہے۔ اور اسی طرح اگر اپنا دستخط اور اپنی مہر دیکھ کر اسے یقین یا اطمینان حاصل ہو جائے۔ لیکن اگر اس کی موجودہ رائے پہلی رائے کی بہ نسبت بدل

الاطمئنان به، ولو تبدل رأيه فعلاً مع رأي سابقه الذي حكم به جاز تنفيذ حكمه إلا مع العلم بخلافه، بأن يكون حكمه مخالفاً لحكم ضروري أو إجماع قطعي، فيجب عليه نقضه.

مسألة ١٠ ـ يجوز للحاكم تنفيذ حكم من له أهلية القضاء من غير الفحص عن مستنده، ولا يجوز له الحكم في الواقعة مع عدم العلم بموافقته لرأيه، و هل له الحكم مع العلم به؟ الظاهر أنه لا أثر لحكمه بعد حكم القاضي الأول بحسب الواقعة، و إن كان قد يؤثر في إجراء الحكم كالتنفيذ فانه أيضاً غير مؤثر في الواقعة و إن يؤثر في الاجراء أحياناً، و لا فرق في جواز التنفيذ بين كونه حياً أو ميتاً، و لا بين كونه باقياً على الأهليّة أم لا بشرط أن لا يكون إمضاؤه موجباً لاغراء الغير بأنه أهل فعلاً.

مسألة ١١ ـ لا يجوز إمضاء الحكم الصادر من غير الأهل سواء كان غير مجتهد أو غير عادل و نحو ذلك و إن علم بكونه موافقاً للقواعد، بل يجب نقضه مع الرفع إليه أو مطلقاً.

مسألة ١٢ ـ إنما يجوز إمضاء حكم القاضي الأول للثاني إذا علم بصدور الحكم منه إما بنحو المشافهة أو التواتر و نحو ذلك، و في جوازه باقرار المحكوم عليه إشكال، ولا يكفي مشاهدة خطه و إمضائه، و لا قيام البينة على ذلك، نعم لو قامت على أنه حكم بذلك فالظاهر جوازه.

القول في وظائف القاضي

وهي أمور: **الأول** ـ يجب التسوية بين الخصوم ـ و إن تفاوتا في الشرف و الضعة ـ في السلام و الرد و الاجلاس و النظر و الكلام و الانصات و طلاقة الوجه و سائر الآداب و أنواع الاكرام، و العدل في الحكم، و أما التسوية في الميل بالقلب فلا يجب، هذا إذا كانا مسلمين، وأما إذا كان أحدهما غير مسلم

گئی ہو تو اگر اس کے خلاف علم نہ ہو تو۔ اس کا فیصلہ نافذ کرنا جائز ہے۔ اگر اس کا فیصلہ حکم ضروری یا اجماع قطعی کے خلاف ہو تو دوسرے قاضی پر اس کا فیصلہ توڑنا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۰: حاکم شرع کے لئے جائز ہے کہ جو شخص قضاوت کا اہل ہو اس کے فیصلے کو اس کی دلیل کی تحقیق کئے بغیر نافذ کرے۔ اور جب تک اس فیصلے کے اپنی رائے کے موافق ہونے کا یقین نہ ہو۔ اس وقت تک اس معاملے میں فیصلہ دینا اس کے لئے جائز نہیں۔ لیکن اگر علم و یقین ہو تو آیا حکم دے سکتا ہے؟

ظاہراً معاملے کے حساب سے پہلے قاضی کے حکم کے بعد اس کے حکم کا کوئی اثر نہیں۔ اگرچہ کبھی اجرا کے حکم جیسے تنفیذ حکم میں مؤثر ہو سکتا ہے۔ اور اس کا بھی معاملے میں کوئی اثر نہیں اگرچہ ممکن ہے کبھی اس کے اجراء میں مؤثر ہو۔ اور حکم کے جاری کرنے میں فرق نہیں کہ قاضی زندہ ہو یا مر گیا ہو اور قضاوت کی صلاحیت اس میں باقی ہو یا نہ ہو۔ بشرطیکہ اس کا امضاء دوسرے کو دھوکہ دینے کا موجب نہ ہو کہ وہ فعلاً اہل ہے۔

مسئلہ ۱۱: نااہل کے صادر شدہ فیصلے کی تائید کرنا جائز نہیں چاہے وہ غیر مجتہد ہو یا غیر عادل یا اس کے علاوہ ہو۔ اگرچہ اس حکم کا قواعد کے موافق ہونا معلوم ہو۔ بلکہ جب معاملہ اس تک پہنچے اس وقت یا مطلقاً اس فیصلے کو نقض کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۲: دوسرے قاضی کے لئے پہلے قاضی کے فیصلے کی تائید اس صورت میں جائز ہے کہ جب وہ تواتر یا مشافہہ وغیرہ کی بناء پر جانتا ہو کہ پہلے قاضی کی طرف سے حکم صادر ہوا ہے۔ صرف محکوم علیہ کے اقرار کی بناء پر اس کے جائز ہونے میں اشکال ہے۔ چنانچہ اس کے دستخط اور امضاء کو دیکھنا کافی نہیں اور نہ اس پر گواہی گذر جانا کافی ہے۔ البتہ اگر گواہی اس بات پر ہو کہ پہلے قاضی نے یہ حکم دیا ہے تو ظاہر اس کا جائز ہونا ہے۔

قاضی کی ذمّہ داریاں!

مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہیں

پہلا امر:۔ واجب ہے کہ قاضی سلام کرنے، سلام کا جواب دینے، بٹھانے، نگاہ ڈالنے، گفتگو کرنے، خاموش کرنے، خوش روی سے پیش آنے اور سائر آداب و انواع اکرام اور فیصلے میں عدالت برتنے میں فریقین کے ساتھ مساوی رفتار رکھے خواہ فریقین شرف و مال میں متفاوت ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن دلی جھکاؤ کو برابر رکھنا واجب نہیں۔ یہ اس صورت میں کہ جب دونوں مسلمان ہوں۔

يجوز تكريم المسلم زائداً على خصمه. و أما العدل في الحكم فيجب على أي حال.

الثاني ـ لا يجوز للقاضي أن يلقن أحد الخصمين شيئاً يستظهر به على خصمه كأن يدعي بنحو الاحتمال فيلقنه أن يدعي جزماً حتى تسمع دعواه أو يدعي أداء الأمانة أو الدين فيلقنه الانكار، و كذا لا يجوز أن يعلمّه كيفية الاحتجاج و طريق الغلبة، هذا إذا لم يعلم أن الحق معه و إلاجاز كما جاز له الحكم بعلمه، و أما غير القاضي فيجوز له ذلك مع علمه بصحة دعواه، و لا يجوز مع علمه بعدمها، و مع جهله فالأحوط الترك.

الثالث ـ لو ورد الخصوم مترتبين بدأ الحاكم في سماع الدعوى بالأول فالأول إلاّ إذا رضي المتقدم تأخيره، من غير فرق بين الشريف و الوضيع و الذكر و الأنثى، و إن وردوا معاً أو لم يعلم كيفية ورودهم و لم يكن طريق لاثباته يقرع بينهم مع التشاح.

الرابع ـ لو قطع المدعى عليه دعوى المدعي بدعوى لم يسمعها حتى يجيب عن دعوى صاحبه، و تنتهي الحكومة ثم يستأنف هو دعواه إلا مع رضا المدعي الأول بالتقديم.

الخامس ـ إذا بدر أحد الخصمين بالدعوى فهو أولى، و لو ابتدرا معاً يسمع من الذي على يمين صاحبه، ولو اتفق مسافر و حاضر فهما سواء ما لم يستضر أحدهما بالتأخير، فيقدم دفعاً للضرر، وفيه تردد.

القول في شروط سماع الدعوى

و ليعلم أن تشخيص المدعي و المنكر عرفي كسائر الموضوعات العرفية، و ليس للشارع الأقدس اصطلاح خاص فيهما، و قد عرف بتعاريف متقاربة و التعاريف جلها مربوطة بتشخيص المورد، كقولهم: إنه من لو ترك ترك ، أو

لیکن اگر ان میں سے ایک غیر مسلم ہو تو مسلمان کا اس کے دشمن کے مقابلے میں زیادہ اکرام کرنا جائز ہے۔ البتہ فیصلے میں عدالت برتنا ہر حال میں واجب ہے۔

دوسرا امر:۔ قاضی کے لئے فریقین میں سے کسی کو کوئی ایسی بات بتانا جائز نہیں کہ جس سے وہ اپنے دشمن پر غلبہ پا سکے مثلاً مدعی احتمال پر مبنی دعویٰ کر رہا ہو اور قاضی اس سے کہے کہ وہ جزم و یقین پر مبنی دعویٰ کرے تاکہ اس کا دعویٰ سنا جا سکے۔ یا وہ امانت یا قرض کی ادائیگی کا دعویٰ کر رہا ہو اور قاضی اس سے کہے کہ وہ انکار کرے۔ اور اسی طرح جائز نہیں کہ قاضی کسی فریق کو دلیل پیش کرنے کی کیفیت اور غلبہ پانے کا طریقہ بتائے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب نہ جانتا ہو کہ حق اس کے ساتھ ہے۔ اگر جانتا ہو تو جس طرح اپنے علم کے مطابق حکم دینا جائز ہے۔ یہ بھی جائز ہے۔ لیکن قاضی کے علاوہ اگر کوئی شخص ایسا کرنا چاہے تو اس کے لئے جائز ہے جبکہ اس کے دعوے کے صحیح ہونے کا یقین ہو۔ چنانچہ اگر دعوے کے صحیح نہ ہونے کا علم ہو تو جائز نہیں اور نہ جاننے کی صورت میں احتیاط یہ ہے کہ نہ بتائے۔

تیسرا امر:۔ اگر فریقین ترتیب وار محکمۂ قاضی میں داخل ہوں تو قاضی اس کے دعوے کو پہلے سُنے جو پہلے داخل ہوا ہے اسکے بعد دوسرے کے دعوے کو۔ مگر یہ کہ پہلے داخل ہونے والا تاخیر پر راضی ہو جائے۔ اس میں شریف و رذیل اور مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں۔ اور اگر سب ایک ساتھ داخل ہوں یا ان کے داخل ہونے کی کیفیت معلوم نہ ہو اور اس کے ثابت کرنے کا کوئی ذریعہ نہ ہو اور ان کے درمیان اختلاف ہو جائے تو قرعہ اندازی کی جائے گی۔

چوتھا امر:۔ اگر مدعا علیہ مدعی کے دعوے کو اپنے دعوے کے ذریعہ بیچ میں کاٹ دے۔ تو قاضی اس کو اس وقت تک نہیں سُنے گا جب تک کہ وہ اپنے حریف کے دعوے کا جواب نہ دے اور اس کا حکم تمام نہ ہو جائے۔ چنانچہ جب یہ کام ہو جائے تو وہ اپنا دعویٰ شروع کرے گا۔ مگر یہ کہ پہلا مدعی اس کو مقدم کرنے پر راضی ہو جائے۔

پانچواں امر:۔ اگر فریقین میں سے کوئی ایک دعوے کے بیان میں سبقت لے جائے تو وہ اولیٰ ہے لیکن اگر دونوں ایک ساتھ شروع کریں تو جو اپنے فریق کے داہنی طرف ہو اس کا دعویٰ سُنا جائے گا۔ اگر اتفاقاً ان میں سے ایک مسافر اور دوسرا حاضر ہو تو دونوں مساوی ہیں۔ اگر تاخیر کی وجہ سے کسی ایک کو نقصان نہ پہونچتا ہو۔ چنانچہ نقصان پہونچنے کی صورت میں دفع ضرر کی خاطر اس کو مقدم کیا جائے گا۔ لیکن اس میں تردد ہے۔

دعویٰ سننے کے شرائط

جان لینا چاہئے کہ مدعی اور منکر کی تشخیص دوسرے تمام عرفی موضوعات کی طرح عرفی مسئلہ ہے۔ شارع اقدس کی اس میں کوئی خاص اصطلاح نہیں ہے۔ ان دونوں کی قریب المعنی تعریفیں کی گئی ہیں جبکہ تمام تعریفیں تشخیص مورد سے مربوط ہیں۔ مثلاً ایک تعریف یہ ہے کہ " مدعی وہ ہے کہ اگر

يدعي خلاف الأصل، أو من يكون في مقام إثبات أمر على غيره، و الأولى الايكال إلى العرف، وقد يختلف المدعي و المنكر عرفاً بحسب طرح الدعوى و مصبها، وقد يكون من قبيل التداعي بحسب المصب.

مسألة ١ ـ يشترط في سماع دعوى المدعي أمور بعضها مربوط بالمدعي، و بعضها بالدعوى، و بعضها بالمدعى عليه، و بعضها بالمدعى به.

الأول ـ البلوغ، فلا تسمع من الطفل ولو كان مراهقاً، نعم لورفع الطفل المميز ظلامته إلى القاضي فان كان له ولي أحضره لطرح الدعوى، و إلا فأحضر المدعى عليه ولاية، أو نصب قيماً له أو وكل وكيلاً في الدعوى أو تكفل بنفسه و أحلف المنكر لو لم تكن بينة، ولو ردّ الحلف فلا أثر لحلف الصغير، ولو علم الوكيل أو الولي صحة دعواه جاز لهما الحلف.

الثاني ـ العقل، فلا تسمع من المجنون ولو كان أدوارياً إذا رفع حال جنونه.

الثالث ـ عدم الحجر لسفه إذا استلزم منها التصرف المالي، و أما السفيه قبل الحجر فتسمع دعواه مطلقاً.

الرابع ـ أن لا يكون أجنبياً عن الدعوى، فلو ادعى بدين شخص أجنبي على الآخر لم تسمع. فلابد فيه من نحو تعلق به كالولاية والوكالة أو كان المورد متعلق حق له.

الخامس ـ أن يكون للدعوى أثر لو حكم على طبقها، فلو ادعى أن الأرض متحركة و أنكرها الآخر لم تسمع، و من هذا الباب مالو ادعى الوقف عليه أو الهبة مع التسالم على عدم القبض، أو الاختلاف في البيع وعدمه مع التسالم على بطلانه على فرض الوقوع، كمن ادعى أنه باع ربوياً و أنكر الآخر أصل الوقوع، و من ذلك ما لو ادعى أمراً محالاً، أو ادعى أن هذا العنب الذي عند فلان من بستاني وليس لي إلا هذه الدعوى لم تسمع. لأنه بعد ثبوته بالبينة لا يؤخذ من الغير لعدم ثبوت كونه له، و من هذا الباب لو ادعى ما لا يصح تملكه، كما لو ادعى أن هذا الخنزير أو الخمرلي، فانه بعد الثبوت لا يحكم برده إليه إلا فيما

وہ چھوڑ دے تو چھوڑ دیا جائے۔ یا جو خلافِ اصل دعویٰ کرے۔ یا جو دوسرے کے برخلاف کوئی چیز ثابت کرنا چاہتا ہو لیکن بہتر یہ ہے کہ تعریفوں کا مسئلہ عرف پر چھوڑ دیا جائے۔ عرف میں کبھی تو دعوے کے محور اور اس کو پیش کرنے کے اعتبار سے مدعی و منکر مختلف ہوتے ہیں۔ اور کبھی محور کے اعتبار سے دونوں دعویدار ہوتے ہیں۔

مسئلہ ۱: دعویٰ سُننے میں چند چیزیں شرط ہیں جن میں کچھ مدعی سے مربوط ہیں اور کچھ دعوے سے، کچھ مدعا علیہ سے متعلق ہیں اور کچھ چیزوں کا تعلق مدعابہ سے ہے۔

پہلی چیز:- بالغ ہونا ہے۔ چنانچہ بچے کا دعویٰ نہیں سُنا جائیگا چاہے وہ بلوغ کے قریب ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر ممیز بچہ قاضی سے دادرسی چاہے۔ چنانچہ اگر اس کا کوئی ولی ہو تو قاضی اسکو دعویٰ پیش کرنے کے لئے بلائے گا۔ لیکن اگر ولی نہ ہو تو اپنی ولایت کو کام میں لاتے ہوئے مدعا علیہ کو حاضر کریگا یا کسی کو بچے کا سرپرست بنائے یا دعوے میں وکیل مقرر کرے یا بذاتِ خود اس کی ذمہ داری لے۔ اور منکر اگر گواہ نہ رکھتا ہو تو اسکو حلف دے۔ اور اگر منکر حلف اُٹھانے سے انکار کردے تو بچے کا حلف اٹھانا بے فائدہ ہے۔ چنانچہ اگر وکیل یا ولی کو بچے کے دعوے کے صحیح ہونے کا علم ہو تو ان کے لئے حلف اٹھانا جائز ہے۔

دوسری چیز:- عاقل ہونا۔ چنانچہ دیوانہ اگر دیوانگی میں دعوے پیش کرے تو اس کا دعویٰ نہیں سُنا جائے گا چاہے وہ ادواری ہی کیوں نہ ہو۔

تیسری چیز:- اگر دعوے سے تصرّف مالی لازم آتا ہو تو شرط ہے کہ احمق ہونے کی وجہ سے اس پر پابندی نہ ہو لیکن پابندی لگنے سے پہلے ہر احمق کا دعویٰ مطلقاً سُنا جائے گا۔

چوتھی چیز:- وہ دعوے سے اجنبی نہ ہو ایس اگر کسی دوسرے اجنبی کا مدیون ہونے کا دعوے پیش کرے تو اس سے نہیں سُنا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ اس کا دعوے سے کوئی نہ کوئی تعلق ہونا چاہیے۔ مثلاً مدعی کا ولی یا وکیل ہو یا دعوے کا مورد اس کے حق سے متعلق ہو۔

پانچویں چیز:- اگر دعوے کے مطابق فیصلہ صادر کیا جائے تو اس کا کچھ اثر ہو۔ چنانچہ اگر یہ دعویٰ کرے کہ زمین متحرک ہے اور دوسرا اس کا انکار کرے تو یہ دعویٰ نہیں سُنا جائے گا۔ اور اسی قبیل سے ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے لئے وقف یا ہبہ کا دعویٰ کرے لیکن قبضہ نہ ہونے پر متفق ہوں۔ یا بیچنے اور نہ بیچنے کے سلسلہ میں اختلاف ہو جبکہ اس کے واقع ہونے کی صورت میں اس بیع کے باطل ہونے پر متفق ہوں۔ مثلاً ایک شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس نے سودی معاملہ کیا ہے جبکہ دوسرا اصل معاملے کا منکر ہو۔ اور کسی امرِ محال کا دعویٰ کرنا یا یہ دعویٰ کرنا بھی اسی قبیل سے ہے کہ یہ انگور جو فلاں کے پاس ہے یہ میرے باغ کا ہے اور میرے پاس دعویٰ کے علاوہ کچھ نہیں تو یہ دعویٰ بھی نہیں سُنا جائے گا اس لئے کہ اگر گواہی سے دعویٰ ثابت بھی ہو جائے تب بھی دوسرے شخص سے انگور نہیں لیا جائے گا۔ اس لئے کہ اس کا مال ہونا ثابت نہیں ہوا۔ اور ناقابلِ تملک چیز کا دعویٰ کرنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ مثلاً کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ خنزیر یا شراب میری ہے اس لئے کہ اگر ثابت بھی ہو جائے تب بھی اس کو لوٹا دینے

يكون له الأولوية فيه، و من ذلك الدعوى على غير محصور كمن ادعى أن لي على واحد من أهل هذا البلد ديناً.

السادس ـ أن يكون المدعى به معلوماً بوجه، فلا تسمع دعوى المجهول المطلق كأن ادعى أن لي عنده شيئاً، للتردد بين كونه مما تسمع فيه الدعوى أم لا، وأما لو قال: «إنّ لي عنده فرساً أو دابة أو ثوباً» فالظاهر أنه تسمع، فبعد الحكم بثبوتها يطالب المدعى عليه بالتفسير، فان فسر و لم يصدقه المدعي فهو دعوى أخرى، و إن لم يفسر لجهالته مثلاً فان كان المدعى به بين أشياء محدودة يقرع على الأقوى، و إن أقر بالتلف و لم ينازعه الطرف فان اتفقا في القيمة و إلا ففي الزيادة دعوى أخرى مسموعة.

السابع ـ أن يكون للمدعي طرف يدعي عليه، فلو ادعى أمراً من دون أن تكون على شخص ينازعه فعلاً لم تسمع، كما لو أراد إصدار حكم من فقيه يكون قاطعاً للدعوى المحتملة، فان هذه الدعوى غير مسموعة ولو حكم الحاكم بعد سماعها فان كان حكمه من قبيل الفتوى كأن حكم بصحة الوقف الكذائي أو البيع الكذائي فلا أثر له في قطع المنازعة لو فرض وقوعها، و إن كان من قبيل أن لفلان على فلان ديناً بعد عدم النزاع بينهما فهذا ليس حكماً يترتب عليه الفصل وحرمة النقض، بل من قبيل الشهادة، فان رفع الأمر إلى قاض آخر يسمع دعواه، و يكون ذلك الحاكم من قبيل أحد الشهود، ولو رفع الأمر إليه و بقي على علمه بالواقعة له الحكم على طبق علمه.

الثامن ـ الجزم في الدعوى في الجملة، والتفصيل أنه لا إشكال في سماع الدعوى إذا أوردها جزماً، و أما لو ادعى ظناً أو احتمالاً ففي سماعها مطلقاً أو عدمه مطلقاً أو التفصيل بين موارد التهمة و عدمها بالسماع في الأول أو التفصيل بين ما يتعسر الاطلاع عليه كالسرقة و غيره فتسمع في الأول أو التفصيل بين ما يتعارف الخصومة به ـ كما لو وجد الوصي أو الوارث سنداً أو دفتراً فيه ذلك أو شهد به من لا يوثق به ـ و بين غيره فتسمع في الأول أو التفصيل بين موارد التهمة

کا حکم نہیں دیا جائے گا مگر اس مورد میں کہ جہاں وہ حق اولویت رکھتا ہو۔ اور اسی قبیل سے غیر محصور چیز کا دعویٰ کرنا ہے، مثلاً یہ دعویٰ کرے کہ اس شہر میں کوئی ایک شخص میرا مقروض ہے۔

چھٹی چیز:- جس چیز کا دعویٰ کرے اس کو کسی جہت سے معلوم ہونا چاہیے۔ چنانچہ مجہول مطلق چیز کے بارے میں دعویٰ نہیں سنا جائے گا۔ مثلاً یہ دعویٰ کرے کہ میری اس کے پاس کوئی چیز ہے۔ اس لئے کہ اس میں تردد ہوتا ہے کہ آیا یہ چیز ایسی ہے کہ جس کے بارے میں دعویٰ سنا جاتا ہے یا نہیں؟ لیکن اگر یوں کہے: "میرا اس کے پاس گھوڑا یا جانور یا کپڑا ہے" تو ظاہراً یہ دعویٰ سنا جائیگا۔ اور اس کے ثابت ہو جانے پر فیصلہ صادر ہو جانے کے بعد مدعا علیہ سے اصلی وضاحت طلب کی جائے گی۔ پس اگر وہ وضاحت کرے لیکن مدعی اس کی تصدیق نہ کرے تو یہ دوسرا دعویٰ ہوگا۔ لیکن اگر مثلاً نہ جاننے کی وجہ سے وضاحت نہ کرے تو اگر وہ چیز محدود چیزوں کے درمیان ہو تو اقویٰ یہ ہے کہ قرعہ ڈالا جائے گا۔ لیکن اگر وہ اس چیز کے ضائع ہو جانے کا اقرار کرے اور فریق ثانی بھی اس کے ساتھ تنازعہ نہ کرے چنانچہ اگر وہ اس کی قیمت پر متفق ہو جائیں تو بہتر ہے۔ لیکن اگر متفق نہ ہوں تو اضافہ قیمت میں ایک دوسرا دعویٰ ہوگا جس کو سنا جائے گا۔

ساتویں چیز:- مدعی کا کوئی حریف ہو جس پر وہ دعویٰ دائر کرے۔ چنانچہ اگر وہ کسی چیز کا دعویٰ کرے اور اس کے مقابلے میں کوئی شخص موجود نہ ہو جو اس سے تنازعہ کرے تو دعویٰ نہیں سنا جائے گا۔ مثلاً کسی مجتہد سے حکم صادر کروانا چاہے تاکہ احتمالاً پیش ہونے والے دعوے کی کاٹ کر سکے تو یہ دعویٰ نہیں سنا جائے گا۔ اور اگر حاکم اس دعوے کو سننے کے بعد حکم صادر کر دے تو اگر اس کا حکم فتوے کے قبیل سے ہو۔ مثلاً فلاں وقف یا فلاں معاملے کے صحیح ہونے کا حکم دے تو اگر فرض کر لیا جائے کہ تنازعہ ہو گا تو اس حکم کا اس کی کاٹ میں کوئی فائدہ نہیں۔ اور اگر اس کا حکم اس قبیل سے ہو کہ فلاں شخص کا فلاں پر قرض ہے اور یہ حکم ان کے درمیان نزاع نہ ہونے کے بعد ہو۔ تو ایسا حکم نہیں کہ جسے فیصلہ کہا جا سکے اور اس کو توڑنا حرام ہو۔ بلکہ یہ گواہی کے قبیل سے ہے۔ چنانچہ اگر وہ دوسرے قاضی کے پاس معاملے کو لے جائے تو وہ قاضی اس کا دعویٰ سنے گا اور پہلا قاضی ایک گواہ قرار پائے گا۔ لیکن اگر اسی قاضی کے پاس معاملہ پیش کرے اور واقعے کے متعلق اس کا علم اب بھی وہی ہو تو وہ اپنے علم کے مطابق حکم صادر کر سکتا ہے۔

آٹھویں چیز:- دعوے میں کس حد تک جزم ہونا چاہیے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ ایسا دعویٰ سننے میں کوئی اشکال نہیں جس کو مدعی نے یقین کے ساتھ پیش کیا ہو۔ لیکن اگر اس کو ظن و احتمال کے ساتھ پیش کرے تو اس کے مطلقاً سننے میں یا موارد تہمت اور غیر تہمت میں یہ فرق رکھنے میں کہ موارد تہمت میں سنا جائے۔ یا جن چیزوں کی اطلاع ہونا مشکل ہو جیسے چوری اور ان کے علاوہ میں اس تفصیل کے قائل ہونے میں کہ پہلی صورت میں سنا جائے۔ یا ایسی چیزیں کہ جن میں معمولاً جھگڑا ہوتا ہے۔ جیسے وصی یا وارث ایسی سند یا ڈائری پائے کہ جس میں دعویٰ ثبت ہو یا کوئی قابل اعتماد شخص اس کی گواہی دے۔ ان چیزوں اور ان کے علاوہ میں اس فرق کے قائل ہونے میں کہ پہلی صورت میں

و ما يتعارف الخصومة به و بين غيرهما فتسمع فيها وجوه، الأوجه الأخير، فحينئذ لو أقر المدعى عليه أو قامت البينة فهو، و إن حلف المدعى عليه سقطت الدعوى، ولو ردّ اليمين لايجوز للمدعي الحلف، فتتوقف الدعوى، فلو ادعى بعده جزماً أو عثر على بينة و رجع إلى الدعوى تسمع منه.

التاسع - تعيين المدعى عليه، فلو ادعى على أحد الشخصين أو الأشخاص المحصورين لم تسمع على قول، و الظاهر سماعها، لعدم خلوها عن الفائدة، لإمكان إقرار أحدهما لدى المخاصمة، بل لو أقيمت البينة على كون أحدهما مديوناً مثلاً فحكم الحاكم بأن الدين على أحدهما، فثبت بعد براءة أحدهما، يحكم بمديونية الآخر، بل لا يبعد بعد الحكم الرجوع إلى القرعة، فيفرق بين ما علما أو علم أحد هما باشتغال ذمة أحدهما فلا تأثير فيه، و بين حكم الحاكم لفصل الخصومة فيقال بالاقتراع.

مسألة ٢ - لا يشترط في سماع الدعوى ذكر سبب استحقاقه، فتكفي الدعوى بنحو الاطلاق من غير ذكر السّبب، سواء كان المدعى به عيناً أو ديناً أو عقداً من العقود، نعم في دعوى القتل اشترط بعض لزوم بيان أنه عن عمد أو خطأ، بمباشرة أو تسبيب، كان هو قاتلاً أو مع الشركة.

مسألة ٣ - لو لم يكن جازماً فأراد الدعوى على الغير لابد أن يبرزها بنحو ما يكون من الظن أو الاحتمال، ولا يجوز إبرازها بنحو الجزم ليقبل دعواه بناء على عدم السماع من غير الجازم.

مسألة ٤ - لو ادعى إثنان مثلاً بأن لأحدهما على أحد كذا تسمع، و بعد الاثبات على وجه الترديد يقرع بينهما.

مسألة ٥ - لا يشترط في سماع الدعوى حضور المدعى عليه في بلد الدعوى، فلو ادعى على الغائب من البلد سواء كان مسافراً أو كان من بلد آخر -قريباً كان أو بعيداً- تسمع، فاذا أقام البينة حكم القاضي على الغائب و يردّ عليه ما ادعى إذا كان عيناً، و يباع من مال الغائب و يؤدى دينه إذا كان ديناً. و لا

دعویٰ سُنا جائے۔ یا موارد تہمت اور معمولاً جھگڑے کا مورد بننے والی چیزوں اور ان کے علاوہ میں اس فرق کا قائل ہونے میں کہ پہلی دو چیزوں میں دعویٰ سُنا جائے۔ اس مسئلے میں چند وجہیں ہیں۔ سب سے بہتر آخری وجہ ہے۔ پس ایسی صورت میں اگر مدعا علیہ اقرار کرے یا اس کے خلاف گواہی ہو جائے تو بہتر ہے۔ لیکن اگر مدعا علیہ حلف اُٹھالے تو دعویٰ ساقط ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ قسم کی ذمّہ داری مدعی پر ڈالے تو مدعی کے لئے حلف جائز نہیں۔ چنانچہ دعویٰ متوقف ہو جائے گا۔ پس بعد میں اگر یقین کے ساتھ دعویٰ کرے یا گواہ تلاش کرے اور دوبارہ دعویٰ پیش کرے تو اس سے دعویٰ سُنا جائے گا۔

نویں چیز:۔ مدعا علیہ کو معین کرنا ہے۔ چنانچہ اگر دو شخصوں یا چند محدود افراد میں سے کسی ایک پر دعویٰ کرے تو ایک قول کی بناء پر نہیں سُنا جائے گا لیکن ظاہراس کا سُنا جانا ہے اس لئے کہ وہ فائدے سے خالی نہیں ہے۔ اس لئے کہ تکرار و مخاصمت کے وقت ممکن ہے کوئی ان میں سے اقرار کرے۔ بلکہ مثلاً اگر ان میں سے ایک کے مدیون ہونے پر گواہی پیش کی جائے۔ اور حاکم اس کے مدیون ہونے کا حکم صادر کرلے۔ چنانچہ بعد میں ان میں سے ایک کا بری ہونا ثابت ہو جائے تو دوسرے کے مقروض ہونے کا حکم صادر کیا جائیگا۔ بلکہ حکم کے بعد قرعے سے کام لینا بعید نہیں ہے۔ پس اگر ان میں سے دونوں یا کوئی کسی ایک کے مشغول الذمہ ہونے کو جانتا ہو تو اس میں قرعے کے لئے بے اثر ہونے میں اور حاکم کے کسی جھگڑے کے بارے میں قرعے سے فیصلہ صادر کرنے میں فرق ہے۔

مسئلہ ۲: دعویٰ سُننے میں سبب استحقاق کا ذکر کرنا شرط نہیں، بلکہ سبب کا ذکر کئے بغیر بطور مطلق دعویٰ پیش کر دینا کافی ہے۔ چاہے "مدعا بہ" شئے خارجی ہو یا دین ہو یا عقود میں سے کوئی عقد ہو۔ البتہ قتل کے دعوے میں بعض نے اس چیز کے ذکر کی شرط کی ہے کہ قتل عمدی ہے یا خطائی۔ خود قتل کیا ہے یا قتل کا سبب بنا ہے۔ وہی تنہا قاتل ہے یا کسی کے ساتھ شریک رہا ہے۔

مسئلہ ۳: اگر یقین نہ رکھتا ہو اور دوسرے پر دعویٰ کرنا چاہے تو ضروری ہے کہ ظن و احتمال دے کر اس کو بیان کرے۔ چونکہ جو یقین نہ رکھتا ہو اس کا دعویٰ سُنا نہیں جاتا اس بناء پر دعوے کو یقینی بنا کر پیش کرنا جائز نہیں تاکہ قبول کر لیا جائے۔

مسئلہ ۴: اگر دو شخص دعویٰ کریں کہ ان میں سے ایک کے ذمّے ایک کا کچھ ہے تو دعویٰ سُنا جائے گا اور بطور مردد دعوے کے اثبات کے بعد ان کے درمیان قرعہ ڈالا جائے گا۔

مسئلہ ۵: دعوے کی سماعت میں مدعا علیہ کا اس شہر میں موجود ہونا شرط نہیں۔ پس اگر شہر سے غائب کسی شخص پر دعویٰ کرے چاہے وہ مسافر ہو یا دوسرے شہر کا رہنے والا ہو نزدیک ہو یا دور ہو تو دعویٰ سُنا جائیگا۔ اور گواہی ہو جانے کے بعد قاضی اس غائب کے خلاف فیصلہ صادر کرے گا۔ اور جس چیز کا اس نے دعویٰ کیا ہے اگر وہ شئے خارجی ہو تو مدعی کو لوٹائی جائے گی۔ لیکن اگر قرض ہو تو غائب کا مال بیچ کر اسکو دیا جائیگا۔ لیکن صرف اسی صورت میں دیا جائے گا کہ حاضر ہونے اور فیصلہ ہو جانے کے بعد مدعا علیہ کو کوئی خطرہ نہ ہو۔ اس چیز سے کہ مدعی مالدار ہو یا اس کا کوئی کفیل ہو۔ لیکن اس کے

يدفع إليه إلا مع الأمن من تضرر المدعى عليه لو حضر و قضى له بأن يكون المدعي ملياً أو كان له كفيل، و هل يجوز الحكم لو كان غائباً و أمكن إحضاره بسهولة أو كان في البلد و تعذر حضوره بدون إعلامه؟ فيه تأمل، و لا فرق في سماع الدعوى على الغائب بين أن يدعي المدعي جحود المدعى عليه و عدمه، نعم لوقال: «إنه مقرولامخاصمة بيننا» فالظاهرعدم سماع دعواه، وعدم الحكم، والأحوط عدم الحكم على الغائب إلا بضم اليمين، ثم إن الغالب على حجته، فاذا حضر وأراد جرح الشهود أوإقامة بينة معارضة يقبل منه لوقلنا بسماع بينته.

مسألة ٦ ـ الظاهر اختصاص جواز الحكم على الغائب بحقوق الناس فلا يجوز الحكم عليه في حقوق الله تعالى مثل الزنا، ولو كان في جناية حقوق الناس و حقوق الله كما في السرقة فان فيها القطع و هو من حقوق الله وأخذ المال ورده إلى صاحبه و هو من حقوق الناس جاز الحكم في حقوق الناس دون حقوق الله، فلو أقام المدعي البينة حكم الحاكم، و يؤخذ المال على ما تقدم.

مسألة ٧ ـ لو تمت الدعوى من المدعي فان التمس من الحاكم إحضار المدعى عليه أحضره، و لا يجوز التأخير غير المتعارف. و مع عدم التماسه وعدم قرينة على إرادته فالظاهر توقفها إلى أن يطلبه.

فصل في جواب المدعى عليه

المدعى عليه إما أن يسكت عن الجواب أو يقرّ أو ينكر أو يقول: «لا أدري» أو يقول: «أديت» و نحو ذلك مما هو تكذيب للمدعي.

القول في الجواب بالاقرار

مسألة ١ ـ إذا أقر المدعى عليه بالحق عيناً أو ديناً و كان جامعاً لشرائط

غائب ہونے کی صورت میں اگر آسانی سے اس کو احضار کرنا ممکن ہو یا شہر میں موجود ہو لیکن حاضر ہونے سے معذور ہو تو آیا اس کو آگاہ کئے بغیر فیصلہ صادر کر دیا جائے گا؟ اس میں تامل ہے! اور غائب کے اوپر دائر ہونے والے دعوے کی سماعت میں فرق نہیں کہ مدعی، مدعا علیہ کے انکار کا دعویٰ کرے یا نہ کرے۔ البتہ اگر یہ کہے: کہ وہ اقرار کرتا ہے اور ہمارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔ تو ظاہراً اس کے دعویٰ کا نہ سننا اور حکم صادر نہ کرنا ہے اور احتیاط یہ ہے کہ شخص غائب کے خلاف مدعی کو قسم دیئے بغیر حکم صادر نہ کیا جائے۔ اس کے باوجود شخص غائب کا دلیل پیش کرنے کا حق محفوظ ہے۔ چنانچہ وہ آنے کے بعد اگر گواہوں پر جرح کرنا چاہے یا ان کے معارض گواہ پیش کرنا چاہے تو اس سے قبول کیا جائے۔ بشرطیکہ ہم اس کے گواہوں کی بات سننے کے قائل ہوں۔

مسئلہ ۶: ظاہراً شخص غائب کے خلاف فیصلہ صرف حقوق الناس سے مخصوص ہے۔ حقوق اللہ جیسے زنا وغیرہ میں اس کے خلاف فیصلہ صادر کرنا جائز نہیں۔ لیکن اگر اس کی جنایت حقوق الناس اور حقوق اللہ دونوں پر مشتمل ہو جیسے چوری، اس لئے کہ اس کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے جو حقوق اللہ میں سے ہے۔ اور اس سے چوری کا مال برآمد کر کے اس کے مالک کو واپس کرنا ہے جو حقوق الناس میں سے ہے تو حقوق الناس میں فیصلہ جائز ہے حقوق اللہ میں نہیں! پس مدعی اگر گواہ پیش کر دے تو قاضی فیصلہ دیگا اور گذشتہ بیان کی بناء پر اس سے مال برآمد کیا جائے گا۔

مسئلہ ۷: جب مدعی کا دعویٰ مکمل ہو جائے۔ اس کے بعد وہ حاکم سے مدعا علیہ کو حاضر کرنے کی گذارش کرے تو حاکم اس کو احضار کرے۔ اور غیر معمولی تاخیر جائز نہیں ہے۔ اگر اس نے گذارش نہ کی ہو اور اس کے اس ارادے پر کوئی قرینہ بھی نہ ہو تو ظاہراً اس وقت تک متوقف رکھے جب تک مدعی اس کے احضار کی گذارش نہ کرے۔

فصل

مدعا علیہ کے جواب کے بارے میں!

مدعا علیہ یا جواب نہیں دے گا۔ یا اقرار کرے گا یا انکار کرے گا یا یوں کہے گا: "میں نہیں جانتا" یا کہے گا: "میں نے ادا کر دیا ہے" وغیرہ کہ یہ سب باتیں مدعی کی تکذیب ہیں۔

اقرار میں جواب

مسئلہ ۱: جب مدعا علیہ کسی حق کا اقرار کرے چاہے وہ شئے خارجی ہو یا قرض ہو۔ اور اقرار کی شرطیں

الاقرار و حكم الحاكم ألزمه به، وانفصلت الخصومة، و يترتب عليه لوازم الحكم كعدم جواز نقضه و عدم جواز رفعه إلى حاكم آخر و عدم جواز سماع الحاكم دعواه و غير ذلك، ولو أقر و لم يحكم فهو مأخوذ باقراره فلا يجوز لأحد التصرف فيما عنده إذا أقر به الا باذن المقر له، و جاز لغيره إلزامه، بل وجب من باب الأمر بالمعروف، و كذا الحال لو قامت البينة على حقه من جواز ترتيب الأثر على البينة، و عدم جواز التصرف إلا باذن من قامت على حقه، نعم في جواز إلزامه أو وجوبه مع قيام البينة من باب الأمر بالمعروف إشكال، لاحتمال أن لا يكون الحق عنده ثابتاً و لم تكن البينة عنده عادلة، و معه لا يجوز أمره و نهيه، بخلاف الثبوت بالاقرار.

مسألة ٢ - بعد إقرار المدعى عليه ليس للحاكم على الظاهر الحكم إلا بعد طلب المدعي، فاذا طلب منه يجب عليه الحكم فيما يتوقف استيفاء حقه عليه على الأقوى، و مع عدم التوقف على الأحوط بل لا يخلو من وجه، و إذا لم يطلب منه الحكم أو طلب عدمه فحكم الحاكم ففي فصل الخصومة به تردد.

مسألة ٣ - الحكم إنشاء ثبوت شيء أو ثبوت شيء على ذمة شخص أو الالزام بشيء و نحو ذلك، و لا يعتبر فيه لفظ خاص، بل اللازم الانشاء بكل مادل على المقصود كأن يقول: قضيت أو حكمت أو ألزمت أو عليك دين فلان أو هذا الشيء لفلان و أمثال ذلك من كل لغة كان إذا أريد الانشاء ودل اللفظ بظاهره عليه ولو مع القرينة.

مسألة ٤ - لو التمس المدعي أن يكتب له صورة الحكم أو إقرار المقر فالظاهر عدم وجوبه إلا إذا توقف عليه استنقاذ حقه، و حينئذ هل يجوز له مطالبة الأجر أم لا؟ الأحوط ذلك و إن لا يبعد الجواز، كما لا إشكال في جواز مطالبة قيمة القرطاس والمداد، و أما مع عدم التوقف فلا شبهة في شيء منها، ثم إنه لا يكتب حتى يعلم إسم المحكوم عليه و نسبه على وجه يخرج عن الاشتراك والابهام ولو لم يعلم لم يكتب إلا مع قيام شهادة عدلين بذلك، و يكتب مع المشخصات النافية

جمع ہوں اور حاکم فیصلہ صادر کر کے اس کی ادائیگی اس پر لازم کر دے، اور جھگڑا ختم ہو جائے تو حکم کے لوازم اس پر مترتب ہونگے جیسے اس حکم کو نقض کرنا جائز نہیں۔ اس کو کسی دوسرے قاضی کے پاس لے جانا جائز نہیں۔ اور دوسرے قاضی کے لئے اس کا دعویٰ سننا جائز نہیں وغیرہ۔ اور اگر مدعا علیہ اقرار کرے لیکن حاکم فیصلہ نہ کرے تو وہ اپنے اقرار کی وجہ سے ماخوذ ہوگا۔ اور اس کے پاس جو چیز ہے اس کے اقرار کے بعد جس کے حق میں اقرار کیا ہے۔ اس کی بغیر اجازت کے کسی کے لئے اس میں تصرف کرنا جائز نہیں۔ اور دوسرے کے لئے اس کو مجبور کرنا جائز ہے۔ بلکہ امر بالمعروف کے باب سے واجب ہے۔ اور یہی حکم اس کے بارے میں ہے جس کے حق پر گواہ پیش ہو جائیں کہ گواہوں کی شہادت پر اقدام کرنا جائز ہے۔ اور جس کے حق میں گواہی ہوئی ہو اس کی بغیر اجازت کے اس چیز میں تصرف جائز نہیں۔ البتہ گواہی کے بعد اس کو از باب امر بالمعروف مجبور کرنے کے جواز یا وجوب میں اشکال ہے۔ اس لئے احتمال ہے کہ حق اس کے نزدیک ثابت نہ ہو اور گواہ عادل نہ ہوں۔ چنانچہ ایسی صورت میں اس کو حکم دینا یا نفی کرنا جائز نہیں برخلاف اس کے کہ جب اقرار کے ذریعہ (حق) ثابت ہو تو اس میں جائز ہے۔

مسئلہ ۲: مدعا علیہ کے اقرار کرنے کے بعد جب تک مدعی مطالبہ نہ کرے ظاہراً قاضی کو فیصلہ کرنیکا حق نہیں پس جب مدعی مطالبہ کرے تو اگر مدعی کے حق کی دستیابی اس پر موقوف ہو تو قاضی پر علی الاقویٰ حکم دینا واجب ہے۔ اور مدعی کے حق کی دستیابی اس پر موقوف نہ ہونیکی صورت میں علی الاحوط واجب ہے۔ بلکہ یہ وجہ سے خالی نہیں۔ لیکن اگر مدعی قاضی سے فیصلہ صادر کرنیکا مطالبہ نہ کرے۔ یا فیصلہ صادر نہ کرنے کا مطالبہ کرے۔ لیکن قاضی فیصلہ کر دے تو اس فیصلے سے جھگڑا نمٹنے میں تردد ہے۔

مسئلہ ۳: کسی چیز کے ثبوت، یا کسی چیز کے کسی کے ذمے ثابت ہونے یا کسی پر لازم ہونے وغیرہ کے انشاء کو حکم کہتے ہیں۔ اس میں کوئی خاص صیغہ معتبر نہیں ہے۔ بلکہ لازمی ہے کہ جو الفاظ مراد کو ظاہر کریں ان میں حکم دے۔ مثلاً یوں کہے "میں نے فیصلہ کیا" یا "میں نے حکم دیا" یا "میں نے لازم کیا" یا "اس پر فلاں کا قرض ہے" یا "یہ چیز فلاں کی ہے" یا اسی قسم کے کلمات چاہے کسی بھی زبان کے ہوں۔ جب ان سے انشاء حکم مراد ہو اور لفظ ظاہراً چاہے قرینے کے ساتھ ہی اس پر دلالت کرے۔

مسئلہ ۴: اگر مدعی یہ گذارش کرے کہ صورت حکم یا مقر کا اقرار اسے لکھ کر دیا جائے تو ظاہراً واجب نہیں ہے۔ مگر یہ کہ اس کے حق کا بچانا لکھنے پر موقوف ہو۔ اس صورت میں آیا اس سے اجرت کا مطالبہ جائز ہے یا نہیں؟ احتیاطاً جائز نہیں۔ اگرچہ جائز ہونا بھی بعید نہیں۔ جیسا کہ کاغذ یا روشنائی کی قیمت لینے میں کوئی اشکال نہیں۔ لیکن اگر حق کا بچانا لکھنے پر موقوف نہ ہو تو ان میں سے کسی چیز میں شبہ نہیں۔ اور پھر جب تک محکوم علیہ کا نام و نسب معلوم نہ ہو کہ اس میں اشتراک اسمی اور ابہام نہ رہ جائے اس وقت تک نہ لکھا جائے۔ اور معلوم نہ ہونے کی صورت میں جب تک دو عادل گواہی نہ دے دیں نہ لکھا جائے۔ اور ایسے مشخصات کے ساتھ لکھا جائے جن سے ابہام و تدلیس کا اندیشہ نہ رہے۔ اور اگر نسب کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ ہو اور صرف مشخصات کافی ہوں تو انہی پر اکتفاء کی جائے۔

للايهام و التدليس، ولو لم يحتج إلى ذكر النسب وكفى ذكر مشخصاته اكتفى به.

مسألة ٥ ـ لو كان المقر واجداً ألزم بالتأدية، ولو امتنع أجبره الحاكم، و إن ماطل و أصر على المماطلة جازت عقوبته بالتغليظ بالقول حسب مراتب الأمر بالمعروف، بل مثل ذلك جائز لسائر الناس، ولو ماطل حبسه الحاكم حتى يؤدي ما عليه، وله أن يبيع ما له إن لم يمكن إلزامه ببيعه، ولو كان المقر به عيناً يأخذها الحاكم بل وغيره من باب الأمر بالمعروف، ولو كان ديناً أخذ الحاكم مثله في المثليات وقيمته في القيميات بعد مراعاة مستثنيات الدين، ولا فرق بين الرجل و المرأة فيما ذكر.

مسألة ٦ ـ لو ادعى المقر الاعسار و أنكره المدعي فان كان مسبوقاً باليسار فادعى عروض الاعسار فالقول قول منكر العسر، وإن كان مسبوقاً بالعسر فالقول قوله، فان جهل الأمران ففي كونه من التداعي أو تقديم قول مدعي العسر تردد و إن لا يبعد تقديم قوله.

مسألة ٧ ـ لو ثبت عسره فان لم يكن له صنعة أو قوة على العمل فلا إشكال في إنظاره إلى يساره، و إن كان له نحو ذلك فهل يسلمه الحاكم إلى غريمه ليستعمله أو يؤاجره أو أنظره و ألزمه بالكسب لتأدية ما عليه و يجب عليه الكسب لذلك أو أنظره و لم يلزمه بالكسب و لم يجب عليه الكسب لذلك بل لو حصل له مال يجب أداء ما عليه؟ وجوه، لعل الأوجه أوسطها، نعم لو توقف إلزامه بالكسب على تسليمه إلى غريمه يسلمه إليه ليستعمله.

مسألة ٨ ـ إذا شك في إعساره و إيساره و طلب المدعي حبسه إلى أن يتبين الحال حبسه الحاكم، و إذا تبين إعساره خلى سبيله و عمل معه كما تقدم، و لا فرق في ذلك و غيره بين الرجل و المرأة، فالمرأة المماطلة يعمل معها نحو الرجل المماطل و يحبسها الحاكم كما يحبس الرجل الى تبين الحال.

مسألة ٩ ـ لو كان المديون مريضاً يضره الحبس أو كان أجيراً للغير قبل حكم الحبس عليه فالظاهر عدم جواز حبسه.

مسئلہ ۵: اگر مُقِر مالدار ہو تو اس پر ادائیگی لازمی قرار دی جائے اور اگر انکار کرے تو قاضی اسے ادائیگی پر مجبور کرے۔ اور اگر تاخیر کرے اور تاخیر کرنے پر اصرار کرے تو مراتب امر بالمعروف کی روشنی میں اسکو سخت کلام کے ذریعہ سزا دینا جائز ہے۔ بلکہ دوسرے لوگوں کے لئے بھی ایسا کرنا جائز ہے۔ اس کے بعد بھی اگر تاخیر کرے تو قاضی اس کو قید کرے یہاں تک کہ وہ ادا کر دے۔ اور قاضی کے لئے اگر اس کو مال بیچنے پر مجبور کرنا ممکن نہ ہو تو اس کو حق ہے کہ خود اس کا مال فروخت کرے۔ اور اگر جس چیز کا اقرار کیا ہے وہ شئے خارجی ہو تو قاضی اس سے لے لے۔ بلکہ از باب امر بالمعروف دوسرے بھی اس سے لے سکتے ہیں۔ لیکن اگر قرض ہو تو قاضی مستثنیات دین کی رعایت کرتے ہوئے مثلیات میں اس کے مثل اور قیمیات میں اس کی قیمت اس سے لے۔ اور مذکورہ شقوں میں مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں۔

مسئلہ ۶: اگر مُقِر تنگدست ہونے کا دعویٰ کرے اور مدعی اس کا انکار کرے تو اگر پہلے وہ تنگدست نہ رہا ہو لیکن اب تنگدستی کا شکار ہونے کا مدعی ہو تو منکرِ تنگدستی کی بات مانی جائے گی۔ لیکن اگر پہلے سے تنگدست رہا ہو تو اسی کی بات قابلِ قبول ہوگی۔ لیکن اگر دونوں صورتیں نامعلوم ہوں تو دونوں کے مدعی ہونے یا تنگدستی کے مدعی کی بات مقدم کرنے میں تردّد ہے اگرچہ بعید نہیں ہے کہ اس کی بات مقدم کی جائے۔

مسئلہ ۷: اگر اس کی تنگدستی ثابت ہو جائے چنانچہ وہ کوئی پیشہ یا کام کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو خوشحال ہو جانے تک اس کو مہلت دینے میں کوئی اشکال نہیں۔ لیکن اگر وہ کوئی پیشہ یا کام کرنے کی طاقت رکھتا ہو تو آیا قاضی اس کو طلبگار کے حوالے کرے گا تاکہ اس سے کام لے یا کرائے پر دے؟ یا اس کو مہلت دے گا اور کاروکسب اس پر لازمی کرے گا تاکہ وہ قرض ادا کرے اور اس کے لئے کاروکسب اس پر واجب ہوگا۔ یا اس کو مہلت دے گا اور کاروکسب کو بھی اس پر لازم نہیں کرے گا اور نہ اس کے لئے اس پر کاسبی واجب ہوگی۔ بلکہ اگر مال اس کو ملا تو قرض کی ادائیگی اس پر واجب ہوگی؟ اس میں چند وجہیں ہیں۔ سب سے بہتر درمیانی وجہ ہے۔ البتہ اگر کسب و کار کو اس پر لازمی کرنا اس کو طلبگار کے حوالے کرنے پر موقوف ہو تو قاضی اسکو طلبگار کے حوالے کرے تاکہ وہ اس سے کام لے۔

مسئلہ ۸: جب مقروض کے تنگدست اور خوشحال ہونے میں شک ہو اور مدعی اس کی پوزیشن واضح ہونے تک اسے قید کر دینے کا مطالبہ کرے تو قاضی اسے قید کر دے۔ اور جب اس کا تنگدست ہونا روشن ہو جائے تو اسے آزاد کرے اور اس کے ساتھ اوپر بیان ہونے والا سلوک کرے۔ اس میں اور اس کے علاوہ میں مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ تاخیر کرنے والی عورت کے ساتھ بھی مرد جیسا سلوک کیا جائے گا۔ چنانچہ قاضی اسکو قید میں رکھے گا جیسا کہ مرد کو قید میں رکھا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی پوزیشن واضح ہو جائے۔

مسئلہ ۹: اگر مدیون بیمار ہو اور قید کرنا اس کے لئے نقصان دہ ہو۔ یا قید کا حکم صادر ہونے سے پہلے کسی کا اجیر ہو تو ظاہراً اس کو قید کرنا جائز نہیں۔

مسألة ١٠ ـ ما قلنا من إلزام المعسر بالكسب مع قدرته عليه إنما هو فيما إذا لم يكن الكسب بنفسه حرجاً عليه أو منافياً لشأنه أو الكسب الذي أمكنه لا يليق بشأنه بحيث كان تحمله حرجاً عليه.

مسألة ١١ ـ لا يجب على المرأة التزيج لأخذ المهر و أداء دينها، ولا على الرجل طلاق زوجته لدفع نفقتها لأداء الدين، ولو وهبه ولم يكن في قبولها مهانة و حرج عليه يجب القبول لأداء دينه.

القول في الجواب بالانكار

مسألة ١ ـ لو أجاب المدعى عليه بالانكار فأنكر ما ادعى المدعي فان لم يعلم أن عليه البينة أو علم وظن أن لا تجوز إقامتها إلا مع مطالبة الحاكم وجب على الحاكم أن يعرفه ذلك بأن يقول ألك بينة؟ فان لم تكن له بينة و لم يعلم أن له حق إحلاف المنكر يجب على الحاكم إعلامه بذلك.

مسألة ٢ ـ ليس للحاكم إحلاف المنكر إلا بالتماس المدعي، و ليس للمنكر التبرع بالحلف قبل التماسه، فلو تبرع هو أو الحاكم لم يعتد بتلك اليمين، ولابد من الاعادة بعد السؤال، و كذا ليس للمدعي إحلافه بدون إذن الحاكم، فلو أحلفه لم يعتد به.

مسألة ٣ ـ لو لم يكن للمدعي بينة و استحلف المنكر فحلف سقطت دعوى المدعي في ظاهر الشرع، فليس له بعد الحلف مطالبة حقه، و لا مقاصته، ولا رفع الدعوى إلى الحاكم، و لا تسمع دعواه، نعم لا تبرأ ذمة المدعى عليه، ولا تصير العين الخارجية بالحلف خارجاً عن ملك مالكها فيجب عليه ردها وإفراغ ذمته و إن لم يجز للمالك أخذها و لا التقاص منه، و لا يجوز بيعها وهبتها و سائر التصرفات فيها، نعم يجوز إبراء المديون من دينه على تأمل فيه، فلو أقام المدعي البينة بعد حلف المنكر لم تسمع، ولو غفل الحاكم أو رفع الأمر الى حاكم آخر

مسئلہ ۱۰: ہم نے تنگدست پر کام کو اس کے اس پر قادر ہونے کی صورت میں جو لازمی قرار دیا ہے یہ اس صورت میں ہے کہ جب کام کرنا بذاتِ خود اس کیلئے باعث حرج نہ ہو یا اس کی شان کے منافی نہ ہو۔ یا جو کام کرنا اسکے امکان میں ہے وہ اس کے لائق شان نہ ہو کہ جس کا تحمل اس کے لئے باعث حرج ہو۔

مسئلہ ۱۱: مہر لینے اور قرض ادا کرنے کے لئے عورت پر شادی کرنا واجب نہیں۔ اور اسی طرح ادائیگی قرض کی خاطر عورت کو نفقہ دینے کے لئے مرد پر اس کو طلاق دینا واجب نہیں۔ اور اگر کوئی اسے ہبہ دے اور اس کے قبول کرنے میں اس کی اہانت اور حرج نہ ہو تو قرض ادا کرنے کی خاطر اسکو قبول کرنا واجب ہے۔

انکار میں جواب

مسئلہ ۱: اگر مدعا علیہ انکار میں جواب دے اور مدعی کے دعوے کا انکار کر دے۔ تو اگر مدعی کو معلوم نہ ہو کہ اسکو گواہ پیش کرنا ہیں یا معلوم ہو لیکن گمان رکھتا ہو کہ قاضی کے بغیر مطالبے کے گواہ پیش کرنا جائز نہیں تو قاضی پر واجب ہے کہ یہ بات مدعی کو بتائے مثلاً اس سے پوچھے کہ کیا تم گواہ رکھتے ہو، پس اگر مدعی گواہ نہ رکھتا ہو اور نہ جانتا ہو کہ اس کو منکر کو قسم دینے کا حق ہے تو حاکم پر یہ بات مدعی کو بتانا واجب ہے۔

مسئلہ ۲: جب تک مدعی نہ چاہے قاضی کو حق نہیں کہ وہ منکر کو قسم دے۔ اور مدعی کے چاہے بغیر منکر کو خود سے قسم کھانے کا حق نہیں۔ اگر منکر یا قاضی قسم میں تبرع سے کام لیں تو اس قسم کا کوئی اعتبار نہیں۔ لہٰذا جب مدعی چاہے تو اس کے بعد دوبارہ قسم کھانا ضروری ہے۔ اسی طرح قاضی کی بغیر اجازت کے مدعی کو حق نہیں کہ وہ منکر کو قسم دے۔ چنانچہ اگر مدعی اس کو قسم دے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

مسئلہ ۳: اگر مدعی گواہ نہ رکھتا ہو اور وہ منکر سے قسم کھانے کو کہے چنانچہ منکر قسم کھالے تو ظاہر شریعت کی رو سے مدعی کا دعویٰ ساقط ہو جائیگا۔ لہٰذا قسم دینے کے بعد وہ اپنے حق کا مطالبہ نہیں کر سکتا اور نہ اسکا عوض لے سکتا ہے۔ اور نہ حاکم کے پاس دعویٰ پیش کرنے کا حقدار ہے اور نہ اسکا دعویٰ سنا جائیگا۔ البتہ مدعی علیہ بری الذمہ نہیں ہوگا۔ اور شئے خارجی قسم کی وجہ سے مالک کی ملکیت سے خارج نہیں ہوگی لہٰذا مدعا علیہ پر اس کو واپس کرنا اور اپنے آپ کو بری الذمہ کرنا واجب ہے۔ اگرچہ مالک کے لئے وہ چیز یا اسکا عوض لینا جائز نہیں۔ اور اسی طرح اس چیز کو بیچنا، ہبہ کرنا اور اس میں کوئی بھی تصرف کرنا جائز نہیں۔ البتہ مدیون کو قرض سے بری کرنا جائز ہے۔ اگرچہ اس میں بھی تأمل ہے۔ چنانچہ اگر منکر کے قسم کھانے کے بعد مدعی گواہ پیش کرے تو نہیں سنا جائیگا۔ اور اگر قاضی

فحكم ببينة المدعي لم يعتد بحكمه.

مسألة ٤ ـ لو تبين للحاكم بعد حكمه كون الحلف كذباً يجوز بل يجب عليه نقض حكمه، فحينئذ يجوز للمدعي المطالبة و المقاصة و سائر ما هو آثار كونه محقاً، ولو أقر المدعى عليه بأن المال للمدعي جاز له التصرف و المقاصة و نحوهما، سواء تاب و أقر أم لا.

مسألة ٥ ـ هل الحلف بمجرده موجب لسقوط حق المدعي مطلقاً أو بعد إذن الحاكم أو إذا تعقبه حكم الحاكم أو حكمه موجب له إذا استند إلى الحلف؟ الظاهر أن الحلف بنفسه لا يوجبه ولو كان باذن الحاكم. بل بعد حكم الحاكم يسقط الحق، بمعنى أن الحلف بشرط حصول الحكم موجب للسقوط بنحو الشرط المقارن.

مسألة ٦ ـ للمنكر أن يرد اليمين على المدعي، فان حلف ثبت دعواه و إلا سقطت،والكلام في السقوط بمجرد عدم الحلف و النكول أو بحكم الحاكم كالمسألة السابقة، و بعد سقوط دعواه ليس له طرح الدعوى ولو في مجلس آخر، كانت له بينة أولا، ولو ادعى بعد الردّ عليه بأن لي بينة يسمع منه الحاكم،وكذا لو استمهل في الحلف لم يسقط حقه، وليس للمدعي بعد الرد عليه أن يرد على المنكر، بل عليه إما الحلف أو النكول، وللمنكر أن يرجع عن رده قبل أن يحلف المدعي. و كذا للمدعي أن يرجع عنه لو طلبه من المنكر قبل حلفه.

مسألة ٧ ـ لو نكل المنكر فلم يحلف و لم يرد فهل يحكم عليه بمجرد النكول أو يرد الحاكم اليمين على المدعي فان حلف ثبت دعواه و إلا سقطت؟ قولان، و الأشبه الثاني.

مسألة ٨ ـ لو رجع المنكر الناكل عن نكوله فان كان بعد حكم الحاكم عليه أو بعد حلف المدعي المردود عليه الحلف لا يلتفت إليه، و يثبت الحق عليه في الفرض الأول، و لزم الحكم عليه في الثاني من غير فرق بين علمه بحكم النكول أو لا.

غفلت سے کام لے۔ یا مدعی معاملہ کسی اور قاضی کے پاس لے جائے اور وہ مدعی کے گواہوں کے مطابق حکم دے تو اس کا حکم معتبر نہیں۔

مسئلہ ۴: اگر فیصلہ صادر کرنے کے بعد قاضی کو معلوم ہو کہ قسم جھوٹی تھی تو اس پر جائز بلکہ واجب ہے کہ فیصلہ توڑ دے۔ اس صورت میں مدعی کے لئے اس چیز یا اس کے عوض اور دوسری تمام چیزوں کا کہ جن کا حقدار ہے مطالبہ کرنا جائز ہے۔ اور اگر مدعا علیہ اقرار کرے کہ مال مدعی کا ہے۔ تو اس کے لئے اس میں تصرف اور اس کا عوض لینا وغیرہ جائز ہے۔ چاہے توبہ کرنے کے بعد اقرار کرے یا نہ!

مسئلہ ۵: کیا صرف قسم ہی مطلقاً مدعی کے حق کے ساقط ہو جانے کی موجب ہے یا قاضی کی اجازت کے بعد یا اس صورت میں سقوطِ حق کا موجب ہے کہ جب اس کے بعد قاضی حکم دے یا قاضی کا حکم جب قسم کی بنا پر ہو تو سقوطِ حق کا موجب ہے؟ ظاہر یہ ہے قسم ذاتاً اس کی موجب نہیں چاہے قاضی کی اجازت سے ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ قاضی کے فیصلے کے بعد ہی حق ساقط ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قسم "شرطِ مقارن" کی طرح۔ اس شرط کے ساتھ سقوط کی موجب ہے کہ جب اس کی وجہ سے حکم صادر ہو۔

مسئلہ ۶: منکر قسم کی ذمہ داری مدعی پر ڈال سکتا ہے۔ پس اگر مدعی قسم کھائے تو اس کا دعویٰ ثابت ورنہ ساقط ہو جائے گا۔ اور آیا صرف قسم نہ کھانے اور اس سے انکار کر دینے سے دعویٰ ساقط ہو جائے گا۔ یا حاکم کے حکم سے ساقط ہوگا؟ اس سلسلے میں یہاں بھی وہی کلام ہے جو سابقہ مسئلے میں ہے۔ اور دعویٰ ساقط ہو جانے کے بعد مدعی کو دوسرا دعویٰ دائر کرنے کا حق نہیں چاہے دوسری مرتبہ ہی سہی۔ خواہ گواہ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ اور اگر مدعی ردِ قسم کے بعد دعویٰ کرے کہ اس کے پاس گواہ موجود ہیں تو قاضی اس کی سماعت کرے گا اور اسی طرح اگر وہ قسم کے سلسلے میں مہلت مانگے تو اس کا حق ساقط نہیں ہوگا۔ لیکن جب مدعی پر ردِ قسم ہو جائے تو وہ اس کی ذمہ داری دوبارہ منکر پر نہیں ڈال سکتا۔ بلکہ یا قسم کھائے یا اس سے انکار کر دے۔ البتہ مدعی کے قسم کھانے سے پہلے منکر ردِ قسم والی بات سے پھر سکتا ہے۔ اور اسی طرح مدعی بھی منکر سے قسم کا مطالبہ کرنے کے بعد اس کے قسم کھانے سے پہلے اپنا مطالبہ واپس لے سکتا ہے۔

مسئلہ ۷: اگر قسم کھانے سے انکار کر دے اور قسم نہ کھائے اور نہ مدعی پر اس کی ذمہ داری عائد کرے تو آیا صرف اسکے قسم سے انکار کی بنا پر اسکے خلاف فیصلہ صادر کر دیا جائیگا یا قاضی مدعی سے قسم کھانے کو کہے گا۔ کہ اگر مدعی قسم کھائے تو اس کا دعویٰ ثابت ورنہ ساقط ہو جائے گا؟ اس میں دو قول ہیں۔ اور اشبہ دوسرا قول ہے۔

مسئلہ ۸: اگر وہ منکر کہ جس نے قسم کھانے سے سرتابی کی ہو اپنے انکار سے پھر جائے۔ چنانچہ اگر قاضی کے اسکے خلاف فیصلہ صادر کر دینے کے بعد یا اس مدعی کے قسم کھالینے کے بعد کہ جب پر قسم عائد کی گئی ہو ایسا کرے تو اس پر کوئی توجہ نہیں دی جائے گی اور پہلے فرض میں اس پر حق ثابت ہو جائے گا جبکہ دوسرے فرض میں اسکے خلاف حکم (کا اجراء) لازمی ہوگا۔ بغیر کسی فرق کے کہ اسے قسم سے سرتابی کا حکم معلوم رہا ہو یا نہ رہا ہو۔

مسألة ٩ ـ لو استمهل المنكر في الحلف والرد ليلاحظ ما فيه صلاحه جاز إمهاله بمقدار لا يضر بالمدعي و لا يوجب تعطيل الحق و التأخير الفاحش نعم لو أجاز المدعي جاز مطلقاً بمقدار إجازته.

مسألة ١٠ ـ لو قال المدعي لي بينة لا يجوز للحاكم إلزامه باحضارها، فله أن يحضرها أو مطالبة اليمين أو ترك الدعوى، نعم يجوز له ارشاده بذلك أو بيان الحكم، من غير فرق في الموضعين بين علمه وجهله.

مسألة ١١ ـ مع وجود البينة للمدعي يجوز له عدم إقامتها ولو كانت حاضرة و إحلاف المنكر، فلا يتعين عليه إقامتها، ولو علم أنها مقبولة عند الحاكم فهو مخير بين إقامتها و إحلاف المنكر، و يستمر التخيير إلى يمين المنكر فيسقط حينئذ حق إقامة البينة ولو لم يحكم الحاكم، ولو أقام البينة المعتبرة و قبل الحاكم فهل يسقط التخيير أو يجوز العدول إلى الحلف؟ وجهان، أوجههما سقوطه.

مسألة ١٢ ـ لو أحضر البينة فان علم أو شهدت القرائن بأن المدعي بعد حضورها لم يرد إقامتها فليس للحاكم أن يسألها، و إن علم أو شهدت الأحوال بارادة إقامتها فله أن يسألها، ولو لم يعلم الحال و شك في ذلك فليس للحاكم سؤال الشهود، نعم له السؤال من المدعي بأنه أراد الاقامة أولا.

مسألة ١٣ ـ إذا شهدت البينة فان عرفها الحاكم بالفسق طرح شهادتها وكذا لو عرف بفقدهما بعض شرائط الشهادة ولو عرفها بالعدالة و جامعيتهما الشرائط قبل شهادتهما، و إن جهل حالهما توقف و استكشف من حالهما، و عمل بما يقتضيه.

مسألة ١٤ ـ إذا عرفها بالفسق أو عدم جامعيتها للشرائط طرحها من غير انتظار التزكية، لكن لو ادعى المدعي خطأ الحاكم في اعتقاده تسمع منه، فان أثبت دعواه و إلا فعلى الحاكم طرح شهادتهما، و كذا لو ثبت عدالتهما وجامعيتهما للشرائط لم يحتج إلى التزكية و يعمل بعلمه، ولو ادعى المنكر جرحهما أو جرح أحدهما تقبل، فان أثبت دعواه أسقطهما و إلا حكم ويجوز للحاكم التعويل على

مسئلہ ۹: اگر منکر قسم یا اس کو رد کرنے میں مہلت مانگے تاکہ اپنی بہتری کے بارے میں فیصلہ کرلے تو اس کو اس مقدار میں مہلت دینا جائز ہے جس سے مدعی کو نقصان نہ پہنچے اور اسکے حق میں تاخیر اور اسکے بے کار پڑے رہنے کا موجب نہ ہو۔ البتہ اگر مدعی اجازت دے تو جس قدر مہلت دینے کی وہ اجازت دے اس قدر مہلت دینا مطلقاً جائز ہے۔

مسئلہ ۱۰: اگر مدعی کہے کہ میرے پاس گواہ موجود ہیں تو قاضی کے لئے اس پر گواہ حاضر کرنے کو لازمی قرار دینا جائز نہیں چنانچہ مدعی کو اختیار ہے کہ وہ گواہ پیش کرے یا منکر کو قسم دے یا دعویٰ ترک کردے۔ البتہ قاضی کے لئے اسکی رہنمائی کرنا یا حکم بیان کرنا جائز ہے۔ اور دونوں مقام پر قاضی کے جاننے یا نہ جاننے میں کوئی فرق نہیں۔

مسئلہ ۱۱: اگر گواہ موجود بھی ہوں مدعی کے لئے جائز ہے کہ انکو (محکمہ میں) نہ پیش کرے۔ بلکہ منکر کو قسم دے۔ پس وہ گواہ پیش کرنے پر مجبور نہیں ہے۔ چاہے یہ جانتا ہو کہ گواہی قاضی کے نزدیک مقبول ہوگی۔ لہٰذا اسکو گواہ پیش کرنے اور منکر کو قسم دینے میں اختیار ہے اور یہ اختیار منکر کے قسم کھانے تک حاصل رہے گا۔ لیکن جب منکر قسم کھا چکے تو گواہ پیش کرنیکا اختیار سلب ہوجائیگا چاہے قاضی نے فیصلہ صادر نہ کیا ہو۔ چنانچہ اگر معتبر گواہ پیش کرے اور قاضی قبول کرلے تو آیا اختیار سلب ہوجائے گا یا گواہ پیش کرنے سے منصرف ہوکر منکر کو قسم دینے کی طرف عدول کرنا جائز ہوگا؟ اس میں دو وجہیں ہیں۔ زیادہ بہتر یہ ہے کہ اختیار سلب ہوجائے گا۔

مسئلہ ۱۲: اگر قاضی گواہوں کو حاضر کرے اسکے بعد اسے معلوم ہوجائے یا قرائن شہادت دیں کہ مدعی گواہوں کے حاضر ہوجانے کے بعد انکو عدالت میں پیش نہیں کرنا چاہتا۔ تو قاضی کو گواہوں سے پوچھنے کا حق نہیں اور اگر قاضی کو معلوم ہوجائے یا حالات گواہی دیں کہ وہ گواہوں کو پیش کرنا چاہتا ہے تو قاضی گواہوں سے سوال کرسکتا ہے۔ لیکن اگر قاضی کو حالت کا علم نہ ہو اور وہ شک میں پڑجائے تو اسے گواہوں سے سوال کرنے کا حق نہیں۔ البتہ مدعی سے پوچھنے کا حق ہے کہ وہ گواہ پیش کرنا چاہتا ہے یا نہیں۔

مسئلہ ۱۳: اگر گواہ گواہی دیں اور قاضی کو معلوم ہو کہ وہ فاسق ہیں تو ان کی گواہی رد کردے۔ اسی طرح اگر اس کو یہ معلوم ہو کہ ان میں گواہی کے کچھ شرائط نہیں ہیں۔ چاہے ان کے گواہی دینے سے پہلے ان کے عادل اور گواہی کے لئے جامع الشرائط ہونے کو جانتا ہو۔ اور اگر قاضی کو گواہوں کے بارے میں معلوم نہ ہو تو (حکم صادر کرنے میں) توقف کرے اور (پہلے) ان کے بارے میں تحقیق کرے اور مقتضائے حال کے مطابق عمل کرے۔

مسئلہ ۱۴: جب قاضی گواہوں کے فاسق ہونے اور جامع الشرائط نہ ہونے کو جانتا ہو تو ان کی صفائی کے ثبوت کا انتظار کئے بغیر گواہی رد کردے۔ لیکن اگر مدعی اس سلسلے میں قاضی کے غلطی پر ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ سنا جائے۔ چنانچہ اگر وہ اپنا دعویٰ ثابت کردے تو ٹھیک ہے ورنہ حاکم کی ذمہ داری ہے کہ ان کی گواہی رد کرے۔ اور اسی طرح اگر ان کا عادل اور جامع الشرائط ہونا ثابت ہو تو انکی صفائی کے ثبوت کے انتظار کی حاجت نہیں۔ بلکہ قاضی اپنے علم کے مطابق عمل کرے۔ اور اگر منکر ان دونوں یا ان میں سے ایک کے ساتھ جرح کرنا چاہے تو اس کی بات مانی جائیگی۔ پس اگر منکر اپنی بات ثابت کردے تو قاضی دونوں گواہوں کو رد کردے گا۔ ورنہ فیصلہ صادر کرے گا۔

الاستصحاب في العدالة و الفسق.

مسألة ١٥ ـ إذا جهل الحاكم حالهما وجب عليه أن يبين للمدعي أن له تزكيتهما بالشهود مع جهله به، فان زكاهما بالبينة المقبولة وجب أن يبين للمدعى عليه أن له الجرح إن كان جاهلاً به. فان اعترف بعدم الجارح حكم عليه، و إن أقام البينة المقبولة على الجرح سقطت بينة المدعي.

مسألة ١٦ ـ في صورة جهل الحاكم و طلبه التزكية من المدعي لوقال: «لا طريق لي» أو قال: «لا أفعل» أو «يعسر علي» و طلب من الحاكم الفحص لا يجب عليه ذلك و إن كان له ذلك، بل هو راجح، ولو طلب الجرح في البينة المقبولة من المدعى عليه و لم يفعل و قال: «لا طريق لي» أو «يعسر علي» لا يجب عليه الفحص، ويحكم على طبق البينة، ولو استمهله لاحضار الجارح فهل يجب الامهال ثلاثة أيام أو بمقدار مدة أمكنه فيها ذلك أو لا يجب و له الحكم أو وجب عليه الحكم فان أتى بالجارح ينقضه؟ وجوه، لا يبعد وجوب الامهال بالمقدار المتعارف، ولو ادعى الاحضار في مدة طويلة يحكم على طبق البينة.

مسألة ١٧ ـ لو أقام البينة على حقه و لم يعرفهما الحاكم بالعدالة فالتمس المدعي أن يحبس المدعى عليه حتى يثبت عدالتهما قيل: يجوز حبسه، والأقوى عدم الجواز، بل لا يجوز مطالبة الكفيل منه ولا تأمين المدعى به أو الرهن في مقابل المدعى به.

مسألة ١٨ ـ لو تبين فسق الشاهدين أو أحدهما حال الشهادة انتقض الحكم، و إن كان طارئاً بعد الحكم لم ينتقض، وكذا لو تبين فسقهما بعد الشهادة و قبل الحكم على الأشبه.

مسألة ١٩ ـ الظاهر كفاية الاطلاق في الجرح و التعديل، ولا يعتبر ذكر السبب فيهما مع العلم بالأسباب و موافقة مذهبه لمذهب الحاكم، بل لا يبعد الكفاية إلا مع العلم باختلاف مذهبهما، و يكفي فيهما كل لفظ دال على الشهادة بهما، ولا يشترط ضم مثل أنه مقبول الشهادة أو مقبولها لي و عليّ و نحو ذلك في

اور قاضی کے لئے عدالت اور فسق میں استصحاب گواہوں کی سابقہ حالت پر اعتماد کرنا جائز ہے۔

مسئلہ ۱۵: اگر قاضی گواہوں کے بارے میں کچھ نہ جانتا ہو تو اس پر مدعی سے یہ کہنا واجب ہے کہ وہ دوسرے گواہوں کے ذریعہ ان کی صفائی پیش کرے جبکہ مدعی کو اسکا علم نہ ہو۔ چنانچہ اگر مدعی قابل قبول گواہوں کے ذریعے انکی صفائی پیش کر دے تو اب اس پر مدعا علیہ کو یہ بتانا واجب ہے کہ وہ جرح کرے۔ اگر مدعا علیہ نہ جانتا ہو پس اگر مدعا علیہ اعتراف کرے کہ اس کے پاس کوئی جرح کرنے والا نہیں تو اسکے خلاف فیصلہ صادر کرے۔ لیکن اگر جرح میں قابل قبول گواہ پیش کر دے تو مدعی کے گواہ اعتبار سے ساقط ہو جائیں گے۔

مسئلہ ۱۶: حاکم کے گواہوں کے بارے میں نہ جاننے اور مدعی سے انکی صفائی طلب کرنے کی صورت میں اگر مدعی کہے۔ "میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں"۔ یا کہے "میں ایسا نہیں کروں گا"۔ یا "میرے لئے یہ مشکل ہے"۔ اور خود قاضی سے تحقیق کرنے کو کہے تو قاضی پر تحقیق کرنا واجب نہیں۔ اگرچہ وہ ایسا کر سکتا ہے۔ بلکہ اس میں رجحان ہے۔ اور یوں ہی اگر قاضی مدعا علیہ کو قابل قبول گواہوں پر جرح کرنے کو کہے لیکن وہ ایسا نہ کرے بلکہ کہے "میرے پاس جرح کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں"۔ یا "میرے لئے مشکل ہے"۔ تو قاضی پر اس کی جستجو واجب نہیں۔ اور وہ گواہی کے مطابق فیصلہ صادر کرے۔ لیکن اگر مدعا علیہ کسی جرح کرنے والے کو لانے کی خاطر قاضی سے مہلت مانگے تو آیا تین دن مہلت دینا واجب ہے یا اس قدر مہلت دینا کہ جس میں اس کے لئے ایسا کرنا ممکن ہو یا اصلاً واجب نہیں بلکہ اسے فیصلہ دینے کا حق ہے۔ یا قاضی پر فیصلہ صادر کرنا واجب ہے چاہے مدعا علیہ ایسے جرح کرنے والے کو پیش کرے جو گواہی میں نقص وارد کرے؟ اس میں چند وجہیں ہیں۔ بقدر معمول مہلت دینے کا واجب ہونا بعید نہیں۔ لیکن اگر ایک لمبے عرصے کے بعد جرح کرنے والے کو لانے کا دعویٰ کرے تو قاضی کو چاہیئے کہ وہ گواہی کے مطابق فیصلہ دے۔

مسئلہ ۱۷: اگر مدعی اپنے حق کے اثبات کے لئے گواہ پیش کرے اور قاضی ان کے عادل ہونے کو نہ جانتا ہو۔ چنانچہ مدعی قاضی سے "مدعا علیہ" کو گواہوں کی عدالت ثابت ہونے تک قید کر دینے کی گزارش کرے۔ تو ایک قول یہ ہے کہ اسکو قید کر لینا جائز ہے۔ لیکن اقویٰ یہ ہے کہ جائز نہیں۔ بلکہ اس سے کفیل پیش کرنے یا استنادِ عدم یا اس کی جگہ رہن رکھنے کا مطالبہ کرنا تک جائز نہیں۔

مسئلہ ۱۸: اگر گواہی کے دوران دونوں گواہوں یا ان میں سے کسی ایک کا فسق آشکار ہو جائے تو فیصلہ توڑ دیا جائے لیکن اگر فیصلے کے بعد وہ لوگ فاسق ہو جائیں تو فیصلہ نہیں توڑا جائے گا۔ اور اسی طرح بنا بر اشبہ اگر ان کا فسق گواہی کے بعد اور فیصلہ صادر کرنے سے پہلے آشکار ہو!

مسئلہ ۱۹: ظاہراً جرح اور تعدیل کا مطلق ہونا کافی ہے۔ چنانچہ اسباب کا علم ہوتے ہوئے بھی ان کو ذکر کرنا یا اس کا مذہب قاضی کے مذہب کے موافق ہونا معتبر نہیں۔ بلکہ کافی ہونا بعید نہیں ہے۔ مگر یہ کہ قاضی اور اس کا مذہب مختلف ہونے کا علم ہو۔ اور جرح و تعدیل میں وہ الفاظ کافی ہیں جو ان کی گواہی پر دلالت کریں اور تعدیل میں ایسے الفاظ کو ضمیمہ کرنا شرط نہیں کہ "اس کی گواہی قابل قبول ہے"۔ یا "میرے لئے اور میرے برخلاف قابلِ قبول ہے"۔ اور اسی طرح کے دوسرے الفاظ! اور نہ ہی جرح میں ان کے مخالف الفاظ کہنا شرط ہے!

التعديل ولا مقابلا ته في الجرح.

مسألة ٢٠ ـ لو تعارضت بينة الجرح و التعديل بأن قالت إحداهما: «إنه عادل» و قالت الأخرى: «إنه فاسق» أو قالت إحداهما: «كان يوم كذا يشرب الخمر في مكان كذا» و قالت الأخرى: «إنه كان في يوم كذا في غير هذا المكان» سقطتا، فعلى المنكر اليمين، نعم لو كان له حالة سابقة من العدالة أو الفسق يؤخذ بها. فان كانت عدالة حكم على طبق الشهادة، و إن كانت فسقاً تطرح و على المنكر اليمين.

مسألة ٢١ ـ يعتبر في الشهادة بالعدالة العلم بها إما بالشياع أو بمعاشرة باطنة متقادمة، و لا يكفي في الشهادة حسن الظاهر ولو أفاد الظن، ولا الاعتماد على البينة أو الاستصحاب، و كذا في الشهادة بالجرح لابد من العلم بفسقه، و لا يجوز الشهادة اعتماداً على البينة أو الاستصحاب، نعم يكفي الثبوت التعبدي كالثبوت بالبينة أو الاستصحاب أو حسن الظاهر لترتيب الآثار، فيجوز للحاكم الحكم اعتماداً على شهادة من ثبتت عدالته بالاستصحاب أو حسن الظاهر الكاشف تعبداً أو البينة.

مسألة ٢٢ ـ لو شهد الشاهدان بحسن ظاهره فالظاهر جواز الحكم بشهادته بعد كون حسن الظاهر كاشفاً تعبداً عن العدالة.

مسألة ٢٣ ـ لا يجوز الشهادة بالجرح بمجرد مشاهدة ارتكاب كبيرة ما لم يعلم أنه على وجه المعصية و لا يكون له عذر، فلو احتمل أن ارتكابه لعذر لا يجوز جرحه ولو حصل له ظن بذلك بقرائن مفيدة له.

مسألة ٢٤ ـ لو رضي المدعى عليه بشهادة الفاسقين أو عدل واحد لا يجوز للحاكم الحكم، ولو حكم لا يترتب عليه الأثر.

مسألة ٢٥ ـ لا يجوز للحاكم أن يحكم بشهادة شاهدين لم يحرز عدالتهما عنده ولو اعترف المدعى عليه بعدالتهما لكن أخطأهما في الشهادة.

مسألة ٢٦ ـ لو تعارض الجارح و المعدل سقطا و إن كان شهود أحدهما إثنين

مسئلہ ۲۰: اگر جرح اور تعدیل کے گواہوں کا بیان ایک دوسرے کے مخالف ہو۔ مثلاً ایک کہے "کہ یہ عادل ہے" اور دوسرا کہے "کہ یہ فاسق ہے" یا ایک یوں کہے "یہ فلاں دن فلاں مقام پر شراب پی رہا تھا" اور دوسرا کہے "یہ اس روز کسی دوسرے مقام پر تھا" تو دونوں کی بات اعتبار سے ساقط ہو جائے گی۔ لہٰذا منکر کو قسم کھانا پڑے گی۔ البتہ اگر عدالت یا فسق کے اعتبار سے اس کی کوئی سابقہ حالت ہو تو اسی کو اختیار کیا جائے گا۔ چنانچہ اگر سابقہ حالت میں عادل رہا ہو تو (اس کی) گواہی کے مطابق فیصلہ ہوگا لیکن اگر فاسق ہو تو گواہی رد کر دی جائے گی اور منکر کو قسم کھانا پڑے گی۔

مسئلہ ۲۱: کسی کے عادل ہونے کی گواہی دینے کے لئے اس کے عادل ہونے کا علم ہونا ضروری ہے چاہے شہرت کی بنا پر یا اس کے ساتھ خصوصی نزدیکی روابط کی وجہ سے اس کے عادل ہونے کو جانتا ہو۔ ظاہری طور پر اچھا ہونا گواہی کے لئے کافی نہیں چاہے اس سے عادل ہونے کا گمان ہی کیوں نہ ہوتا ہو۔ علاوہ بر این اس کے لئے گواہوں یا اس کی سابقہ حالت پر بھی اعتماد نہیں کیا جائیگا۔ اور اسی طرح جرح والی گواہی کے لئے بھی اس کے فاسق ہونے کا علم ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ گواہوں یا اس کی سابقہ حالت پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے فاسق ہونے کی گواہی دینا جائز نہیں۔ البتہ ثبوت تعبدی" جیسے گواہوں کے ذریعے یا سابقہ حالت کی بنا پر یا ظاہری اچھائی کی وجہ سے ثابت ہوتا۔ اس کے مطابق عمل کرنے کے لئے کافی ہے۔ چنانچہ قاضی کے لئے جائز ہے کہ وہ ایسے عادل کی گواہی پر فیصلہ صادر کرے، جس کی عدالت، سابقہ حالت یا ظاہری اچھائی کی بنا پر کہ جو کاشف تعبدی ہے یا گواہوں سے ثابت ہو۔

مسئلہ ۲۲: اگر دو گواہ اس کے ظاہراً نیک ہونے کی گواہی دیں تو ظاہراً اس کی گواہی پر فیصلہ دینا جائز ہے جبکہ ظاہراً نیک ہونا لامحالہ عدالت کو ظاہر کرتا ہے۔

مسئلہ ۲۳: کسی کی طرف اس بنا پر جرح کرنا جائز نہیں کہ آپ نے اسے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتے دیکھا ہے۔ جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ معذور نہیں تھا اور اس نے معصیت کی بنا پر ایسا کیا ہے۔ پس اگر احتمال ہو کہ اس نے کسی عذر کی بنا پر گناہ کبیرہ انجام دیا ہے تو اس کی جرح کرنا جائز نہیں چاہے مختلف قرائن سے اس کو گمان ہی کیوں نہ حاصل ہو کہ وہ بے عذر تھا۔

مسئلہ ۲۴: اگر مدعا علیہ دو فاسقوں یا ایک عادل کی گواہی پر راضی ہو جائے تو بھی قاضی کے لئے فیصلہ دینا جائز نہیں۔ اور اگر فیصلہ دے بھی دے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۲۵: جن گواہوں کی عدالت قاضی کے نزدیک ثابت نہ ہو ان کی گواہی پر فیصلہ دینا اس کے لئے جائز نہیں، چاہے مدعا علیہ ان کے عادل ہونے کا اعتراف کرتا ہو اگرچہ ان کو اس گواہی میں غلطی پر سمجھتا ہو۔

مسئلہ ۲۶: اگر جرح اور تعدیل کرنے والوں کی بات ایک دوسرے کے مخالف ہو تو دونوں کی بات اعتبار سے ساقط ہو جائے گی چاہے ایک کے گواہ دو اور دوسرے کے چار ہوں۔ بلا کسی فرق کے کہ چاہے دو جرح کی گواہی دیں اور چار ایک ساتھ عادل ہونے کی یا ان میں سے دو پہلے عادل ہونے کی گواہی دیں

و الآخر أربعة، من غير فرق بين أن يشهد إثنان بالجرح و أربعة بالتعديل معاً أو إثنان بالتعديل ثم بعد ذلك شهد إثنان آخران به، و من غير فرق بين زيادة شهود الجرح أو التعديل.

مسألة ٢٧ ـ لا يشترط في قبول شهادة الشاهدين علم الحاكم باسمهما و نسبهما بعد إحراز مقبولية شهادتهما، كما أنه لو شهد جماعة يعلم الحاكم أن فيهم عدلين كفى في الحكم، و لا يعتبر تشخيصهما بعينهما.

مسألة ٢٨ ـ لا يشترط في الحكم بالبينة ضم يمين المدعي، نعم يستثنى منه الدعوى على الميت، فيعتبر قيام البينة الشرعية مع اليمين الاستظهاري، فان أقام البينة و لم يحلف سقط حقه، والأقوى عدم إلحاق الطفل و المجنون و الغائب و أشباههم ممن له نحو شباهة بالميت في عدم إمكان الدفاع لهم به، فتثبت الدعوى عليهم بالبينة من دون ضم يمين، و هل ضم اليمين بالبينة، منحصر بالدين أو يشمل غيزه كالعين والمنفعة و الحق؟ و جهان لا يخلو ثانيهما عن قرب، نعم لا إشكال في لحوق العين المضمونة على الميت إذا تلفت مضمونة عليه.

فروع:

الأول ـ لو كان المدعي على الميت وارث صاحب الحق فالظاهر أن ثبوت الحق محتاج إلى ضم اليمين الى البينة، و مع عدم الحلف يسقط الحق و إن كان الوارث متعدداً لابد من حلف كل واحد منهم على مقدار حقه، ولو حلف بعض و نكل بعض ثبت حق الحالف و سقط حق الناكل.

الثاني ـ لو شهدت البينة باقراره قبل موته بمدة لا يمكن فيها الاستيفاء عادة فهل يجب ضم اليمين أو لا؟ و جهان أوجههما وجوبه، و كذا كل مورد يعلم أنه على فرض ثبوت الدين سابقاً لم يحصل الوفاء من الميت.

الثالث ـ لو تعددت ورثة الميت فادعى شخص عليه و أقام البينة تكفي يمين

اور دوٌ بعد میں اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ جرح کے گواہ زیادہ ہوں یا تعدیل کے!

مسئلہ ۲۷: گواہوں کی گواہی قبول ہونے میں قاضی کے نزدیک جب ان کی گواہی قابل قبول ہونا ثابت ہوجائے تو اس کو ان کے نام اور نسب کا علم ہونا شرط نہیں۔ جیساکہ اگر ایک جماعت گواہی دے اور قاضی کو معلوم ہو کہ ان کے درمیان دوٌ عادل موجود ہیں تو فیصلے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ ان کی تشخیص ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ ۲۸: گواہی پر فیصلہ دینے میں اس کے ساتھ مدعی کی قسم شامل کرنا شرط نہیں۔ البتہ میّت کے خلاف اگر دعویٰ ہو تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ چنانچہ اس میں استظہاری قسم کے ساتھ دوٌ گواہوں کا گواہی دینا ضروری ہے۔ پس اگر مدعی گواہ پیش کر دے لیکن قسم نہ کھائے تو اس کا حق ساقط ہوجائے گا۔ اور اقویٰ یہ ہے کہ بچے، دیوانے، غائب اور اس جیسے دوسرے ایسے افراد جو اپنے دفاع پر قادر نہ ہونے میں میّت کے مشابہ ہوں۔ میّت کے ساتھ ملحق نہیں ہوں گے۔ پس بغیر قسم شامل کئے صرف گواہی سے ان کے خلاف دعویٰ ثابت ہوجائے گا۔

اور آیا گواہی کے ساتھ قسم کو شامل کرنا دین (قرض) میں منحصر ہے یا غیر قرض جیسے شئے خارجی، منفعت اور حق کو بھی شامل ہے؟ اس میں دوٌ وجھیں ہیں۔ دوسری وجہ (غیر قرض کو شامل ہونا) قرب سے خالی نہیں۔ البتہ میّت جس شئے خارجی کا ضامن ہو اگر وہ چیز اس کی ضمانت میں تلف ہو گئی ہو تو اس کو ملحق کرنے میں کوئی اشکال نہیں۔

فروع:-

فرع اوّل:۔ اگر میّت پر دعویٰ کرنے والا صاحبِ حق کا وارث ہو تو ظاہراً حق کا ثابت ہونا گواہی کے ساتھ قسم شامل ہونے کا محتاج ہے چنانچہ قسم نہ ہونے کی صورت میں حق ساقط ہوجائیگا۔ اور اگر کئی وارث ہوں تو ہر ایک کو اپنے حصّے کے لئے حلف اٹھانا پڑے گا۔ چنانچہ اگر کچھ حلف اٹھالیں اور کچھ نہ اٹھائیں تو اٹھانے والوں کا حق ثابت اور نہ اٹھانے والوں کا ساقط ہوگا۔

فرع دوم:۔ اگر گواہ گواہی دیں کہ میّت نے مرنے سے اتنی دیر پہلے اقرار کرلیا تھا کہ معمولاً جتنی دیر میں حق کی وصولی ممکن نہیں تھی تو آیا قسم شامل کرنا واجب ہے یا نہیں؟ دوٌ وجھیں ہیں۔ بہتر اس کا واجب ہونا ہے۔ اسی طرح ہر وہ مورد جس میں میّت پر فرضاً پہلے سے قرض ثابت ہو اور میّت نے اسے ادا نہ کیا ہو۔

فرع سوم:۔ اگر میّت کے کئی وارث ہوں۔ چنانچہ کوئی شخص میّت پر دعویٰ کردے اور گواہ بھی

واحدة بخلاف تعدد ورثة المدعي كما مر.

الرابع ـ اليمين للاستظهار لابد و أن تكون عند الحاكم، فاذا قامت البينة عنده وأحلفه ثبت حقه، ولا أثر لحلفه بنفسه أو عند الوارث.

الخامس ـ اليمين للاستظهار غير قابلة للاسقاط، فلو أسقطها وارث الميت لم تسقط، و لم يثبت حق المدعي بالبينة بلا ضم الحلف.

القول في الشاهد واليمين

مسألة ١ ـ لا إشكال في جواز القضاء في الديون بالشاهد الواحد ويمين المدعي، كما لا إشكال في عدم الحكم والقضاء بهما في حقوق الله تعالى كثبوت الهلال و حدود الله، و هل يجوز القضاء بهما في حقوق الناس كلها حتى مثل النسب والولاية و الوكالة أو يجوز في الأموال و ما يقصد به الأموال كالغصب و القرض و الوديعة و كذا البيع و الصلح و الاجارة و نحوها؟ وجوه أشبهها الاختصاص بالديون، و يجوز القضاء في الديون بشهادة امرأتين مع يمين المدعي.

مسألة ٢ ـ المراد بالدين كل حق مالي في الذمة بأي سبب كان، فيشمل ما استقرضه، و ثمن المبيع، و مال الاجارة، ودية الجنايات، و مهر الزوجة إذا تعلق بالعهدة، و نفقتها، والضمان بالاتلاف و التلف إلى غير ذلك، فاذا تعلقت الدعوى بها أو بأسبابها لأجل إثبات الدين و استتباعها ذلك فهي من الدين، و إن تعلقت بذات الأسباب و كان الغرض نفسها لا تكون من دعوى الدين.

مسألة ٣ ـ الأحوط تقديم الشاهد و إثبات عدالته ثم اليمين، فان قدم اليمين ثم أقام الشاهد فالأحوط عدم إثباته و إن كان عدم اشتراط التقديم لا يخلو من قوة.

مسألة ٤ ـ إذا كان المال المدعى به مشتركاً بين جماعة بسبب واحد كارث و نحوه فأقام بعضهم شاهداً على الدعوى و حلف لا يثبت به إلا حصته و ثبوت سائر الحصص موقوف على حلف صاحب الحق، فكل من حلف ثبت حقه مع

پیش کر دے تو بر خلاف مدعی کے وارثوں کے متعدد ہونے کے جیسا کہ گذر چکا۔ یہاں ایک ہی قسم کافی ہوگی۔

فرع چہارم:۔ قسم استظہاری کا حاکم شرع کے روبرو ہونا ضروری ہے۔ پس جب مدعی حاکم کے سامنے گواہ پیش کرے اور حاکم اس کو قسم دے تو اس کا حق ثابت ہو جائے گا۔ چنانچہ اس کا اپنی جگہ پر کسی وارث کے سامنے قسم کھانا بے فائدہ ہے۔

فرع پنجم:۔ قسم استظہاری قابلِ اسقاط نہیں ہے۔ چنانچہ اگر میت کا وارث اس کو ساقط کرنا چاہے تو ساقط نہیں ہوگی۔ اور مدعی کا حق گواہی کے ساتھ قسم شامل کئے بغیر ثابت نہیں ہوگا۔

گواہ اور قسم

مسئلہ ۱: دیون (قرضوں) کے بارے میں قضاوت کرنا ایک گواہ اور مدعی کی قسم کی بنا پر بلا اشکال جائز ہے۔ جیسا کہ حقوق اللہ تعالیٰ جیسے ثبوت ہلال اور حدود الٰہیہ میں ان دو کی بنا پر بلا اشکال قضاوت نہ کرے۔ اور آیا ان دو کی بنا پر تمام حقوق الناس حتیٰ نسب، ولایت اور وکالت جیسے مسائل میں بھی قضاوت کرنا جائز ہے یا صرف اموال اور جن چیزوں سے اموال مقصود ہوتے ہیں جیسے غصب، قرض، ودیعہ (امانت) اور اسی طرح بیع (خرید و فروخت) صلح اور اجارہ وغیرہ میں بھی جائز ہے؟ اس میں کئی وجہیں ہیں۔ وجہ اشبہ یہ ہے کہ صرف دیون (قرضوں) کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور دیون میں تو دو عورتوں کی گواہی اور مدعی کی قسم کی بنا پر قضاوت کرنا بھی جائز ہے!

مسئلہ ۲: "دین" سے مراد ہر وہ حق مالی ہے جو کسی کے ذمے ہو چاہے اس کا سبب کچھ بھی ہو۔ چنانچہ (لفظ) دین قرضے، فروختہ شدہ چیز کی قیمت، مال اجارہ، دیت جنایات، بیوی کا مہر جب شوہر کے ذمے ہو۔ اس کا نفقہ، اتلاف کے سبب اور تلف اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں کو شامل ہے۔ پس جب دعویٰ دیون یا دین ثابت کرنے کی خاطر ان کے اسباب سے متعلق ہو اور اسی وجہ سے اسباب کو دیون کے بعد دعوے میں ذکر کیا جائے تو یہ دعویٰ دیون سے متعلق ہوگا۔ لیکن اگر خود اسباب سے متعلق ہو اور غرض نفس اسباب ہوں تو یہ دین سے متعلق نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۳: احتیاط یہ ہے کہ گواہی اور اس کی عدالت کے اثبات کو مقدم کیا جائے اس کے بعد قسم کھائے۔ پس اگر قسم کو مقدم کرے اس کے بعد گواہ پیش کرے تو احتیاطاً حق ثابت نہیں ہوگا۔ اگرچہ مقدم کرنے کا شرط نہ ہونا قوت سے خالی نہیں۔

مسئلہ ۴: اگر دعوے والا مال چند افراد کے درمیان مشترک ہو اور اس کا سبب ایک ہی ہو جیسے میراث وغیرہ چنانچہ ان میں سے کچھ افراد اپنے دعوے پر گواہ پیش کر دیں اور حلف اٹھا لیں تو اس سے صرف ان کا ہی حق ثابت ہوگا۔ دوسرے کے حصے کا ثابت ہونا صاحب حق کے حلف اٹھانے پر موقوف رہے گا۔ چنانچہ جو بھی حلف اٹھائے اور ایک گواہ بھی رکھتا ہو اس کا حق ثابت ہو جائے گا۔

الشاهد الواحد.

مسألة ٥ ـ ثبوت الحق بشاهد و يمين انما هو فيما لا يمكن إثباته بالبينة و مع إمكانه بها لا يثبت بهما على الأحوط.

مسألة ٦ ـ إذا شهد الشاهد و حلف المدعي و حكم الحاكم بهما ثم رجع الشاهد ضمن نصف المال.

القول في السكوت

أوالجواب بقوله: «لا أدري» أو «ليس لي» أوغيرذلك

مسألة ١ ـ إن سكت المدعى عليه بعد طلب الجواب عنه فان كان لعذر كصمم أو خرس أو عدم فهم اللغة أو لدهشة و وحشة أزاله الحاكم بما يناسب ذلك ، و إن كان السكوت لا لعذر بل سكت تعنتاً و لجاجاً أمره الحاكم بالجواب باللطف و الرفق ثم بالغلظة والشدة، فان أصر عليه فالأحوط أن يقول الحاكم له أجب و إلا جعلتك ناكلاً، و الأولى التكرار ثلاثاً، فان أصر رد الحاكم اليمين على المدعي، فان حلف ثبت حقه.

مسألة ٢ ـ لو سكت لعذر من صمم أو خرس أو جهل باللسان توصل إلى معرفة جوابه بالاشارة المفهمة أو المترجم، و لابد من كونه إثنين عدلين، و لا يكفي العدل الواحد.

مسألة ٣ ـ إذا ادعى العذر و استمهل في التأخير أمهله الحاكم بما يراه مصلحة.

مسألة ٤ ـ لو أجاب المدعى عليه بقوله: «لا أدري» فان صدقه المدعي فهل تسقط دعواه مع عدم البينة عليها، أو يكلف المدعى عليه برد الحلف على المدعي، أو يرد الحاكم الحلف على المدعي، فان حلف ثبت حقه، و إن نكل

مسئلہ ۵: ایک گواہ اور قسم کے ذریعہ حق اسی وقت ثابت ہوگا کہ جب دو گواہوں کے ذریعے ثابت کرنا ممکن نہ ہو۔ اور اگر ممکن ہو تو احتیاطاً ایک گواہ اور قسم کے ذریعہ ثابت نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۶: جب گواہ کی گواہی ہو جائے۔ مدعی حلف اٹھالے اور قاضی ان دو چیزوں کی بنا پر فیصلہ صادر کردے اس کے بعد گواہ اپنی گواہی واپس لے لے تو وہ آدھے مال کا ضامن ہے۔

سکوت

میرا نہیں یا میں نہیں جانتا جیسے جواب کا حکم!

مسئلہ ۱: اگر مدعا علیہ اس سے جواب طلبی کے بعد خاموش رہے۔ تو اگر اس کی خاموشی عذر جیسے، بہرا، گونگا ہونے یا زبان سے آشنا نہ ہونے یا خوف و دہشت کی بنا پر ہو تو قاضی مناسب طریقے سے اسکو زائل کرے لیکن اگر خاموشی عذر کی بنا پر نہ ہو بلکہ غرور اور لاپرواہی کی بنا پر ہو تو قاضی پہلے مہربانی اور نرمی اور بعد میں تندی اور سختی کے ساتھ جواب دینے کا حکم دے۔ چنانچہ اگر وہ خاموش رہنے پر مُصر رہے تو احتیاطاً قاضی اس سے کہے کہ "جواب دو ورنہ تمہیں ناکل (دعوے سے خودداری کرنے والا) قرار دے دوں گا۔ اور بہتر یہ ہے کہ تین بار کہے۔ اگر پھر بھی خاموش رہے تو حاکم شرع مدعی سے حلف اٹھانے کو کہے۔ چنانچہ حلف اٹھا لینے کی صورت میں اس کا حق ثابت ہو جائے گا۔

مسئلہ ۲: اگر کسی عذر جیسے بہرا یا گونگا ہونے یا زبان سے ناآشنا ہونے کی بنا پر خاموش رہے۔ تو اس کو اشارے یا مترجم کے ذریعہ جواب دینے کو کہا جائے گا۔ اور اس کے لئے دو عادلوں کا ہونا ضروری ہے ایک عادل کافی نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۳: جب عذر رکھنے کا دعویٰ کرے اور تاخیر کی مہلت چاہے تو قاضی مصلحت کے مطابق اس کو مہلت دے۔

مسئلہ ۴: اگر "مدعا علیہ" جواب میں کہے" میں نہیں جانتا" چنانچہ مدعی کے اسکی تصدیق کرنے کی صورت میں یا اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس کا دعویٰ رد کر دیا جائیگا یا مدعا علیہ پر یہ ذمہ داری عائد کی جائے گی کہ وہ مدعی کو قسم کھانے کو کہے۔ یا قاضی خود سے قسم کھانے کی ذمہ داری مدعی پر عائد کریگا کہ اگر وہ قسم کھائے تو اسکا حق

سقط، أو توقفت الدعوى و المدعي على إدعائه إلى أن يقيم البينة أو أنكر دعوى المدعى عليه؟ وجوه، أوجهها الأخير، و إن لم يصدّقه المدعي في الفرض و ادعى أنه عالم بأني ذو حق فله عليه الحلف، فان حلف سقطت دعواه بأنه عالم، و إن رد على المدعي فحلف ثبت حقه.

مسألة ٥ ـ حلف المدعى عليه بأنه لا يدري يسقط دعوى الدراية، فلا تسمع دعوى المدعي ولا البينة منه عليها، و أما حقه الواقعي فلا يسقط به، ولو أراد إقامة البينة عليه تقبل منه، بل له المقاصة بمقدار حقه، نعم لو كانت الدعوى متعلقة بعين في يده منتقلة إليه من ذي يد و قلنا يجوز له الحلف استناداً الى اليد على الواقع فحلف عليه سقطت الدعوى و ذهب الحلف بحقه، و لا تسمع بينة منه، و لا يجوز له المقاصة.

مسألة ٦ ـ لو أجاب المدعى عليه بقوله: «ليس لي و هو لغيرك » فان أقرّ لحاضر و صدقه الحاضر كان هو المدعى عليه، فحينئذ له إقامة الدعوى على المقر له، فان تمت و صار ما له إليه فهو، و إلا له الدعوى على المقر بأنه صار سبباً للغرامة، و له البدأة بالدعوى على المقر، فان ثبت حقه أخذ الغرامة منه، و له حينئذ الدعوى على المقر له لأخذ عين ما له، فان ثبتت دعواه عليه رد غرامة المقر، و إن أقر لغائب يلحقه حكم الدعوى على الغائب، و إن قال: «إنه مجهول المالك و أمره إلى الحاكم» فان قلنا إن دعوى مدعي الملكية تقبل إذ لا معارض له يرد إليه، و إلا فعليه البينة، و مع عدمها لا يبعد إرجاع الحاكم الحلف عليه، و إن قال: «إنه ليس لك بل وقف» فان ادعى التولية ترتفع الخصومة بالنسبة إلى نفسه و تتوجه اليه لكونه مدعي التولية. فان توجه الحلف إليه و قلنا بجواز حلف المتولي فحلف سقطت الدعوى، و إن نفى عن نفسه التولية فأمره إلى الحاكم، و كذا لو قال المدعى عليه: «إنه لصبي أو مجنون» و نفى الولاية عن نفسه.

مسألة ٧ ـ لو أجاب المدعى عليه بأن المدعي أبرأ ذمتي أو أخذ المدعى به مني

ثابت ہو جائے اور اگر انکار کر دے تو ساقط ہو جائے۔ یا دعوے کی سماعت اسوقت تک روک دی جائے گی جبتک مدعی گواہ نہ لے آئے یا مدعا علیہ کے خلاف دعوے کا انکار کر دے؟ اسمیں چند وجہیں ہیں سب سے بہتر آخری وجہ ہے۔ لیکن اگر سابقہ فرض میں مدعی اسکے نہ جاننے کی تصدیق نہ کرے بلکہ دعویٰ کرے کہ وہ جانتا ہے کہ میں حقدار ہوں تو مدعی علیہ کو حلف اٹھانا پڑے گا۔ پس اگر وہ حلف اٹھالے تو مدعی کا یہ دعویٰ ساقط ہو جائیگا کہ وہ جانتا ہے۔ لیکن اگر وہ قسم کو مدعی پر ڈالے چنانچہ مدعی قسم کھالے تو اسکا حق ثابت ہو جائے گا۔

مسئلہ ۵: مدعا علیہ کے اس بات پر حلف اٹھانے سے کہ وہ نہیں جانتا اسکے خلاف جانے کا دعوے ساقط ہوجاتا ہے۔ چنانچہ اب مدعی کا اس بات پر دعویٰ یا گواہوں کی بات ناقابلِ سماعت ہوگی۔ لیکن اس سے مدعی کا حق واقعی ساقط نہیں ہوگا۔ چنانچہ اگر وہ اس پر گواہ پیش کرنا چاہے تو اس سے قبول کیا جائے گا۔ بلکہ وہ اپنے حق کے برابر عوض لینے کا حق رکھتا ہے۔ البتہ اگر دعویٰ ایسی چیز سے متعلق ہو جو اسکے قبضے میں ہو اور کسی قابض سے اس تک منتقل ہوئی ہو۔ اور ہم اس بات کے قائل ہوں کہ اس کے لئے اپنے قبضے کو سند قرار دیتے ہوئے فی الواقع قسم کھانا جائز ہے۔ چنانچہ وہ اس پر قسم کھائے تو دعویٰ ساقط ہو جائے گا اور قسم کی بنا پر اس کا حق ختم ہو جائیگا اور اس سے گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی اور نہ اس کے لئے عوض جائز ہوگا۔

مسئلہ ۶: اگر مدعا علیہ جواب میں یہ کہے "کہ یہ چیز میری نہیں اور وہ تمہارے علاوہ کسی اور کی ہے" چنانچہ اگر محکمے میں موجود کسی شخص کے لئے اس چیز کے ہونے کا اقرار کرے اور وہ اسکی تصدیق کر دے تو مدعا علیہ وہ ہوگا۔ چنانچہ اس صورت میں جس کے لئے اقرار کیا گیا ہے مدعی کو اس پر دعویٰ دائر کرنے کا حق ہوگا۔ پس اس صورت میں اگر قضیہ تمام ہو جائے اور جس کا مال ہو اسے مل جائے تو یہی مطلوب ہے وگرنہ اسے اقرار کرنے والے پر یہ دعویٰ دائر کرنے کا حق ہے کہ وہی نقصان کا باعث بنا ہے۔ اور اسے یہ حق ہے کہ وہ اقرار کرنے والے پر پہلے دعویٰ دائر کرے۔ پس اگر اس کا حق ثابت ہوگیا تو اس سے غرامت لے گا۔ اور اب اقرار کرنے والے کو حق ہے کہ جس کے لئے اقرار کیا ہے اس پر دعویٰ دائر کرے تاکہ اپنی اصلی چیز اس سے واپس لے۔ پس اگر مقر کا دعویٰ ثابت ہوگیا ہو تو وہ اس کی چیز واپس کرے۔ لیکن اگر غائب کے لئے اقرار کرے تو غائب کے خلاف دعوے کا بھی یہی حکم ہے۔ لیکن اگر کہے "یہ مالِ مجہول المالک ہے اور اسکا فیصلہ قاضی کے اوپر ہے" پس اگر ہم یہ کہیں کہ مدعی ملکیت کا دعویٰ قبول ہے اسلئے کہ اسکا کوئی معارض نہیں تو وہ چیز اسکو لوٹا دی جائیگی۔ وگرنہ اسکو گواہ پیش کرنا پڑیں گے۔ اور گواہ نہ ہونے کی صورت میں بعید نہیں کہ قاضی قسم کی ذمہ داری اسپر ڈالے۔ لیکن اگر کہے "یہ تمہاری چیز نہیں بلکہ وقف ہے" تو اگر وہ اسکا متولی ہونے کا دعوے دار ہو اور ہم یہ کہیں کہ متولی کا قسم کھانا جائز ہے اور وہ قسم کھالے تو دعویٰ ساقط ہو جائیگا اور اگر وہ اپنے متولی ہونے کا انکار کرے تو یہ معاملہ حاکم کے ہاتھ میں ہے۔ اور اسی طرح اگر مدعا علیہ کہے "یہ کسی بچے یا دیوانے کا مال ہے" اور خود ان کا سرپرست ہونے کا انکار کرے۔

مسئلہ ۷: اگر مدعا علیہ جواب میں کہے "مدعی نے مجھے بری الذمہ کر دیا ہے۔ یا دعوے والی چیز مجھ سے لے لی ہے۔ یا اس کو مجھے ہبہ کر دیا ہے۔ یا بیچ دیا ہے۔ یا مجھ سے مصالحت کر لی ہے۔ یا اسی قبیل کا دعویٰ

أو وهبني أو باعني أو صالحني و نحو ذلك انقلبت الدعوى و صار المدعى عليه مدعياً و المدعي منكراً، و الكلام في هذه الدعوى على ما تقدم.

القول في أحكام الحلف

مسألة ١ ـ لا يصح الحلف و لا يترتب عليه أثر من إسقاط حق أو إثباته إلا أن يكون بالله تعالى أو بأسمائه الخاصة به تعالى كالرحمان و القديم و الأول الذي ليس قبله شيء، و كذا الأوصاف المشتركة المنصرفة إليه تعالى كالرازق و الخالق، بل الأوصاف غير المنصرفة إذا ضم إليها ما يجعلها مختصة به، و الأحوط عدم الاكتفاء بالأخير، و أحوط منه عدم الاكتفاء بغير الجلالة و لا يصح بغيره تعالى كالأنبياء والأوصياء و الكتب المنزلة و الأماكن المقدسة كالكعبة و غيرها.

مسألة ٢ ـ لا فرق في لزوم الحلف بالله بين أن يكون الحالف و المستحلف مسلمين أو كافرين أو مختلفين، بل ولا بين كون الكافر ممن يعتقد بالله أو يجحده، و لا يجب في إحلاف المجوس ضم قوله: «خالق النور و الظلمة» إلى «الله» ولو رأى الحاكم أن إحلاف الذمي بما يقتضيه دينه أردع هل يجوز الاكتفاء به كالاحلاف بالتوراة التي أنزلت على موسى عليه السلام؟ قيل: نعم، والأشبه عدم الصحة، و لا بأس بضم ما ذكر إلى اسم الله إذا لم يكن أمراً باطلاً.

مسألة ٣ ـ لا يترتب أثر على الحلف بغير الله تعالى و إن رضي الخصمان الحلف بغيره، كما أنه لا أثر لضم غير اسم الله تعالى إليه، فاذا حلف بالله كفى، ضم إليه سائر الصفات أو لا ، كما يكفي الواحد من الأسماء الخاصة، ضم إليه شيء آخر أو لا.

مسألة ٤ ـ لا إشكال في عدم ترتب أثر على الحلف بغير الله تعالى، فهل

کرے تو دعویٰ پلٹ جائے گا۔ اور جو مدعا علیہ تھا وہ مدعی اور جو مدعی تھا وہ منکر ہو جائے اور اس کا حکم بھی وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔

احکامِ قسم

مسئلہ ۱: قسم صحیح نہیں ہوگی اور نہ اس سے کوئی حق ثابت یا ساقط ہوگا جب تک وہ اللہ تعالیٰ یا اسکے خاص اسماء جیسے رحمان، قدیم اور ایسا اول جس سے پہلے کوئی چیز نہیں کے ساتھ نہ ہو! اور اسی طرح وہ مشترک اوصاف جن کا انصراف اسی کی ذات کی طرف ہو جیسے رازق اور خالق، بلکہ وہ اوصاف بھی کہ جو منصرف نہ ہوں لیکن ان کے ساتھ ایسی چیز ضمیمہ کی جائے جو انھیں اس سے مخصوص کر دے اور احتیاط یہ ہے کہ (قسم میں) اوصاف کی اس آخری قسم پر اکتفا نہ کی جائے جو انصراف نہ رکھتے ہوں اور اس سے زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ (قسم میں) لفظ جلالہ (اللہ) کے علاوہ کسی وصف پر اکتفا نہ کی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ انبیاء، اوصیاء، نازل شدہ کتابوں اور مقدس مقامات جیسے کعبے وغیرہ کی قسم پر اکتفا کرنا صحیح نہیں!

مسئلہ ۲: لفظ "اللہ" کے ذریعہ قسم کے لازم ہونے میں فرق نہیں کہ قسم کھانے والا اور قسم کا مطالبہ کرنے والا، دونوں مسلمان ہوں یا دونوں کافر ہوں یا ایک مسلمان اور دوسرا کافر ہو بلکہ کافر میں بھی فرق نہیں کہ وہ اللہ کا معتقد ہو یا اس کا منکر! اور مجوسیوں کو حلف دینے میں قول "خالق النور والظلمۃ" کو "اللہ" کے ساتھ ضمیمہ کرنا واجب نہیں۔ اور اگر قاضی یہ رائے رکھتا ہو کہ کافر ذمی کو اس کے عقیدے کے مطابق قسم دینا زیادہ مؤثر ہوگا تو آیا اس پر اکتفا کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ جیسے توریت کی قسم دینا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی۔ ایک قول ہے کہ "ہاں" لیکن اشبہ صحیح نہ ہونا ہے۔ البتہ مذکورہ کلمات کو اسم اللہ کے ساتھ اگر وہ امر باطل نہ ہو تو ضمیمہ کرنے میں کوئی حرج نہیں!

مسئلہ ۳: اللہ تعالیٰ کے نام کے بغیر قسم پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا چاہے فریقین اسم اللہ کے بغیر اس پر راضی ہی کیوں نہ ہوں۔ جیسا کہ اسم اللہ کے علاوہ کسی اور نام کو اسکے ساتھ ضمیمہ کرنا بھی بے فائدہ ہے۔ پس اگر اللہ کی قسم کھائے تو کافی ہے چاہے اسکے ساتھ دوسری صفات شامل ہوں یا نہ! جیسا کہ اسمائے خاصہ میں سے ایک نام کی قسم بھی کافی ہے چاہے اسکے ساتھ کچھ اور شامل ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ ۴: اللہ کے بغیر کسی قسم پر کسی بھی اثر کے مرتب نہ ہونے میں اشکال نہیں۔ لیکن آیا اس کے نام کے بغیر کسی امر

الحلف بغيره محرم تكليفاً في إثبات أمر أو إبطاله مثلاً كما هو المتعارف بين الناس؟ الأقوى عدم الحرمة، نعم هو مكروه سيما إذا صار ذلك سبباً لترك الحلف بالله تعالى، وأما مثل قوله سألتك بالقرآن أو بالنبي صلى الله عليه و آله أن تفعل كذا فلا إشكال في عدم حرمته.

مسألة ٥ ـ حلف الأخرس بالاشارة المفهمة، ولا بأس بأن تكتب اليمين في لوح و يغسل و يؤمر بشر به بعد إعلامه، فان شرب كان حالفاً، و إلا ألزم بالحق، و لعل بعد الاعلام كان ذلك نحو إشارة، و الأحوط الجمع بينهما.

مسألة ٦ ـ لا يشترط في الحلف العربية، بل يكفي بأي لغة إذا كان باسم الله أو صفاته المختصة به.

مسألة ٧ ـ لا إشكال في تحقق الحلف إن اقتصر على اسم الله كقوله: «والله ليس لفلان عليّ كذا» و لا يجب التغليظ بالقول مثل أن يقول: «والله الغالب القاهر المهلك » و لا بالزمان كيوم الجمعة و العيد. ولا بالمكان كالأمكنة المشرفة، و لا بالأفعال كالقيام مستقبل القبلة آخذاً المصحف الشريف بيده، و المعروف أن التغليظ مستحب للحاكم، و له وجه.

مسألة ٨ ـ لا يجب على الحالف قبول التغليظ. ولا يجوز إجباره عليه، ولو امتنع عنه لم يكن ناكلاً، بل لا يبعد أن يكون الأرجح له ترك التغليظ، وإن استحب للحاكم التغليظ احتياطاً على أموال الناس، و يستحب التغليظ في جميع الحقوق إلا الأموال فانه لا يغلظ فيها بما دون نصاب القطع.

مسألة ٩ ـ لا يجوز التوكيل في الحلف ولا النيابة فيه، فلو وكل غيره و حلف عنه بوكالته أو نيابته لم يترتب عليه أثر، و لا يفصل به خصومة.

مسألة ١٠ ـ لابد و أن يكون الحلف في مجلس القضاء، وليس للحاكم الاستنابة فيه إلا لعذر كمرض أو حيض و المجلس في المسجد، أو كون المرأة مخدرة حضورها في المجلس نقص عليها أو غير ذلك، فيجوز الاستنابة. بل الظاهر عدم جواز الاستنابة في مجلس القضاء و بحضور الحاكم، فما يترتب عليه الأثر في

کے اثبات یا ابطال کے لئے قسم کھانا حرمت تکلیفی رکھتا ہے یا نہیں جیسا کہ عوام الناس کے درمیان مشہور ہے؟ اقویٰ یہ ہے کہ (حرمت تکلیفی) نہیں رکھتا۔ البتہ مکروہ ہے۔ خاص طور سے جب اللہ تعالیٰ کی قسم کے ترک کر دینے کا سبب بنے! لیکن یہ کہنا کہ میں تمہیں قرآن یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم دیتا ہوں کہ آپ فلاں کام کریں، بلا اشکال حرام نہیں ہے!

مسئلہ ۵: گونگے کا حلف واضح اشارے کے ذریعے ہے۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ قسم کی عبارت کو ایک تختی پر لکھا جائے اور اس کو دھو کر گونگے کو کہا جائے کہ وہ اسے پئے۔ پس اگر وہ پی لے تو وہ حلف ہوگا۔ وگرنہ حق اس پر لازمی ہوگا۔ اور شاید گونگے کو یہ بتانے کے بعد بھی یہ ایک طرح کا اشارہ ہوگا۔ اور احتیاط دونوں چیزیں انجام دینے میں ہے۔

مسئلہ ۶: قسم کا عربی میں ہونا شرط نہیں۔ بلکہ اگر اللہ کے نام اور اس کی مخصوص صفات کی قسم ہو تو کسی بھی زبان میں ہو کافی ہے۔

مسئلہ ۷: اگر قسم اللہ کے نام کی ہو تو اس کے متحقق ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔ مثلاً یوں کہے۔ "واللہ لیس لفلان علی کذا" اور کلماتِ قسم میں الفاظ کے ذریعہ شدت پیدا کرنا جیسے "واللہ الغالب القاھر المھلک" کہنا اور زمانے کے اعتبار سے جیسے جمعہ اور عید کے دن اور مکان کے لحاظ سے جیسے مقدس مقامات، اور افعال کے اعتبار سے جیسے قرآن مجید ہاتھ میں لے کر قبلہ رُخ کھڑے ہونا واجب نہیں۔ اور معروف یہ ہے کہ شدت پیدا کرنا قاضی کے لئے مستحب ہے اور یہ بلاوجہ نہیں!

مسئلہ ۸: قسم کھانے والے پر شدت کو قبول کرنا واجب نہیں۔ اور نہ اس کو شدت پیدا کرنے پر مجبور کرنا جائز ہے۔ چنانچہ اگر شدت پیدا کرنے سے انکار کر دے تو قسم کا منکر نہیں کہلائے گا۔ بلکہ بعید نہیں کہ شدت پیدا کرنے کو ترک کرنا اس کے لئے رجحان رکھتا ہو۔ اگرچہ قاضی کے لئے احتیاطاً لوگوں کے اموال کے سلسلے میں شدت پیدا کرنا مستحب ہے۔ اور تمام حقوق پر قسم میں شدت پیدا کرنا مستحب ہے مگر اموال میں اس وقت تک مستحب نہیں کہ جب تک قطع کے نصاب سے کم ہوں۔

مسئلہ ۹: قسم کھانے میں وکیل یا نائب مقرر کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ اگر کسی کو وکیل مقرر کرے اور وہ موکل کی وکالت یا نیابت میں قسم کھائے تو بے فائدہ ہے۔ اور اس سے جھگڑے کا فیصلہ نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۱۰: حلف محکمۂ قضاوت میں ہونا ضروری ہے۔ اور قسم دینے میں قاضی کو حق نہیں کہ کسی کو نائب بنائے۔ مگر یہ کہ کوئی عذر ہو جیسے حالف مریض ہو یا حائض ہو جبکہ مراسم قضاوت مسجد میں برپا ہوں۔ یا عورت ایسی مخدرہ ہو جس کا مجلسِ قضاوت میں ہونا اس کی مشکل کا باعث ہو یا کوئی اور عذر ہو تو قسم دینے میں نائب مقرر کرنا جائز ہے۔ بلکہ ظاہر یہ ہے کہ مجلسِ قضاوت میں اور قاضی کے ہوتے ہوئے نائب بنانا جائز نہیں۔ اور موردِ عذر کے علاوہ میں اس کا اثر یہ ہے کہ قسم قاضی کے حکم اور اس کے قسم

غير مورد العذر أن يكون الحلف بأمر الحاكم واستحلافه.

مسألة ١١ ـ يجب أن يكون الحلف على البت سواء كان في فعل نفسه أو فعل غيره، و سواء كان في نفي أو إثبات، فمع علمه بالواقعة يجوز الحلف، و مع عدم علمه لا يجوز إلا على عدم العلم.

مسألة ١٢ ـ لا يجوز الحلف على مال الغير أو حقه إثباتاً أو إسقاطاً إذا كان أجنبياً عن الدعوى، كما لو حلف زيد على براءة عمرو، وفي مثل الولي الاجباري أو القيم على الصغير أو المتولي للوقف تردد. والأشبه عدم الجواز.

مسألة ١٣ ـ تثبت اليمين في الدعاوي المالية وغيرها كالنكاح والطلاق و القتل، ولا تثبت في الحدود فانها لا تثبت إلا بالاقرار أو البينة بالشرائط المقررة في محلها، و لا فرق في عدم ثبوت الحلف بين أن يكون المورد من حق الله محضاً كالزنا أو مشتركاً بينه و بين حق الناس كالقذف، فاذا ادعى عليه أنه قذفه بالزنا فأنكر لم يتوجه عليه يمين، ولو حلف المدعي لم يثبت عليه حد القذف، نعم لو كانت الدعوى مركبة من حق الله و حق الناس كالسرقة فبالنسبة إلى حق الناس تثبت اليمين، دون القطع الذي هو حق الله تعالى.

مسألة ١٤ ـ يستحب للقاضي وعظ الحالف قبله، و ترغيبه في ترك اليمين إجلالاً لله تعالى ولو كان صادقاً، وأخافه من عذاب الله تعالى إن حلف كاذباً، و قد روي أنه «من حلف بالله كاذباً كفر» و في بعض الروايات «من حلف على يمين و هو يعلم أنه كاذب فقد بارز الله» و «أن اليمين الكاذبة تدع الديار بلاقع من أهلها».

القول في أحكام اليد

مسألة ١ ـ كل ما كان تحت استيلاء شخص و في يده بنحو من الأنحاء فهو محكوم بملكيته و أنه له، سواء كان من الأعيان أو المنافع أو الحقوق أو غيرها، فلو

کا مطالبہ کرنے پر کھائی جائے۔

مسئلہ ۱۱: قسم کا قطعی اور یقینی ہونا واجب ہے چاہے اپنے فعل کے بارے میں ہو یا دوسرے فعل کے بارے میں! اور خواہ نفی میں ہو یا اثبات میں! چنانچہ اگر واقعے کا علم ہے تو قسم کھانا جائز ہے۔ اور اگر واقعے کا علم نہ ہو تو صرف اس کا علم نہ ہونے پر قسم کھا سکتا ہے۔

مسئلہ ۱۲: اگر دعوے سے بے خبر ہو تو دوسرے کے مال یا حق کے اثبات یا اسقاط کے لئے قسم کھانا جائز نہیں۔ جیسے زید کا عمرو کے بری الذمہ ہونے پر قسم کھانا۔ اور ولی اجباری یا بچے کے سرپرست یا وقف کے متولی جیسے افراد کے بارے میں تردد ہے۔ چنانچہ اشبہ جائز نہ ہونا ہے۔

مسئلہ ۱۳: مال اور غیر مالی جیسے نکاح، طلاق اور قتل کے دعووں میں قسم ثابت ہے۔ لیکن حدود میں ثابت نہیں اس لئے کہ حدود صرف اقرار اور ایسی گواہی سے ثابت ہوتی ہیں کہ جب تب وہ شرائط پائی جائیں جو ان کی جگہ پر مرقوم ہے۔ اور حلف کے ثابت نہ ہونے میں فرق نہیں کہ قسم محض حق اللہ جیسے زنا کے بارے میں ہو یا اس کا مورد حق اللہ اور حق الناس کے درمیان مشترک ہو جیسے تہمت لگانا۔ پس اگر کوئی دعوی کرے کہ "فلاں" نے اس پر زنا کی تہمت لگائی ہے جبکہ وہ انکار کرے تو اس پر قسم عائد نہیں ہوگی۔ اور اگر مدعی حلف اٹھالے تو اس پہ تہمت کی حد ثابت نہیں ہوگی۔ البتہ اگر دعویٰ حق اللہ اور حق الناس سے مرکب ہو جیسے چوری کا دعویٰ تو حق الناس کی نسبت قسم ثابت ہے۔ لیکن ہاتھ کاٹنے کی نسبت ثابت نہیں جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

مسئلہ ۱۴: قاضی کے لئے مستحب ہے کہ وہ قسم سے پہلے قسم کھانے والے کو وعظ و نصیحت کرے اور جلال الہی کے پیش نظر اسکو ترک قسم کی ترغیب دے چاہے سچی ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر جھوٹی قسم ہو تو اس کو عذاب الہی سے ڈرائے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ "جو اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھائے وہ کافر ہے"۔ اور ایک روایت میں ہے "جو شخص قسم کھائے اور جانتا ہو کہ جھوٹی ہے تو وہ اللہ سے مبارزہ کر رہا ہے"۔ اور "یقیناً جھوٹی قسم گھروں کو ویران کر دیتی ہے"۔

احکام ید

مسئلہ ۱: جو چیز بھی کسی کے قبضے میں ہو چاہے جس طریقے سے بھی ہو۔ وہ اس کی ملکیت کے حکم میں ہے اور اس کا مال ہے۔ چاہے وہ شئے خارجی ہو یا منافع یا حقوق وغیرہ ہوں۔ پس اگر وقف کی زمین اس کے

كان في يده مزرعة موقوفة و يدعي أنه المتولي يحكم بكونه كذلك، و لا يشترط في دلالة اليد على الملكية و نحوها التصرفات الموقوفة على الملك. فلو كان شيء في يده يحكم بأنه ملكه، ولو لم يتصرف فيه فعلاً - و لا دعوى ذي اليد الملكية، ولو كان في يده شيء فمات و لم يعلم أنه له و لم يسمع منه دعوى الملكية يحكم بأنه له و هو لوارثه نعم يشترط عدم اعترافه بعدمها، بل الظاهر الحكم بملكية ما في يده ولو لم يعلم أنه له، فان اعترف بأني لا أعلم أن ما في يدي لي أم لا يحكم بكونه له بالنسبة إلى نفسه و غيره.

مسألة ٢ - لو كان شيء تحت يد و كيله أو أمينه أو مستأجره فهو محكوم بملكيته، فيدهم يده، و أما لو كان شيء بيد غاصب معترف بغصبيته من زيد فهل هو محكوم بكونه تحت يد زيد أو لا؟ فلو ادعى أحد ملكيته و أكذب الغاصب في اعترافه يحكم بأنه لمن يعترف الغاصب أنه له أم يحكم بعدم يده عليه فتكون الدعوى من الموارد التي لا يد لأحدهما عليه؟ فيه إشكال و تأمل و إن لا يخلو الأول من قوة، نعم الظاهر فيما إذا لم يعترف بالغصبية أو لم تكن يده غصباً و اعترف بأنه لزيد يصير بحكم ثبوت يده عليه.

مسألة ٣ - لو كان شيء تحت يد إثنين فيد كل منهما على نصفه، فهو محكوم بمملوكيته لهما، و قيل: يمكن أن تكون يد كل منهما على تمامه بل يمكن أن يكون شيء واحد لمالكين على نحو الاستقلال، و هو ضعيف.

مسألة ٤ - لو تنازعا في عين مثلاً فان كانت تحت يد أحدهما فالقول قوله بيمينه، و على غير ذي اليد البينة، و إن كانت تحت يدهما فكل بالنسبة إلى النصف مدع و منكر حيث إن يد كل منهما على النصف، فان ادعى كل منهما تمامها يطالب بالبينة بالنسبة إلى نصفها، و القول قوله بيمينه بالنسبة إلى النصف، و إن كانت بيد ثالث فان صدق أحدهما المعين يصير بمنزلة ذي اليد، فيكون منكراً و الآخر مدعياً، ولو صدقهما و رجع تصديقه بأن تمام العين لكل منهما يلغى تصديقه و يكون المورد مما لا يد لهما، و إن رجع إلى أنها لهما بمعنى

قبضے میں ہو اور وہ متولی ہونے کا دعوے دار ہو تو اس کے متولی ہونے کا حکم دیا جائے گا۔ چنانچہ قبضے کے ملکیت وغیرہ پر دلالت کرنے کے لئے اس چیز میں وہ تصرفات کرنا شرط نہیں جو ملکیت پر موقوف ہوتے ہیں۔ پس اگر کوئی چیز کسی کے پاس ہو تو وہ اس کی ملکیت کے حکم میں ہوگی۔ چاہے اس نے اس میں ابھی تک کوئی تصرف نہ کیا ہو۔ اور نہ شخص قابض کی طرف سے ملکیت کا دعویٰ شرط ہے۔ چنانچہ اگر کوئی چیز اس کے قبضے میں ہو اور وہ مر جائے لیکن معلوم نہ ہو کہ وہ چیز اس کی ہے اور ملکیت کا دعویٰ بھی اس سے نہ سنا گیا ہو۔ تو اس چیز کو اس شخص کی قرار دیا جائے گا اور وہ اس کے وارثوں کو ملے گی۔ البتہ یہ شرط ہے کہ اس شخص نے اس چیز کے اپنی نہ ہونے کا اعتراف نہ کیا ہو۔ بلکہ ظاہراً جو چیز کسی کے قبضے میں ہو اس پر اس کی ملکیت کا حکم لاگو ہے چاہے معلوم نہ ہو کہ وہ اس کی ہے۔ پس اگر وہ اعتراف کرے کہ جو چیز میرے قبضے میں ہے مجھے معلوم نہیں کہ میری ہے یا نہیں۔ تو اس چیز پر خود اس شخص اور دوسروں کی نسبت اس کی ہونے کا حکم لاگو ہے۔

مسئلہ ۲: اگر کوئی چیز کسی شخص کے وکیل یا امین یا مستاجر کے قبضے میں ہو تو وہ اس کی ملکیت کے حکم میں ہے۔ اس لئے کہ ان کا قبضہ اسکا قبضہ ہے۔ لیکن اگر کوئی چیز غاصب کے قبضے میں ہو جس کا اعتراف ہو کہ اس نے زید سے غصب کی ہے تو اس کے زید کے قبضے میں ہونے کا حکم لگایا جائے گا یا نہیں؟ چنانچہ اگر کوئی شخص اس کا مالک ہونے کا دعویٰ کرے اور غاصب کو اس کے اعتراف میں جھوٹا قرار دے۔ تو یا اس شخص کی چیز قرار دیا جائے گا۔ جس کے لئے غاصب نے اعتراف کیا ہے یا اسکے کسی کے قبضے میں نہ ہونے کا حکم دیا جائے گا۔ پس دعویٰ ایسے موارد میں سے ہوگا جس پر دونوں میں سے کسی کا قبضہ نہیں؟ اس میں اشکال اور تامل ہے۔ اگرچہ پہلی بات قوت سے خالی نہیں۔ البتہ اس مورد میں کہ جس میں غصب ہونے کا اعتراف نہ کرے یا اسکا قبضہ غاصبانہ نہ ہو اور اعتراف کرے کہ یہ چیز زید کی ہے تو ظاہراً زید کی ہونے کے حکم میں ہے۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی چیز دو آدمیوں کے قبضہ میں ہو تو ہر ایک اس کے نصف پر قابض ہوگا۔ وہ چیز دونوں کی ملکیت کے حکم میں ہوگی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ممکن ہے ان میں سے ایک پوری چیز پر قابض ہو۔ بلکہ ممکن ہے کہ ایک چیز مستقل طور پر دو مالکوں کی ملکیت میں ہو لیکن یہ قول ضعیف ہے۔

مسئلہ ۴: اگر ایک چیز پر دو آدمی جھگڑیں تو اگر ان میں سے ایک کے قبضے میں ہو تو قسم کے ساتھ اس کی بات مانی جائے گی۔ اور جس کا قبضہ نہیں وہ گواہ پیش کرے۔ لیکن اگر دونوں کے قبضے میں ہو تو ان میں سے ہر ایک آدھی چیز کا مدعی بھی اور منکر بھی ہوگا۔ اس لئے کہ ہر ایک نصف پر قابض ہے۔ پس اگر ان میں سے ایک پوری چیز کا مطالبہ کرے تو آدھی چیز کے لئے گواہ پیش کرے اور آدھی چیز میں اس کی بات قسم کے ساتھ قبول ہوگی۔ لیکن اگر شئے تیسرے شخص کے قبضے میں ہو اور وہ ان میں سے ایک کی معین طور پر تصدیق کردے تو وہ بمنزلہ قابض ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ منکر کہلائے گا اور دوسرا مدعی! اور اگر دونوں کی تصدیق کرے اور اس تصدیق کا مطلب یہ ہو کہ دونوں میں ہر ایک پوری چیز کا مالک ہے تو اس کی تصدیق لغو ہوگی۔ اور وہ مورد ایسا ہوگا جس پر کسی کا قبضہ نہ ہو۔ لیکن اگر تصدیق کا مطلب یہ ہو کہ وہ چیز دونوں کی اس معنی میں ہے کہ دونوں اس میں شریک ہیں تو وہ اس چیز کی مانند ہوگی جو دو کے قبضے میں ہو۔ لیکن اگر غیر معین طور پر ایک

اشتراكهما فيها يكون بمنزلة ما تكون في يدهما، و إن صدق أحد هما لا بعينه لا تبعد القرعة، فمن خرجت له حلف، و إن كذبهما و قال: هي لي تبق في يده و لكل منهما عليه اليمين، ولو لم تكن في يدهما و لا يد غير هما و لم تكن بينة فالأقرب الاقتراع بينهما.

مسألة ٥ ـ إذا ادعى شخص عيناً في يد آخر و أقام بينة و انتزعها منه بحكم الحاكم ثم أقام المدعى عليه بينة على أنها له فان ادعى أنها فعلاً له و أقام البينة عليه تنزع العين و ترد إلى المدعي الثاني، و إن ادعى أنها له حين الدعوى و أقام البينة على ذلك فهل ينتقض الحكم و ترد العين اليه أو لا؟ قولان، و لا يبعد عدم النقض.

مسألة ٦ ـ لو تنازع الزوجان في متاع البيت سواء حال زوجيتهما أو بعدها ففيه أقوال. أرجحها أن ما يكون من المتاع للرجال فهو للرجل كالسيف و السلاح و ألبسة الرجال، و ما يكون للنساء فللمرأة كألبسة النساء و مكينة الخياطة التي تستعملها النساء و نحو ذلك، و ما يكون للرجال و النساء فهو بينهما، فان ادعى الرجل ما يكون للنساء كانت المرأة مدعى عليها، وعليها الحلف لو لم يكن للرجل بيّنة. و إن ادعت المرأة ما للرجال فهي مدعية، عليها البينة و على الرجل الحلف. و ما بينهما فمع عدم البينة و حلفهما يقسم بينهما. هذا إذا لم يتبين كون الأمتعة تحت يد أحدهما. و إلا فلو فرض أن المتاع الخاص بالنساء كان في صندوق الرجل و تحت يده أو العكس يحكم بملكية ذي اليد، و على غيره البينة. ولا يعتبر في ما للرجال أو ما للنساء العلم بأن كلاً منهما استعمل ما له أو انتفع به، و لا إحراز أن يكون لكل منهما يد مختصة بالنسبة إلى مختصات الطائفتين، و هل يجري الحكم بالنسبة إلى شريكين في دار أحدهما من أهل العلم و الفقه و الثاني من أهل التجارة و الكسب فيحكم بأن ما للعلماء للعالم و ما للتجار للتاجر فيستكشف المدعي من المدعى عليه؟ و جهان، لا يبعد الالحاق.

مسألة ٧ ـ لو تعارضت اليد الحالية مع اليد السابقة أو الملكية السابقة تقدم

کی تصدیق کرے تو قرعہ اندازی بعید نہیں ہے۔ پس جسکا نام نکلے وہ قسم کھائے۔ لیکن اگر تیسرا شخص دونوں کو جھٹلادے اور کہے "یہ چیز میری ہے تو وہ چیز اسی کے پاس رہے گی۔ اور ان میں سے ہر ایک کو اس کے خلاف قسم کھانے کا حق ہے۔ لیکن اگر وہ چیز ان دونوں اور ان کے علاوہ کسی کے قبضے میں نہ ہو اور گواہ بھی موجود نہ ہوں تو اقرب یہ ہے کہ ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے۔

مسئلہ ۵: جب کوئی شخص دعویٰ کرے کہ اس کی کوئی چیز دوسرے کے قبضے میں ہے اور اس پر گواہ پیش کردے اور قاضی کے حکم سے وہ چیز اس سے لے لے اس کے بعد مدعا علیہ گواہ پیش کرے کہ وہ چیز اس کی (مدعا علیہ) ہے۔ تو اگر یہ دعویٰ کرے کہ اب بھی اس کی ہے اور اس پر گواہ پیش کردے تو وہ چیز پہلے مدعی سے کر دوسرے کو دی جائے گی۔ لیکن اگر یہ دعویٰ کرے کہ دعوے کے وقت وہ چیز اس کی تھی اور اس پر گواہ پیش کرے تو آیا فیصلہ توڑ کر وہ چیز اس کو واپس کی جائے گی یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں۔ اور فیصلے کا نہ توڑنا بعید نہیں ہے۔

مسئلہ ۶: اگر میاں بیوی کا گھر کے سامان پر تنازعہ ہو جائے چاہے زوجیت کے دوران ہو یا بعد میں تو اس میں چند قول ہیں۔ سب سے زیادہ رجحان اس قول میں ہے کہ سامان میں سے جو چیز مردوں کی ہوتی ہے وہ میاں کی ہوگی جیسے تلوار، ہتھیار اور مردانہ لباس اور جو چیز عورتوں کی ہوتی ہے وہ بیوی کی ہوگی جیسے زنانہ لباس اور سلائی مشین کہ جسے عورتیں استعمال کرتی ہوں۔ وغیرہ اور جو چیز مردوں، عورتوں کے درمیان مشترک ہو وہ ان کے درمیان مشترک ہوگی۔ پس اگر مرد اس چیز کا دعویٰ کرے جو عورتوں کی ہوتی ہے تو عورت "مدعا علیھا" ہوگی۔ اور اگر مرد گواہ نہ رکھتا ہو تو عورت کو حلف اٹھانے کا حق ہے۔ اور اگر عورت ان چیزوں کا دعویٰ کرے جو مردوں کی ہوتی ہیں تو وہ مدعی کہلائے گی اور اس کی ذمہ داری گواہ پیش کرنا اور مرد کی ذمہ داری حلف اٹھانا ہے۔ اور جو چیزیں دونوں کی ہوتی ہیں ان پر گواہ نہ ہونے اور دونوں کے قسم نہ کھانے کی صورت میں۔ ان کو دونوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔ یہ اس صورت میں کہ جب سامان کا کسی ایک کے قبضے میں ہونا واضح نہ ہو۔ ورنہ اگر فرضاً عورتوں کا مخصوص سامان مرد کے صندوق میں اور اس کے قبضے میں ہو یا اس کے برعکس، تو جس کا قبضہ ہے اسکی ملکیت کا حکم لاگو ہوگا۔ اور دوسرے کو گواہ پیش کرنا پڑیں گے۔ اور عورتوں یا مردوں کی مخصوص چیزوں میں یہ یقین ہونا معتبر نہیں کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنی چیز کو استعمال کیا اور اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور نہ اس چیز کا محرز ہونا ضروری ہے کہ ان میں سے ایک کا اپنے سے مخصوص چیز پر قبضہ ہے۔ اور آیا یہ حکم ایک گھر کے ایسے شریکوں پر لاگو ہوگا کہ جن میں سے ایک اہل علم و فقاہت ہو اور دوسرا اہل کسب و تجارت کہ جو علماء کے شایانِ شان ہے اس کے عالم اور جو تاجروں کے لائق شان ہے اس کے تاجر کا ہونے کا حکم صادر کیا جائے۔ جس کے نتیجے میں مدعی اور مدعا علیہ کی تشخیص ہو سکے؟ اس میں دو وجہیں ہیں۔ چنانچہ بعید نہیں کہ یہ بھی اسی حکم کے ساتھ ملحق ہو۔

مسئلہ ۷: اگر موجودہ قبضہ پہلے قبضے یا ملکیت سے ٹکرا جائے تو موجودہ قبضے کو مقدم کیا جائے گا۔ پس اگر کوئی چیز فعلاً زید کے قبضے میں ہو جبکہ سابق میں عمرو کے قبضے یا اس کی ملکیت میں رہی ہو تو اس پر زید کی چیز ہونے کا حکم لگایا

اليد الحالية. فلو كان شيء في يد زيد فعلاً و كان هذا الشيء تحت يد عمرو سابقاً أو كان ملكاً له يحكم بأنه لزيد، و على عمرو إقامة البينة، و مع عدمها فله الحلف على زيد، نعم لو أقر زيد بأن ما في يده كان لعمرو و انتقل إليه بناقل انقلبت الدعوى و صار زيد مدعياً، و القول قول عمرو بيمينه، و كذا لو أقر بأنه كان لعمرو أو في يده و سكت عن الانتقال إليه، فان لازم ذلك دعوى الانتقال، و في مثله يشكل جعله منكراً لأجل يده، و أما لو قامت البينة على أنه كان لعمرو سابقاً أو علم الحاكم بذلك فاليد محكمة، و يكون ذو اليد منكراً و القول قوله، نعم لو قامت البينة بأن يد زيد على هذا الشيء كان غصباً من عمرو أو عارية أو أمانة و نحوها فالظاهر سقوط يده، و القول قول ذي البينة.

مسألة ٨ ـ لو تعارضت البينات في شيء فان كان في يد أحد الطرفين فمقتضى القاعدة تقديم بينة الخارج و رفض بينة الداخل و إن كانت أكثر أو أعدل و أرجح، و إن كان في يدهما فيحكم بالتنصيف بمقتضي بينة الخارج و عدم اعتبار الداخل، و إن كان في يد ثالث أو لا يد لأحد عليه فالظاهر سقوط البينتين والرجوع إلى الحلف أو إلى التنصيف أو القرعة، لكن المسألة بشقوقها في غاية الاشكال من حيث الأخبار و الأقوال، و ترجيح أحد الأقوال مشكل و إن لا يبعد في الصورة الأولى ما ذكرناه.

خاتمة فيها فصلان:

الأول في كتاب قاض إلى قاض

مسألة ١ ـ لا ينفذ الحكم ولا تفصل الخصومة إلا بالانشاء لفظاً، و لا عبرة بالانشاء كتباً، فلو كتب قاض إلى قاض آخر بالحكم و أراد الانشاء بالكتابة لا يجوز للثاني إنفاذه و إن علم بأن الكتابة له و علم بقصده.

جائیگا۔ اور عمرو کو گواہ پیش کرنا پڑیں گے۔ چنانچہ گواہ نہ ہونے کی صورت میں اس کو زید کے خلاف حلف اٹھانے کا حق ہے۔ البتہ اگر زید یہ دعویٰ کرے کہ جو چیز اس کے قبضے میں ہے یہ پہلے عمرو کی ملکیت میں تھی۔ لیکن کسی منتقل کرنے والے کے ذریعہ اس تک منتقل ہوئی ہے تو دعوے کی نوعیت بدل جائے گی اور زید مدعی ہو جائے گا۔ چنانچہ بات عمرو کی قسم کے ساتھ مانی جائیگی۔ اور اسی طرح اگر یہ دعویٰ کر کے خاموش ہو جائے کہ یہ چیز عمرو کی ملکیت یا قبضے میں تھی اور منتقل ہونے کا دعویٰ نہ کرے۔ اس لئے کہ اس کا لازمہ منتقل ہونے کا دعویدار ہونا ہے۔ اور ایسی صورت میں اس کے قبضے کی بنا پر اس کو منکر دعویٰ قرار دینا مشکل ہے۔ لیکن اگر گواہی پیش کر دے کہ سابق میں یہ چیز عمرو کی (ملکیت میں) تھی یا قاضی کو اس کا علم ہو تو اس کا قبضہ یا برجا رہے گا اور قبضے والا منکر دعویٰ کہلائے گا لہٰذا بات اس کی سنی جائیگی۔ البتہ اگر گواہی پیش کر دے کہ (اس چیز پر) زید کا قبضہ عمرو سے غصب کرنے یا عاریت یا امانت وغیرہ کے طور پر لینے کی وجہ سے تھا تو ظاہراً اس کا قبضہ ختم ہو جائے گا۔ اور گواہی پیش کرنے والے کی بات مانی جائے گی۔

مسئلہ ۸: اگر کسی چیز کے بارے میں گواہیوں میں تعارض ہو جائے۔ تو اگر وہ چیز فریقین میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہو تو قاعدے کا تقاضا یہ ہے کہ قابض کے گواہوں کو مقدم کیا جائے اور غیر قابض کے گواہوں کو رد! چاہے وہ اکثر، اعدل اور ارجح ہوں۔ اور اگر دونوں کے قبضے میں ہو تو خارج کے گواہوں کی بناء پر اس کو نصف نصف کرنے کا حکم دیا جائے گا اور داخل کے گواہوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ لیکن اگر تیسرے شخص کے قبضے میں ہو یا اس پر کسی کا قبضہ نہ ہو تو ظاہراً دونوں گواہیاں ساقط ہوں گی۔ اور قسم، تنصیف یا قرعے کے ذریعے فیصلہ کیا جائیگا۔ لیکن مسئلہ اپنی تمام شقوں میں احادیث اور اقوال کے اعتبار سے شدید مورد اشکال ہے۔ اور کسی ایک قول کو ترجیح دینا مشکل ہے۔ اگرچہ پہلی صورت میں جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ بعید نہیں ہے!

خاتمہ!

اس میں دو فصلیں ہیں:

پہلی فصل

ایک قاضی کے دوسرے قاضی کو لکھنے کے بارے میں

مسئلہ ۱: حکم کا نفاذ اور جھگڑے کا فیصلہ صرف اسی صورت میں ہو گا کہ جب انشائے حکم لفظی ہو۔ تحریری طور پر انشائے حکم کا کوئی اعتبار نہیں۔ چنانچہ اگر ایک قاضی فیصلہ لکھ کر دوسرے کے پاس بھیجے اور تحریر سے صدور حکم کا ارادہ کرے تو دوسرے کے لئے اس کے حکم کو نافذ کرنا جائز نہیں چاہے وہ جانتا ہو کہ تحریر اسی قاضی کی ہے اور اس کا ارادہ بھی معلوم ہو!

مسألة ٢ ـ إنهاء حكم الحاكم بعد فرض الانشاء لفظاً إلى حاكم آخر إما بالكتابة أو القول أو الشهادة، فان كان بالكتابة بأن يكتب إلى حاكم آخر بحكمه فلا عبرة بها حتى مع العلم بأنها له و أراد مفادها، و أما القول مشافهة فان كان شهادة على إنشائه السابق فلا يقبل إلا مع شهادة عادل آخر، و أولى بذلك ما إذا قال: ثبت عندي كذا، و إن كان الانشاء بحضور الثاني بأن كان الثاني حاضراً في مجلس الحكم فقضى الأول فهو خارج عن محط البحث لكن يجب إنفاذه، و أما شهادة البينة على حكمه فمقبولة يجب الانفاذ على حاكم آخر، و كذا لو علم حكم الحاكم بالتواتر أو قرائن قطعية أو إقرار المتخاصمين.

مسألة ٣ ـ الظاهر أن إنفاذ حكم الحاكم أجنبي عن حكم الحاكم الثاني في الواقعة، لأن قطع الخصومة حصل بحكم الأول و إنما أنفذه و أمضاه الحاكم الآخر ليجريه الولاة و الأمراء، و لا أثر له بحسب الواقعة، فان إنفاذه و عدم إنفاذه بعد تمامية موازين القضاء في الأول سواء، وليس له الحكم في الواقعة لعدم علمه و عدم تحقق موازين القضاء عنده.

مسألة ٤ ـ لا فرق فيما ذكرناه بين حقوق الله تعالى و حقوق الناس إلا في الثبوت بالبينة، فان الانفاذ بها فيها محل إشكال و الأشبه عدمه.

مسألة ٥ ـ لا يعتبر في جواز شهادة البينة و لا في قبولها هنا غير ما يعتبر فيهما في سائر المقامات، فلا يعتبر إشهادهما على حكمه و قضائه في التحمل، و كذا لا يعتبر في قبول شهادتهما إشهادهما على الحكم و لا حضورهما في مجلس الخصومة و سماعهما شهادة الشهود، بل المعتبر شهودهما أن الحاكم حكم بذلك، بل يكفي علمهما بذلك.

مسألة ٦ ـ قيل إن لم يحضر الشاهدان الخصومة فحكى الحاكم لهما الواقعة و صورة الحكم و سمى المتحاكمين بأسمائهما و آبائهما و صفاتهما و أشهدهما على الحكم فالأولى القبول، لأن إخباره كحكمه ماض، و الأشبه عدم القبول إلا بضم عادل آخر، بل لو أنشأ الحكم بعد الانشاء في مجلس الخصومة فجواز الشهادة

مسئلہ ۲: انشائے لفظی کے فرض کے بعد ایک قاضی کا دوسرے قاضی تک حکم پہونچانے کا طریقہ یا تحریر ہے یا قول یا شہادت (گواہی) چنانچہ اگر تحریر میں حکم پہونچائے۔ مثلاً دوسرے قاضی کے پاس اپنا فیصلہ لکھ کر بھیجے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں حتیٰ یہ جانتے ہوئے بھی کہ تحریر اسی قاضی کی ہے اور اس نے اس کے مضمون کے مفاد کا ارادہ کیا ہے۔ اور روبرو ہو کر فیصلہ سنائے تو اگر یہ اس کے سابقہ فیصلے پر گواہی ہو تو دوسرے عادل گواہ کی گواہی کے بغیر قبول نہیں کی جائے گی۔ اور اس سے بہتر یہ صورت ہے کہ یوں کہے "میرے نزدیک یہ چیز ثابت ہے" لیکن اگر انشائے حکم دوسرے قاضی کی موجودگی میں ہو اس طرح کہ محکمۂ حکم میں دوسرا قاضی موجود ہو اور پہلا قاضی فیصلہ صادر کرے تو اس میں بحث کی گنجائش نہیں لیکن اس (فیصلے) کو نافذ کرنا واجب ہے۔ اور دو گواہوں کا اس کے فیصلے پر گواہی دینا مقبول ہے اور دوسرے قاضی پر اس کو نافذ کرنا واجب ہے۔ اور اسی طرح اگر تواتر یا قطعی قرائن یا فریقین دعویٰ کے اقرار سے قاضی کو (دوسرے قاضی کے فیصلے کا) علم ہو جائے۔

مسئلہ ۳: ظاہراً ایک قاضی کا دوسرے قاضی کے حکم کو نافذ کرنا واقعہ کے اعتبار سے دوسرے قاضی کے حکم سے نامربوط ہے اس لئے کہ تنازعہ تو پہلے قاضی کے فیصلے سے فرو ہو چکا ہے۔ دوسرے قاضی نے اس کو صرف اس لئے نافذ اور موٴید قرار دیا تاکہ حکام اور والیان اس کا اجرا کر سکیں۔ لیکن واقعے کے اعتبار سے اس کا کوئی اثر نہیں۔ اس لئے کہ پہلے قاضی کے نزدیک جھگڑے کا موازین قضاوت کے مطابق فیصلہ ہو جانے کے بعد اس کو نافذ کرنا یا نہ کرنا برابر ہے۔ چنانچہ دوسرا قاضی اس جھگڑے میں فیصلہ دینے کا حق نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ وہ نہیں جانتا اور اس کے نزدیک موازین قضاوت متحقق نہیں ہیں۔

مسئلہ ۴: جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس میں حقوق اللہ اور حقوق الناس کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں صرف گواہی کے ذریعے ثابت ہونے میں فرق ہے اس لئے کہ گواہی کی وجہ سے حقوق اللہ کا اجراء محل اشکال ہے اور اشبہ اجراء نہ ہونا ہے!

مسئلہ ۵: گواہوں کی گواہی کے جائز ہونے میں وہی شرطیں یہاں بھی معتبر ہیں جو دوسرے مقامات پر ان میں معتبر ہیں۔ پس قاضی کے حکم اور قضاوت پر گواہی میں ان کا کسی کو گواہ بنانا معتبر نہیں۔ اور اسی طرح ان کی گواہی قبول ہونے کے لئے بھی۔ ان کا فیصلے پر گواہ بنانا، مجلس قضاوت میں حاضر ہوا اور گواہوں کی گواہی سننا معتبر نہیں۔ بلکہ معتبر ان کا یہ گواہی دینا ہے کہ قاضی نے یہ فیصلہ صادر کیا ہے۔ بلکہ ان کو اس فیصلے کا علم ہونا بھی کافی ہے۔

مسئلہ ۶: ایک قول یہ ہے کہ اگر گواہ فیصلے میں موجود نہ ہوں لیکن قاضی ان کے سامنے واقعہ بیان کرے حکم کی نوعیت بتائے۔ اور فریقین کے نام ان کے آباء کے نام اور ان کی خصوصیات بتا کر ان کو فیصلے پر گواہ بنائے تو بہتر یہ ہے کہ اس کو قبول کیا جائے۔ اس لئے کہ قاضی کی خبر بھی اس کے حکم (فیصلے) کی مانند نافذ ہے۔ لیکن اشبہ اس کو قبول نہ کرنا ہے۔ جب تک قاضی کے ساتھ دوسرا عادل شامل نہ ہو۔ بلکہ مجلس خصومت میں فیصلہ صادر کرنے کے بعد اگر دوبارہ فیصلہ صادر کرے تو اس وقت بھی مطلق طور پر اس حکم کی گواہی مشکل بلکہ ممنوع ہے۔ لیکن مقید طور پر گواہی دینا کہ مجلس خصومت والا اور خصومت رفع

بالحكم بنحو الاطلاق مشكل بل ممنوع، والشهادة بنحو التقييد بأنه لم يكن إنشاء مجلس الخصومة و لا إنشاء الرافع لها جائزة، لكن إنفاذه للحاكم الآخر مشكل بل ممنوع.

مسألة ٧ ـ لا فرق في جميع ما مرّ بين أن يكون حكم الحاكم بين المتخاصمين مع حضورهما و بين حكمه على الغائب بعد إقامة المدعي البينة، فالتحمل فيهما والشهادة و شرائط القبول واحد، و لابد للشاهدين من حفظ جميع خصوصيات المدعي و المدعى عليه بما يخرجهما عن الابهام، و حفظ المدعى به بخصوصياته المخرجة عن الابهام، و حفظ الشاهدين و خصوصياتهما كذلك فيما يحتاج إليه، كالحكم على الغائب و أنه على حجته.

مسألة ٨ ـ لو اشتبه الأمر على الحاكم الثاني لعدم ضبط الشهود له ما يرفع به الابهام أوقف الحكم حتى يتضح الأمر بتذكرهما أو بشهادة غيرهما.

مسألة ٩ ـ لو تغيرت حال الحاكم الأول بعد حكمه بموت أو جنون لم يقدح ذلك في العمل بحكمه و في لزوم إنفاذه على حاكم آخر لو توقف استيفاء الحق عليه، ولو تغيرت بفسق فقد يقال: لم يعمل بحكمه أو يفصل بين ظهور الفسق قبل إنفاذه فلم يعمل أو بعده فيعمل، و الأشبه العمل مطلقا كسائر العوارض و جواز إنفاذه أو وجوبه.

مسألة ١٠ ـ لو أقر المدعى عليه عند الحاكم الثاني بأنه المحكوم عليه و هو المشهود عليه ألزمه الحاكم، ولو أنكر فان كانت شهادة الشهود على عينه لم يسمع منه و ألزم؛ و كذا لو كانت على وصف لا ينطبق إلا عليه، وكذا فيما ينطبق عليه إلا نادراً بحيث لا يعتني باحتماله العقلاء و كان الانطباق عليه مما يطمأن به، و إن كان الوصف على وجه قابل للانطباق على غيره و عليه فالقول قوله بيمينه، و على المدعي إقامة البينة بأنه هو، و يحتمل في هذه الصورة عدم صحة الحكم لكونه من قبيل القضاء بالمبهم، و فيه تأمل.

٥ ٥ ٥

کرنے والا انشاء نہیں تو یہ جائز ہے۔ لیکن دوسرے قاضی کے لئے اس کو نافذ کرنا مشکل بلکہ ممنوع ہے۔

مسئلہ ۷: مذکورہ تمام چیزوں میں فرق نہیں کہ قاضی کا فیصلہ فریقین کی موجودگی میں ہو، یا ان میں سے ایک غائب ہو اور مدعی کے اس پر گواہ پیش کرنے کی بناء پر ہو۔ چنانچہ دونوں صورتوں میں تحمل شہادت، گواہی اور شرائط قبول ایک ہی ہیں۔ اور گواہوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ مدعی اور مدعاعلیہ کے تمام خصوصیات یاد رکھیں تاکہ ان میں کوئی ابہام نہ رہے۔ اور دعوے والی چیز کو بھی اسکے خصوصیات کے ساتھ یاد رکھیں تاکہ وہ بھی ابہام میں نہ رہے۔ اور گواہوں اور ان کے خصوصیات کو ضرورت کے وقت کے لئے یاد رکھنے کا حکم وہی ہے جو غائب کے بارے میں فیصلے کے سلسلے میں ہے، اور یہ کہ غائب کو اپنی دلیل پیش کرنے کا حق ہے۔

مسئلہ ۸: اگر گواہوں کے خصوصیات کو کہ جن کی بناء پر ابہام نہیں رہتا، یاد نہ رکھنے کی بناء پر معاملہ دوسرے قاضی پر مشتبہ ہو جائے۔ اس کو چاہیئے کہ جب تک معاملہ واضح نہ ہو جائے وہ فیصلے کو متوقف کر دے۔ اب چاہے پہلے گواہوں کو یاد آجائے یا دوسرے گواہ گواہی دیں۔

مسئلہ ۹: اگر فیصلے کے بعد قاضی کی موت یا دیوانگی کی وجہ سے اس کا حال متغیر ہو جائے تو اس کا اس کے حکم پر عمل کرنے اور دوسرے قاضی پر اس کے اجراء کے لازم ہونے پر کوئی اثر نہیں اگر حق کی وصولی اس پر موقوف ہو۔ لیکن اگر قاضی فاسق ہو جائے تو کہا جاتا ہے کہ اس کے فیصلے پر عملدرآمد نہ کیا جائے۔ یا اس فرق کے ساتھ عمل کیا جائے کہ اگر نفاذ سے پہلے فاسق ہو جائے تو عمل نہ کیا جائے لیکن اگر بعد میں فاسق ہو تو عمل کیا جائے۔ لیکن اشبہ یہ ہے کہ دوسرے تمام عوارض اور جواز یا وجوب انفاذ کی مانند یہاں بھی مطلقاً عمل کیا جائے!

مسئلہ ۱۰: اگر مدعاعلیہ دوسرے قاضی کے سامنے اقرار کرے کہ اس کے خلاف فیصلہ ہو چکا ہے اور گواہی دی جا چکی ہے تو قاضی فیصلے پر عمل کرنے کو اس پر لازمی قرار دے۔ لیکن اگر انکار کر دے تو اگر گواہوں کی گواہی بعینہ اس کے خلاف ہو تو اس کا انکار نہیں سنا جائے گا اور فیصلے پر عمل کرنا اس پر لازمی ہوگا۔ اور اسی طرح اگر گواہی ایسے وصف کے ساتھ ہو جو صرف اسی میں ہو۔ یوں ہی اگر گواہی ایسے وصف کے ساتھ ہو جو اس پر منطبق ہو مگر شاذونادر دوسرے پر بھی منطبق ہو کہ اہل عقل جس کو قابل توجہ نہ سمجھتے ہوں جبکہ اس پر اس وصف کا انطباق موجب اطمینان ہو۔ لیکن اگر وصف ایسا ہو جو اس پر اور دوسرے پر بھی منطبق ہوتا ہو تو قسم کے ساتھ اس کی بات مانی جائے گی۔ اور مدعی کو گواہ لانا پڑیں گے کہ یہ وہی شخص ہے۔ اور اس صورت میں احتمال یہ بھی ہے کہ فیصلہ صحیح نہ ہو اس لئے کہ یہ مبہم معاملے کی قضاوت کے قبیل سے ہے۔ لیکن اس میں تامل ہے۔

الفصل الثاني في المقاصّة

مسألة ١ ـ لا إشكال في عدم جواز المقاصة مع عدم جحود الطرف و لا مماطلتهوأدائه عند مطالبته، كما لا إشكال في جواز ها إذا كان له حق على غيره من عين أو دين أو منفعة أو حق و كان جاحداً أو مماطلاً، و أما إذا كان منكراً لاعتقاد المحقية أو كان لا يدري محقية المدعي ففي جواز المقاصة إشكال، بل الأشبه عدم الجواز، ولو كان غاصباً و أنكر لنسيانه فالظاهر جواز المقاصة.

مسألة ٢ ـ إذا كان له عين عند غيره فان كان يمكن أخذها بلا مشقة و لا ارتكاب محذور فلا يجوز المقاصة من ماله، و إن لم يمكن أخذهامنه أصلا جاز المقاصة من ماله الآخر، فان كان من جنس ماله جاز الأخذ بمقداره، و إن لم يكن جاز الأخذ بمقدارقيمته،و إن لم يمكن إلا ببيعه جاز بيعه و أخذ مقدارقيمة ماله وردّ الزائد.

مسألة ٣ ـ لو كان المطلوب مثلياً و أمكن له المقاصة من ماله المثلي و غيره فهل يجوز له أخذ غير المثلي تقاصاً بقدرقيمة ماله أو يجب الأخذ من المثلي، و كذا لو أمكن الأخذ من جنس ماله و من مثلي آخر بمقدار قيمته مثلاً لو كان المطلوب حنطة و أمكنه أخذ حنطة منه بمقدار حنطته و أخذ مقدار من العدس بقدرقيمتها فهل يجب الاقتصار على الحنطة أو جاز الأخذ من العدس؟ لا يبعد جواز التقاص مطلقا فيما إذا لم يلزم منه بيع مال الغاصب و أخذ القيمة، و مع لزومه و إمكان التقاص بشيء لم يلزم منه ذلك فالأحوط بل الأقوى الاقتصار على ذلك، بل الأحوط الاقتصار على أخذ جنسه مع الامكان بلا مشقة و محذور.

مسألة ٤ ـ لو أمكن أخذ ماله بمشقة فالظاهر جواز التقاص، ولو أمكن ذلك مع محذور كالدخول في داره بلا إذنه أو كسر قفله و نحو ذلك ففي جواز المقاصة إشكال، هذا إذا جاز ارتكاب المحذور و أخذ ماله ولو أضر ذلك بالغاصب، و أما

دوسری فصل

تقاص کے بارے میں

مسئلہ ۱: اگر مدعا علیہ حق کا انکار اور ادائیگی میں سستی نہ کرے بلکہ مطالبہ کئے جانے پر ادا کردے تو بلا اشکال اس سے تقاص (حق کا عوض لینا) جائز نہیں۔ جیسا کہ اگر کسی کے ذمہ کسی کا حق، کسی چیز، قرضے یا منفعت یا حق کی شکل میں ہو اور وہ دینے سے انکار کرے یا سستی سے کام لے تو اس سے بلا اشکال "تقاص" جائز ہے۔ لیکن اگر مسئلہ اپنے انکار کو برحق سمجھتا ہو یا مدعی کے برحق ہونے کو نہ جانتا ہو تو تقاص جائز ہونے میں اشکال ہے بلکہ اشبہ تقاص کا جائز نہ ہونا ہے۔ لیکن اگر غاصب ہو اور نسیان کی وجہ سے انکار کرے تو ظاہراً تقاص جائز ہے۔

مسئلہ ۲: جب کسی کی کوئی چیز کسی کے پاس ہو، تو اگر بلا زحمت اور بغیر ارتکاب محذور کے اس سے وہ چیز لینا ممکن ہو تو اس کے مال دین سے اس کا تقاص (عوض لینا) جائز نہیں۔ اور اگر اس سے وہ چیز لینا بالکل ممکن نہ ہو تو اس کے دوسرے مال سے اس کا تقاص (عوض) لینا جائز ہے۔ چنانچہ اگر اس کے مال کی جنس سے ہو تو جائز ہے کہ اپنے مال کے بقدر لے۔ لیکن اگر اس جنس سے نہ ہو تو اسکی قیمت کے برابر لینا جائز ہے۔ لیکن اگر فروخت کئے بغیر تقاص (عوض) لینا ممکن نہ ہو تو جائز ہے کہ اس کو فروخت کردے اور اپنے مال کی قیمت کے بقدر لے کر باقی واپس کردے!

مسئلہ ۳: اگر مطلوبہ چیز مثلیات میں سے ہو اور (مدعا علیہ) کیلئے اس کے مثل اموال یا ان کے علاوہ میں سے اس کا تقاص (عوض) لینا ممکن ہو تو آیا اپنے مال کی قیمت کے برابر غیر مثلی اموال میں سے لینا جائز ہے یا مثلی اموال میں سے لینا واجب ہے۔ اور اسی طرح اگر اپنے مال کی قیمت کے برابر اس کے دوسرے مثلی اموال اور اپنے مال کی جنس دونوں سے تقاص (عوض) لینا ممکن ہو۔ مثلاً اگر اس کی مطلوبہ شے گیہوں ہو اور مدعا علیہ کے گیہوں سے اپنے گیہوں کے بقدر لینا ممکن ہو۔ لیکن اپنے اپنے گیہوں کی قیمت کے بقدر دال لینا چاہے تو آیا صرف گیہوں لینا واجب ہے یا دال میں سے اگر لے لے تو جائز ہے؟ بعید نہیں ہے کہ اگر مدعا علیہ کا مال بیچ کر اس سے اپنے مال کی قیمت وصول کرنا لازم نہ آتا ہو تو کسی بھی چیز سے اپنے مال کا تقاص لینا جائز ہے۔ لیکن اگر اپنا مال وصول کرنے کے لئے فروخت کرنا لازم آتا ہو جبکہ اسی چیز سے تقاص لینا ممکن ہو جس میں فروخت نہ کرنا پڑے تو احوط بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ اسی پر اکتفاء کرے۔ بلکہ اگر بلا مشقت اور محذور کے جنس مال سے لینا ممکن ہو تو احوط یہ ہے کہ اسی پر اکتفاء کرے!

مسئلہ ۴: اگر باوجود زحمت اپنا مال لینا ممکن ہو تو ظاہراً اس کو چھوڑ کر اس کا تقاص لینا جائز ہے۔ لیکن اگر کسی محذور شرعی کے ساتھ اپنا مال لینا ممکن ہو جیسے بغیر اجازت اس کے گھر میں داخل ہونا پڑے یا اس کا تالا توڑنا پڑے وغیرہ تو تقاص لینے کے جائز ہونے میں اشکال ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب محذور شرعی کا ارتکاب، اپنا مال لینے کے لئے جائز ہو چاہے اس سے غاصب کو نقصان ہی ہوتا ہو۔

مع عدم جوازه كما لو كان المطلوب منه غير غاصب و أنكر المال بعذر فالظاهر جواز التقاص من ماله إن قلنا بجواز المقاصة في صورة الانكار لعذر.

مسألة ٥ ـ لو كان الحق ديناً و كان المديون جاحداً أو مماطلاً جازت المقاصة من ماله و إن أمكن الأخذ منه بالرجوع إلى الحاكم.

مسألة ٦ ـ لو توقف أخذ حقه على التصرف في الأزيد جاز، والزائد يرد إلى المقتص منه، ولو تلف الزائد في يده من غير إفراط و تفريط و لا تأخير في رده لم يضمن.

مسألة ٧ ـ لو توقف أخذ حقه على بيع مال المقتص منه جاز بيعه وصح، و يجب رد الزائد من حقه، و أما لو لم يتوقف على البيع بأن كان قيمة المال بمقدار حقه فلا إشكال في جواز أخذه مقاصة، و أما في جواز بيعه و أخذقيمتهمقاصة أو جواز بيعه و اشتراء شيءمن جنسما له ثم أخذه مقاصة إشكال و الأشبه عدم الجواز.

مسألة ٨ ـ لا إشكال في أن ما إذا كان حقه ديناً على عهدة المماطل فاقتص منه بمقداره برأت ذمته سيما إذا كان المأخوذ مثل ما على عهدته، كما إذا كان عليه مقدار من الحنطة فأخذ بمقدارها تقاصاً، و كذا في ضمان القيميات إذا اقتص القيمة بمقدارها، و أما إذا كان عيناً فان كانت مثلية و اقتص مثلها فلا يبعد حصول المعاوضة قهراً على تأمل، و أما إذا كانت من القيميات كفرس مثلاً و اقتص بمقدارقيمتها فهل كان الحكم كما ذكر من المعاوضة القهرية أو كان الاقتصاص بمنزلة بدل الحيلولة، فاذا تمكن من العين جاز أخذها بل وجب، و يجب عليه رد ما أخذ، و كذا يجب على الغاصب ردها بعد الاقتصاص و أخذ ماله؟ فيه إشكال و تردد و إن لا يبعد جريان حكم بدل الحيلولة فيه.

مسألة ٩ ـ الأقوى جواز المقاصة من المال الذي جعل عنده و ديعة على كراهية، و الأحوط عدمه.

مسألة ١٠ ـ جواز المقاصة في صورة عدم علمه بالحق مشكل، فلو كان عليه

لیکن اگر مقروض شرعی کا ارتکاب جائز نہ ہو جیسا کہ جس شخص سے چیز کا مطالبہ رکھتا ہو وہ غاصب نہ ہو اور کسی عذر کی بنا پر مال دینے سے انکار کرے تو ظاہراً اس کے مال سے اپنے مال کا تقاص لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ عذر پر مبنی انکار کی صورت میں جواز تقاص کے قائل ہوں!

مسئلہ ۵: اگر حق دین (قرض) ہو اور مدیون (مقروض) دینے سے انکار یا سستی کر رہا ہو۔ تو اس کے مال سے تقاص لینا جائز ہے۔ چاہے حاکم شرع کی طرف رجوع کر کے اس سے مال لینا ممکن ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ ۶: اگر اپنے حق کا وصول کرنا مدعا علیہ کے اپنے حق سے زیادہ اموال میں تصرف کرنے پر موقوف ہو تو جائز ہے۔ چنانچہ جو زیادہ ہے وہ مدعا علیہ کو واپس کر دیا جائے گا۔ اور اگر اپنے حق سے زائد اس کے پاس سے بغیر افراط و تفریط ضائع ہو جائے اور واپس کرنے میں تاخیر بھی نہ کی ہو تو ضامن نہیں!

مسئلہ ۷: اگر اپنے مال کی وصولی اس شخص کا مال بیچنے پر موقوف ہو کہ جس سے تقاص لینا ہے تو اس کو بیچنا جائز ہے اور صحیح ہے۔ اور اپنے حق سے زائد کو واپس کرنا واجب ہے۔ لیکن اگر بیچنے پر موقوف نہ ہو مثلاً اس کے مال کی قیمت اپنے حق کے برابر ہو تو بلا اشکال اس کو تقاص کے طور پر وصول کر لینا جائز ہے۔ لیکن اس کو بیچ کر تقاص کے طور پر اس کی قیمت لینے کے جائز ہونے میں یا اس کو بیچ کر اپنے مال کی ہم جنس کوئی چیز اس کے بدلے خرید کر اس کو بطور تقاص لینے کے جائز ہونے میں اشکال ہے۔ چنانچہ اشبہ یہ ہے کہ جائز نہیں۔

مسئلہ ۸: اس میں کوئی اشکال نہیں کہ۔ اگر کسی کا حق قرض کی شکل میں کسی ایسے شخص کے ذمے ہو جو ادائیگی میں تاخیر کر رہا ہو، چنانچہ وہ اس کے مال سے اپنے قرض کے برابر تقاص (عوض) وصول کرے۔ تو وہ بری الذمہ ہو جائے گا۔ خاص طور سے جب لی گئی چیز ویسی ہی ہو جیسی مقروض کے ذمے ہے۔ مثلاً مقروض کے ذمے ایک مقدار گیہوں کی ہو اور وہ اتنی مقدار گیہوں تقاص کے طور پر لے لے۔ اور قیمیات کی ضمانت میں بھی یہی صورت ہے کہ جب شئے قیمی کے بمقدار اس کی قیمت بطور تقاص اخذ کر لے۔ لیکن اگر وہ چیز شئے خارجی ہو چنانچہ اگر "مثلیات" میں سے ہو اور اس کے مثل سے تقاص اخذ کر لے تو بالوجود تامل بعید نہیں کہ معاوضۂ قہری حاصل ہو جائے۔ لیکن اگر "قیمیات" میں سے ہو جیسے گھوڑا، اور اس کی قیمت کے برابر تقاص اخذ کرے تو آیا مذکورہ بالا صورت کی مانند یہاں بھی معاوضۂ قہری ہو جانے کا حکم لاگو ہوگا یا یہاں تقاص لینا بدل حیلولہ کی نوعیت سے ہوگا کہ اس صورت میں جب اپنی چیز ہاتھ آ جائے تو اس کو اخذ کر لینا جائز بلکہ واجب ہوگا۔ اور جو لے چکا ہے اس کو واپس کرنا واجب ہوگا۔ اور اسی طرح غاصب پر بھی تقاص کے بعد اس چیز کو واپس کر کے اپنا مال لے لینا واجب ہوگا؟ اس میں اشکال اور تردد ہے۔ اگرچہ اس میں بدل حیلولہ کا حکم جاری ہونا بعید نہیں ہے!

مسئلہ ۹: اقویٰ یہ ہے کہ جو مال کسی کے پاس رکھا گیا ہو اس میں سے اپنے مال کا تقاص لے لینا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ جبکہ احتیاط یہ ہے کہ نہ لے!

مسئلہ ۱۰: اپنے حق کا علم نہ رکھتے ہوئے تقاص لینے کا جائز ہونا مشکل ہے۔ چنانچہ اگر اس کے ذمے

دين واحتمل أداءه يشكل المقاصة، فالأحوط رفعه إلى الحاكم كما أنه مع جهل المديون مشكل ولو علم الدائن، بل ممنوع كما مرّ، فلابد من الرفع إلى الحاكم.

مسألة ١١ - لا يجوز التقاص من المال المشترك بين المديون و غيره إلا باذن شريكه، لكن لو أخذ وقع التقاص و إن أثم، فاذا اقتص من المال المشاع صار شريكاً لذلك الشريك إن كان المال بقدر حقه أو أنقص منه، و إلا صار شريكاً مع المديون و شريكه، فهل يجوز له أخذ حقه و إفرازه بغير إذن المديون؟ الظاهر جوازه مع رضا الشريك.

مسألة ١٢ - لو كان له حق و منعه الحياء أو الخوف أو غيرهما من المطالبة فلا يجوز له التقاص، و كذا لو شك في أن الغريم جاحد أو مماطل لا يجوز التقاص.

مسألة ١٣ - لا يجوز التقاص من مال تعلق به حق الغير كحق الرهانة و حق الغرماء في مال المحجور عليه و في مال الميت الذي لا تفي تركته بديونه.

مسألة ١٤ - لا يجوز لغير ذي الحق التقاص إلا إذا كان ولياً أو وكيلا عن ذي الحق، فللأب التقاص لولده الصغير أو المجنون أو السفيه في مورد له الولاية، و للحاكم أيضاً ذلك في مورد ولايته.

مسألة ١٥ - إذا كان للغريم الجاحد أو المماطل عليه دين جاز احتسابه عوضاً عما عليه مقاصة إذا كان بقدره أو أقل، و إلا فبقدره و تبرأ ذمته بمقداره.

مسألة ١٦ - ليس للفقراء و السادة المقاصة من مال من عليه الزكاة أو الخمس أو في ماله إلا باذن الحاكم الشرعي، و للحاكم التقاص ممن عليه أو في ما له نحو ذلك و جحد أو ماطل، و كذا لو كان شيء وقفاً على الجهات العامة أو العناوين الكلية وليس لها متول لا يجوز التقاص لغير الحاكم، و أما الحاكم فلا إشكال في جواز مقاصته منافع الوقف، و هل يجوز المقاصة بمقدار عينه إذا كان الغاصب جاهلا أو مماطلا لا يمكن أخذها منه و جعل المأخوذ وقفاً على تلك العناوين؟ و جهان، و على الجواز لو رجع عن الجحود و المماطلة فهل ترجع العين

قرض ہو اور اس کے ادا کردینے کا احتمال ہو تو تقاص مشکل ہے۔ پس احتیاط یہ ہے کہ حاکم شرع سے رجوع کرے جیساکہ اگر مدیون کو معلوم نہ ہو چاہے قرض دینے والا جانتا ہو تو بھی مشکل ہے بلکہ ممنوع ہے جیسا کہ بیان ہو چکا۔ لہٰذا حاکم شرع کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۱۱: مدیون (مقروض) اور غیر مدیون کے درمیان اگر کوئی مال مشترک ہو تو اس سے مدیون کے شریک کی اجازت کے بغیر تقاص جائز نہیں۔ لیکن اگر اس مال سے لے لے تو تقاص واقع ہو جائے گا۔ اگرچہ گنہگار ہوگا۔ پس اگر مال مشاع (مشترک) سے اپنے مال کا تقاص وصول کرلے۔ تو اگر مال تقاص اس کے حق کے برابر یا اس سے کم ہو تو اس شریک کا شریک ہو جائے گا۔ وگرنہ مدیون اور اس کے شریک دونوں کے ساتھ شریک ہوگا۔ پس آیا بغیر مدیون کی اجازت کے اس کے لئے اپنے حق کو لینا اور جدا کرنا جائز ہے؟ ظاہراً اگر شریک راضی ہو تو جائز ہے۔

مسئلہ ۱۲: اگر حقدار ہو لیکن حیاء، خوف یا کوئی اور چیز مطالبہ کرنے سے مانع ہو تو اس کے لئے تقاص جائز نہیں۔ اور اسی طرح اگر شک کرے کہ مقروض انکار یا سستی کر رہا ہے یا نہیں تو اس صورت میں بھی تقاص جائز نہیں۔

مسئلہ ۱۳: ایسے مال سے تقاص جائز نہیں جو دوسرے کے حق سے متعلق ہو جیسے حق رہن اور قرض خواہوں کا حق اس شخص کے مال میں جو ممنوع التصرف ہو اور اس میت کے اموال میں کہ جس کا ترکہ قرضوں کی ادائیگی کے لئے ناکافی ہو۔

مسئلہ ۱۴: حقدار کے علاوہ کسی کے لئے تقاص لینا جائز نہیں۔ مگر یہ کہ وہ حقدار کا ولی یا اس کی طرف سے وکیل ہو۔ چنانچہ باپ اپنے نابالغ بچے، دیوانے یا بیوقوف سے اس وقت تقاص لے سکتا ہے جب اس کو ولایت حاصل ہو۔ اور حاکم شرع کو بھی جس مورد میں ولایت حاصل ہو وہ ایسا کر سکتا ہے۔

مسئلہ ۱۵: اگر قرض کی ادائیگی سے انکار یا سستی کرنے والے قرض دار کا مدعی کے ذمے قرض ہو تو مدعی کے لئے جائز ہے کہ اگر اس کا مال مدعی کے مال کے برابر یا اس سے کم ہو تو اس سے تقاص کے عنوان سے حساب کرے، اور اگر اسکا مال زیادہ ہو تو اپنے مال کے برابر حساب کرلے اور اس مقدار میں بری الذمہ ہو جائے گا۔

مسئلہ ۱۶: جس شخص کے ذمہ زکوٰۃ یا خمس واجب الادا ہو یا جس کے مال میں زکوٰۃ یا خمس ہو فقیروں اور سادات کو حاکم شرع کی اجازت کے بغیر اس سے تقاص (عوض) لینے کا حق نہیں۔ لیکن حاکم شرع کو حق حاصل ہے کہ جس کے ذمے یا جس کے مال ایسے اموال ہوں اور وہ ادا کرنے سے انکار یا سستی کرے تو اس سے تقاص وصول کرے۔ اسی طرح کوئی پراپرٹی عمومی افادیت یا کلی عنوانات کے لئے وقف ہو اور اس کا کوئی متولی نہ ہو تو حاکم شرع کے علاوہ کسی کے لئے اس کا تقاص لینا جائز نہیں۔ رہ گیا حاکم شرع تو اس کے لئے منافع وقف کا تقاص لینا بلا اشکال جائز ہے۔ اور اگر غاصب جابر ہو اور ادائیگی میں سستی کر رہا ہو اور اس سے اس چیز کو وصول کرنا ممکن نہ ہو تو آیا بعینہ اس کے برابر تقاص لے کر اس کو ان عنوانات پر وقف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں جواز اور عدم جواز پر مبنی دو وجہیں ہیں۔ اور جائز ہونے کی صورت میں اگر وہ انکار اور سستی سے دست بردار

وقفاً و ترد ما جعله وقفاً إلى صاحبه أو بقي ذلك على الوقفية و صار الوقف ملكاً للغاصب؟ الأقوى هو الأول، و الظاهر أن الوقف من منقطع الآخر، فيصح إلى زمان الرجوع.

مسألة ١٧ ـ لا تتحقق المقاصة بمجرد النية بدون الأخذ و التسلط على مال الغريم، نعم يجوز احتساب الدين تقاصاً كما مر، فلو كان مال الغريم في يده أو يد غيره فنوى الغارم تملكه تقاصاً لا يصير ملكاً له، و كذا لا يجوز بيع ما بيد الغير منه بعنوان التقاص من الغريم.

مسألة ١٨ ـ الظاهر أن التقاص لا يتوقف على إذن الحاكم، وكذا لو توقف على بيعه أو إفرازه يجوز كل ذلك بلا إذن الحاكم.

مسألة ١٩ ـ لو تبين بعد المقاصة خطاؤه في دعواه يجب عليه ردّ ما أخذه أو ردّ عوضه مثلاً أو قيمة لو تلف، و عليه غرامة ما أضره، من غير فرق بين الخطأ في الحكم أو الموضوع، ولو تبين أن ما أخذه كان ملكاً لغير الغريم يجب رده أو رد عوضه لو تلف.

مسألة ٢٠ ـ يجوز المقاصة من العين أو المنفعة أو الحق في مقابل حقه من أي نوع كان، فلو كان المطلوب عيناً يجوز التقاص من المنفعة إذا عثر عليها أو الحق كذلك و بالعكس.

مسألة ٢١ ـ انما يجوز التقاص إذا لم يرفعه إلى الحاكم فحلّفه، و إلا فلا يجوز بعد الحلف، ولو اقتص منه بعده لم يملكه.

مسألة ٢٢ ـ يستحب أن يقول عندالتقاص: «أللهم إني آخذ هذا المال مكان مالي الذي أخذه مني، و إني لم آخذ الذي أخذته خيانة و لا ظلماً» و قيل يجب، و هو أحوط.

مسألة ٢٣ ـ لو غصب عيناً مشتركاً بين شريكين فلكل منهما التقاص منه بمقدار حصته، و كذا إذا كان دين مشتركاً بينهما، من غير فرق بين التقاص بجنسه أو بغير جنسه، فاذا كان عليه ألفان من زيد فمات و ورثه ابنان فان جحد

ہو جائے تو آیا اس چیز کو وقف میں پلٹا دیا جائے گا اور جو چیز اس سے وصول کر کے وقف قرار دی گئی تھی وہ اس کے مالک کو مل جائے گی یا وہ چیز بدستور وقف رہے گی اور وہ وقف غاصب کی ملکیت ہو جائے گا؟ اقویٰ پہلی صورت ہے۔ اور ظاہراً وقف منقطع الآخر ہوگا۔ چنانچہ غاصب کے اس سے رجوع نہ کرنے تک صحیح رہے گا۔

مسئلہ ۱۷: مقروض کے مال کو وصول کر کے اس پر قبضہ کئے بغیر صرف تقاص کی نیت کر لینے سے تقاص متحقق نہیں ہوگا۔ البتہ قرض کو تقاص کے طور پر حساب کر لینا جائز ہے جیسا کہ بیان ہو چکا! پس اگر مقروض کا مال قرضخواہ یا کسی اور کے پاس ہو اور قرض خواہ تقاص کے عنوان سے اس کو تملک کر لینے کی نیت کرے تو وہ مال اس کی ملکیت نہیں ہو جائیگا۔ اور اسی طرح جو مال کسی اور کے پاس ہو اس کو مقروض سے تقاص وصول کرنے کے عنوان سے فروخت کرنا جائز نہیں!

مسئلہ ۱۸: ظاہراً تقاص حاکم شرع کی اجازت پر موقوف نہیں۔ اسی طرح اگر "تقاص" مال کے فروخت کرنے یا الگ کرنے پر موقوف ہو تو ایسا کرنا حاکم شرع کی اجازت کے بغیر جائز ہے۔

مسئلہ ۱۹: اگر "تقاص" کے بعد پتہ چلے کہ اس نے غلط دعویٰ کیا تھا تو اس پر واجب ہے کہ جو لے چکا ہے اسے واپس کرے۔ اور اگر لیا گیا مال ضائع ہو گیا ہو تو اس کے مثل یا قیمت کی شکل میں اس کا عوض بر داشت کرے۔ اور مدعا علیہ کو جو نقصان پہنچا یا ہو اس کی غرامت بھی اس کے ذمے ہے۔ بلا کسی فرق کے کہ خواہ غلطی حکم میں ہوئی ہو یا موضوع میں! اور اگر یہ پتہ چلے کہ جو اس نے لیا ہے وہ مقروض کے علاوہ کسی اور کی ملکیت ہے تو وہی چیز یا اگر وہ ضائع ہو گئی ہو تو اس کا عوض دینا واجب ہے!

مسئلہ ۲۰: تقاص شئے خارجی، منفعت یا حق کے مقابلے میں حق سے چاہے جس نوعیت کا بھی ہو جائز ہے۔ پس اگر اس کا مطلوب شئے خارجی ہو تو اگر منفعت یا حق اس کی دسترس میں آجائے تو اس سے تقاص لینا جائز ہے اور یہی حکم اس کے برعکس کا بھی ہے۔

مسئلہ ۲۱: تقاص صرف اسی صورت میں جائز ہے کہ قضیے کو حاکم شرع کے سامنے پیش نہ کیا ہو اور اس نے حلف نہ دیا ہو۔ ورنہ حلف کے بعد تقاص جائز نہیں۔ اور اگر حلف کے بعد تقاص لے تو اس کا مالک نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۲۲: تقاص کے موقع پر یہ دعا مستحب ہے "بارالہا! میں اس مال کو اپنے اس مال کی جگہ لے رہا ہوں جو اس شخص نے مجھ سے لیا ہے۔ اور جو کچھ میں لے رہا ہوں یہ خیانت اور ظلم نہیں ہے" ایک قول یہ ہے کہ یہ دعا پڑھنا واجب ہے اور یہی احوط ہے!

مسئلہ ۲۳: اگر ایسی چیز کو غصب کیا ہو جو دو شریکوں کے درمیان مشترک ہو تو ہر ایک کو اپنے حصے کے برابر "تقاص" کا حق ہے۔ اور اسی طرح اگر قرض دو کے درمیان مشترک ہو بغیر کسی فرق کے کہ چاہے تقاص اسی جنس کی چیز سے ہو یا اس کے علاوہ دوسری جنس سے ہو! پس اگر زید کے دو ہزار اس کے ذمے ہوں چنانچہ زید مر جائے اور دو بیٹے اس کے وارث کہلائیں تو اگر وہ ایک کے حق سے انکار کر دے اور دوسرے کے حق سے انکار نہ کرے تو بلا اشکال اس ایک کو اپنے حق کے برابر تقاص کا حق ہے۔ اور اگر دونوں کے حق سے

حق أحدهما دون الآخر فلا إشكال في أن له التقاص بمقدار حقه، و إن جحد حقهما فالظاهر أنه كذلك، فلكل منهما التقاص بمقدار حقه، و مع الأخذ لا يكون الآخر شريكاً، بل لا يجوز لكل المقاصة لحق شريكه.

مسألة ٢٤ ـ لا فرق في جواز التقاص بين أقسام الحقوق المالية، فلو كان عنده وثيقة لدينه فغصبها جاز له أخذ عين له وثيقة لدينه و بيعها لأخذ حقه في مورده، و كذا لا فرق بين الديون الحاصلة من الاقتراض أو الضمانات أو الديات فيجوز المقاصة في كلها.

منکر ہو جائے تو ظاہر اً تب بھی یہی صورت ہے۔ چنانچہ ہر ایک اپنے حق کے بقدر تقاص کا حقدار ہے۔ اور ایک کے وصول کر لینے کی صورت میں دوسرا اس میں شریک نہیں ہوگا۔ بلکہ ان میں سے کسی کے لئے بھی اپنے شریک کے حق میں تقاص لینا جائز نہیں۔

مسئلہ ۲۴: تقاص کے جائز ہونے میں مالی حقوق کی تمام قسموں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ پس اگر کسی کے پاس قرض کا "وثیقہ" ہو چنانچہ اسکو کوئی غصب کرلے تو اس کے لئے جائز ہے کہ غاصب کے مال میں سے کوئی چیز اپنے قرض کے وثیقے کے طور پر لے لے اور اگر فروخت کرنے کا مورد ہو تو اپنا حق وصول لینے کے لئے اس کو فروخت کر دینا بھی جائز ہے۔ اور اسی طرح ان "دیون" میں بھی کوئی فرق نہیں کہ جو قرضے لینے یا ضمانتوں اور دیات سے حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ سب میں تقاص جائز ہے۔

كتاب الشهادات

القول في صفات الشهود

وهي أمور: **الأول** ـ البلوغ، فلا اعتبار بشهادة الصبي غير المميز مطلقاً و لا بشهادة المميز في غير القتل و الجرح، و لا بشهادته فيهما إذا لم يبلغ العشر، و أما لو بلغ عشراً و شهد بالجراح و القتل ففيه تردد، نعم لا إشكال في عدم اعتبار شهادة الصبية مطلقا.

الثاني ـ العقل، فلا تقبل شهادة المجنون حتى الأدواري منه حال جنونه و أما حال عقله و سلامته فتقبل منه إذا علم الحاكم بالابتلاء و الامتحان حضور ذهنه و كمال فطنته، و إلا لم تقبل، و يلحق به في عدم القبول من غلب عليه السهو أو النسيان أو الغفلة أو كان به البله، و في مثل ذلك يجب الاستظهار على الحاكم حتى يستثبت ما يشهدون به، فاللازم الاعراض عن شهادتهم إلا في الأمور الجليلة التي يعلم بعدم سهو هم ونسيانهم و غلطهم في التحمل و النقل.

الثالث ـ الايمان، فلا تقبل شهادة غير المؤمن فضلاً عن غير المسلم مطلقاً على مؤمن أو غيره أو لهما، نعم تقبل شهادة الذمي العدل في دينه في الوصية بالمال إذا لم يوجد من عدول المسلمين من يشهد بها، و لا يعتبر كون الموصي في غربة، فلو كان في وطنه و لم يوجد عدول المسلمين تقبل شهادة الذمي فيها، و لا يلحق بالذمي الفاسق من أهل الايمان، و هل يلحق به المسلم غير المؤمن إذا كان عدلاً في مذهبه؟ لا يبعد ذلك، و تقبل شهادة المؤمن الجامع للشرائط على

کتابِ شہادات

گواہوں کی صفات

گواہوں کا چند صفتوں سے متصف ہونا ضروری ہے۔

پہلی صفت :۔ بالغ ہونا۔ چنانچہ غیر ممیز بچے کی گواہی بالکل قبول نہیں، اور نہ قتل اور زخم کے علاوہ کسی چیز میں ممیز بچے کی گواہی کا کوئی اعتبار ہے اور اگر دس سال کا نہ ہو تو ان دونوں چیزوں میں بھی اسکی شہادت معتبر نہیں ہے۔ لیکن اگر دس سال کا ہو اور زخم اور قتل کے متعلق گواہی دے تو اس میں تردد ہے۔ البتہ بچی کی گواہی بلاشبہ ہر حال میں بے اعتبار ہے۔

دوسری صفت :۔ عاقل ہونا۔ چنانچہ دیوانے کی گواہی قبول نہیں۔ چاہے وہ ادواری ہی ہو اور جنون کی حالت میں گواہی دے۔ لیکن اگر عقل و صحت کی حالت میں گواہی دے تو ایسی صورت میں اگر حاکم شرع کو آزمائش اور امتحان کے ذریعے اس کے حضور ذہن اور ہوشیاری کا علم ہو جائے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ لیکن اگر یہ علم نہ ہو سکے تو قبول نہیں ہوگی۔ اور یہی حکم (یعنی عدم قبول) اس شخص کا بھی ہے جس پر سہو و نسیان اور غفلت کا غلبہ رہتا ہو یا وہ باؤلا ہو۔ ایسے مواقع پر حاکم شرع کو معلوم کر لینا واجب ہے تاکہ ان کی گواہی سے کچھ ثابت ہو سکے۔ پس ان کی گواہی کو ایسے واضح امور کے علاوہ میں نظر انداز کر دینا چاہیے کہ جنکے بارے میں جانتا ہو کہ ان سے ان امور کا گواہ بننے اور گواہی کو بیان کرنے میں سہو و نسیان اور اشتباہ نہیں ہوا۔

تیسری صفت :۔ مومن ہونا۔ پس کسی مومن یا غیر مومن کے خلاف یا ان کے حق میں غیر مومن کی گواہی قبول نہیں ہوگی چہ جائیکہ غیر مسلم کی قبول ہو۔ ہاں ایسا کافر ذمی جو اپنے دین میں عادل ہو اور عادل مسلمانوں میں سے کوئی گواہی دینے والا نہ ہو تو مال کی وصیت کے بارے میں اسکی گواہی قبول کی جائے گی۔ اور ضروری نہیں کہ وصیت کرنیوالا سفر میں ہو۔ چنانچہ اگر اپنے وطن میں ہو اور عادل مسلمانوں میں کوئی گواہی دینے والا نہ ہو تو کافر ذمی کی گواہی اس سلسلے میں قبول کی جائے گی۔ البتہ فاسق مومن کا وہ حکم نہیں جو کافر ذمی کا ہے۔ لیکن اگر غیر مومن مسلمان اپنے مذہب میں عادل ہو تو آیا اس حکم میں شامل ہے یا نہیں؟ اس کا شامل ہونا بعید نہیں۔ اور جو مومن والے شرائط

جميع الناس من جميع الملل، و لا تقبل شهادة الحربي مطلقا، و هل تقبل شهادة كل ملة على ملتهم؟ به رواية، و عمل بها الشيخ قدس سره.

الرابع ـ العدالة، و هي الملكة الرادعة عن معصية الله تعالى، فلا تقبل شهادة الفاسق، و هو المرتكب للكبيرة أو المصر على الصغيرة، بل المرتكب للصغيرة على الأحوط إن لم يكن الأقوى، فلا تقبل شهادة مرتكب الصغيرة إلا مع التوبة و ظهور العدالة.

مسألة ١ ـ لا تقبل شهادة كل مخالف في شيء من أصول العقائد، بل لا تقبل شهادة من أنكر ضرورياً من الاسلام، كمن أنكر الصلاة أو الحج أو نحوهما و إن قلنا بعدم كفره إن كان لشبهة، و تقبل شهادة المخالف في الفروع و إن خالف الاجماع لشبهة.

مسألة ٢ ـ لا تقبل شهادة القاذف مع عدم اللعان أو البينة أو إقرار المقذوف إلا إذا تاب، و حد توبته أن يكذّب نفسه عند من قذف عنده أو عند جمع من المسلمين أو عندهما، و إن كان صادقاً واقعاً يورّي في تكذيبه نفسه، فاذا كذّب نفسه و تاب تقبل شهادته إذا صلح.

مسألة ٣ ـ اتخاذ الحمام للأنس و إنفاذ الكتب و الاستفراخ والتطيير و اللعب ليس بحرام، نعم اللعب بها مكروه، فتقبل شهادة المتخذ و اللاعب بها، و أما اللعب بالرهان فهو قمار حرام لا تقبل شهادة من فعل ذلك.

مسألة ٤ ـ لا ترد شهادة أرباب الصنائع المكروهة، كبيع الصرف و بيع الأكفان و صنعة الحجامة و الحياكة و نحوها، و لا شهادة ذوي العاهات الخبيثة كالأجذم و الأبرص.

الخامس ـ طيب المولد، فلا تقبل شهادة ولدالزنا و إن أظهر الاسلام و كان عادلاً، و هل تقبل شهادته فى الاشياء اليسيرة؟ قيل: نعم، والاشبه لا، وأما لوجهلت حاله فان كان ملحقاً بفراش تقبل شهادته و إنّ أنالته الألسن، و إن جهلت مطلقا ولم يعلم له فراش ففي قبولها إشكال.

ہو تمام ملتوں کے تمام لوگوں کے خلاف اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ لیکن کافر حربی کی گواہی کسی بھی صورت میں قبول نہیں ہوگی۔ اور کیا کسی بھی مذہب والے کی گواہی اس کے اہل مذہب کے خلاف قبول کی جاتے گی؟ اس سلسلے میں روایت موجود ہے۔ اور شیخ قدس سرہ نے اس پر عمل کیا ہے۔

چوتھی صفت:۔ عادل ہونا۔ عدالت اس قوت کو کہتے ہیں جو اللہ تعالےٰ کی نافرمانی سے باز رکھے۔ چنانچہ فاسق کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ فاسق اسے کہتے ہیں جو گناہ کبیرہ کا ارتکاب یا گناہ صغیرہ پر اصرار کرتا ہو۔ بلکہ اگر اتنوں نہ ہو تب بھی "احوط" یہ ہے کہ گناہ صغیرہ کا ارتکاب کرنے والا فاسق ہوتا ہے۔ چنانچہ صغیرہ گناہ کرنے والے کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ مگر یہ کہ وہ توبہ کرلے اور اس کا عادل ہونا ظاہر ہوجائے۔

مسئلہ ۱: عقائد میں سے کسی بھی عقیدے کے منکر کی گواہی قبول نہیں ہوگی بلکہ جو شخص ضروریات اسلام میں سے کسی امر کا منکر ہو اس کی گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ جیسے نماز یا حج وغیرہ کا منکر ہو۔ اگرچہ ہم یہ کہیں کہ اگر اسکا انکار شبہے کی بناء پر ہے تو وہ کافر نہیں۔ لیکن جو شخص فروع دین میں مخالف ہو اسکی گواہی قبول کی جائے گی چاہے وہ شبہے کی بناء پر مخالف اجماع ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ ۲: قاذف کی گواہی، لعان، شہادت اور مقذوف کے اقرار کے نہ ہونے کی صورت میں جب تک توبہ نہ کرے قبول نہیں کی جائے گی۔ توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ جس کے سامنے تہمت لگائی ہے۔ اس کے روبرو یا مسلمانوں کی ایک جماعت کے روبرو یا دونوں کے روبرو اپنے آپ کو جھٹلائے۔ اور اگر وہ حقیقت میں سچا ہو تو اپنے آپ کو جھٹلانے میں توریہ سے کام لے چنانچہ جب وہ اپنے آپ کو جھٹلا چکے اور توبہ کرے تو جب اس کے اندر صلاحیت پیدا ہوجائے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

مسئلہ ۳: مانوس ہونے کے لئے کبوتر پالنا، خطوط بھیجنا، انڈوں سے چوزے نکلوانا، ہوا میں پرندے اڑانا اور کھیلنا حرام نہیں۔ البتہ ان چیزوں کے ساتھ کھیلنا مکروہ ہے۔ لہٰذا اس شخص کی گواہی کہ جو ان چیزوں کو لئے اور ان کے ساتھ کھیلے قابل قبول ہے۔ لیکن شرط کے ساتھ کھیلنا جوا ہے اور حرام ہے اور ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں۔

مسئلہ ۴: مکروہ پیشہ کرنے والے جیسے صرف کے تاجر، کفن فروش، حجامت بنانے والے اور جولاہے کا کام کرنے والے کی گواہی اور اسی طرح قابل نفرت بیماریوں میں مبتلا اشخاص جیسے مبروص و مجذوم کی گواہی رد نہیں کی جائے گی۔

پانچویں صفت: حلال زادہ ہونا، چنانچہ زنا زادے کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی چاہے اسلام کا اظہار کرے اور عادل ہی کیوں نہ ہو۔ اور آیا معمولی اور حقیر چیزوں میں اس کی شہادت قبول کی جائے گی؟ ایک قول یہ ہے کہ "ہاں" لیکن اشبہ یہ ہے کہ قبول نہیں کی جائے گی۔ لیکن اگر اس کی حالت نامعلوم ہو تو اگر کسی باپ کی طرف منسوب ہو تو اس کی گواہی مقبول ہوگی چاہے ہر زبان اسے زنا ہی کی طرف نسبت دیتی ہو۔ لیکن اگر اس کی حالت مطلقاً نامعلوم ہو اور اس کے باپ کا بھی پتہ نہ ہو تو اس کی گواہی قبول کئے جانے میں اشکال ہے۔

السادس ـ ارتفاع التهمة لا مطلقا بل الحاصلة من أسباب خاصة، وهي أمور:

منها ـ أن يجرّ بشهادته نفعاً له عيناً أو منفعة أو حقاً كالشريك فيما هو شريك فيه، و أما في غيره فتقبل شهادته، و صاحب الدين إذا شهد للمحجور عليه بمال يتعلق دينه به، بخلاف غير المحجور عليه، و بخلاف مال لم يتعلق حجره به، والوصي و الوكيل إذا كان لهما زيادة أجر بزيادة المال، بل و كذا فيما كان لهما الولاية عليه و كانا مدعيين بحق ولايتهما، و أما عدم القبول مطلقا منهما ففيه تأمل، و كشهادة الشريك لبيع الشقص الذي فيه له الشفعة، إلى غير ذلك من موارد جر النفع.

و منها ـ إذا دفع بشهادته ضرراً عنه، كشهادة العاقلة بجرح شهود الجناية خطأ، و شهادة الوكيل و الوصي بجرح الشهود على الموكل و الموصي في مثل الموردين المتقدمين.

و منها ـ أن يشهد ذوالعداوة الدنيوية على عدوه، و تقبل شهادته له إذا لم تستلزم العدواة الفسق، و أما ذو العداوة الدينيّة فلا تردّ شهادته له أو عليه حتى إذا أبغضه لفسقه و اختصمه لذلك.

و منها ـ السؤال بكفه، و المراد منه من يكون سائلاً في السوق و أبواب الدور و كان السؤال حرفة و ديدناً له، و أما السؤال أحياناً عند الحاجة فلا يمنع من قبول شهادته.

و منها ـ التبرع بالشهادة في حقوق الناس، فانه يمنع عن القبول في قول معروف، و فيه تردد، و أما في حقوق الله كشرب الخمر و الزنا و للمصالح العامة فالأشبه القبول.

مسألة ٥ ـ النسب لا يمنع عن قبول الشهادة، كالأب لولده و عليه، و الولد لوالده، و الأخ لأخيه و عليه، وسائر الأقرباء بعضها لبعض و عليه، و هل تقبل شهادة الولد على والده؟ فيه تردد، و كذا تقبل شهادة الزوج لزوجتها و عليها و شهادة الزوجة لزوجها و عليه، ولا يعتبر في شهادة الزوج الضميمة، وفي اعتبارها

چھٹی صفت: متہم نہ ہونا، نہ یہ کہ مطلق طور پر متہم نہ ہو۔ بلکہ چند مخصوص تہمتوں سے متہم نہ ہو۔ وہ مخصوص تہمتیں درج ذیل ہیں۔

اوّل:۔ یہ کہ گواہی دینے کے ذریعے وہ کسی چیز، منفعت یا حق کی شکل میں فائدہ اٹھانا چاہتا ہو، جیسے شریک کی گواہی اس چیز میں جس میں وہ شریک ہے۔ لیکن اگر اس کے علاوہ میں ہو تو قبول کی جائے گی۔ اور صاحب قرض، محجور علیہ کے خلاف ایسے مال کے موجود ہونے کی گواہی دے کہ جس سے اس کے قرضے کا تعلق ہو۔ برخلاف اس شخص کے خلاف گواہی دینے کے کہ جو محجور علیہ نہ ہو یا گواہی اس مال کے بارے میں نہ ہو جس سے اس کے قرضے کا تعلق ہے اور وصی اور وکیل کا مال کے زیادہ ہونے کی گواہی دینا کہ جس کی وجہ سے ان کی اُجرت زیادہ ہونے کا امکان ہو۔ بلکہ اسی طرح ان چیزوں میں بھی کہ جن میں ان کو ولایت حاصل ہو اور وہ دونوں حق ولایت کے مدعی ہوں۔ لیکن مطلقاً ان کی گواہی قبول نہ کئے جانے میں تامّل ہے۔ اور جیسے شریک کی گواہی اس حصّہ کے بارے میں جس میں اس کو حقِ شفعہ حاصل ہو۔ اور اس کے علاوہ جو بھی جلب منفعت کے موارد ہیں۔

دوم:۔ یہ کہ اپنی گواہی سے خود کو پہونچنے والے نقصان کا ازالہ کرے۔ جیسے خاندان والوں کا جنایت خطائی میں گواہوں کے جرح کی گواہی، یا پہلے جیسے دو موارد میں موکل یا وصی پر وکیل یا وصی کی جرح شہود کے بارے میں گواہی۔

سوم:۔ یہ کہ دنیاوی امور میں اپنے کسی دشمن کے خلاف گواہی، اور دشمنی اگر مستلزم فسق نہ ہو تو اس کی گواہی خود اپنے فائدے میں قبول ہوگی۔ رہ گئی دینی دشمنی رکھنے والے کی گواہی تو وہ گواہ کے اپنے فائدے یا نقصان میں قبول ہوگی۔ حتیٰ اگر فسق کی وجہ سے اس سے بغض رکھتا ہو یا اسی کی بنا پر دشمن ہو۔

چہارم:۔ یہ کہ ہاتھ پھیلا کر سوال کرے۔ اس سے مُراد وہ شخص ہے جو شہر بہ شہر اور دربدر پھر کر گدائی کرتا ہو، اور گدائی اس کا پیشہ ہو۔ لیکن اگر بھی ضرورت کے وقت کچھ مانگ بیٹھے تو اس کی گواہی قبول کرنے میں مانع نہیں۔

پنجم:۔ یہ کہ حقوق الناس میں تبرعاً (بغیر گواہ بنائے) گواہی دے۔ اس لئے کہ بر بنائے قول معروف اس گواہی کا قبول کرنا ممنوع ہے۔ لیکن اس میں تردد ہے۔ البتہ حقوق اللہ جیسے شرب خمر، زنا اور عمومی مصلحتوں کے بارے میں اشبہ یہ ہے کہ گواہی قبول کی جائے گی۔

مسئلہ ۵: شہادت کے قبول کئے جانے میں نسب مانع نہیں ہوتا۔ جیسے باپ کا بیٹے کے حق میں یا اس کے خلاف یا بیٹے کا باپ کے حق میں گواہی دینا، بھائی کا بھائی کے حق میں اور اس کے خلاف اور دوسرے تمام رشتہ داروں میں سے بعض کا بعض کے حق میں یا ان کے خلاف گواہی دینا۔ البتہ کیا باپ کے خلاف بیٹے کی گواہی قبول کی جائے گی یا نہیں؟ اس میں تردد ہے۔ اسی طرح شوہر کی

في الزوجة وجه، و الأوجه عدمه، وتظهر الفائدة فيما إذا شهدت لزوجها في الوصية، فعلى القول بالاعتبار لا تثبت، و على عدمه يثبت الربع.

مسألة ٦ ـ تقبل شهادة الصديق على صديقه و كذا له، و إن كانت الصداقة بينهما أكيدة و الموادة شديدة، و تقبل شهادة الضيف و إن كان له ميل إلى المشهود له، و هل تقبل شهادة الأجير لمن آجره؟ قولان أقربهما المنع، ولو تحمل حال الاجارة و أداها بعدها تقبل.

مسألة ٧ ـ من لا يجوز شهادته لصغر أو فسق أو كفر إذا عرف شيئاً في تلك الحال ثم زال المانع و استكمل الشروط فأقام تلك الشهادة تقبل، و كذا لو أقامها في حال المانع فردت ثم أعادها بعد زواله، من غير فرق بين الفسق و الكفر الظاهرين و غيرهما.

مسألة ٨ ـ إذا سمع الاقرار مثلاً صار شاهداً و إن لم يستدعه المشهود له أو عليه، فلا يتوقف كونه شاهداً على الاشهاد و الاستدعاء، فحينئذ إن لم يتوقف أخذ الحق على شهادته فهو بالخيار بين الشهادة و السكوت، و إن توقف وجبت عليه الشهادة بالحق، و كذا لو سمع إثنين يوقعان عقداً كالبيع و نحوه أو شاهد غصباً أو جناية، و لو قال له الغريمان أو أحدهما: لا تشهد علينا فسمع ما يوجب حكماً ففي جميع تلك الموارد يصير شاهداً.

مسألة ٩ ـ المشهور بالفسق إن تاب لتقبل شهادته لا تقبل حتى يستبان منه الاستمرار على الصلاح و حصول الملكة الرادعة، و كذا الحال في كل مرتكب للكبيرة بل الصغيرة، فيزان قبول الشهادة هو العدالة المحرزة بظهور الصلاح، فان تاب و ظهر منه الصلاح يحكم بعدالته و تقبل شهادته.

القول فيما به يصير الشاهد شاهداً

مسألة ١ ـ الضابط في ذلك العلم القطعي و اليقين، فهل يجب أن يكون العلم

گواہی بیوی کے حق میں اور اس کے خلاف۔ بیوی کی گواہی شوہر کے حق میں اور اس کے خلاف، قابل قبول ہے۔ اور شوہر کی گواہی میں ضمیمہ معتبر نہیں۔ لیکن بیوی کی گواہی میں اسکا اعتبار موجب ہے۔ البتہ او جہ اسکا معتبر نہ ہونا ہے۔ اسکا فائدہ اسوقت ظاہر ہوگا جب بیوی وصیت کے سلسلے میں اپنے شوہر کے حق میں گواہی دے۔ چنانچہ اگر ضمیمہ کو معتبر جانیں تو وصیت ثابت ہوگی اور اگر معتبر نہ جانیں تو اس کا ایک چوتھائی ثابت ہوگا۔

مسئلہ ۶: دوست کی گواہی دوست کے حق میں اور اسی طرح اسکے خلاف قبول کی جاتی ہے چاہے ان کے درمیان رفاقت و دوستی مضبوط ہی کیوں نہ ہو۔ اور مہمان کی گواہی قبول کی جاتی ہے چاہے جس کے حق میں گواہی دی جارہی ہو وہ اسکی طرف جھکاؤ رکھتا ہو۔ لیکن کیا مزدور کی گواہی مالک کے حق میں قبول ہوتی ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں۔ اقرب یہ ہے کہ قبول نہیں ہوتی۔ البتہ اگر مزدوری کے زمانہ میں گواہ بنے لیکن مزدوری کا زمانہ گذر جانے کے بعد گواہی دے تو قبول کی جائے گی۔

مسئلہ ۷: ایسا شخص جسکی گواہی کم سنی، فسق یا کفر کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہوتی اگر اسی حالت میں کسی چیز سے آگاہ ہو جائے۔ اسکے بعد مانع زائل ہو جائے اور گواہی کے شرائط مکمل ہو جائیں اور پھر گواہی دے تو قبول کی جائیگی۔ یہی حکم ہوگا کہ اگر مانع موجود ہوتے ہوئے گواہی دے اور وہ رد کر دی جائے۔ لیکن جب مانع زائل ہو جائے تو اس کا اعادہ کرے۔ اس میں فسق و کفر ظاہری اور غیر ظاہری میں کوئی فرق نہیں۔

مسئلہ ۸: مثلاً جب کسی کا اقرار سن لے تو گواہ بن جائیگا چاہے جسکے حق میں یا خلاف گواہ ہو وہ اس سے گزارش نہ بھی کرے لہٰذا کسی کا گواہ ہونا، گواہ بنانے یا اسکی درخواست کرنے پر موقوف نہیں ہوتا۔ پس اس صورت میں اگر حق کی بازیابی اس کی گواہی پر موقوف نہ ہو تو اسکو اختیار ہے کہ چاہے گواہی دے یا خاموش رہے۔ لیکن اگر حق کی وصولی اسکی گواہی پر موقوف ہو تو اس پر گواہی دینا واجب ہے۔ یہی حکم ہوگا کہ جب دو افراد کو کوئی عقد جیسے خرید و فروخت وغیرہ واقع کرتے ہوئے دیکھے یا کسی غصب اور جنایت کا ارتکاب کرتے ہوئے مشاہدہ کرے۔ اور اگر دونوں مجرم یا ان میں سے ایک اس سے یہ کہے کہ ہمارے خلاف گواہی نہ دینا اور وہ شخص ایسی بات سن لے جو حکم کا موجب ہوتی ہو تو ان تمام موارد میں گواہ بن جائے گا۔

مسئلہ ۹: فسق میں شہرت رکھنے والا اگر گواہی قبول ہونے کی غرض سے توبہ کرے تو اسکی گواہی اس وقت تک قبول نہیں کی جائیگی جب تک اس سے یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ اس نے اپنی اصلاح کر لی ہے اور اس میں فسق سے باز رکھنے کا ملکہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور ہر بڑے بلکہ چھوٹے گناہ کا ارتکاب کرنے والے کا بھی یہی حال ہے۔ پس گواہی کی قبولیت کا معیار وہ عدالت ہے جو موجود ہو اور اس شخص کی صلاحیت ظاہر ہو۔ چنانچہ اگر توبہ کرے اور اس کا صالح ہونا ظاہر ہو تو وہ عادل کہلائے گا اور اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

گواہ کیسے گواہ بنتا ہے؟

مسئلہ ۱: اس میں ضابطہ یہ ہے کہ گواہ کو قطعی علم اور یقین ہو۔ اب کیا یہ واجب ہے کہ علم و یقین ممکنہ

مستنداً إلى الحواس الظاهرة فيما يمكن كالبصر في المبصرات و السمع في المسموعات و الذوق في المذوقات و هكذا، فاذا حصل العلم القطعي بشيء من غير المبادىء الحسية حتى في المبصرات من السماع المفيد للعلم القطعي لم يجز الشهادة أم يكفي العلم القطعي بأي سبب كالعلم الحاصل من التواتر والاشتهار؟ و جهان، الأشبه الثاني، نعم يشكل جواز الشهادة فيما إذا حصل العلم من الأمور غير العادية كالجفر و الرمل و إن كان حجة للعالم.

مسألة ٢ ـ التسامع و الاستفاضة إن أفادا العلم يجوز الشهادة بهما لا لمجرد الاستفاضة بل لحصول العلم. وحينئذ لا ينحصر في أمور خاصة كالوقف و الزوجية و النسب و الولاء و الولاية و نحوها، بل تجوز في المبصرات و المسموعات إذا حصل منهما العلم القطعي، و إن لم يفيدا علماً و إنما أفادا ظناً ولو متاخماً للعلم لا يجوز الشهادة بالمسبب، نعم يجوز الشهادة بالسبب بأن يقول: إن هذا مشهور مستفيض، أو إني أظن ذلك أو من الاستفاضة.

مسألة ٣ ـ هل يجوز الشهادة بمقتضى اليد و البينة و الاستصحاب و نحوها من الأمارات والأصول الشرعية، فكما يجوز شراء ما في يده أو ما قامت البينة على ملكه أو الاستصحاب كذلك تجوز الشهادة على الملكية و بالجملة يجوز الاتكال على ما هو حجة شرعية على الملك ظاهراً فيشهد بأنه ملكه مريداً به الملكية في ظاهر الشرع؟ و جهان، أوجههما عدم الجواز إلا مع قيام قرائن قطعية توجب القطع، نعم تجوز الشهادة بالملكية الظاهرية مع التصريح به، بأن يقول: هو ملك له بمقتضى يده أو بمقتضى الاستصحاب لا بنحو الاطلاق، و وردت رواية بجواز الشهادة مستنداً إلى اليد و كذا الاستصحاب.

مسألة ٤ ـ يجوز للأعمى و الأصم تحمل الشهادة و أداؤها إذا عرفا الواقعة، و تقبل منهما، فلو شاهد الأصم الأفعال جازت شهادته فيها، و في رواية «يؤخذ بشهادته في القتل بأول قوله لا الثاني» وهي مطروحة ولو سمع الأعمى و عرف صاحب الصوت علماً جازت شهادته، و كذا يصح للأخرس تحمل الشهادة و

چیزوں میں حواسِ ظاہریہ پر منتفی ہو۔ جیسے دیکھی جانے والی چیزوں میں آنکھوں پر سُنی جانے والی اشیاء میں کانوں پر، چکھی جانے والی اشیاء میں ذوق پر اور اسی طرح دوسری چیزوں میں بھی۔ پس اگر کسی چیز کے بارے میں قطعی یقین مبادی حسیّہ کے علاوہ دوسرے ذرائع سے حاصل ہو۔ حتیٰ دیکھی جانے والی چیزوں کے بارے میں اپنے کانوں سے اس طرح سُنے کہ اس سے قطعی یقین ہو جائے تب بھی گواہی دینا جائز نہیں ہوگا یا یہ کہ قطعی یقین حاصل ہونا چاہیئے چاہے کسی بھی ذریعہ سے ہو جیسے شہرت و تواتر سے حاصل ہونے والا یقین؟ اس میں دو وجہیں ہیں۔ اشبہ دوسری وجہ ہے۔ البتہ اگر غیر عادی امور سے علم و یقین حاصل ہو جیسے جفر و رمل وغیرہ سے تو چاہے وہ عالم کے لئے حجت ہی کیوں نہ ہو اس کی بنا پر گواہی کا جائز ہونا مشکل ہے۔

مسئلہ ۲: لوگوں کے نقل کرنے یا کسی بات کے شہرت کے قریب ہونے سے اگر علم و یقین ہو جائے تو ان دو باتوں (تسامع اور استفاضہ) کی بنا پر گواہی دینا اس لئے جائز ہے کہ اس سے یقین حاصل ہوا ہے۔ ایسی صورت میں گواہی چند خاص امور جیسے وقف، زوجیت، نسب، ولاء اور ولایت وغیرہ میں منحصر نہیں رہے گی بلکہ اگر مذکورہ دو چیزوں سے قطعی یقین حاصل ہو جائے تو دیکھی اور سُنی جانے والی چیزوں میں بھی گواہی جائز ہوگی۔ لیکن اگر ان دو چیزوں سے یقین حاصل نہ ہو بلکہ گمان ہو یا ایسا گمان ہو جس پر یقین کا گمان ہوتا ہو تو اس صورت میں بھی مسبّب کے بارے میں گواہی جائز نہیں ہوگی۔ البتہ سبب کے بارے میں گواہی جائز ہوگی مثلاً یہ کہنا کہ یہ چیز مشہور و مستفیض ہے یا میرا گمان ہے کہ ایسا ہوگا یا یہ بات قریب با شہرت ہے۔

مسئلہ ۳: آیا قبضہ، بیّنہ اور استصحاب وغیرہ جیسے امارات اور اصول شرعیہ کی بنا پر گواہی دینا جائز ہے یا نہیں؟ پس جیسے اپنے قبضہ میں موجود چیز کو بیچنا یا ایسی چیز کو فروخت کرنا جس کے سلسلہ میں بیّنہ یا استصحاب ہو جائز ہوتا ہے اسی طرح ملکیت کی گواہی دینا بھی جائز ہو۔ مختصر یہ کہ ظاہری ملک کے بارے میں اس چیز پر تصرف کرنا جائز ہو جو حجت شرعی ہو اور اس کے سلسلہ میں گواہی دے کہ وہ ملکیت ہے اور اس سے ظاہر شرع میں ملکیت ہونے کا ارادہ کرے؟ اس میں دو وجہیں ہیں زیادہ بہتر عدم جواز ہے مگر یہ کہ ایسے قطعی قرائن موجود ہوں جو یقین کا موجب ہوں۔ البتہ ملکیت ظاہری کے بارے میں اسکی صراحت کرتے ہوئے گواہی دینا جائز ہے۔ مثلاً یہ کہے کہ فلاں چیز اسکے قبضہ یا استصحاب کی بنا پر اسکی ملکیت ہے۔ نہ کہ مطلق طور پر گواہی دے۔ جبکہ قبضہ اور اسی طرح استصحاب پر استناد کرتے ہوئے گواہی دینے کے سلسلہ میں روایت موجود ہے۔

مسئلہ ۴: اندھے اور بہرے کا گواہ بننا اور گواہی دینا اگر وہ واقعہ کی اطلاع رکھتے ہوں جائز ہے۔ اور ان کی گواہی قبول کی جائے گی۔ پس اگر بہرہ شخص کچھ امور کو دیکھے تو ان کے بارے میں اس کا گواہی دینا جائز ہے۔ اور روایت میں ہے کہ "قتل کے مورد میں اس کی گواہی میں پہلی بات مانی جائے گی نہ کہ دوسری بات"۔ حالانکہ یہ روایت متروک ہے اور اگر اندھا شخص کچھ سُنے اور صاحب آواز کو پہچان لے تو اس کا گواہی دینا جائز ہے۔

اور اسی طرح گونگے کے لئے بھی گواہ بننا اور گواہی دینا جائز ہے۔ پس اگر قاضی اس کا اشارہ سمجھ لے تو حکم صادر کرے اور اگر نہ سمجھ سکے تو دو عادل مترجموں پر اعتماد کرے۔ چنانچہ اس کی

أداؤها، فان عرف الحاكم إشارته يحكم، و إن جهلها اعتمد فيها على مترجمين عدلين، و تكون شهادته أصلا، و يحكم بشهادته.

القول في أقسام الحقوق

مسألة ١ ـ الحقوق على كثرتها قسمان: حقوق الله تعالى و حقوق الآدمين، أما حقوق الله تعالى فقد ذكرنا في كتاب الحدود أن منها مايثبت بأربعة رجال أو يثبت بثلا ثة رجال و امرأتين، و منها برجلين و أربع نساء، و منها ما يثبت بشاهدين فليراجع إليه.

مسألة ٢ ـ حق الآدمي على أقسام: منها ـ مايشترط في إثباته الذكورة فلا يثبت إلا بشاهدين ذكرين كالطلاق،فلا يقبل فيه شهادة النساء لا منفردات و لا منضمات، و هل يعم الحكم أقسامه كالخلع و المباراة؟ الأقرب نعم إذا كان الاختلاف في الطلاق، و أما الاختلاف في مقدار البذل فلا، و لا فرق في الخلع و المباراة بين كون المرأة مدعية أو الرجل على إشكال في الثاني.

مسألة ٣ ـ قيل ما يكون من حقوق الآدمي غير المالية و لم يقصد منه المال لا تقبل شهادة النساء فيها لا منفردات و لا منضمات، ومثل لذلك بالاسلام و البلوغ و الولاء و الجرح و التعديل و العفو عن القصاص والوكالة و الوصايا و الرجعة و عيوب النساء و النسب و الهلال، و ألحق بعضهم الخمس و الزكاة و النذر و الكفارة، و الضابط المذكور لا يخلو من وجه و إن كان دخول بعض الأمثلة فيها محل تأمل، وتقبل شهادتهن على الرضاع على الأقرب.

مسألة ٤ ـ من حقوق الآدمي ما يثبت بشاهدين، و بشاهد و امرأتين و بشاهد و يمين المدعي، و بامرأتين و يمين المدعي، و هو كل ما كان مالاً أو المقصود منه المال كالديون بالمعنى الأعم، فيدخل فيها القرض و ثمن المبيع و السلف و غيرها مما في الذمة، و كالغصب و عقود المعاوضات مطلقاً والوصية له،

گواہی اصل ہوگی اور اسی کے مطابق حکم صادر ہوگا۔

اقسامِ حقوق

مسئلہ ۱: حقوق اگرچہ بے شمار ہیں پھر بھی مجموعاً ان کی دو قسمیں ہیں۔ ۱:۔ حقوق اللہ تعالیٰ (اللہ کے حقوق) ۲:۔ حقوق العباد (یعنی بندوں کے حقوق) حقوق اللہ کے بارے میں ہم نے کتاب حدود میں عرض کیا ہے کہ ان میں سے بعض کے اثبات میں چار مردوں یا تین مردوں اور دو عورتوں کی گواہی اور بعض کے لئے دو مردوں اور چار عورتوں اور بعض کے لئے دو گواہوں کی گواہی ضروری ہوتی ہے۔ تفصیل کتاب حدود میں ملاحظہ کیجئے۔

مسئلہ ۲: حقوق العباد کی چند قسمیں ہیں:

پہلی قسم :۔ جس کے اثبات میں مردوں کی گواہی شرط ہے۔ لہذا دو مردوں کی گواہی کے بغیر حق ثابت نہیں ہو سکتا۔ جیسے طلاق۔ چنانچہ اس میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ نہ تنہا اور نہ مردوں کے ساتھ مل کر۔ اور کیا یہ حکم طلاق کی دوسری قسموں جیسے خلع و مبارات کو بھی شامل ہے؟ اقرب یہ ہے کہ شامل ہے۔ لیکن اس وقت جب اختلاف طلاق میں ہو۔ اور اگر مقدار بذل میں اختلاف ہو تو شامل نہیں۔ اور خلع و مبارات میں اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں کہ مرد مدعی طلاق ہو یا عورت۔ البتہ اس اشکال کے ساتھ جو مرد کے مدعی طلاق ہونے میں ہے۔

مسئلہ ۳: بعض علماء نے کہا ہے کہ آدمی کے ان حقوق میں جو مال کے علاوہ ہوں اور جن سے مقصود مال نہ ہو۔ عورتوں کی گواہی انفرادی یا انضمامی کسی بھی صورت میں قبول نہیں۔ ان کے لئے بطور مثال اسلام، بلوغ، ولاء، جرح، تعدیل، قصاص معاف کرنا، وکالت، وصیتیں، رجوع، عورتوں کے عیوب، نسب اور ہلال کو ذکر کیا ہے۔ بعض علماء نے خمس، زکات، نذر اور کفارہ کو بھی انکے ساتھ ملحق کیا ہے۔ مذکورہ قاعدہ وجہ سے خالی نہیں۔ اگرچہ بعض مثالوں کے تحت آنے میں تامل ہے۔ اور رضاعت کے بارے میں اقرب یہ ہے کہ عورتوں کی گواہی قبول ہے۔

مسئلہ ۴: آدمیوں کے حقوق میں کچھ ایسی چیزیں ہیں جنکے اثبات میں دو مرد گواہوں یا ایک مرد اور ایک عورت یا ایک مرد اور مدعی کی قسم یا دو عورتوں اور مدعی کی قسم سے کام چل جاتا ہے اور اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو مال ہو یا اس سے مال مقصود ہو جیسے عام معنی میں "دیون" چنانچہ قرض یا فروخت شدہ چیز کی قیمت یا سلف اور دوسری ما فی الذمہ چیزیں اس میں شامل ہیں۔ اسی طرح غصب، عقود معاوضات بطور مطلق، وصیت مالی، ایسی جنایت جس سے دیت واجب ہوتی

والجناية التي توجب الدية كالخطأ و شبه العمد و قتل الأب ولده و المسلم الذمي و المأمومة و الجائفة و كسر العظام و غير ذلك مما كان متعلق الدعوى فيها مالاً أو مقصوداً منها المال، فجميع ذلك تثبت بما ذكر حتى بشهادة المرأتين و اليمين على الأظهر،و تقبل شهادتهن في النكاح إذا كان معهن الرجل.

مسألة ٥ ـ في قبول شهادتهن في الوقف و جه لا يخلو عن إشكال،و تقبل شهادتهن في حقوق الأموال كالأجل و الخيار و الشفعة و فسخ العقد المتعلق بالأموال و نحو ذلك مما هي حقوق آدمي، و لا تقبل شهادتهن فيما يوجب القصاص.

مسألة ٦ ـ من حقوق الآدمي مايثبت بالرجال و النساء منفردات و منضمات، و ضابطه كل ما يعسر إطلاع الرجال عليه غالباً كالولادة و العذرة و الحيض و عيوب النساء الباطنة كالقرن و الرتق و القرحة في الفرج دون الظاهرة كالعرج و العمى.

مسألة ٧ ـ كل موضع تقبل شهادة النساء منفردات لا يثبت بأقل من أربع، نعم تقبل شهادة المرأة الواحدة بلا يمين في ربع ميراث المستهل و ربع الوصية، والاثنتين في النصف، و الثلاث في ثلاثة أرباع، و الأربع في الجميع، و لا يلحق بها رجل واحد، و لا يثبت به أصلاً.

فروع:

الأول ـ الشهادة ليست شرطاً في شيء من العقود و الايقاعات إلا الطلاق و الظهار.

الثاني ـ حكم الحاكم تبع للشهادة، فان كانت محققة نفذ الحكم ظاهراً و واقعاً، و إلا نفذ ظاهراً لا واقعاً، و لا يباح للمشهود له ما حكم الحاكم له مع علمه ببطلان الشهادة، سواء كان الشاهدان عالمين ببطلان شهادتهما أو معتقدين

ہو جیسے قتل خطاء، شبہ عمد، باپ کا بیٹے کو قتل کرنا، مسلمان کا کافر ذمی کو قتل کرنا، زخمی کرنا، شگافتہ کرنا اور ہڈیاں توڑنا اور اس کے علاوہ تمام وہ چیزیں کہ جن میں متعلق دعوئ مال ہو یا دعوے سے مقصود مال ہو، یہ تمام چیزیں مذکورہ گواہوں سے ثابت ہو جائیں گی حتیٰ بر بنائے اظہر دو عورتوں کی گواہی اور ایک قسم سے بھی ثابت ہو جائیں گی، اور نکاح میں عورتوں کی گواہی اس وقت قبول ہوتی ہے جب ان کے ساتھ مرد ہو۔

مسئلہ ۵: وقف کے سلسلہ میں عورتوں کی گواہی کے قبول ہونے میں وجہ ہے جو اشکال سے خالی نہیں اور حقوق اموال میں عورتوں کی گواہی قبول ہوتی ہے جیسے مدت، خیار، شفعہ اور فسخ عقد جو اموال سے متعلق ہو وغیرہ وہ چیزیں جو آدمی کے حقوق ہوں لیکن جو چیز قصاص کا موجب ہوتی ہو اس میں ان کی گواہی قبول نہیں کی جاتی۔

مسئلہ ۶: آدمیوں کے بعض حقوق مردوں کی گواہی اور عورتوں کی انفرادی اور انضمامی گواہی سے ثابت ہوتے ہیں۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جن چیزوں میں غالباً مردوں کا مطلع ہونا مشکل ہو جیسے ولادت، یا حمانہ، حیض، عورتوں کے عیوب باطنی جیسے شرمگاہ میں ہڈی، پھوڑا اور رتق وغیرہ، ظاہری عیوب جیسے لنگڑا اور اندھا پن اس میں شامل نہیں۔

مسئلہ ۷: جن موارد میں عورتوں کی گواہی انفرادی طور پر قبول ہوتی ہے۔ ان میں چار سے کم عورتوں کی گواہی سے دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ میراث مستحل کے چوتھائی اور وصیت کے چوتھائی حصہ میں بغیر قسم کے ایک عورت، نصف میں دو عورتوں اور تین چوتھائی میں تین عورتوں اور سب میں چار عورتوں کی گواہی قبول ہے۔ ایک مرد کبھی عورت کے ساتھ ملحق نہیں ہوتا اور اس سے گواہی اصلاً ثابت نہیں ہوتی۔

فروع:

اوّل:۔ طلاق اور ظہار کے علاوہ کسی عقد اور ایقاع میں شہادت شرط نہیں ہے۔

دوم:۔ قاضی کا حکم گواہی کے تابع ہے۔ لہٰذا اگر گواہی ہو جائے تو قاضی کا حکم ظاہراً اور واقعاً نافذ ہوگا لیکن گواہی نہ ہونے کی صورت میں ظاہراً نافذ ہوگا واقعاً نافذ نہیں ہوگا، اور جس کے لئے گواہی دی گئی ہو اگر وہ جانتا ہو کہ گواہی باطل ہے تو جس چیز کا قاضی نے حکم دیا ہے وہ اس کے لئے مباح نہیں ہوگی۔ چاہے دونوں گواہوں کو اپنی گواہی کے باطل ہونے کا علم ہو یا وہ گواہی کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوں۔

بصحتها.

الثالث ـ الأحوط وجوب تحمل الشهادة إذا دعي إليه من له أهلية لذلك، و الوجوب على فرضه كفائي لا يتعين عليه إلا مع عدم غيره ممن يقوم بالتحمل، ولا إشكال في وجوب أداء الشهادة إذا طلبت منه، و الوجوب هيهنا أيضاً كفائي.

القول في الشهادة على الشهادة

مسألة ١ ـ تقبل الشهادة على الشهادة في حقوق الناس عقوبة كانت كالقصاص أو غيرها كالطلاق و النسب، و كذا في الأموال كالدين و القرض و الغصب و عقود المعاوضات. و كذا ما لا يطلع عليه الرجال غالباً كعيوب النساء الباطنة و الولادة و الاستهلال، و غير ذلك مما هو حق آدمي.

مسألة ٢ ـ لا تقبل الشهادة على الشهادة في الحدود، و يلحق بها التعزيرات على الأحوط لو لم يكن الأقوى، ولو شهد شاهدان بشهادة شاهدين على السرقة لا تقطع، ولابد في الحدود من شهادة الأصل سواء كانت حق الله محضاً كحد الزنا واللواط أو مشتركة بينه تعالى و بين الآدمي كحد القذف و السرقة.

مسألة ٣ ـ إنما لا تقبل الشهادة على الشهادة في الحدود لاجراء الحد و أما في سائر الآثارفتقبل،فاذا شهد الفرع بشهادة الأصل بالسرقة لا تقطع لكن يؤخذ المال منه، و كذا يثبت بها نشر الحرمة بأم الموطوء و أخته و بنته، و كذا سائر ما يترتب على الواقع المشهود به غير الحد.

مسألة ٤ ـ تقبل شهادة الفرع في سائر حقوق الله غير الحد، كالزكاة و الخمس و أوقاف المساجد و الجهات العامة بل و الأهلة أيضاً.

مسألة ٥ ـ لا تقبل شهادة فرع الفرع كالشهادة على الشهادة على الشهادة و هكذا.

مسألة ٦ ـ يعتبر في الشهادة على الشهادة ما يعتبر في شهادة الأصل من العدد

سوم: جو شخص گواہ بننے کا اہل ہو جب اسے گواہی کے لئے بلایا جائے تو گواہ بننا اس کے لئے احتیاطاً واجب ہے، اور واجب بھی اگر فرضاً ہو جائے تو واجب کفائی ہوگا اور جب تک کوئی اور گواہی دینے کے لئے موجود ہو اس کے لئے گواہی دینا ضروری نہیں. اور اگر اس سے گواہی طلب کی جائے تو اس کے گواہی دینے میں کوئی اشکال نہیں اور اس صورت میں بھی وجوب کفائی ہے۔

گواہی پر گواہی کے احکام!

مسئلہ ۱: آدمیوں کے حقوق میں گواہی پر گواہی قبول کی جائے گی چاہے وہ سزائی ہوں جیسے قصاص یا غیر سزائی ہوں جیسے طلاق اور نسب، یہی حکم اموال میں بھی ہے جیسے دین، قرض، غصب اور معاوضہ والے عقود، اور اسی طرح وہ حقوق جن کی اطلاع غالباً مردوں کو نہیں ہوتی جیسے عورتوں کے پوشیدہ عیوب اور ولادت اور استہلال اور اس کے علاوہ جو انسانوں کے حقوق ہیں۔

مسئلہ ۲: حدود میں گواہی پر گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور احتیاطاً تعزیرات کا بھی یہی حکم ہے اگر اقوی نہ ہو تو اور اگر چوری کے سلسلہ میں دو گواہوں کی گواہی کے بارے میں دوسرے دو گواہ گواہی دیں تو ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ اور حدود میں حتمی طور پر گواہی اصل ہونی چاہئے. چاہے محض حق اللہ ہو جیسے زنا اور لواط، یا انسان اور اللہ تعالے کے مشترک حق میں سے ہو جیسے حد قذف اور چوری۔

مسئلہ ۳: حدود میں گواہی پر گواہی صرف حد جاری کرنے میں قبول نہیں کی جاتی جبکہ دوسرے تمام آثار میں قبول کی جاتی ہے. پس اگر فرع اصل کی شہادت پر چوری کے بارے میں گواہی دے تو ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے لیکن اس سے مال وصول کیا جائے گا. اور اسی طرح جس شخص کے ساتھ لواط ہوا ہو اس گواہی سے لواط کرنے والے پر مفعول کی ماں اور بہن کی حرمت بھی ثابت ہو جائے گی اور یوں ہی حد کے علاوہ اس مشہور واقعہ پر مترتب ہونے والے دیگر تمام آثار ثابت ہو جائیں گے۔

مسئلہ ۴: حد کے علاوہ تمام حقوق اللہ میں فرع کی گواہی قبول کی جائے گی جیسے زکوٰۃ، خمس، اوقاف مساجد اور جہات عامہ اوقاف، بلکہ چاند وغیرہ کے سلسلہ میں بھی قبول ہوگی۔

مسئلہ ۵: فرع فرع کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی جیسے ایک گواہی پر دوسری گواہی کے بعد تیسری گواہی اور اسی طرح سلسلہ جہاں تک پہونچے۔

مسئلہ ۶: گواہی پر دی جانے والی گواہی میں بھی وہی عدد اور اوصاف معتبر ہیں جو اصل گواہی میں معتبر ہوتے ہیں. پس ایک کی گواہی سے مقدمہ ثابت نہیں ہوگا چنانچہ ہر ایک شخص پر اگر دو اشخاص گواہی دیں

و الأوصاف، فلا تثبت بشهادة الواحد، فلو شهد على كل واحد إثنان أو شهد إثنان على شهادة كل واحد تقبل، و كذا لو شهد شاهد أصل و هو مع آخر على شهادة أصل آخر، و كذا لو شهد شاهدان على شهادة المرأة فيما جازت شهادتها.

مسألة ٧ ـ لا تقبل شهادة النساء على الشهادة فيما لا تقبل فيها شهادتهن منفردات أو منضمات، فهل تقبل فيما تقبل شهادتهن كذلك؟ فيه قولان أشبههما المنع.

مسألة ٨ ـ الأقوى عدم قبول شهادة الفرع إلا لعذر يمنع حضور شاهد الأصل لاقامتها لمرض أو مشقة يسقط بهما وجوب حضوره، أو لغيبة كان الحضور معها حرجاً و مشقة، و من المنع الحبس المانع عن الحضور.

مسألة ٩ ـ لو شهد الفرع على شهادة الأصل فأنكر شاهد الأصل فان كان بعد حكم الحاكم فلا يلتفت إلى الانكار، وإن كان قبله فهل تطرح بينة الفرع أو يعمل بأعدلها و مع التساوي تطرح الشهادة؟ و جهان.

القول في اللواحق

مسألة ١ ـ يشترط في قبول شهادة الشاهدين تواردهما على الشيء الواحد، فان اتفقا حكم بهما، و الميزان اتحاد المعنى لا اللفظ، فان شهد أحدهما بأنه غصب و الآخر بأنه انتزع منه قهراً، أو قال أحدهما: باع و الآخر ملكه بعوض تقبل، ولو اختلفا في المعنى لم تقبل فان شهد أحدهما بالبيع و الآخر باقراره بالبيع و كذا لو شهد أحدهما بأنه غصبه من زيد و الآخر بأن هذا ملك زيد لم تردا على معنى واحد، لأن الغصب منه أعم من كونه ملكاً له.

مسألة ٢ ـ لو شهد أحدهما بشيء و شهد الآخر بغيره فان تكاذبا سقطت الشهادتان، فلا مجال لضم يمين المدعي، و إن لم يتكاذبا فان حلف مع كل واحد يثبت المدعى و قيل يصح الحلف مع أحدهما في صورة التكاذب أيضاً، و

یا دو اشخاص ہر ایک شخص کی گواہی پر گواہی دیں تو قبول کی جائے گی اور اسی طرح اگر ایک شاہدِ اصل دوسرے کے ساتھ دوسرے شخص کی شہادت اصل پر گواہی دے۔ یہی صورت تب بھی ہوگی جب دو اشخاص ایک عورت کی گواہی پر اس مورد میں گواہی دیں جہاں عورت کی گواہی جائز ہوتی ہے۔

مسئلہ ۷ : جن موارد میں عورتوں کی گواہی انفرادی یا انضمامی طور پر قبول نہیں کی جاتی ان میں ان کی گواہی پر گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ لیکن جن موارد میں اس طرح ان کی گواہی قبول ہوتی ہے آیا ان موارد میں بھی قبول کی جائے گی یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں۔ اشبہ قبول نہ کیا جانا ہے۔

مسئلہ ۸ : اقویٰ یہ ہے کہ شہادت فرع قبول نہیں کی جائیگی مگر یہ کہ شاہدِ اصل گواہی دینے کی غرض سے حاضر ہونے سے معذور ہو جیسے بیماری یا مشقت کہ جن کی وجہ سے حاضر ہونے کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے یا وہ غائب ہو جبکی وجہ سے حاضر ہونے میں حرج اور مشقت ہو اور کسی کا جیل میں ہونا بھی مانع متصور ہوتا ہے۔

مسئلہ ۹ : اگر فرعی گواہ اصلی گواہی پر گواہی دے۔ لیکن شاہدِ اصل انکار کر دے اور انکار قاضی کے حکم کے بعد ہو تو اس کے انکار پر توجہ نہیں دی جائے گی۔ لیکن اگر حکم سے پہلے انکار کرے تو آیا فرع کی گواہی رد کر دی جائے گی یا ان میں سے جو زیادہ عادل ہے اس کے مطابق حکم دیا جائے گا اور مساوی ہونے کی صورت میں سب سے ہی گواہی رد کر دی جائے گی؟ اس میں دو وجہیں ہیں۔

ملحقاتِ شہادت

مسئلہ ۱ : دو گواہوں کی گواہی کے قبول ہونے میں شرط ہے کہ وہ ایک ہی چیز کے بارے میں گواہی دیں۔ پس اگر وہ متفق ہوں تو حکم صادر کیا جائیگا۔ اس میں معیار یہ ہے کہ دونوں کی گواہی کا مفہوم ایک ہو لفظ کا اتحاد ضروری نہیں۔ چنانچہ اگر ایک کہے کہ یہ غصب ہے اور دوسرا کہے کہ یہ چیز فلاں سے زبردستی چھینی گئی ہے۔ یا ایک کہے کہ فلاں نے اس چیز کو فروخت کیا ہے اور دوسرا کہے کہ فلاں عوض دیکر اس چیز کا مالک بنا ہے تو گواہی قبول کی جائے گی۔ لیکن اگر مفہوم میں اختلاف ہو تو گواہی قبول نہیں کی جائیگی۔ چنانچہ اگر ایک فروخت کرنے کی گواہی دے اور دوسرا اسکے فروخت کرنے کے اقرار کی اور اسی طرح اگر ایک یہ کہے کہ فلاں نے اس چیز کو زید سے چھینا ہے جبکہ دوسرا یہ کہے کہ یہ چیز زید کی ملکیت ہے تو دونوں کی گواہی کا مفہوم ایک نہیں ہوگا اس لئے کہ زید سے غصب کرنا اس بات سے اعم ہے کہ وہ چیز اسکی ملکیت ہو۔

مسئلہ ۲ : اگر گواہوں میں سے ایک کسی چیز کی گواہی دے جبکہ دوسرا کسی اور چیز کی تو ایک دوسرے کو جھٹلانے کی صورت میں دونوں گواہیاں ساقط ہو جائیں گی پس مدعی کی قسم اس کے ساتھ ملانے کا کوئی سوال نہیں۔ لیکن اگر وہ ایک دوسرے کو نہ جھٹلائیں اور ہر گواہی کے ساتھ قسم بھی ہو تو مدعا ثابت ہو جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک دوسرے کو جھٹلانے کی صورت میں بھی ایک گواہی کے ساتھ حلف صحیح ہے لیکن اشبہ وہی ہے جو ہم

الأشبه ما ذكرناه.

مسألة ٣ ـ لو شهد أحدهما بأنه سرق نصاباً غدوة و الآخر بأنه سرق نصاباً عشية لم يقطع و لم يحكم برد المال، و كذا لو قال الآخر: سرق هذا النصاب بعينه عشية.

مسألة ٤ ـ لو اتفق الشاهدان في فعل و اختلفا في زمانه أو مكانه أو وصفه بما يوجب تغاير الفعلين لم تكمل شهادتهما، كما لو قال أحدهما: سرق ثوباً في السوق والآخر: سرق ثوباً في البيت، أو قال أحدهما: سرق ديناراً عراقياً و قال الآخر: سرق ديناراً كويتياً، أو قال أحدهما: سرق ديناراً غدوة و الآخر: عشية، فانه لم يقطع و لم يثبت الغرم إلا إذا حلف المدعي مع كل واحد فانه يغرم الجميع، فلو تعارض شهادتهما تسقط، ولا يثبت بهما شيء ولو مع الحلف، و كذا لو تعارضت البينتان سقطتا على الأشبه، كما لو شهدت إحداهما بأنه سرق هذا الثوب أول زوال يوم الجمعة في النجف و شهدت الأخرى بأنه سرق هذا الثوب بعينه أول زوال هذا اليوم بعينه في بغداد، ولا يثبت بشيء منها القطع ولا الغرم.

مسألة ٥ ـ لو شهد أحدهما أنه باع هذا الثوب أول الزوال في هذا اليوم بدينار و شهد آخر أنه باعه أول الزوال بدينارين لم يثبت وسقطتا، و قيل كان له المطالبة بأيهما شاء مع اليمين، و فيه ضعف، ولو شهد له مع كل واحد شاهد آخر قيل ثبت الديناران، و الأشبه سقوطهما، و كذا لو شهد واحد بالاقرار بألف و الآخر بألفين في زمان واحد سقطتا، و قيل يثبت بهما الألف و الآخر بانضمام اليمين إلى الثاني، و هو ضعيف، فالضابط أن كل مورد وقع التعارض سقط المتعارضان بينة كانا أو شهادة واحدة، و مع عدم التعارض عمل بالبينة و تثبت مع الواحد ويمين المدعي الدعوى.

مسألة ٦ ـ لو شهدا عند الحاكم و قبل أن يحكم بهما ماتا أوجنا أو أغمي عليهما حكم بشهادتهما، و كذا لو شهدا ثم زكيا بعد عروض تلك العوارض حكم بهما بعد التزكية، و كذا لو شهدا ثم فسقا أو كفرا قبل الحكم حكم بهما، بل لا

نے بیان کیا ہے۔

مسئلہ ۳: اگر ایک گواہ یہ کہے کہ فلاں نے بعد نصاب صبح کو چوری کی ہے جبکہ دوسرا کہے کہ اس نے شام کے وقت بعد نصاب چرایا ہے تو نہ ہاتھ کاٹے جائیں گے اور نہ مال واپس کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جب دوسرا یہ کہے کہ اس نے وہی مال بعد نصاب شام کے وقت چوری کیا ہے۔

مسئلہ ۴: اگر دونوں گواہوں کی گواہی کام کے سلسلہ میں متفق ہو لیکن زمانہ، جگہ یا وصف کے بارے میں ایسا اختلاف ہو جو دو فعلوں کے مختلف ہونے کا باعث بنتا ہو تو دونوں کی گواہی نامکمل ہوگی مثلاً ان میں سے ایک کہے "اس نے بازار میں کپڑا چرایا ہے" اور دوسرا کہے "اس نے گھر میں کپڑا چرایا ہے" یا ایک کا یہ کہنا ہو کہ "اس نے عراقی دینار چرائے ہیں" اور دوسرے کی گواہی ہو کہ "اس نے کوفی دیناروں کی چوری کی ہے" یا ایک یہ کہے کہ "صبح کے وقت اس نے چوری کی ہے" اور دوسرے کا کہنا ہو کہ "شام کے وقت چوری کی ہے" تو اختلاف کی صورت میں اسکا ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائیگا اور نہ غرامت ثابت ہوگی۔ لیکن اگر مدعی ہر گواہ کے ساتھ قسم کھائے تو چوری کرنے والے کو سب کی غرامت دینی پڑے گی۔ اور اگر ان دونوں گواہوں کی گواہی میں تعارض ہو جائے تو گواہی ساقط ہو جائے گی اور پھر اس سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوگا چاہے اسکے ساتھ حلف بھی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح اگر دو بینوں میں تعارض ہو جائے تو اشبہ یہ ہے کہ وہ بھی ساقط ہو جائینگے۔ مثلاً ان میں سے ایک بینہ کا یہ کہنا ہو کہ "اسنے اس کپڑے کو جمعہ کے دن ابتدائے زوال کے وقت نجف میں چرایا ہے" اور دوسرا یہ کہے کہ "اس نے اسی کپڑے کو اسی وقت اور اسی روز بغداد میں چرایا ہے"۔ تو اس سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوگا، نہ ہاتھ کاٹے جانا اور نہ غرامت۔

مسئلہ ۵: اگر ایک گواہ یہ کہے کہ اس نے یہ کپڑا آج کے دن ابتدائے زوال کے وقت ایک دینار میں فروخت کیا اور دوسرا کہے کہ اس نے اسی وقت اس کپڑے کو دو دینار میں فروخت کیا ہے تو دعویٰ ثابت نہیں ہوگا اور گواہی ساقط ہو جائے گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدعی کو حق ہے کہ قسم کیساتھ چاہے ایک دینار کا مطالبہ کرے یا دو دینار، لیکن یہ قول ضعیف ہے اور اگر مدعی کے حق میں ہر گواہ کیساتھ دوسرا شخص بھی گواہی دے تو کہا گیا ہے کہ دو دینار ثابت ہو جائیں گے۔ لیکن اشبہ یہ ہے کہ دونوں کی گواہی ساقط ہو جائے گی۔ اور اسی طرح اگر ایک ہی وقت میں ایک شخص ایک ہزار (دینار) اور دوسرا دو ہزار دینار کے اقرار کی گواہی دے تو دونوں کی گواہی ساقط ہو جائیگی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان دونوں کی گواہی سے ہزار دینار ثابت ہو جائیں گے اور دوسرا یہ ہے کہ دوسرے گواہ کے ساتھ قسم شامل کرنے سے ثابت ہوں گے۔ لیکن ضعیف ہے۔ لہٰذا اس میں قاعدہ یہ ہے کہ جہاں بھی تعارض واقع ہو جائے اس سے تعارض کرنے والے دونوں کی گواہی ساقط ہو جائے گی چاہے "بینہ" ہو یا ایک گواہی ہو اور تعارض نہ ہونے کی صورت میں "بینہ" کے مدعی میں ہونے اور گواہ ایک ہونے کی صورت میں اس کے ساتھ مدعی کی قسم ملا کر دعویٰ ثابت ہو جائے گا۔

مسئلہ ۶: اگر دو گواہ حاکم شرع کے سامنے گواہی دیں لیکن حاکم کے حکم صادر کرنے سے پہلے دونوں مر جائیں یا پاگل ہو جائیں یا بے ہوش ہو جائیں تو ان کی گواہی کے مطابق حکم لگایا جائیگا۔ اور اسی طرح اگر گواہی دیں اور پھر مذکورہ عوارض لاحق ہو چکنے کے بعد ان سے بری ہو جائیں تو بری ہونے کے بعد بھی ان کی گواہی کے مطابق حکم صادر کیا جائے گا۔ یہی حکم ہے کہ جب گواہی دینے کے بعد دونوں فاسق یا کافر ہو جائیں اور حاکم نے حکم نہ دیا ہو تو گواہی کے مطابق حکم دیا جائے گا۔ بلکہ اس وقت بھی

يبعد ذلك لو شهد الأصل و حمل الفرع و كان الأصل عادلاً ثم فسق ثم شهد الفرع، ولا فرق في حدود الله تعالى و حقوق الناس في غير الفسق و الكفر، و أما فيهما فلا يثبت الحد في حقوق الله محضاً كحد الزنا و اللواط و في المشتركة بينه و بين العباد كالقذف و السرقة تردد، و الأشبه عدم الحدّ، و أما في القصاص فالظاهر ثبوته.

مسألة ٧ ـ قالوا: لو شهدا لمن يرثانه فمات قبل الحكم فانتقل المشهود به إليهما لم يحكم به لهما بشهادتهما، و فيه تردد و إشكال، و أشكل منه ما قيل: إنه لم يثبت بشهادتهما لشريكهما في الارث، والوجه في ذلك ثبوت حصة الشريك.

مسألة ٨ ـ لو رجع الشاهدان أو أحدهما عن الشهادة قبل الحكم و بعد الاقامة لم يحكم بها و لا غرم، فان اعترفا بالتعمد بالكذب فسقا، و إلا فلا فسق، فلو رجعا عن الرجوع في الصورة الثانية فهل تقبل شهادتهما؟ فيه إشكال، فلو كان المشهود به الزنا و اعترف الشهود بالتعمد حدوا للقذف، ولو قالوا: أوهمنا فلا حدّ على الأقوى.

مسألة ٩ ـ لو رجعا بعد الحكم و الاستيفاء و تلف المشهود به لم ينقض الحكم، و عليهما الغرم، ولو رجعا بعد الحكم قبل الاستيفاء فان كان من حدود الله تعالى نقض الحكم، و كذا ما كان مشتركاً نحو حد القذف و حدّ السرقة، و الأشبه عدم النقض بالنسبة إلى سائر الآثار غير الحدّ كحرمة أم الموطوء و أخته و بنته، و حرمة أكل لحم البهيمة الموطوءة، وقسمة مال المحكوم بالردة، و اعتداد زوجته، و لا ينقض الحكم على الأقوى في ما عدا ما تقدم من الحقوق، ولو رجعا بعد الاستيفاء في حقوق الناس لم ينقض الحكم وإن كانت العين باقية على الأقوى.

مسألة ١٠ ـ إن كان المشهود به قتلاً أو جرحاً موجباً للقصاص و استوفي ثم رجعوا فان قالوا: تعمدنا اقتص منهم، و إن قالوا: أخطأنا كان عليهم الدية في أموالهم، و إن قال بعضهم: تعمدنا و بعضهم: أخطأنا فعلى المقر بالتعمد القصاص و على المقر بالخطأ الدية بمقدار نصيبه، ولولي الدم قتل المقرين بالعمد

یہ بعید نہیں کہ جب شاہد اصل گواہی دے اور شاہد فرع اس کو قبول کرے جبکہ شاہد اصل عادل ہو اس کے بعد فاسق ہوجائے اور پھر فرع اس چیز کی گواہی دے اور فسق اور کفر کے علاوہ حدودِ الٰہی اور بندوں کے حقوق میں اس سلسلہ میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن فسق و کفر میں صرف حقوق الٰہی جیسے حدِ زنا اور لواط میں حد ثابت نہیں ہوگی۔ اور اللہ اور بندوں کے درمیان جو مشترک حقوق ہیں جیسے قذف اور چوری تو اس میں تردد ہے۔ اشبہ یہ ہے کہ حد نہیں۔ لیکن قصاص میں ظاہر یہ ہے کہ حد ثابت ہے۔

مسئلہ ۷: کہتے ہیں کہ اگر ایسے شخص کے حق میں گواہی دیں جس سے میراث ملنے کی توقع ہو اور حکم صادر ہونے سے پہلے اس کا انتقال ہوجائے اور وہ چیز جس کی گواہی دی گئی ہو میراث کے طور پر گواہوں کو مل جائے تو ان کی گواہی سے وہ چیز ان کے حق میں ثابت نہیں ہوگی۔ لیکن اس میں تردد اور اشکال ہے۔ اور اس سے زیادہ اشکال اس قول میں ہے کہ ان کی گواہی سے وہ چیز میراث میں ان کے حصہ دار کے لئے بھی ثابت نہیں ہوگی۔ لیکن اس میں بہتر یہی ہے کہ شریک کا حصہ ثابت ہوجائے گا۔

مسئلہ ۸: اگر گواہی دینے کے بعد اور حکم صادر کئے جانے سے پہلے دونوں گواہ یا ان میں سے کوئی ایک گواہی سے پھر جائیں تو اس کے مطابق حکم نہیں دیا جائیگا اور نہ غرامت ثابت ہوگی۔ چنانچہ اگر وہ عمداً جھوٹ بولنے کا اعتراف کرلیں تو دونوں فاسق ہوجائیں گے۔ لیکن اگر عمداً کذب کا اعتراف نہ کریں تو فاسق نہیں ہوں گے۔ لہٰذا اگر وہ دوسری صورت میں اپنی گواہی سے پھر جانے سے بھی مکر جائیں تو آیا ان کی گواہی قبول کی جائے گی؟ اس میں اشکال ہے۔ چنانچہ اگر زنا کی گواہی ہو اور گواہ عمداً جھوٹ بولنے کا اعتراف کرلیں تو ان پر حدِ قذف جاری کی جائے گی۔ اور اگر یہ کہیں کہ ہم وہم کا شکار ہوگئے تھے تو اقویٰ یہ ہے کہ حد نہیں۔

مسئلہ ۹: اگر دونوں گواہ صدورِ حکم اور اس پر عمل ہوجانے اور شہادت دی گئی چیز کے گم ہوجانے کے بعد گواہی سے مکر جائیں۔ تو حکم نہیں توڑا جائے گا۔ اور غرامت کے ذمہ دار وہ دونوں ہونگے۔ اور اگر دونوں گواہ حکم صادر ہونے کے بعد اور اس پر عملدرآمد ہونے سے پہلے گواہی سے پھر جائیں تو اگر معاملہ حدودِ الٰہی کا ہو تو حکم منسوخ کردیا جائیگا۔ اور یہی صورت ہوگی اگر معاملہ اللہ اور بندوں کے مشترک حق جیسے تہمت لگانے اور چوری کرنے کی حد کا ہو۔ اور اشبہ یہ ہے کہ حد کے علاوہ دوسرے تمام آثار کا حکم منسوخ نہیں ہوگا جیسے کہ جسکے ساتھ لواط کیا گیا ہو اس کی ماں بیٹی اور بہن لواط کرنیوالے پر حرام ہوجائیگی اور وطی کئے گئے جانور کا گوشت بھی حرام ہوگا جو شخص مرتد کے حکم میں ہو اسکے مال تقسیم کرلیا جائیگا اور اس کی بیوی عدت گذاریگی اور اقویٰ یہ ہے کہ مذکورہ حقوق کے علاوہ دوسرے حقوق کا حکم منسوخ نہیں ہوگا اور بندوں کے حقوق میں اگر حکم پر عمل ہوجانے کے بعد گواہی سے پھر جائیں تو حکم منسوخ نہیں ہوگا۔ اقویٰ یہ ہے کہ چاہے وہ چیز موجود ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ ۱۰: اگر گواہی قتل یا زخم لگانے کے بارے میں ہو کہ جس کا قصاص واجب ہوتا ہے اور گواہی کی بنا پر قصاص لے لیا جانے کے بعد گواہ اپنی گواہی سے پھر جائیں تو اگر یہ کہیں کہ ہم نے جان کر ایسا کیا تھا تو ان سے قصاص لیا جائیگا۔ اور اگر کہیں کہ ہم سے خطا ہوگئی تھی تو انکے اموال میں سے دیت وصول کی جائیگی۔ لیکن اگر کچھ گواہ کہیں کہ ہم نے جان کر جھوٹی گواہی دی تھی اور کچھ کہیں کہ ہم سے بربنائے خطا ایسا ہوا ہے تو جس نے عمداً ایسا کرنیکا اقرار کیا ہے اس پر قصاص ہے اور جس نے بربنائے خطا ایسا ہوجانیکا اقرار کیا ہے اس پر اسکے حصہ کے بقدر اسکے مال میں سے دیت دینا واجب ہے۔ اور جن لوگوں نے عمداً جھوٹی گواہی

أجمع وردّ الفاضل عن دية صاحبه، و له قتل بعضهم و يرد الباقون قدر جنايتهم.

مسألة ١١ ـ لو كان المشهود به ما يوجب الحد برجم أو قتل فان استوفي ثم قال أحد الشهود بعد الرجم مثلاً: كذبت متعمداً و صدقه الباقون و قالوا: تعمدنا كان لولي الدم قتلهم بعد ردّ ما فضل من دية المرجوم و إن شاء قتل واحداً و على الباقين تكملة ديته بالحصص بعد وضع نصيب المقتول، و إن شاء قتل أكثر من واحد ورد الأولياء ما فضل من دية صاحبهم، و أكمل الباقون ما يعوز بعد وضع نصيب من قتل، و إن لم يصدقه الباقون مضى إقراره على نفسه فحسب، فللولي قتله بعد رد فاضل الدية عليه، و له أخذ الدية منه بحصته.

مسألة ١٢ ـ لو ثبت أنهم شهدوا بالزور نقض الحكم و استعيد المال إن أمكن، و إلا يضمن الشهود، ولو كان المشهود به قتلاً ثبت عليهم القصاص، و كان حكمهم حكم الشهود إذ ارجعوا و أقروا بالتعمد، ولو باشر الولي القصاص و اعترف بالتزوير كان القصاص عليه لا الشهود ولو أقر الشهود أيضاً بالتزوير، و يحتمل في هذه الصورة كون القصاص عليهم جميعاً، و الأول أشبه.

مسألة ١٣ ـ لو شهد إثنان على رجل بسرقة فقطعت يده ثم ثبت تزويرهما فللولي القصاص منهما بعد ردّ نصف الدية إليهما، و من واحد منهما و يرد الآخر ربع الدية إلى صاحبه، ولو رجعا في الفرض فان قالا: تعمدنا فثل التزوير، وإن قالا: أو همنا و كان السارق فلاناًغيره أغرمادية اليد. ولم يقبل شهادتهماعلى الآخر.

مسألة ١٤ ـ لو شهدا بالطلاق ثم رجعا بعد حكم الحاكم لم ينقض حكمه. فان كان الرجوع بعد دخول الزوج لم يضمنا شيئاً، و إن كان قبله ضمنا نصف مهر المسمى، وفي هذا تردد.

مسألة ١٥ ـ يجب أن يشهر شهود الزور في بلدهم أو حيهم لتجتنب شهادتهم و يرتدع غيرهم، و يعزرهم الحاكم بما يراه، و لا تقبل شهادتهم إلا أن يتوبوا و يصلحوا و تظهر العدالة منهم، و لا يجري الحكم فيمن تبين غلطه أو ردت شهادته لمعارضة بينة أخرى أو ظهور فسق بغير الزور.

دینےکا اقرار کیا ہے۔ مقتول کے ولی کو حق ہے کہ انھیں قتل کرے اور اپنے آدمی کے خون بہا سے جن آدمیوں کو قتل کیا ہے انکا خون بہا دے۔ مقتول کے ولی کو یہ حق بھی ہے کہ کچھ قاتلوں کو قتل کرے اور باقیماندہ قاتلین اپنی جنایت کے بقدر دیت دیں۔

مسئلہ ۱۱: اگر گواہی ایسے گناہ کے بارے میں ہو جسکی سزا سنگسار یا قتل ہو تو جب سزا ہو جائے اور مثال کے طور پر سنگسار کردینے کے بعد ایک گواہ کہے کہ میں نے جان کر جھوٹی گواہی دی تھی اور باقی اسکی تصدیق کردیں اور کہیں کہ ہم نے جان کر جھوٹی گواہی دی تھی تو مقتول کے ولی کو حق حاصل ہے کہ وہ سب کو قتل کرے لیکن پہلے سنگسار کیے گئے شخص کی دیت سے زیادہ جو دیت ہو وہ ادا کرے اور چاہے تو ان میں سے ایک کو قتل کرے اور باقی اپنے حصوں کے بقدر مقتول کی دیت منہا کرنے کے بعد اس مقتول کی دیت پوری کریں۔ اور چاہے تو ایک سے زیادہ کو قتل کرے اور مقتول کے ورثاء اپنے آدمی کے خون بہا سے زیادہ جو رقم ہو وہ واپس کریں اور باقی گواہ مقتول کے حصے کو منہا کرنے کے بعد اس خون بہا کو مکمل کریں لیکن اگر دوسرے گواہ اسکی تصدیق نہ کریں تو اس کا اقرار صرف اپنی جان پر ہوگا اور بس لہٰذا یہ مقتول کے ولی کو حق ہے کہ خون بہا کی اضافی رقم اسکو دینے کے بعد اسے قتل کرے اور اس کو یہ حق بھی ہے کہ وہ اس سے اسکے حصے کا خون بہا لے کر۔

مسئلہ ۱۲: اگر ثابت ہو جائے کہ گواہوں نے باطل گواہی دی ہے تو حکم منسوخ کردیا جائیگا اور اگر ممکن ہو تو مال واپس کرلیا جائے گا ورنہ گواہ اس مال کے ضامن ہوں گے۔ اور اگر قتل کے متعلق گواہی ہو تو ان پر قصاص ثابت ہو جائیگا اور ان پر وہی حکم لاگو ہوگا جو گواہی سے مکر کر جھوٹی گواہی دینے کا اقرار کرنے والے گواہوں پر لاگو ہوتا ہے اور اگر ولی نے قصاص لیا ہو اور باطل ہونے کا اعتراف کرے تو اس صورت میں قصاص اس پر ہوگا گواہوں پر نہیں چاہے گواہ بھی کے باطل ہونیکا اقرار کریں۔ البتہ اس صورت میں ایک احتمال یہ ہے کہ ان سب پر قصاص ہو۔ لیکن اشبہ پہلی صورت۔

مسئلہ ۱۳: اگر دو افراد کسی کے خلاف چوری کی گواہی دیں اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے بعد میں دونوں کا باطل پر ثابت ہو جائے تو ولی کو حق ہے کہ وہ آدھا خون بہا ان کو دینے کے بعد ان سے قصاص لے۔ یا ایک سے قصاص اور دوسرا خون بہا کا چوتھا حصہ اپنے ساتھی کو دے۔ لیکن اس صورت میں اگر دونوں گواہی سے پھر گئے ہوں اور کہیں کہ ہم نے عمداً جھوٹی گواہی دی تھی تو یہ گواہی کے باطل پر مبنی ہونے کی مانند ہے۔ لیکن اگر یہ کہیں کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے اور چور در اصل دوسرا شخص تھا وہ نہیں تھا تو وہ ہاتھ کاٹے جانے کا خون بہا دیں گے اور دوسرے کسی کے خلاف ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

مسئلہ ۱۴: اگر طلاق کی گواہی دیں اور حاکم شرع جب حکم صادر کردے تو گواہی سے پھر جائیں تو اسکا حکم نہیں توڑا جائے گا۔ چنانچہ اگر ان کا گواہی سے پھرنا شوہر زوجہ کے ساتھ ہمبستری کرنے کے بعد ہو تو وہ کسی چیز کے ضامن نہیں لیکن اگر ہمبستری سے پہلے ہو تو معین کئے گئے مہر کے آدھے حصے کے ضامن ہوں گے۔ لیکن اس میں تردد ہے۔

مسئلہ ۱۵: باطل گواہی دینے والوں کو ان کے شہر یا قبیلے میں مشہور کرنا واجب ہے تاکہ انکی گواہی سے بچا جائے اور دوسرے ان سے عبرت حاصل کریں اور حاکم شرع اپنی صوابدید کے مطابق ان کو تعزیر کرے اور ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی مگر وہ توبہ کریں، اپنی اصلاح کریں اور ان کی عدالت آشکار ہو جائے۔ لیکن اس شخص پر یہ حکم لاگو نہیں ہوگا کہ جس کے اشتباہ کا پتہ چل جائے یا دوسرے بینہ سے تعارض کی وجہ سے اس کی گواہی رد کردی جائے یا جھوٹ کے علاوہ کسی اور وجہ سے اس کا فاسق ہونا روشن ہو جائے۔

كتاب الحدود

وفيه فصول:

الأول في حد الزنا

والنظر فيه في الموجب ومايثبت به والحدّ واللواحق.

القول في الموجب

مسألة ١ ـ يتحقق الزنا الموجب للحد بادخال الانسان ذكره الأصلي في فرج امرأة محرمة عليه أصالة من غير عقد نكاح دائماً أو منقطعاً و لا ملك من الفاعل للقابلة و لا تحليل و لا شبهة مع شرائط يأتي بيانها.

مسألة ٢ ـ لا يتحقق الزنا بدخول الخنثى ذكره الغير الأصلي، و لا بالدخول المحرم غير الأصلي، كالدخول حال الحيض و الصوم والاعتكاف و لا مع الشبهة موضوعاً أو حكماً.

مسألة ٣ ـ يتحقق الدخول بغيبوبة الحشفة قبلاً أو دبراً، و في عادم الحشفة

کتابِ حدود

اس میں چند فصلیں ہیں

پہلی فصل حدّ زنا

اس میں موجب حد اور جس چیز سے زنا ثابت ہوتا ہے اور حد زنا اور اس کے ملحقات کے بارے میں بحث ہوگی۔

احکام موجب زنا

مسئلہ ۱: زنا کہ جس سے حد واجب ہوتی ہے اس وقت متحقق ہوتا ہے جب انسان اپنے اصلی عضو مردانگی کو اصالۃً حرام عورت کی شرمگاہ میں داخل کرے جس سے اس نے دائمی نکاح یا متعہ نہ کیا ہو، وہ عورت زانی کی کنیز نہ ہو اور نہ اس کے لئے حلال کی گئی ہو اور شبہ کی بنا پر بھی دخول نہ ہوا ہو۔ اس کے شرائط آئندہ بیان ہوں گے۔

مسئلہ ۲: خنثیٰ کے غیر اصلی عضو تناسل کے عورت کی شرمگاہ میں داخل کرنے اور غیر اصلی حرام عورت کہ جو روزہ حیض اور اعتکاف کی وجہ سے حرام ہو اور اسی طرح شبہ کی بنا پر دخول کرنے کو زنا نہیں کہتے۔ شبہ چاہے موضوع میں ہو یا حکم میں۔

مسئلہ ۳: "حشفہ" کے کسی کے آگے یا پیچھے کی شرمگاہ میں ڈوب جانے سے دخول ہو جاتا ہے اور جس کا "حشفہ" نہ

يكفي صدق الدخول عرفاً ولو لم يكن بمقدار الحشفة، و الأحوط في إجراء الحد حصوله بمقدارها، بل يدرأ بما دونها.

مسألة ٤ ـ يشترط في ثبوت الحد على كل من الزاني و الزانية البلوغ فلاحد على الصغير و الصغيرة، و العقل، فلاحد على المجنونة بلا شبهة، و لا على المجنون على الأصح، والعلم بالتحريم حال وقوع الفعل منه اجتهاداً أو تقليداً، فلاحد على الجاهل بالتحريم، ولو نسي الحكم يدرأ عنه الحد، و كذا لو غفل عنه حال العمل، و الاختيار، فلاحد على المكره والمكرهة و لا شبهة في تحقق الاكراه في طرف الرجل كما يتحقق في طرف المرأة.

مسألة ٥ ـ لو تزوج امرأة محرمة عليه كالأم و المرضعة و ذات البعل و زوجة الأب و الابن فوطأ مع الجهل بالتحريم فلاحد عليه، و كذا لاحد مع الشبهة بأن اعتقد فاعله الجواز و لم يكن كذلك ، أو جهل بالواقع جهالة مغتفرة كما لو أخبرت المرأة بكونها خلية و كانت ذات بعل، أو قامت البينة على موت الزوج أو طلاقه، أو شك في حصول الرضاع المحرم و كان حاصلاً، و يشكل حصول الشبهة مع الظن غير المعتبر فضلاً عن مجرد الاحتمال فلو جهل الحكم و لكن كان ملتفتاً و احتمل الحرمة و لم يسأل فالظاهر عدم كونه شبهة، نعم لو كان جاهلاً قاصراً أو مقصراً غير ملتفت إلى الحكم و السؤال فالظاهر كونه شبهة دارئة.

مسألة ٦ ـ لو عقد على محرمة عليه كالمحارم و نحوها مع علمه بالحرمة لم يسقط الحد، و كذا لو استأجرها للوطء مع علمه بعدم الصحة، فالحد ثابت خلافاً للمحكي عن بعض أهل الخلاف، و كذا لا يشترط في الحد كون المسألة إجماعية، فلو كانت اختلافية لكن أدى اجتهاده أو تقليده إلى الحرمة ثبت الحد، ولو خالف اجتهاد الوالي لاجتهاد المرتكب و قال الوالي بعدم الحرمة فهل له إجراء الحد أم لا؟ الأشبه الثاني، كما أنه لو كان بالعكس لا حد عليه.

مسألة ٧ ـ يسقط الحد في كل موضع يتوهم الحل كمن وجد على فراشه امرأة فتوهم أنها زوجته فوطأها، فلو تشبهت امرأة نفسها بالزوجة فوطأها فعليها الحد

ہو وہاں عرفِ عام میں دخول کا صادق آنا کافی ہے چاہے مقدار حشفہ کے برابر داخل نہ ہو۔ لیکن اجرائے حد کے لئے احتیاط یہ ہے کہ مقدار حشفہ کے برابر داخل ہو۔ بلکہ اس مقدار سے کم داخل ہو تو اس صورت میں حد جاری نہیں کی جائے گی۔

مسئلہ ۴: زانی اور زانیہ پر حد کے ثابت ہونے کی شرطیں حسب ذیل ہیں:

۱: بالغ ہوں، چنانچہ نابالغ بچے اور بچی پر حد نہیں۔

۲: عاقل ہوں، پس دیوانی پر بلاشبہ حد نہیں اور اصح یہ ہے کہ دیوانے پر بھی حد نہیں۔

۳: فعلِ زنا کے ارتکاب کے وقت زنا کی حرمت کا علم رکھتے ہوں چاہے علم اجتہادی ہو یا تقلیدی لہٰذا جو حرمتِ زنا کا علم نہ رکھتا ہو اس پر حد نہیں، اور اگر علم فراموش ہو گیا ہو تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ اور اسی طرح اگر اس عمل شنیع کے وقت حکم سے غافل ہو جائے۔

۴: اختیار رکھتے ہوں، چنانچہ مجبور کئے گئے مرد اور عورت پر حد نہیں۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مرد کو بھی مجبور کیا جا سکتا ہے اور عورت کو تو کیا ہی جا سکتا ہے۔

مسئلہ ۵: اگر حرام عورت جیسے ماں، رضاعی ماں، شوہر دار عورت، باپ کی بیوی یا بیٹے کی بیوی کے ساتھ شادی کرے اور اس کی حرمت کا علم نہ رکھتے ہوئے ان سے (معاذ اللہ) ہمبستری کر بیٹھے۔ تو اس پر حد نہیں۔ اور اسی طرح شبہ کی صورت میں بھی حد نہیں مثلاً فاعل زنا جواز کا اعتقاد رکھتا ہو حالانکہ جائز نہ ہو، یا واقع کے بارے میں وہ اس طرح لا علم ہو جو قابل معافی ہو مثلاً عورت اس سے کہے کہ وہ خالی ہے حالانکہ درحقیقت وہ شوہر دار ہو۔ یا شوہر کی موت یا اس کی طرف سے طلاق کے سلسلہ میں بینہ قائم ہو جائے یا موجب حرمت دودھ پلائی کے وقوع میں شک ہو اور حقیقت میں ایسا ہو چکا ہو، اور یاد رہے کہ غیر معتبر ظن ہونے کی صورت میں شبہ متحقق نہیں ہوتا چہ جائیکہ صرف احتمال کی بنا پر متحقق ہو جائے۔ پس اگر حکم کا علم نہ ہو لیکن متوجہ ہو اور حرام ہونے کا احتمال ہو مگر سوال نہ کرے تو ظاہراً اسے شبہ نہیں کہتے۔ البتہ اگر جاہل قاصر یا مقصر ہو اور حکم اور سوال کی جانب متوجہ نہ ہو تو ظاہراً یہ حد کو دفع کرنے والا شبہ ہوگا۔

مسئلہ ۶: اگر حرمت کا علم ہوتے ہوئے محرم عورتوں وغیرہ جیسی کسی حرام عورت سے عقد کرے تو حد ساقط نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر اسکو ہمبستری کے لئے کنیز بنایا ہو جبکہ اس کے صحیح نہ ہونے کا علم رکھتا ہو۔ پس اس صورت میں حد ثابت ہے۔ برخلاف اس نظریہ کے جو اہل خلاف سے منقول ہے اور اس طرح حد واجب ہونے میں مسئلہ کا اجماعی ہونا شرط نہیں۔ چنانچہ اگر اختلافی ہو لیکن اسکا اجتہادی یا تقلیدی علم حرمت پر منتہی ہو تو حد ثابت ہے۔ اور اگر والی کا اجتہاد فعل کا ارتکاب کرنے والے کے خلاف ہو اور والی کہتا ہو کہ حرام نہیں تو آیا حد جاری کرنے کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟ اشبہ یہ ہے کہ حق نہیں رکھتا، بالکل اسی طرح کہ اگر مسئلہ اس کے برعکس ہو تو اس پر حد نہیں ہے۔

مسئلہ ۷: جہاں بھی حلیت کا وہم ہو وہاں حد ساقط ہوگی، جیسا کہ کوئی شخص اپنے بستر پر کسی عورت کو دیکھے اور اپنی بیوی خیال کرتے ہوئے اس کے ساتھ مباشرت کر بیٹھے۔ چنانچہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو

دون واطئها، و في رواية يقام عليها الحد جهراً و عليه سراً، و هي ضعيفة غير معمول عليها.

مسألة ٨ ـ يسقط الحد بدعوى كل ما يصلح أن يكون شبهة بالنظر إلى المدعي لها، فلو ادعى الشبهة أحدهما أو هما مع عدم إمكانها إلا بالنسبة إلى أحدهما سقط عنه دون صاحبه، و يسقط بدعوى الزوجية ما لم يعلم كذبه، و لا يكلف اليمين و لا البينة.

مسألة ٩ ـ يتحقق الاحصان الذي يجب معه الرجم باستجماع أمور:

الأول ـ الوطء بأهله في القبل، و في الدبر لا يوجبه على الأحوط، فلو عقد و خلا بها خلوة تامة أو جامعها فيمابين الفخذين أو بما دون الحشفة أو مادون قدرها في المقطوعة مع الشك في حصول الدخول لم يكن محصناً و لا المرأة محصنة، و الظاهر عدم اشتراط الانزال، فلو التقى الختانان تحقق و لا يشترط سلامة الخصيتين.

الثاني ـ أن يكون الواطىء بأهله بالغاً على الأحوط، فلا إحصان مع إيلاج الطفل و إن كان مراهقا، كما لا تحصن المرأة بذلك، فلو وطأها و هو غير بالغ ثم زنى بالغاً لم يكن محصناً على الأحوط ولو كانت الزوجية باقية مستمرة.

الثالث ـ أن يكون عاقلاً حين الدخول بزوجته على الأحوط فيه، فلو تزوج في حال صحته و لم يدخل بها حتى جن ثم وطأها حال الجنون لم يتحقق الاحصان على الأحوط.

الرابع ـ أن يكون الوطء في فرج مملوك له بالعقد الدائم الصحيح أو ملك اليمين، فلا يتحقق الاحصان بوطء الزنا و لا الشبهة، و كذا لا يتحقق بالمتعة، فلو كان عنده متعة يروح و يغدو عليها لم يكن محصناً.

الخامس ـ أن يكون متمكناً من وطء الفرج يغدو عليه و يروح إذا شاء فلو كان بعيداً و غائباً لا يتمكن من وطئها فهو غير محصن، و كذا لو كان حاضراً لكن غير قادر لمانع من حبسه أو حبس زوجته أو كونها مريضة لا يمكن له وطؤها

اس کی بیوی کے مشابہ بنائے اور وہ شخص اس کے ساتھ مباشرت کرے تو عورت پر حد ہے اس شخص پر حد نہیں۔ حالانکہ روایت میں ہے کہ عورت پر علی الاعلان اور مرد پر خفیہ طور پر حد جاری ہوگی لیکن یہ روایت ضعیف ہے اور اس پر عمل نہیں ہوا ہے۔

مسئلہ ۸ : اس طریقہ سے دعویٰ کرنے سے کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ مدعی کو شبہ ہوا ہے حد ساقط ہوجاتی ہے۔ اگر دونوں یا ایک شبہ ہوجانے کا دعویٰ کریں جبکہ شبہ صرف ایک کے بارے میں ثابت ہونا ممکن ہو دونوں کے بارے میں ممکن نہ ہو تو جس کے بارے میں ممکن ہو اس پر سے حد ساقط ہوجائیگی دوسرے پر سے نہیں اور زوجیت کے دعویٰ سے حد ساقط ہوجاتی ہے اگر اس کا جھوٹ پر ہونا یقینی نہ ہو۔ اور اس کو نہ قسم دی جائے گی اور نہ گواہ پیش کرنے کو کہا جائے گا۔

مسئلہ ۹ : چند امور کے جمع ہوجانے سے احصان (شوہردار یا بیوی والا ہونا) ثابت ہوجاتا ہے جس کی سزا سنگسار کردینا ہے۔ اور وہ امور درج ذیل ہیں۔

۱:۔ اپنی بیوی کی اگلی شرمگاہ میں مباشرت کرنا، لیکن اس کی پچھلی شرمگاہ میں دخول کرنا احتیاطاً موجب احصان نہیں ہوتا۔ پس اگر عقد کرے اور بیوی کے ساتھ مکمل خلوت میں رہے۔ یا رانوں کے مابین اس سے مجامعت کرے یا حشفہ سے کم یا جس کا حشفہ مقطوع ہو وہ حشفہ کے علاوہ اس سے کم مقدار میں داخل کرے لیکن دخول میں شک ہو تو نہ مرد محصن ہوگا اور نہ عورت محصنہ (شوہردار) کہلائے گی۔ اور ظاہر یہ ہے کہ انزال شرط نہیں۔ پس اگر دو ختنہ کے مقامات آپس میں مل جائیں تو دخول ہوجائے گا۔ خصیتین کا سالم ہونا شرط نہیں۔

۲:۔ اپنی بیوی کے ساتھ وطی کرنے والا احتیاط کی بنا پر بالغ ہو۔ پس بچہ اگر دخول کرے تو اس سے "احصان" ثابت نہیں ہوگا چاہے وہ بلوغ کے قریب ہی ہو۔ جیسا کہ عورت بھی اسی علت سے محصنہ (شوہردار) نہیں کہلائے گی۔ چنانچہ اگر نابالغی میں عورت سے وطی کرے پھر بالغ ہونے کے بعد اس سے زنا کرے تو احتیاطاً وہ شخص بیوی والا نہیں کہلائے گا۔ چاہے زوجیت ہمیشہ باقی رہے۔

۳:۔ زوجہ کے ساتھ مجامعت کرتے وقت احتیاطاً یہ ہے کہ عاقل ہو۔ چنانچہ اگر صحت کی حالت میں شادی کرے اور دخول نہ کرے۔ یہاں تک کہ دیوانہ ہوجائے اس کے بعد بحالتِ جنون دخول کرے تو بر بنائے احتیاط "احصان" متحقق نہیں ہوگا۔

۴:۔ وطی ایسی عورت کے ساتھ ہو جو مملوکہ ہو یا اس سے صحیح دائمی عقد پڑھا گیا ہو۔ وطی زنا اور وطی شبہ سے "احصان" متحقق نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح متعہ سے بھی "احصان" نہیں ہوگا۔ چنانچہ اگر کسی کے پاس متعہ والی عورت ہو اور صبح و شام اس کے لئے آزاد ہو تب بھی اسے محصن (بیوی والا) نہیں کہا جائے گا۔

۵:۔ صبح و شام جب چاہے عورت کے ساتھ وطی کرنے پر متمکن ہو۔ پس اگر غائب اور دور ہو جس کی بنا پر وطی کرنے پر متمکن نہ ہوسکے تو وہ غیر محصن کہلائے گا۔ اور اسی طرح اگر حاضر ہو لیکن وطی کرنے پر کسی رکاوٹ کی وجہ سے قادر نہ ہو، مثلاً خود جیل میں یا بیوی جیل میں ہو یا وہ اتنی بیمار ہو جس کی وجہ سے وطی

أو منعه ظالم عن الاجتماع بها ليس محصناً.

السادس - أن يكون حراً.

مسألة ١٠ - يعتبر في إحصان المرأة ما يعتبر في إحصان الرجل، فلا ترجم لو لم يكن معها زوجها يغدو عليها و يروح، و لا ترجم غير المدخول بها و لا غير البالغة و لا المجنونة و لا المتعة.

مسألة ١١ - الطلاق الرجعي لا يوجب الخروج عن الاحصان، فلو زنى أو زنت في الطلاق الرجعي كان عليهما الرجم، ولو تزوجت عالمة كان عليها الرجم، و كذا الزوج الثاني إن علم بالتحريم والعدة، ولو جهل بالحكم أو بالموضوع فلاحد، ولو علم أحدهما فعليه الرجم دون الجاهل، ولو ادعى أحدهما الجهل بالحكم قبل منه إن أمكن الجهل في حقه، ولو ادعى الجهل بالموضوع قبل كذلك.

مسألة ١٢ - يخرج المرء و كذا المرأة عن الاحصان بالطلاق البائن كالخلع و المباراة، ولو راجع الخالع ليس عليه الرجم إلا بعد الدخول.

مسألة ١٣ - لا يشترط في الاحصان الاسلام في أحد منهما، فيحصن النصراني النصرانية و بالعكس، و النصراني اليهودية و بالعكس، فلو وطأ غير مسلم زوجته الدائمة ثم زنى يرجم، و لا يشترط صحة عقدهم إلا عندهم. فلو صح عندهم و بطل عندنا كفى في الحكم بالرجم.

مسألة ١٤ - لو ارتد المحصن عن فطرة خرج عن الاحصان، لبينونة زوجته منه. ولو ارتد عن ملة فان زنى بعد عدة زوجتها ليس محصناً، و إلا فهو محصن.

مسألة ١٥ - يثبت الحد رجماً أو جلداً على الأعمى، ولو ادعى الشبهة مع احتمالها في حقه فالأقوى القبول، و قيل لا تقبل منه أو لا تقبل إلا أن يكون عدلاً أو لا تقبل إلا مع شهادة الحال بما ادعاه، و الكل ضعيف.

مسألة ١٦ - في التقبيل و المضاجعة و المعانقة و غير ذلك من الاستمتاعات دون الفرج تعزير ولا حد لها، كما لا تحديد في التعزير، بل هو منوط بنظر الحاكم

ممکن نہ ہو۔ یا کوئی ظالم اس کے ساتھ مجامعت کرنے سے روکتا ہو تو وہ شخص "محصن" نہیں کہلائے گا۔

۶:۔ شوہر آزاد ہو۔

مسئلہ ۱۰: عورت کے محصنہ ہونے میں وہی معتبر ہے جو مرد کے محصن ہونے میں ہے۔ چنانچہ اگر صبح و شام شوہر اس کے ساتھ موجود نہ ہو تو اسے سنگسار نہیں کیا جائیگا اور غیر مدخولہ نابالغہ دیوانی اور متعہ والی عورت کو بھی سنگسار نہیں کیا جائیگا۔

مسئلہ ۱۱: طلاق رجعی "احصان" سے نکل جانے کا موجب نہیں ہوتی چنانچہ اگر مرد یا عورت طلاق رجعی کی عدت میں زنا کریں تو انکو سنگسار کیا جائیگا اور جان کر اگر عورت اس زمانہ میں شادی کرے تو اسے سنگسار کیا جائے گا۔ اور اسی طرح اگر دوسرا شوہر بھی حرمت نکاح اور عدت کا علم رکھتا ہو تو اس کی سزا سنگسار کر دینا ہے لیکن اگر حکم یا موضوع کا علم نہ رکھتا ہو تو حد نہیں ہے اور اگر دونوں (مرد عورت) میں سے ایک کو علم ہو تو اس پر حد ہے جاہل پر نہیں۔ اور اگر دونوں میں سے ایک جاہل حکم ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ قبول کیا جائیگا بشرطیکہ اس کا جاہل ہونا ممکن ہو۔ اور اگر جاہل موضوع ہونے کا ادعا کرے تو بھی اسی طرح قبول کیا جائے گا۔

مسئلہ ۱۲: طلاق بائن جیسے خلع و مبارات سے مرد اور اسی طرح عورت "احصان" سے نکل جاتے ہیں۔ اور اگر خلع والا رجوع کرے تو اس کی سزا سنگسار نہیں اگر دخول نہ کیا ہو۔

مسئلہ ۱۳: "احصان" کے لئے دونوں میں سے کسی کا مسلمان ہونا شرط نہیں۔ چنانچہ نصرانی نصرانیہ اور اس کے برعکس اور نصرانی یہودی عورت اور اس کے برعکس سے "محصن" ہو جائیگا۔ لہٰذا اگر غیر مسلم اپنی دائمی بیوی سے مجامعت کرے پھر زنا کا مرتکب ہو تو اسے سنگسار کیا جائیگا۔ اور ان کے عقد کا صحیح ہونا صرف ان کے نزدیک شرط ہے۔ چنانچہ اگر عقد ان کے نزدیک صحیح ہو اور ہمارے نزدیک باطل تو سنگساری کا حکم صادر کرنے کے لئے کافی ہے۔

مسئلہ ۱۴: اگر "محصن" مرتد فطری ہو جائے تو احصان سے نکل جائے گا اس لئے کہ اس کی بیوی جدا ہو جائے گی۔ اور اگر مرتد ملی ہو جائے اور اپنی بیوی کی عدت ختم ہونے کے بعد زنا کرے تو "محصن" نہیں ہوگا ورنہ محصن ہوگا۔

مسئلہ ۱۵: اندھے شخص کے لئے بھی کوڑے مارنے یا سنگسار کرنے کی حد ثابت ہے اور اگر شبہ کا دعویٰ کرے اور اسکا احتمال ہو تو اقویٰ یہ ہے کہ اس سے قبول کیا جائے گا۔ اور کہا گیا ہے کہ قبول نہیں کیا جائے گا اور یا یہ کہا گیا ہے کہ اگر عادل نہ ہو تو قبول نہیں کیا جائے گا۔ یا اس کے دعوے پر قرینۂ حالیہ موجود نہ ہو تو قبول نہیں کیا جائے گا۔ لیکن یہ سارے اقوال ضعیف ہیں۔

مسئلہ ۱۶: بوس و کنار اور بخوابی وغیرہ جیسے شرمگاہ کے علاوہ سے دوسرے استمتاعات میں تعزیر ہے حد نہیں ہے اور تعزیر کی کوئی حد نہیں بلکہ اشبہ یہ ہے کہ حاکم شرع کی صواب دید پر موقوف ہے۔

على الأشبه.

القول في مايثبت به

مسألة ١ ـ يثبت الزنا بالاقرار، و يشترط فيه بلوغ المقر و عقله و اختياره وقصده، فلا عبرة باقرار الصبي و إن كان مراهقاً، ولا باقرار المجنون حال جنونه، ولا باقرار المكره، ولا باقرار السكران والساهي والغافل والنائم والهازل ونحوهم.

مسألة ٢ ـ لابد و أن يكون الاقرار صريحاً أو ظاهراً لا يقبل معه الاحتمال العقلائي، ولابد من تكراره أربعاً، و هل يعتبر أن يكون الأربع في أربعة مجالس أو يكفي الأربع ولو كان في مجلس واحد؟ فيه خلاف، أقربه الثبوت، و الأحوط اعتبار أربعة مجالس، ولو أقر دون الأربعة لا يثبت الحد. و الظاهر أن للحاكم تعزيره، و يستوي في كل ما ذكر الرجل و المرأة، و إشارة الأخرس المفهمة للمقصود تقوم مقام النطق، ولو احتاجت إلى الترجمان يكفي فيه شاهدان عادلان.

مسألة ٣ ـ لو قال: «زنيت بفلانة العفيفة» لم يثبت الزنا الموجب للحد في طرفه إلا إذا كررها أربعاً، و هل يثبت القذف بذلك للمرأة؟ فيه تردد، و الأشبه العدم، نعم لو قال: «زنيت بها وهي أيضاً زانية بزنائي» فعليه حد القذف.

مسألة ٤ ـ من أقر على نفسه بما يوجب الحد ولم يعين لا يكلف بالبيان، بل يجلد حتى يكون هو الذي ينهى عن نفسه، به وردت رواية صحيحة، و لا بأس بالعمل بها، و قيده قوم بأن لا يزيد على المأة، و بعض بأن لا ينقص عن ثمانين.

مسألة ٥ ـ لو أقر بما يوجب الرجم ثم أنكر سقط الرجم، ولو أقر بما لايوجبه لم يسقط بالانكار، والأحوط إلحاق القتل بالرجم، فلو أقر بما يوجب القتل ثم أنكر

زنا کو ثابت کرنے والی چیزوں کے احکام

مسئلہ ۱: اقرار کرنے سے زنا ثابت ہو جاتا ہے۔ اور اقرار کرنے والے کا بالغ عاقل با قصد و اختیار ہونا شرط ہے چنانچہ بچے کے اقرار کا کوئی فائدہ نہیں چاہے بلوغ کے قریب ہی کیوں نہ ہو۔ اور دیوانگی کی حالت میں دیوانے کا اقرار اور مجبور کئے گئے شخص اور نشہ میں، بھولے سے، غفلت کی بناء پر، نیند کی حالت میں اور مذاق میں اقرار کرنے والے افراد کے اقرار کا کوئی اعتبار نہیں۔

مسئلہ ۲: یہ ضروری ہے کہ اقرار با صراحت اور ظاہر ہو جس کے ساتھ احتمال عقلائی قبول نہ کیا جائے۔ اور چار مرتبہ اقرار کرنا ضروری ہے اور آیا چار مرتبہ اقرار چار مختلف جلسوں میں ہو یا صرف چار مرتبہ اقرار کافی ہے چاہے ایک ہی جلسے میں ہو؟ اس میں اختلاف ہے۔ اقرب ایک ہی جلسہ میں اقرار کا ثبوت اور احوط چار جلسوں میں اقرار کا ہونا معتبر ہے اور اگر چار سے کم اقرار کرے تو حد ثابت نہیں ہوگی۔ لیکن ظاہراً حاکم شرع اسے تعزیر کر سکتا ہے۔ مذکورہ چیزوں میں مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں اور گونگے کا مقصد سمجھانے والا اشارہ گویائی کی جگہ لے گا۔ اور اگر ترجمہ کرنے والے کی ضرورت پڑے تو اس میں دو عادل کافی ہوں گے۔

مسئلہ ۳: اگر یوں کہے "میں نے فلاں عفیفہ عورت سے زنا کیا ہے" تو اس سے وہ زنا جو موجب حد ہوتا ہے ثابت نہیں ہوگا۔ جب تک چار مرتبہ نہ کہے، لیکن آیا اس سے عورت پر تہمت لگانے کا جرم ثابت ہوگا یا نہیں؟ اس میں تردد ہے۔ اشبہ عدم ثبوت ہے البتہ اگر یوں کہے کہ "میں نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے اور وہ بھی میرے ساتھ زانیہ رہی ہے" تو اس پر حد قذف لاگو ہوگی۔

مسئلہ ۴: جو شخص اپنے خلاف ایسے گناہ کا اقرار کرے جو موجب حد ہو۔ مگر معین نہ کرے تو اسے معین کرنے پر مکلف نہیں کیا جائیگا۔ بلکہ اسکو کوڑے لگائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ خود بس کرنے کو کہے۔ اس کے سلسلے میں روایت صحیحہ وارد ہوئی ہے اور اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور بعض علماء نے اسکو مقید کیا ہے کہ سو سے زیادہ نہ لگائے۔ اور کچھ نے مقید کیا ہے کہ اسی سے کم نہ ہوں۔

مسئلہ ۵: اگر موجب سنگسار گناہ کا اقرار کرکے اسکا انکار کردے تو سنگسار نہیں کیا جائیگا۔ اور اگر ایسے گناہ کا اقرار کرے جو موجب سنگساری نہ ہو تو انکار سے اسکی حد ساقط نہیں ہوگی۔ اور احتیاط یہ ہے کہ قتل کو رجم کے ساتھ ملحق کیا جائیگا۔ چنانچہ اگر ایسے جرم کا اقرار کرے جس کی سزا قتل ہو پھر انکار کردے تو محکوم بہ قتل نہیں ہوگا۔

لم يحكم بالقتل.

مسألة ٦ ـ لو أقر بما يوجب الحد ثم تاب كان للامام عليه السلام عفوه أو إقامة الحد عليه رجماً كان أو غيره، و لا يبعد ثبوت التخيير لغير إمام الأصل من نوابه.

مسألة ٧ ـ لو حملت المرأة التي لا بعل لها لم تحد إلا مع الاقرار بالزنا أربعاً أو تقوم البينة على ذلك، و ليس على أحد سؤالها و لا التفتيش عن الواقعة.

مسألة ٨ ـ لو أقر أربعاً أنه زنى بامرأة حد دونها و إن صرح بأنها طاوعته على الزنا، و كذا لو أقرت أربعاً بأنه زنى بي و أنا طاوعته حدّت دونه، ولو ادعى أربعاً أنه وطأ امرأة و لم يعترف بالزنا لا يثبت عليه حدّ و إن ثبت أن المرأة لم تكن زوجته، ولو ادعى في الفرض أنها زوجته و أنكرت هي الوطء و الزوجية لم يثبت عليه حد ولا مهر، ولو ادعت أنه أكرهها على الزنا أو تشبّه عليها فلاحد على أحد منهما.

مسألة ٩ ـ يثبت الزنا بالبينة، و يعتبر أن لا تكون أقل من أربعة رجال أو ثلاثة رجال و امرأتين. و لا تقبل شهادة النساء منفردات و لا شهادة رجل وست نساء فيه، ولا شهادة رجلين و أربع نساء في الرجم،و يثبت بها الحد دون الرجم على الأقوى، ولو شهد مادون الأربعة و ما في حكمها لم يثبت الحد رجماً ولا جلداً، بل حدوا للفرية.

مسألة ١٠ ـ لابد في شهادة الشهود على الزنا من التصريح أو نحوه على مشاهدة الولوج في الفرج كالميل في المكحلة أو الاخراج منه من غير عقد و لا ملك و لا شبهة ولا إكراه، و هل يكفي أن يقولوا لا نعلم بينهما سبباً للتحليل؟ قيل: نعم، و الأشبه لا، و في كفاية الشهادة مع اليقين و إن لم يبصر به وجه لا يخلو من شبهة في المقام.

مسألة ١١ ـ تكفي الشهادة على نحو الاطلاق بأن يشهد الشهود أنه زنى وأولج كالميل في المكحلة من غير ذكر زمان أو مكان أو غيرهما، لكن لو ذكروا

مسئلہ ۶: اگر موجب حد گناہ کا اقرار کرنے کے بعد توبہ کرے تو امام کو اختیار ہے کہ اسے بخش دے یا اس پر حد جاری کرے چاہے سنگساری ہو یا اس کے علاوہ اور بعید نہیں کہ امام معصوم کے علاوہ اُن کے نائبوں کے لئے بھی یہ اختیار ثابت ہو۔

مسئلہ ۷: اگر بغیر شوہر کی عورت حاملہ ہو جائے تو اس پر اس وقت تک حد جاری نہیں کی جاسکتی جب تک وہ زنا کا چار بار اقرار نہ کرے یا اس کے خلاف گواہی نہ ہو جائے اور کسی کو حق نہیں کہ وہ اس سے پوچھے اور واقعہ کی ٹوہ لگائے۔

مسئلہ ۸: اگر چار بار اقرار کرے کہ اس نے کسی عورت سے زنا کیا ہے تو اس پر حد جاری ہوگی عورت پر نہیں، چاہے وہ صاف صاف کہدے کہ زنا میں عورت نے اسکی مطاوعت کی ہے اور اسی طرح اگر عورت چار بار اقرار کرے کہ اس نے مجھ سے زنا کیا ہے اور میں نے اس مطاوعت کی ہے تو اس پر حد جاری ہوگی مرد پر نہیں۔ لیکن اگر چار مرتبہ دعویٰ کرے کہ اس نے عورت سے وطی کی ہے اور زنا کا اعتراف نہ کرے تو اس پر حد ثابت نہیں ہوگی چاہے یہ ثابت ہو جائے کہ وہ عورت اس کی بیوی نہیں تھی۔ اور اسی صورت میں اگر مرد یہ دعویٰ کرے کہ وہ عورت اس کی زوجہ ہے لیکن عورت وطی اور زوجیت دونوں کا انکار کردے تو نہ مرد پر حد ثابت ہوگی اور نہ مہر۔ لیکن اگر یہ دعویٰ کرے کہ مرد نے اسے زنا پر مجبور کیا ہے یا اپنے آپ کو مشتبہ بنایا ہے تو دونوں پر حد نہیں۔

مسئلہ ۹: بینہ (گواہی) سے زنا ثابت ہو جاتا ہے۔ اس میں ضروری ہے کہ گواہی دینے والے چار مرد ہوں یا تین مرد اور دو عورتیں اور خالص عورتوں کی گواہی یا ایک مرد اور چند عورتوں کی گواہی زنا میں قبول نہیں کی جائے گی اور نہ سنگساری کے معاملہ میں دو مردوں اور چار عورتوں کی گواہی مانی جائے گی۔ البتہ اقویٰ یہ ہے کہ اس سے حد ثابت ہوگی "رجم" ثابت نہیں ہوگا۔ اگر گواہوں کی تعداد چار یا چار کے حکم قائم مقام سے کم ہو تو اس سے سنگساری اور کوڑے مارنے کی حد ثابت نہیں ہوگی بلکہ افتراء کی سزا ہی اُن (گواہوں) پر حد لاگو ہوگی۔

مسئلہ ۱۰: زنا کے گواہوں کا تصریح وغیرہ کے ساتھ گواہی دینا ضروری ہے کہ خود نے عضو تناسل کو شرمگاہ میں اس طرح داخل ہوتے یا اس سے خارج ہوتے دیکھا ہے جیسے سلائی سرمہ دانی سے۔ عقد، شبہ، اکراہ اور ملکیت کے بغیر تو آیا ان کا یہ کہنا کافی ہے کہ ہمیں سبب حلیت کا علم نہیں؟ کہا گیا ہے کہ "ہاں"۔ لیکن اشبہ کافی نہ ہونا ہے۔ اور بغیر دیکھے یقین پر مبنی گواہی کا کافی ہونا اس مورد میں ایسی وجہ رکھتا ہے جو شبہ سے خالی ہے۔

مسئلہ ۱۱: گواہی بطورِ مطلق کافی ہوتی ہے کہ گواہ یہ کہدیں کہ اُس نے زنا کیا ہے اور اس طرح داخل کیا ہے جس طرح سلائی سُرمہ دانی میں جاتی ہے اور زمان، مکان وغیرہ کا ذکر نہ کریں۔ لیکن اگر خصوصیات کا ذکر کریں اور اس طرح ان کی گواہی مختلف ہو جائے۔ مثلاً ایک کہے کہ اس نے بروز جمعہ زنا کیا ہے جبکہ دوسرا کہے بروز شنبہ ایسا کیا ہے یا بعض یہ کہیں کہ فلاں مکان میں زنا کیا ہے۔ لیکن دوسرے کہیں کہ اس کے علاوہ کسی اور مکان میں کیا ہے یا کچھ ایک عورت کے بارے میں کہیں اور کچھ کسی اور عورت کے بارے میں

الخصوصيات و اختلف شهادتهم فيها كأن شهد أحدهم بأنه زنى يوم الجمعة و الآخر بأنه يوم السبت أو شهد بعضهم أنه زنى في مكان كذا و الآخر في مكان غيره أو بفلانة و الآخر بغيرها لم تسمع شهادتهم و لا يحد و يحد الشهود للقذف، ولو ذكر بعضهم خصوصية و أطلق بعضهم فهل يكفي ذلك أو لابد مع ذكر أحدهم الخصوصية أن يذكرها الباقون؟ فيه إشكال و الأحوط لزومه.

مسألة ١٢ ـ لو حضر بعض الشهود و شهد بالزنا في غيبة بعض آخر حد من شهد للفرية، و لم ينتظر مجيء البقية لا تمام البينة، فلو شهد ثلاثة منهم على الزنا و قالوا: لنا رابع سيجيء حدوا، نعم لا يجب أن يكونوا حاضرين دفعة، فلو شهد واحد وجاء الآخر بلا فصل فشهد و هكذا ثبت الزنا و لا حد على الشهود، و لا يعتبر تواطؤهم على الشهادة، فلو شهد الأربعة بلا علم منهم بشهادة السائرين تم النصاب و ثبت الزنا، ولو شهد بعضهم بعد حضورهم جميعاً للشهادة و نكل بعض يحد من شهد للفرية.

مسألة ١٣ ـ لو شهد أربعة بالزنا و كانوا غير مرضيين كلهم أو بعضهم كالفساق حدوا للقذف، و قيل: إن كان رد الشهادة لأمر ظاهر كالعمى و الفسق الظاهر حدوا، و إن كان الرد لأمر خفي كالفسق الخفي لا يحد إلا المردود، ولو كان الشهود مستورين و لم يثبت عدالتهم و لا فسقهم فلا حد عليهم للشبهة.

مسألة ١٤ ـ تقبل شهادة الأربعة على الاثنين فازاد، فلو قالوا: إن فلاناً و فلاناً زنيا قبل منهم و جرى عليهما الحد.

مسألة ١٥ ـ إذا كملت الشهادة ثبت الحد، و لا يسقط بتصديق المشهود عليه مرة أو مرات دون الأربع، خلافاً لبعض أهل الخلاف؛ و كذا لا يسقط بتكذيبه.

مسألة ١٦ ـ يسقط الحد لو تاب قبل قيام البينة رجماً كان أو جلداً و لا يسقط لو تاب بعده، و ليس للامام عليه السلام أن يعفو بعد قيام البينة، و له العفو بعد

تو ان کی گواہی نہیں مانی جائے گی اور اس شخص پر حد لاگو نہیں ہوگی البتہ گواہوں پر تہمت کی حد لاگو ہوگی۔ لیکن اگر کچھ گواہ خصوصیات کا ذکر کریں اور کچھ مطلق گواہی دیں تو آیا یہ کافی ہے۔ یا ایک کے خصوصیات ذکر کرنے کے بعد دوسروں کے لئے بھی ان کا ذکر کرنا ضروری ہے؟ اس میں اشکال ہے۔ احتیاط یہ ہے کہ ذکر خصوصیات دوسروں کے لئے بھی لازمی ہے۔

مسئلہ ۱۲: اگر کچھ گواہ حاضر ہو کر دوسروں کی غیبت میں زنا کی گواہی دیں تو جھوٹی گواہی دینے والے پر حد لاگو ہوگی۔ اور اتمام بینۃ کے لئے دوسروں کا انتظار نہیں ہوگا۔ چنانچہ اگر تین گواہ زنا کی گواہی دیں اور کہیں کہ ہمارا چوتھا ساتھی بھی عنقریب آجائے گا تو ان پر حد لاگو ہوگی۔ البتہ یہ واجب نہیں کہ چاروں ایک ہی مرتبہ حاضر ہوں، بلکہ اگر ایک گواہی دے کر جائے اور بلا فاصلہ دوسرا آجائے اور گواہی دے اور اسی طرح چاروں گواہی دیں تو زنا ثابت ہو جائے گا اور گواہوں پر حد نہیں ہوگی۔ گواہوں کا ایک دوسرے کے بارے میں مطلع ہونا ضروری نہیں۔ پس اگر چار گواہی دیں اور ان کو دوسروں کی گواہی کا علم نہ ہو تو نصاب مکمل ہے اور زنا ثابت ہو جائے گا۔ اور اگر سب گواہی دینے حاضر ہو جائیں لیکن کچھ گواہی دیں اور کچھ انکار کر دیں تو گواہی دینے والے پر افترا کی وجہ سے حد جاری ہوگی۔

مسئلہ ۱۳: اگر چار افراد زنا کی گواہی دیں لیکن وہ سب یا ان میں سے بعض پسندیدہ نہ ہوں، مثلاً وہ فاسق ہوں تو ان پر حد قذف لاگو ہوگی اور کہا گیا ہے کہ اگر ردِ شہادت کسی ظاہری امر جیسے نابینائی اور ظاہری فسق کی وجہ سے ہو تو ان پر حد لاگو ہوگی۔ لیکن اگر کسی مخفی امر جیسے فسق خفی کی بنا پر ہو تو صرف اسی پر حد ہوگی جس کی گواہی مردود ہو، لیکن اگر گواہ مستور ہوں اور ان کی عدالت اور فسق ثابت نہ ہو تو ان پر حد نہیں اس لئے کہ شبہ ہے۔

مسئلہ ۱۴: چار افراد کی گواہی دو یا دو سے زیادہ افراد کے خلاف مانی جائے گی۔ چنانچہ اگر یہ کہیں کہ فلاں اور فلاں نے زنا کیا ہے تو ان کی گواہی قبول ہوگی۔ اور ان دونوں پر حد جاری ہوگی۔

مسئلہ ۱۵: گواہی مکمل ہونے پر حد ثابت ہو جاتی ہے اور مشہود علیہ کی چار مرتبہ سے کم ایک مرتبہ یا چند مرتبہ کی تصدیق سے ساقط نہیں ہوتی۔ برخلاف بعض اہل خلاف کے اور اسی طرح اس کی تکذیب سے بھی حد ساقط نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۱۶: اگر بینۃ قائم ہونے سے پہلے توبہ کرے تو حد ساقط ہو جاتی ہے چاہے سنگسار کی حد ہو یا کوڑوں کی۔ لیکن اگر بعد میں توبہ کرے تو ساقط نہیں ہوتی۔ اور امام بھی بینۃ قائم ہونے کے بعد معاف نہیں کر سکتے۔ لیکن اقرار کے بعد معاف کر سکتے ہیں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور اگر اقرار سے پہلے توبہ کرے تو حد ساقط ہو جائے گی۔

الاقرار كما مر، ولو تاب قبل الاقرار سقط الحد.

القول في الحد

وفيه مقامان:

الأول في أقسامه

للحد أقسام: **الأول** ـ القتل، فيجب على من زنى بذات محرم للنسب كالأم و البنت والأخت و شبهها، و لا يلحق ذات محرم للرضاع بالنسب على الأحوط لو لم يكن الأقوى، و هل تلحق الأم و البنت و نحوهما من الزنا بالشرعي منها؟ فيه تردد، و الأحوط عدم الالحاق، و الأحوط عدم إلحاق المحارم السببية كبنت الزوجة و أمها بالنسبية، نعم الأقوى إلحاق امرأة الأب بها، فيقتل بالزنا بها، و يقتل الذمي إذا زنى بمسلمة مطاوعة أو مكرهة سواء كان على شرائط الذمة أم لا، و الظاهر جريان الحكم في مطلق الكفار فلو أسلم هل يسقط عنه الحد أم لا؟ فيه إشكال و إن لا يبعد عدم السقوط و كذا يقتل من زنى بامرأة مكرهاً لها.

مسألة ١ ـ لا يعتبر في المواضع المتقدمة الاحصان، بل يقتل محصناً كان أو غير محصن، و يتساوى الشيخ و الشاب و المسلم و الكافر و الحر و العبد و هل يجلد الزاني المحكوم بقتله في الموارد المتقدمة ثم يقتل فيجمع فيها بين الجلد و القتل؟ الأوجه عدم الجمع و إن كان في النفس تردد في بعض الصور.

الثاني ـ الرجم فقط، فيجب على المحصن إذا زنى ببالغة عاقلة، و على المحصنة إذا زنت ببالغ عاقل إن كانا شابين، وفي قول معروف يجمع في الشاب و الشابة بين الجلد و الرجم، و الأقرب الرجم فقط.

بیانِ حد

اس میں دو مقامات ہیں :

پہلا مقام: اقسام حد :- حد کی چند قسمیں ہیں

پہلی قسم حد قتل ہے چنانچہ نسبی محرم جیسے ماں، بیٹی، بہن وغیرہ سے جو شخص زنا کرے اس کو قتل کر دینا واجب ہے۔ اور اگر اقوی نہ ہو تب بھی احتیاطاً رضاعی محرم کا یہ حکم نہیں۔ اور آیا زنا کے نتیجے میں بننے والی ماں اور بیٹی وغیرہ کو بھی شرعی ماں اور بیٹی کے ساتھ ملحق کیا جائے گا یا نہیں؟ اس میں تردد ہے۔ لیکن احتیاط یہ ہے کہ ملحق نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ حکم بھی احتیاطی ہے کہ سببی محرم جیسے زوجہ کی بیٹی اور اس کی ماں کو نسبی محرم کے ساتھ ملحق نہیں کیا جائے گا۔ البتہ باپ کی بیوی کو سببی محرم کے حکم کے ساتھ ملحق کرنا اقوی ہے۔ چنانچہ اس کے ساتھ زنا کی بنا پر اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور کافر ذمی اگر مسلم عورت کے ساتھ زنا کرے چاہے اس کی مرضی سے ہو یا اُسے مجبور کیا جائے اور چاہے کافر ذمی میں شرائط ذمہ ہوں یا نہ ہوں۔ اس کی سزا قتل ہے۔ اور ظاہراً یہ حکم ہر کافر کا ہے۔ لیکن اگر کافر مسلمان ہو جائے تو آیا حد ساقط ہو گی یا نہیں؟ اس میں اشکال ہے۔ اگرچہ ساقط نہ ہونا بعید نہیں ہے۔ اور اسی طرح جو شخص بھی کسی عورت کے ساتھ بالجبر زنا کرے اس کی سزا قتل ہے۔

مسئلہ ۱: مذکورہ مواقع پر محصن یا محصنہ ہونا معتبر نہیں بلکہ محصن ہو یا غیر محصن ہر دو کو قتل کیا جائے گا اور بوڑھا، جوان، مسلمان، کافر، آزاد اور غلام اس میں برابر ہیں۔ اور آیا مذکورہ موارد میں زانی کو کوڑے مار کر اس کے بعد قتل کیا جائے کہ کوڑوں اور قتل کی دونوں سزائیں دی جائیں؟ بہتر یہی ہے کہ دونوں سزائیں دیں اگرچہ بعض صورتوں میں نفس (جان) کے سلسلہ میں تردد ہے۔

دوسری قسم:- فقط سنگسار کرنا ہے، چنانچہ بیوی والا اگر بالغ و عاقل عورت سے اور شوہر دار عورت اگر بالغ و عاقل مرد سے زنا کرے تو ان کو سنگسار کر دینا واجب ہے اگر دونوں جوان ہوں۔ اور یہ قول معروف ہے کہ جوان مرد و عورت کو کوڑے اور سنگسار، دونوں طرح کی سزا دی جائے لیکن اقرب صرف سنگسار کرنا ہے۔

مسألة ٢ ـ لو زنى البالغ العاقل المحصن بغير البالغة أو بالمجنونة فهل عليه الرجم أم الحد دون الرجم؟ و جهان، لا يبعد ثبوت الرجم عليه، ولو زنى المجنون بالعاقلة البالغة مع كونها مطاوعة فعليها الحد كاملة من رجم أو جلد، و ليس على المجنون حد على الأقوى.

الثالث ـ الجلد خاصة، و هو ثابت على الزاني غير المحصن إذا لم يملك أي لم يزوج، و على المرأة العاقلة البالغة إذا زنى بها طفل، كانت محصنة أو لا، و على المرأة غير المحصنة إذا زنت.

الرابع ـ الجلد و الرجم معاً، و هما حد الشيخ و الشيخة إذا كانا محصنين فيجلدان أولاً ثم يرجمان.

الخامس ـ الجلد و التغريب و الجز، و هي حد البكر، و هو الذي تزوج و لم يدخل بها على الأقرب.

مسألة ٣ ـ الجز حلق الرأس، و لا يجوز حلق لحيته و لا حلق حاجبه و الظاهر لزوم حلق جميع رأسه، و لا يكفي حلق شعر الناصية.

مسألة ٤ ـ حد النفي سنة من البلدة التي جلد فيها، و تعيين البلد مع الحاكم. ولو كانت بلدة الحد غير وطنه لا يجوز النفي منها إلى وطنه، بل لابد من أن يكون إلى غير وطنه، ولو حده في فلاة لا يسقط النفي، فينفيه إلى غير وطنه، و لا فرق في البلد بين كونه مصراً أو قرية.

مسألة ٥ ـ في تكرر الزنا مرتين أو مرات في يوم واحد أو أيام متعددة بامرأة واحدة أو متعددة حد واحد مع عدم إقامة الحد في خلالها هذا إذا اقتضى الزنا المتكرر نوعاً واحداً من الحد كالجلد مثلاً، و أما إن اقتضى حدوداً مختلفة كأن يقتضي بعضه الجلد خاصة و بعضه الجلد و الرجم أو الرجم فالظاهر تكراره بتكرار سببه.

مسألة ٦ ـ لو تكرر من الحر غير المحصن ولو كان امرأة فأقيم عليه الحد ثلاث مرات قتل في الرابعة، و قيل قتل في الثالثة بعد إقامة الحد مرتين، و هو غير

مسئلہ ۲: اگر بیوی والا بالغ و عاقل شخص غیر بالغ لڑکی یا دیوانی عورت سے زنا کرے تو آیا اس کی سزا سنگسار کرنا ہے یا اس پر حد ہے رجم نہیں؟ اس میں دو وجہیں ہیں۔ رجم (سنگساری) کا ثابت ہونا بعید نہیں۔ اور اگر کوئی دیوانہ عاقل و بالغ عورت کے ساتھ زنا کرے اور وہ راضی بھی ہو تو اس عورت پر کامل حد جاری ہوگی چاہے سنگساری ہو یا کوڑے ہوں۔ جبکہ اقویٰ یہ ہے کہ دیوانہ پر کوئی حد نہیں۔

تیسری قسم:- صرف کوڑے لگانا: جو غیر محصن زانی کی سزا ہے۔ بشرطیکہ اس نے شادی نہ کی ہو۔ اور اس عورت کی سزا ہے جو بالغ و عاقل ہو اور اس کے ساتھ بچہ زنا کرے۔ چاہے شوہردار ہو یا نہ ہو۔ اور اسی طرح وہ عورت جو شوہردار نہ ہو اور زنا کرے اس کی سزا ہے۔

چوتھی قسم:- کوڑے اور سنگسار ایک ساتھ: یہ دونوں سزائیں زنا کرنے والے اس بوڑھے اور بوڑھی کی ہیں جو بیوی اور شوہر رکھتے ہوں چنانچہ انکو پہلے کوڑے مارے جائیں گے پھر سنگسار کردیا جائیگا۔

پانچویں قسم: کوڑے، جلاوطنی اور سر مونڈنا: یہ اس باکرہ لڑکی کی سزا ہے۔ جس کی شادی ہوگئی ہو لیکن ابھی تک اس کے شوہر نے اس کے ساتھ ہمبستری نہ کی ہو۔

مسئلہ ۳: جز کا مطلب سر مونڈنا ہے۔ اس شخص کی داڑھی اور بھنویں مونڈنا جائز نہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ پورا سر مونڈنا لازمی ہے صرف اگلے حصہ کے بال مونڈ دینا کافی نہیں۔

مسئلہ ۴: جس شہر میں کوڑے لگائے جائیں اس سے ایک سال تک دور کر دینا حدِ جلاوطنی ہے۔ شہر کا تعین حاکم شرع کے اوپر ہے۔ اور جس شہر میں اس پر حد جاری کی گئی ہے۔ اگر اس کا وطن نہ ہو تو اس کو وطن کی طرف جلاوطن کرنا جائز نہیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ وطن کے علاوہ کسی دوسری جگہ تبعید کیا جائے۔ اور اگر جنگل میں حد جاری کی جائے تو حدِ جلاوطنی ساقط نہیں ہوگی۔ چنانچہ اس کو وطن کے علاوہ کہیں اور تبعید کیا جائے اور "بلد" چاہے شہر ہو یا دیہات اس میں کوئی فرق نہیں۔

مسئلہ ۵: ایک دن میں یا کئی دنوں میں ایک عورت یا کئی عورتوں کے ساتھ دو مرتبہ یا کئی مرتبہ زنا کرنے کی صرف ایک حد ہے۔ اگر درمیان میں حد جاری نہ کی گئی ہو۔ یہ اس صورت میں کہ جب کئی بار زنا کی حد صرف ایک نوعیت کی ہو مثال کے طور پر کوڑے۔ لیکن اگر کئی بار کی حدیں مختلف نوعیت کی ہوں۔ مثلاً بعض دفعہ زنا کی سزا صرف کوڑے ہوں اور بعض دفعہ اس کی سزا کوڑے مارنا اور سنگسار کرنا دونوں ہو یا صرف سنگسار کرنا ہو تو ظاہر ہے تکرارِ سبب کے ساتھ حد بھی مکرر ہو جائے گی۔

مسئلہ ۶: اگر غیر محصن آزاد کئی بار زنا کرے تو اگر وہ عورت ہو تو تین بار اس پر حد جاری ہوگی اور چوتھی مرتبہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن ایک قول یہ ہے کہ تیسری مرتبہ قتل کر دیا جائے گا۔ مگر دو مرتبہ حد جاری کرنے کے بعد۔ لیکن یہ قول ناپسندیدہ ہے۔

مسئلہ ۷: کہتے ہیں کہ کافر ذمی کے سلسلہ میں حاکم شرع کو اختیار ہے کہ اس پر حد جاری کرے یا اسے اس کی قوم و ملت کے سپرد کر دے تاکہ وہ اپنے دستور کے مطابق اس پر حد جاری کریں۔ لیکن احتیاط

مرضي.

مسألة ٧ ـ قالوا: الحاكم بالخيار في الذمي بين إقامة الحد عليه و تسليمه إلى أهل نحلته و ملته ليقيموا الحد على معتقدهم، و الأحوط إجراء الحد عليه، هذا إذا زنى بالذمية أو الكافرة، و إلا فيجري عليه الحد بلا إشكال.

مسألة ٨ ـ لا يقام الحد رجماً و لا جلداً على الحامل ولو كان حمله من الزنا حتى تضع حملها و تخرج من نفاسها إن خيف في الجلد الضرر على ولدها، و حتى ترضع ولدها إن لم يكن له مرضعة ـ ولو كان جلداً ـ إن خيف الاضرار برضاعها، ولو وجد له كافل يجب عليها الحد مع عدم الخوف عليه.

مسألة ٩ ـ يجب الحد على المريض و نحوه كصاحب القروح و المستحاضة إذا كان رجماً أو قتلاً، و لا يجلد أحدهم إذا لم يجب القتل أو الرجم خوفاً من السراية، و ينتظر البرء، ولو لم يتوقع البرء أو رأى الحاكم المصلحة في التعجيل ضربهم بالضغث المشتمل على العدد من سياط أو شماريخ و نحوهما، و لا يعتبر وصول كل سوط أو شمراخ إلى جسده، فيكفي التأثير بالاجتماع و صدق مسمى الضرب بالشماريخ مجتمعاً، ولو برأ قبل الضرب بالضغث حد كالصحيح، وأما لو برأ بعده لم يعد، و لا يؤخر حد الحائض، والأحوط التأخير في النفساء.

مسألة ١٠ ـ لا يسقط الحد باعتراض الجنون أو الارتداد، فان أوجب على نفسه الحد و هو صحيح لا علة به من ذهاب عقل ثم جن أقيم عليه الحد رجماً أو جلداً، ولو ارتكب المجنون الأدواري ما يوجبه في دور إفاقته و صحته أقيم عليه الحد ولو في دور جنونه، و لا ينتظر به الافاقة، و لا فرق بين أن يحس بالألم حال الجنون أولا.

مسألة ١١ ـ لا يقام الحد إذا كان جلداً في الحر الشديد و لا البرد الشديد، فيتوخى به في الشتاء وسط النهار، وفي الصيف في ساعة برده خوفاً من الهلاك أو الضرر زائداً على ما هو لازم الحد، ولا يقام في أرض العدو و لا في الحرم على من التجأ إليه، لكن يضيق عليه في المطعم والمشرب ليخرج، ولو أحدث موجب

اس پر حد جاری کرنے میں ہے۔ یہ اس صورت میں کہ جب کافرہ یا ذمیہ کے ساتھ زنا کیا ہو۔ اس کے علاوہ میں تو بلا اشکال اس پر حد جاری ہوگی۔

مسئلہ ۸: حاملہ عورت پر چاہے زنا سے ہی حاملہ ہو جب تک وضع حمل کر کے نفاس سے فارغ نہ ہو جائے حد جاری نہیں ہوگی اگر کوڑے لگانے میں بچہ کو نقصان پہونچنے کا خوف ہو۔ اور اگر بچہ کو دودھ پلانے والی کوئی اور عورت نہ ہو تو جب تک بچہ کو دودھ پلاتی ہو، چاہے سزا کوڑے ہی ہوں۔ بشرطیکہ اس کی وجہ سے بچہ کے دودھ کا نقصان ہوتا ہو۔ اور اگر کفیل مل جائے تو اس پر حد واجب ہے جبکہ بچہ کو خوف نہ ہو۔

مسئلہ ۹: مریض وغیرہ جیسے صاحب قروح اور مستحاضہ عورت پر حد واجب ہے۔ اگر حد قتل کرنے یا سنگسار کرنے کی شکل میں ہو۔ لیکن اگر قتل یا سنگسار کرنا واجب نہ ہو تو سرایت کر جانے کے اندیشہ کی بنا پر ان میں سے کسی کو بھی کوڑے نہیں مارے جائیں گے بلکہ صحیح ہونے کا انتظار کیا جائے گا۔ لیکن اگر صحیح ہونے کی امید نہ ہو۔ یا حاکم شرع جلدی سزا دینے کو قرین مصلحت جانتا ہو تو کوڑوں کے عدد پر مشتمل کوڑوں یا خرمائی شاخوں کا بنڈل بنا کر ایک مرتبہ ان کے جسم پر مارا جائے۔ چنانچہ ہر کوڑے یا شاخ کا بدن تک پہنچنا ضروری نہیں بلکہ مجموعی طور پر تاثیر اور شاخوں کا بدن پر مارنے کا صادق آنا کافی ہے۔ لیکن اگر بنڈل بنا کر مارنے سے پہلے تندرست ہو جائے تو سالم شخص کے مانند حد جاری کی جائے گی اور بعد میں تندرست ہو تو دوبارہ حد نہیں۔ اور حیض والی عورت پر حد میں تاخیر نہیں ہوگی۔ لیکن احتیاطاً نفاس والی کی حد میں تاخیر ہے۔

مسئلہ ۱۰: جنون یا ارتداد کی بنا پر حد ساقط نہیں ہوگی۔ پس اگر تندرست ہونے کی حالت میں کہ جب عقل کھو جانے کی کوئی علت نہ ہو حد واجب ہو جائے اس کے بعد جنون طاری ہو تو حد جاری کی جائے گی چاہے سنگسار کرنا ہو یا کوڑے لگانا۔ اور اگر "ادواری" مجنون افاقہ کے زمانہ میں ایسے فعل کا مرتکب ہو جائے جس سے حد واجب ہوتی ہو تو اس پر حد جاری ہوگی چاہے وہ اس کے جنون کا زمانہ ہی کیوں نہ ہو اور افاقہ کا انتظار نہیں کیا جائے گا اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ جنون کی حالت میں اسے تکلیف کا احساس ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ ۱۱: اگر سزا کوڑے مارنا ہو تو سخت گرمی اور سخت سردی میں جاری نہیں ہوگی۔ چنانچہ سردیوں میں دوپہر کے وقت اور گرمیوں میں ٹھنڈی گھڑی میں حد جاری کرنے کو کہا جائے۔ اس لئے کہ اس کے برخلاف کرنے میں ہلاک ہو جانے یا حد لازم سے زیادہ ضرر پہونچنے کا خوف ہے اسی طرح دشمن کی زمین میں اور "حرم" میں پناہ لینے والے پر حد جاری نہیں ہوگی لیکن اس کو کھانے پینے کی تنگی دی جائے گی تاکہ حرم سے خارج ہو جائے۔ اور اگر حرم میں ایسا کام کرے جو موجب حد ہو تو اسی میں حد جاری کی جائے گی۔

الحد في الحرم يقام عليه فيه.

المقام الثاني في كيفية إيقاعه

مسألة ١ ـ إذا اجتمع على شخص حدود بدىء بما لا يفوت معه الآخر فلو اجتمع الجلد و الرجم عليه جلد أولاً ثم رجم، ولو كان عليه حد البكر و المحصن فالظاهر وجوب كون الرجم بعدالتغريب على إشكال، ولا يجب توقع برء جلده فيما اجتمع الجلد و الرجم، بل الأحوط عدم التأخير.

مسألة ٢ ـ يدفن الرجل للرجم إلى حقويه لا أزيد، و المرأة إلى وسطها فوق الحقوة تحت الصدر، فان فر أو فرت من الحفيرة ردا إن ثبت الزنا بالبينة، وإن ثبت بالاقرار فان فرا بعداصابة الحجر ولو واحداً لم يردا، و إلا ردا، و في قول مشهور إن ثبت بالاقرار لا يرد مطلقاً، و هو أحوط، هذا في الرجم، و أما في الجلد فالفرار غير نافع فيه، بل يرد و يحد مطلقاً.

مسألة ٣ ـ إذا أقر الزاني المحصن كان أول من يرجمه الامام عليه السلام ثم الناس، و إذا قامت عليه البينة كان أول من يرجمه البينة ثم الامام عليه السلام ثم الناس.

مسألة ٤ ـ يجلد الرجل الزاني قائماً مجرداً من ثيابه إلا ساتر عورته و يضرب أشد الضرب، و يفرق على جسده من أعالي بدنه إلى قدمه، و لكن يتقى رأسه و وجهه وفرجه، وتضرب المرأة جالسة، وتربط عليها ثيابها، ولو قتله أو قتلها الحد فلا ضمان.

مسألة ٥ ـ ينبغي للحاكم إذا أراد إجراء الحد أن يعلم الناس ليجتمعوا على حضوره. بل ينبغي أن يأمر هم بالخروج لحضور الحد، و الأحوط حضور طائفة من المؤمنين ثلاثة أو أكثر، و ينبغي أن يكون الأحجار صغاراً، بل هو الأحوط، و لا يجوز بما لا يصدق عليه الحجر كالحصى، و لا بصخرة كبيرة تقتله بواحدة أو

دوسرا مقام

"کیفیت اجرائے حد"

مسئلہ ۱: اگر کسی شخص پر کئی حدیں ہوں تو پہلے وہ حدیں جاری کرے جس کے بعد دوسری حد فوت نہ ہو۔ چنانچہ اگر کوڑے اور سنگسار دونوں ہوں تو پہلے اس کو کوڑے مارے جائیں پھر سنگسار کیا جائے اور اگر بکر اور "احصان" کی دونوں حدیں ہوں تو ظاہرا واجب یہ ہے کہ جلا وطن کرنے کے بعد سنگسار کیا جائے اگرچہ اس میں اشکال ہے۔ اور جس پر کوڑے اور سنگساری دونوں سزائیں ہوں اس کی جلد کے صحیح ہو جانے کی امید میں انتظار واجب نہیں بلکہ احتیاط تاخیر نہ کرنے میں ہے۔

مسئلہ ۲: سنگسار کرنے کے لئے مرد کو کولھوں تک دفن کیا جائے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ اور عورت کو کولھوں کے اوپر سینہ کے نیچے تک۔ چنانچہ اگر مرد یا عورت گڑھے سے نکل کر بھاگ جائیں تو اگر زنا گواہوں سے ثابت ہوا ہو تو ان کو دوبارہ گڑھے میں لایا جائے گا۔ لیکن "اقرار" سے ثابت ہونے کی صورت میں اگر ایک پتھر کھانے کے بعد بھاگے ہوں تو دوبارہ نہ لایا جائے ورنہ لایا جائے اور ایک مشہور قول یہ ہے کہ اگر اقرار سے ثابت ہوا ہو تو کسی بھی صورت میں نہ پلٹایا جائے اور یہ زیادہ احتیاط ہے۔ یہ رجم (سنگساری) کی صورت میں ارد گیا کوڑوں کا مسئلہ تو اس میں بھاگ نکلنا بے سود ہے۔ بلکہ بہر صورت ان کو پٹا کر کوڑے لگائے جائیں۔

مسئلہ ۳: اگر بیوی والا زانی اقرار کرے تو پہلا پتھر اس کو امام علیہ السلام ماریں۔ پھر دوسرے لوگ سنگسار کریں۔ لیکن جب اس کے خلاف گواہ گزرے ہوں تو پہلے گواہ پتھر ماریں پھر امامؑ اور آخر میں سب لوگ۔

مسئلہ ۴: مرد کو کپڑے اتار کر کھڑا کر کے کوڑے مارے جائیں صرف اسکا آگا پیچھا ڈھکا رہے اور ضربیں سخت شدید ہوں۔ اور اسکے بدن کے اوپر والے حصہ سے لے کر نچلے حصہ تک لگائی جائیں۔ لیکن اسکے سر چہرے اور شرمگاہ کو بچایا جائے۔ لیکن عورت کو بٹھا کر کوڑے مارے جائیں اور لباس اسکے بدن پر رہنے دیا جائے اور اگر "حد" کی وجہ سے مرد یا عورت قتل ہو جائیں تو اس کی کوئی ضمانت نہیں۔

مسئلہ ۵: حاکم شرع کو چاہیئے کہ اجرائے "حد" کے موقع پر اعلان کر کے لوگوں کو اپنے پاس جمع کرے بلکہ اسے چاہیئے کہ وہ مراسم "حد" دیکھنے کی خاطر لوگوں کو اپنے گھروں سے نکلنے کا حکم دے۔ اور احتیاط یہ ہے کہ تین یا اس

إثنتين، و الأحوط أن لا يقيم عليه الحد من كان على عنقه حد سيما إذا كان ذنبه مثل ذنبه، ولو تاب عنه بينه و بين الله جاز إقامته، و إن كان الأقوى الكراهة مطلقاً، و لا فرق في ذلك بين ثبوت الزنا بالاقرار أو البينة.

مسألة ٦ ـ إذا أريد رجمه يأمره الامام عليه السلام أو الحاكم أن يغتسل غسل الميت بماء السدر ثم ماء الكافور ثم القراح، ثم يكفن كتكفين الميت يلبس جميع قطعه و يحنط قبل قتله كحنوط الميت، ثم يرجم فيصلى عليه و يدفن بلا تغسيل في قبور المسلمين، و لا يلزم غسل الدم من كفنه، ولو أحدث قبل القتل لا يلزم إعادة الغسل، و نية الغسل من المأمور، و الأحوط نية الآمر أيضاً.

القول في اللواحق

وفيها مسائل:

مسألة ١ ـ إذا شهد الشهود بمقدار النصاب على امرأة بالزنا قبلاً فادعت أنها بكر و شهد أربع نساء عدول بذلك يقبل شهادتهن و يدرأعنها الحد، بل الظاهر أنه لو شهدوا بالزنا من غير قيد بالقبل و لا الدبر فشهدت النساء بكونها بكراً يدرأ الحد عنها، فهل تحد الشهود للفرية أم لا؟ الأشبه الثاني، و كذا يسقط الحد عن الرجل لو شهد الشهود بزناه بهذه المرأة سواء شهدوا بالزنا قبلاً أو أطلقوا فشهدت النساء بكونها بكراً، نعم لو شهدوا بزناه دبراً ثبت الحد، و لا يسقط بشهادة كونها بكراً، و لو ثبت علماً بالتواتر و نحوه كونها بكراً و قد شهد الشهود بزناها قبلاً أو زناه معها كذلك فالظاهر ثبوت حد الفرية إلا مع احتمال تجديد البكارة و إمكانه ولو ثبت جب الرجل المشهود عليه بالزنا في زمان لا يمكن حدوث الجب بعده دريء عنه الحد و عن المرأة التي شهدوا أنه زنى بها، و حد الشهود للفرية إن ثبت الجب علماً، و إلا فلا يحد.

سے زیادہ مومنین دیکھنے کے لئے جمع ہوں اور بہتر ہے کہ پتھر چھوٹے ہوں بلکہ احتیاط یہی ہے۔ لہذا کنکری کہ جسے پتھر نہیں کہتے جائز نہیں اور اسی طرح بڑا پتھر کہ جو ایک ہی یا دو سے قتل کر دیں۔ اور احتیاط یہ ہے کہ جس کی گردن پر حد موجود ہو وہ اجرائے حد میں شریک نہ ہو خاص کر وہ شخص جس کا گناہ اسی کے مثل ہو۔ اور اگر چہ وہ مین اتفاق نے گناہ سے توبہ کر لی ہو تو جائز ہے۔ اگر چہ بہر صورت اسکا مکروہ ہونا اقویٰ ہے اور اس میں فرق نہیں کہ زنا اقرار سے ثابت ہوا ہو یا گواہوں سے!

مسئلہ ۶: رجم کرنے سے پہلے امامؑ یا حاکم شرع اسکو حکم دیں کہ وہ غسل میت کے مانند آب سدر پھر آب کافور اور آخر میں آب خالص سے غسل کرے۔ اس کے بعد میت کی طرح اسکو کفن پہنایا جائے اور تمام ٹکڑے پہنائے جائیں اور میت کی طرح قتل کرنے سے پہلے اُسے حنوط کیا جائے۔ اس کے بعد سنگسار کر کے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور پھر بغیر غسل دیئے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے۔ اس کے کفن پر سے خون صاف کرنا لازمی نہیں اور قتل سے پہلے اگر اس سے حدث مرزد ہو جائے تو دوبارہ غسل دینا لازمی نہیں۔ غسل کی نیت وہی شخص کریگا لیکن احتیاط یہ ہے کہ غسل کا حکم دینے والا بھی نیت کرے۔

ملحقات حد زنا

مسائل:۔

مسئلہ ۱: اگر بقدر نصاب گواہ کسی عورت کے برخلاف اگلی شرمگاہ سے زنا کروانے کی گواہی دیں۔ جبکہ وہ عورت دعویٰ کرے کہ وہ باکرہ ہے اور چار عادل عورتیں اسکی گواہی دیں تو انکی گواہی قبول کی جائیگی اور اس پر سے حد ختم کر دی جائیگی۔ بلکہ ظاہر تو یہ ہے کہ اگر وہ قبل یا دُبر کی قید لگائے بغیر (زنا) کی گواہی دیں اور عورتیں اس عورت کے باکرہ ہونے کی گواہی دیں تو اس پر سے حد ختم کر دی جائیگی۔ لیکن جھوٹ بولنے کی حد آیا گواہوں پر جاری ہوگی یا نہیں؟ اشبہ یہ ہے کہ جاری نہیں ہوگی۔ اور اسی طرح اگر گواہ اسی عورت کے ساتھ کسی مرد کے زنا کی گواہی دیں، چاہے آگے سے زنا کی گواہی دیں یا مطلق طور پر دیں اور عورتیں اسکے باکرہ ہونیکی گواہی دیں تو اس پر سے حد اٹھ جائیگی۔ ہاں اگر پشت کی طرف سے مرد کے زنا (لواط) کی گواہی دیں تو حد ثابت ہو جائیگی اور اسکے باکرہ ہونے کی گواہی سے ساقط نہیں ہوگی۔ اگر اسکے باکرہ ہونیکا یقین تواتر وغیرہ سے ہو اور گواہ اس کے قُبل میں زنا کروانے یا مرد کے خلاف اس کے ساتھ زنا کرنے کی گواہی دیں تو ظاہراً جھوٹ کی حد ثابت ہو جائے گی۔ مگر یہ کہ تجدید بکارت کا احتمال اور امکان موجود ہو۔ اور کسی مرد کے خلاف اگر ایسے وقت میں زنا کرنے کی گواہی دی جائے کہ جب اس کے آلۂ تناسل کا کٹا ہونا ثابت ہو اور یہ ممکن نہ ہو کہ اسکے بعد کٹا ہو تو اس پر سے حد اٹھالی جائیگی۔ اور اس عورت پر سے بھی کہ جس کے ساتھ زنا کی مرد کے خلاف گواہی گزری ہو۔ اور اگر اسکا کٹا ہونا علم سے ثابت ہو تو گواہوں پر تہمت کی حد جاری ہوگی ورنہ نہیں۔

مسئلہ ۲: اجرائے حد کے موقعہ پر گواہوں کا حاضر ہونا شرط نہیں چاہے کوڑے ہوں یا سنگساری چنانچہ اگر

مسألة ٢ ـ لا يشترط حضور الشهود عند إقامة الحد رجماً أو جلداً، فلا يسقط الحد لو ماتوا أو غابوا، نعم لو فروا لا يبعد السقوط للشبهة الدارئة، ويجب عقلاً على الشهود حضورهم موضع الرجم مقدمة لوجوب بدئهم بالرجم، كما يجب على الامام عليه السلام أو الحاكم الحضور ليبدأ بالرجم إذا ثبت بالاقرار و يأتي به بعدالشهود إذا ثبت بالبينة.

مسألة ٣ ـ إذا شهد أربعة أحدهم الزوج بالزنا فهل تقبل و ترجم المرأة أو يلاعن الزوج ويجلد الآخرون للفرية؟ قولان و روايتان، لا يبعد ترجيح الثاني على إشكال.

مسألة ٤ ـ للحاكم أن يحكم بعلمه في حقوق الله و حقوق الناس. فيجب عليه إقامة حدود الله تعالى لو علم بالسبب، فيحد الزاني كما يجب عليه مع قيام البينة و الاقرار، و لا يتوقف على مطالبة أحد، و أما حقوق الناس فتقف إقامتها على المطالبة حداً كان أو تعزيراً، فمع المطالبة له العمل بعلمه.

مسألة ٥ ـ من افتض بكراً حرة باصبعه لزمه مهرنسائها: ويعزره الحاكم بما رأى.

مسألة ٦ ـ من زنى في زمان شريف كشهر رمضان و الجمع والأعياد أو مكان شريف كالمسجد و الحرم و المشاهد المشرفة عوقب زيادة على الحد. و هو بنظر الحاكم، و تلاحظ الخصوصيات في الأزمنة و الأمكنة أو اجتماع زمان شريف مع مكان شريف، كمن ارتكب و العياذ بالله في ليلة القدر المصادفة للجمعة في المسجد، أو عند الضرائح المعظمة من المشاهد المشرفة

مسألة ٧ ـ لا كفالة في حد و لا تأخير فيه مع عدم عذر كحبل أو مرض، و لا شفاعة في إسقاطه.

الفصل الثاني في اللواط والسحق والقيادة

مسألة ١ ـ اللواط وطء الذكران من الآدمي بايقاب و غيره، و هو لا يثبت

وہ مرجائیں یا غائب ہوجائیں تو حد ساقط نہیں ہوگی۔ البتہ اگر وہ بھاگ جائیں تو بعید نہیں کہ ساقط ہوجائے اس لئے کہ حد ٹلنے والا شبہ موجود ہے۔ لیکن مثلاً گواہوں کا "رجم" کے موقع پر حاضر ہونا من باب المقدمہ واجب ہے اس لئے کہ رجم کی ابتداء کرنا گواہوں پر واجب ہے جیساکہ امام علیہ السلام یا حاکم شرع پر بھی حاضر ہونا واجب ہے تاکہ اگر اقرار سے زنا ثابت ہوا ہو تو "رجم" کی ابتداء کریں اور اگر گواہوں سے ثابت ہوا ہو تو ان کے بعد رجم کریں۔

مسئلہ ۳: اگر چار افراد جن میں ایک شوہر ہو زنا کی گواہی دیں تو آیا گواہی قبول کی جائے گی اور عورت کو سنگسار کیا جائیگا یا مرد لعان کرے گا اور دو مردوں کو جھوٹ کی بنا پر کوڑے لگائے جائینگے؟ اس میں دو قول اور روایتیں ہیں۔ بعید نہیں کہ دوسرے قول کو ترجیح دی جائے لیکن اس میں اشکال ہے۔

مسئلہ ۴: حقوق اللہ اور حقوق العباد میں حاکم شرع اپنے علم کے مطابق فیصلہ دے سکتا ہے۔ پس اگر اس کو سبب کا علم ہو تو حد الٰہی کا اجراء اس پر واجب ہے۔ چنانچہ زانی پر حد جاری کی جائے گی۔ جیساکہ اگر گواہی ہو اور اقرار ہو تو اجرائے حد اس پر واجب ہے۔ اور اس کے لئے کسی کے مطالبہ کی ضرورت نہیں لیکن آدمیوں کے حقوق میں اجرائے حد کے لئے مطالبہ ضروری ہے چاہے حد ہو یا تعزیر چنانچہ جب مطالبہ ہو تو وہ اپنے علم کے مطابق عمل کر سکتا ہے

مسئلہ ۵: جو شخص انگلی سے کسی باکرہ کا افضاء کرے اس پر مہر المثل لازم ہے اور حاکم شرع اس کو اپنی صوابدید کے مطابق تعزیر کرے گا۔

مسئلہ ۶: جو شخص کسی مبارک زمانہ جیسے ماہ رمضان، جمعہ کے دن یا عیدوں کے موقعہ پر یا کسی مبارک جگہ جیسے مسجد، حرم، مشاہد مشرفہ میں زنا کرے تو اسے حد سے زیادہ سزا دی جائے گی اور وہ حاکم شرع کی صوابدید پر منحصر ہے۔ خلاصہ یہ کہ زمانہ اور مکانوں کے خصوصیات یا مبارک زمانہ اور مبارک مکان کے خصوصیات کا لحاظ کیا جائے گا۔ مثلاً معاذ اللہ اگر کوئی شخص شب قدر میں جو جمعہ سے مصادف ہو مسجد میں یا مشاہد مشرفہ کی باعظمت ضریحوں میں اس فعل قبیح کا ارتکاب کرے۔

مسئلہ ۷: اگر حاملگی اور بیماری کا عذر نہ ہو تو حد میں کفالت و تاخیر نہیں ہے اور نہ اس کو ساقط کرنے میں شفاعت ہو سکتی ہے۔

دوسری فصل

لواط، سحق اور قیادت کے بارے میں

مسئلہ ۱: لواط، ذو مردوں کے دخول وغیرہ کی صورت میں وطی کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ فاعل یا مفعول کے

إلا باقرار الفاعل أو المفعول أربع مرات، أو شهادة أربعة رجال بالمعاينة مع جامعيتهم لشرائط القبول.

مسألة ٢ - يشترط في المقر فاعلاً كان أو مفعولاً البلوغ و كمال العقل و الحرية و الاختيار و القصد. فلا عبرة باقرار الصبي و المجنون والعبد و المكره و الهازل.

مسألة ٣ - لو أقر دون الأربع لم يحد، و للحاكم تعزيره بمايرى، ولو شهد بذلك دون الأربعة لم يثبت، بل كان عليهم الحد للفرية، و لا يثبت بشهادة النساء منفردات أو منضمات، والحاكم يحكم بعلمه إماماً كان أو غيره.

مسألة ٤ - لو وطأ فأوقب ثبت عليه القتل و على المفعول إذا كان كل منهما بالغاً عاقلاً مختاراً، و يستوي فيه المسلم و الكافر و المحصن و غيره ولو لاط البالغ العاقل بالصبي موقباً قتل البالغ و أدب الصبي، و كذا لو لاط البالغ العاقل موقباً بالمجنون، و مع شعور المجنون أدبه الحاكم بما يراه، ولو لاط الصبي بالصبي أدبا معاً، ولو لاط مجنون بعاقل حد العاقل دون المجنون، ولو لاط صبي ببالغ حد البالغ و أدب الصبي، ولو لاط الذمي بمسلم قتل و إن لم يوقب، ولو لاط ذمي بذمي قيل كان الامام عليه السلام مخيراً بين إقامة الحد عليه و بين دفعه إلى أهل ملته ليقيموا عليه حدهم، و الأحوط لو لم يكن الأقوى إجراء الحد عليه.

مسألة ٥ - الحاكم مخير في القتل بين ضرب عنقه بالسيف أو إلقائه من شاهق كجبل و نحوه مشدود اليدين و الرجلين أو إحراقه بالنار أو رجمه و على قول أو إلقاء جدار عليه فاعلاً كان أو مفعولاً، ويجوز الجمع بين سائر العقوبات و الاحراق بأن يقتل ثم يحرق.

مسألة ٦ - إذا لم يكن الا تيان إيقاباً كالتفخيذ أو بين الاليتين فحده مأة جلدة، من غير فرق بين المحصن و غيره و الكافر و المسلم إذا لم يكن الفاعل كافراً و المفعول مسلماً، و إلا قتل كما مر، ولو تكرر منه الفعل وتخلله الحد قتل في الرابعة، و قيل في الثالثة، و الأول أشبه.

چار مرتبہ اقرار یا چار مردوں کی عینی گواہی کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتا جبکہ ان کے اندر گواہی کی قبولیت کے شرائط موجود ہوں۔

مسئلہ ۲: اقرار کرنے والے کا "چاہے فاعل ہو یا مفعول" بالغ، عاقل، آزاد اور با قصد و ارادہ ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ بچہ، دیوانہ، غلام، مجبور اور شوقیہ کرنے والے کے اقرار کا کوئی اعتبار نہیں۔

مسئلہ ۳: اگر چار مرتبہ سے کم اقرار کرے تو حد جاری نہیں کی جائے گی لیکن حاکم شرع اپنی مصلحت کے مطابق اس پر تعزیر عائد کر سکتا ہے۔ اور اگر چار سے کم گواہ ہوں تو بھی حد ثابت نہیں ہوگی بلکہ گواہوں پر تہمت کی حد جاری کی جائے گی۔ اور عورتوں کی انفرادی یا انضمامی گواہی سے حد ثابت نہیں ہوتی۔ البتہ حاکم شرع چاہے امام ہو یا غیر امام اپنے علم کے مطابق حکم صادر کر سکتا ہے۔

مسئلہ ۴: اگر وطی کرے اور دخول کرے تو اس پر قتل کی حد ثابت ہے۔ اور اسی طرح مفعول پر بھی بشرطیکہ دونوں بالغ، عاقل اور با اختیار ہوں۔ اس حکم میں مسلمان، کافر، محصن اور غیر محصن سب برابر ہیں۔ اور اگر کوئی بالغ و عاقل بچے کے ساتھ لواط کرے اور دخول کرے تو بالغ کو قتل کر دیا جائے گا اور بچے کو تادیباً سزا دی جائے گی۔ اور اسی طرح اگر بالغ و عاقل کسی دیوانہ کے ساتھ لواط کرے اور دخول کرے۔ اور اگر مجنون کو کچھ شعور ہو تو حاکم شرع اس کو اپنی مرضی کے مطابق سزا دے گا۔ اور اگر بچہ بچے کے ساتھ لواط کرے تو دونوں کو تادیباً سزا دی جائے گی۔ اگر دیوانہ کسی عاقل کے ساتھ لواط کرے تو عاقل پر حد جاری ہوگی، مجنون پر نہیں۔ اگر بچہ کسی بالغ کے ساتھ لواط کرے تو بالغ پر حد ہوگی اور بچے کو تادیب کی جائے گی۔ اور اگر کافر ذمی مسلمان کے ساتھ لواط کرے تو اُسے قتل کر دیا جائے گا چاہے دخول نہ کرے۔ اگر کافر ذمی ذمی کے ساتھ لواط کرے تو امام علیہ السّلام کو اختیار ہے کہ اس پر خود حد جاری کریں یا اسے حد جاری کرنے کے لئے اس کی قوم کے حوالے کر دیں۔ لیکن اگر اقوی نہ ہو تب بھی احوط یہ ہے کہ اس پر حد جاری کی جائے گی۔

مسئلہ ۵: حاکم شرع کو اختیار ہے کہ چاہے تلوار سے گردن کاٹ کر قتل کرے یا اسے ہاتھ پیر باندھ کر پہاڑ کی بلندی وغیرہ سے لڑھکائے یا آگ میں جلا دے یا سنگسار کرے اور ایک قول کی بناء پر یا اس پر دیوار گرا دے، چاہے فاعل ہو یا مفعول۔ اور تمام سزاؤں کے بعد جلا دینا جائز ہے۔ مثلاً اس طرح کہ پہلے اسے قتل کیا جائے پھر جلا دیا جائے۔

مسئلہ ۶: اگر لواط کے دوران دخول نہ کرے جیسے رانوں یا کولھوں کے درمیان وطی کرے تو اس کی حد سو کوڑے ہیں۔ چنانچہ اس میں محصن، غیر محصن اور کافر و مسلم میں کوئی فرق نہیں۔ بشرطیکہ فاعل کافر اور مفعول مسلمان نہ ہو۔ وگرنہ کافر کو قتل کیا جائے گا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اور اگر یہ فعل اس سے کئی بار ہو اور درمیان میں حد جاری ہوئی ہو تو چوتھی بار قتل کر دیا جائے اور ایک قول یہ ہے کہ تیسری بار، لیکن پہلا قول اشبہ ہے۔

مسألة ٧ ـ المجتمعان تحت إزار و احد يعرران إذا كانا مجردين و لم يكن بينهما رحم و لا تقتضي ذلك ضرورة، و التعزير بنظر الحاكم، و الأحوط في المقام الحد إلا سوطاً، و كذا يعزر من قبّل غلاماً بشهوة، بل أو رجلاً أو امرأة صغيرة أو كبيرة.

مسألة ٨ ـ لو تاب اللائط إيقاباً أو غيره قبل قيام البينة سقط الحد ولو تاب بعده لم يسقط، ولو كان الثبوت باقراره فتاب فللامام عليه السلام العفو و الاجراء، و كذا لنائبه على الظاهر.

مسألة ٩ ـ يثبت السحق و هو وطء المرأة مثلها بما يثبت به اللواط، وحده مأة جلدة بشرط البلوغ والعقل و الاختيار محصنة كانت أم لا، و قيل في المحصنة الرجم، و الأشبه الأول، و لا فرق بين الفاعلة و المفعولة، ولا الكافرة و المسلمة.

مسألة ١٠ ـ إذا تكررت المساحقة مع تخللها الحد قتلت في الرابعة و يسقط الحد بالتوبة قبل قيام البينة، و لا يسقط بعده، ولو ثبتت بالاقرار فتابت يكون الامام عليه السلام مخيراً كما في اللواط، و الظاهر أن نائبه مخير أيضاً.

مسألة ١١ ـ الأجنبيتان إذا وجدتا تحت إزار واحد مجردتين عزرت كل واحدة دون الحد، و الأحوط مأة إلا سوطاً.

مسألة ١٢ ـ إن تكرر الفعل منهما و التعزير مرتين أقيم عليهما الحد، ولو عادتا بعد الحد فالأحوط التعزير مرتين والحد في الثالثة، وقيل تقتلان، وقيل تقتلان في التاسعة أو الثانية عشر، و الأشبه ما تقدم.

مسألة ١٣ ـ لو وطأ زوجته فساحقت بكراً فحملت البكر فالولد للواطىء صاحب الماء، و على الصبية الجلد مأة بعد وضعها إن كانت مطاوعة والولد يلحق بها أيضاً، و لها بعد رفع العذرة مهر مثل نسائها، و أما المرأة فقد ورد أن عليها الرجم، وفيه تأمل، و الأحوط الأشبه فيها الجلد مأة.

مسألة ١٤ ـ تثبت القيادة وهي الجمع بين الرجل والمرأة أو الصبية للزنا أو الرجل بالرجل أو الصبي للواط بالاقرار مرتين، وقيل مرة، و الأول أشبه، و يعتبر

مسئلہ ۷: ایک لحاف کے نیچے اگر دو شخص ننگے ہوں اور رشتہ دار نہ ہوں اور کوئی ضرورت بھی نہ ہو تو انھیں تعزیراً سزا دی جائیگی اور تعزیر حاکم شرع پر موقوف ہے۔ اس مقام پر احتیاط یہ ہے کہ حد سے ایک کوڑا کم رکھا جائے۔ اور اسی طرح جو شخص شہوت کے ساتھ کسی بچے کو بوسہ دے اسے بھی تعزیر کی جائیگی۔ بلکہ اگر کسی مرد کو یا چھوٹی لڑکی یا بڑی عورت کو بوسہ دے تب بھی تعزیر ہوگی۔

مسئلہ ۸: اگر گواہی سے پہلے لواط کرنے والا اپنا جرم قبول کیا ہو یا نہ، توبہ کرے تو حد ساقط ہو جائے گی لیکن اگر بعد میں توبہ کرے تو ساقط نہیں ہوگی۔ اور اگر حد اس کے اقرار کے ذریعہ ثابت ہوئی ہو مگر اس کے بعد توبہ کرے تو امام علیہ السلام کو اختیار ہے کہ معاف کردیں یا حد جاری کریں اور علی الظاہر یہی اختیار نائب امام کو بھی حاصل ہے۔

مسئلہ ۹: سحق یعنی عورت کا عورت کے ساتھ وطی کرنا بھی اسی سے ثابت ہوتا ہے جس سے لواط ثابت ہوتا ہے۔ اور بلوغ، عقل اور اختیار کی شرط کے ساتھ اس کی حد سو کوڑے ہیں چاہے محصنہ ہو یا غیر محصنہ۔ ایک قول یہ ہے کہ محصنہ کو سنگسار کیا جائے۔ جبکہ اشبہ پہلا قول ہے۔ اس میں فاعلہ، مفعولہ، کافرہ اور مسلمہ میں کوئی فرق نہیں۔

مسئلہ ۱۰: جب مساحقہ کا تکرار کرے اور درمیان میں حد جاری ہوچکی ہو تو چوتھی بار قتل کردی جائے گی۔ اور گواہوں سے پہلے توبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی لیکن بعد میں ساقط نہیں ہوگی۔ اور اگر حد اقرار سے ثابت ہو اور عورت توبہ کرے تو لواط کے مانند اس میں بھی امام کو اختیار ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ نائب امام بھی مجاز ہوتا ہے۔

مسئلہ ۱۱: دو اجنبی عورتیں اگر ایک لحاف کے نیچے ننگی پائی جائیں تو حد کی مقدار سے کم تعزیر ان پر عائد ہوگی اور اس میں احتیاط یہ ہے کہ ایک کم سو کوڑے مارے جائیں۔

مسئلہ ۱۲: اگر اس فعل کا تکرار کریں اور دو بار تعزیر ہوچکے تو اس کے بعد ان پر حد جاری ہوگی اب اگر حد کے بعد پھر وہی کام کریں تو احتیاطاً دو بار تعزیر کے بعد تیسری بار پھر حد جاری ہوگی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ انھیں قتل کردیا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ نویں مرتبہ یا بارہویں مرتبہ قتل کیا جائے۔ لیکن اشبہ وہی ہے جو پہلے بیان ہوا۔

مسئلہ ۱۳: اگر بیوی سے مباشرت کرے اور بیوی کسی باکرہ سے مساحقت کرے جسکے نتیجہ میں وہ باکرہ حاملہ ہوجائے تو بچہ وطی کرنے والے کا ہے جسکی منی ہے۔ اور باکرہ کی اگر مرضی رہی ہو تو وضع حمل کے بعد اسے سو کوڑے مارے جائیں اور فرزند بھی اسی کے ساتھ ملحق ہوگا۔ اور پردۂ بکارت زائل ہوجانے کے بعد اس کا مہر مہرالمثل ہوگا۔ رہ گئی عورت تو اس کے بارے میں بالتحقیق وارد ہوا ہے کہ اسے سنگسار کیا جائے۔ لیکن اس میں تامل ہے۔ لہٰذا احوط اشبہ یہ ہے کہ اسے بھی سو کوڑے مارے جائیں۔

مسئلہ ۱۴: قیادت دو بار اقرار کرنے سے ثابت ہوجاتی ہے۔ قیادت کا مطلب ہے۔ مرد و عورت یا لڑکی کو زنا یا مرد مرد یا لڑکے کو لواط کے لئے آپس میں ملانا۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک بار اقرار کرنے سے ثابت ہوجاتی

في الاقرار بلوغ المقر و عقله و اختياره و قصده، فلا عبرة باقرار الصبي و المجنون و المكره والهازل و نحوه، و تثبت أيضاً بشهادة شاهدين عدلين.

مسألة ١٥ ـ يحد القوّاد خمس و سبعون جلداً ثلاثة أرباع حد الزاني و ينفى من البلد الى غيره، والأحوط أن يكون النفي في المرة الثانية، و على قول مشهور يحلق رأسه و يشهر، و يستوي فيه المسلم و الكافر و الرجل و المرأة إلا أنه ليس في المرأة إلا الجلد، فلا حلق و لا نفي و لا شهرة عليها، ولا يبعد أن يكون حد النفي بنظر الحاكم.

الفصل الثالث في حد القذف

والنظر فيه في الموجب والقاذف والمقذوف والأحكام.

القول في الموجب

مسألة ١ ـ موجب الحد الرمي بالزنا أو اللواط، و أما الرمي بالسحق و سائر الفواحش فلا يوجب حدّ القذف، نعم للامام عليه السلام تعزير الرامي.

مسألة ٢ ـ يعتبر في القذف أن يكون بلفظ صريح أو ظاهر معتمد عليه كقوله: «أنت زنيت» أو «...لطت» أو «أنت زانٍ» أو «لائط» أو «ليط بك» أو «أنت منكوح في دبرك» أو «يازاني» «يالاطيء» و نحو ذلك مما يؤدي المعنى صريحاً أو ظاهراً معتمداً عليه، و أن يكون القائل عارفاً بما وضع له اللفظ و مفاده في اللغة التي يتكلم بها، فلو قال عجمي أحد الألفاظ المذكورة مع عدم علمه بمعناها لم يكن قاذفاً، و لا حد عليه و لو علم المخاطب، و على العكس لو قاله العارف باللغة لمن لم يكن عارفاً فهو قاذف و عليه الحد.

مسألة ٣ ـ لو قال لولده الذي ثبت كونه ولده باقرار منه أو بوجه شرعي:

ہے۔ لیکن پہلا قول اشبہ ہے۔ اور اقرار کے لئے مقر کا بالغ، با اختیار با قصد ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ بچہ، دیوانہ مجبور شخص اور شوخی کرنے والے وغیرہ کے اقرار کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسکے علاوہ دو گواہوں کی گواہی سے بھی قیادت ثابت ہو جاتی ہے۔

مسئلہ ۱۵: قیادت کرنے والوں کی سزا زانی کی حد کے تین چوتھائی کے برابر یعنی پچھتر کوڑے ہیں اور اسے شہر بدر کر دیا جائے گا۔ اور احتیاط یہ ہے کہ دوسری مرتبہ میں شہر بدر کیا جائے۔ قول مشہور یہ ہے کہ اس کا سر منڈوا کر اسے در بدر پھیرا جائے۔ اس حکم میں مسلمان، کافر اور مرد و عورت برابر ہیں۔ البتہ عورت کو صرف کوڑے مارے جائیں۔ اس کے لئے سر منڈوانا، شہر بدر کرنا اور تشہیر نہیں ہے۔ اور بعید نہیں کہ شہر بدر کرنے کی حد حاکم شرع کی صواب دید پر ہو۔

تیسری فصل

حدِ قذف

اس میں کلام، موجب حد، قاذف، مقذوف اور احکام کے بارے میں ہے

موجب حد

مسئلہ ۱: زنا اور لواط کی تہمت موجب حد ہے۔ لیکن سحق اور دوسرے فواحش کی تہمت لگانے سے حد واجب نہیں ہوتی۔ البتہ امام علیہ السلام تہمت لگانے والے پر تعزیر لگا سکتے ہیں۔

مسئلہ ۲: قذف میں معتبر یہ ہے کہ لفظ صریح ہو یا قابل اعتماد ظہور رکھتا ہو، مثلاً "اَنتَ زَنَیتَ" "تو نے زنا کیا ہے۔ یا "انت لطتَ" "تو نے لواط کیا ہے۔ یا "انت زانٍ" "تو زانی ہے۔ یا "لائط" لوطی ہے یا "لیط بک" تمہارے ساتھ لواط کیا گیا ہے یا "انت منکوح فی دبرک" "تیری دُبر میں وطی کی گئی ہے یا" یا زانی "اے زنا کار" یا "یا لاطی" "اے لواط کرنیوالے" اور اسی قبیل کے الفاظ جو معنی پر واضح طور پر یا ظاہراً دلالت کرتے ہوں اور کہنے والا یہ جانتا ہو کہ یہ لفظ جس زبان میں وہ کہہ رہا ہے کس معنی اور مفاد کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ پس اگر کوئی عجمی مذکورہ الفاظ کہے اور ان کے معنی نہ جانتا ہو تو قاذف نہیں کہلائے گا۔ اور نہ اس پر حد جاری ہوگی چاہے مخاطب ان معنوں سے واقف ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے برعکس اگر زبان جاننے والا یہ الفاظ اس شخص کے بارے میں کہے جو زبان نہ جانتا ہو تو وہ قاذف کہلائے گا اور اس پر حد جاری ہوگی۔

مسئلہ ۳: اگر "اقرار یا دلیل شرعی سے ثابت شدہ" اپنے فرزند سے کہے: "تو میرا فرزند نہیں" تو اس پر حد ہے۔ اسی طرح اگر کسی غیر کے بارے میں کہے کہ جس کا دلیل شرعی سے اس کا فرزند ہونا ثابت ہو کہ مثلاً

«لست بولدي» فعليه الحد، و كذا لو قال لغيره الذي ثبت بوجه شرعي أنه ولد زيد: «لست بولد زيد» أو «أنت ولد عمرو» نعم لو كان في أمثال ذلك قرينة على عدم إرادة القذف ولو للتعارف فليس عليه الحد، فلو قال: «أنت لست بولدي» مريداً به ليس فيك ما يتوقع منك أو «أنت لست بابن عمرو» مريداً به ليس فيك شجاعته مثلاً فلا حد عليه و لا يكون قذفاً.

مسألة ٤ ـ لو قال: «يا زوج الزانية» أو «يا أخت الزانية» أو «يابن الزانية» أو «زنت أمك» و أمثال ذلك فالقذف ليس للمخاطب، بل لمن نسب إليه الزنا، و كذا لو قال: «يابن اللاطىء» أو «يابن الملوط» أو «يا أخ اللاطىء» أو «يا أخ الملوط» مثلاً فالقذف لمن نسب إليه الفاحشة لا للمخاطب، نعم عليه التعزير بالنسبة إلى إيذاء المخاطب و هتكه فيما لا يجوز له ذلك.

مسألة ٥ ـ لو قال: «ولدتك أمك من الزنا» فالظاهر عدم ثبوت الحد، فان المواجه لم يكن مقذوفاً. و يحتمل انفراد الأب بالزنا أو الأم بذلك، فلا يكون القذف لمعين، ففي مثله تحصل الشبهة الدارئة، ويحتمل ثبوت الحد مع مطالبة الأبوين، و كذا لو قال: «أحدكما زان» فانه يحتمل الدرء و يحتمل الحد بمطالبتهما.

مسألة ٦ ـ لو قال: «زنيت أنت بفلانة» أو «لطت بفلان» فالقذف للمواجه دون المنسوب إليه على الأشبه، وقيل: عليه حدان.

مسألة ٧ ـ لو قال لابن الملاعنة: «يابن الزانية» أو لها «يازانية» فعليه الحد لها ولو قال لامرأة: «زنيت أنا بفلانة» أو «زنيت بك» فالأشبه عدم الحد لها، ولو أقر بذلك أربع مرات يحد حد الزاني.

مسألة ٨ ـ كل فحش نحو «ياديوث» أو تعريض بما يكرهه المواجه و لم يفد القذف في عرفه و لغته يثبت به التعزير لا الحد، كقوله: «أنت ولد حرام» أو «يا ولد الحرام» أو «يا ولد الحيض» أو يقول لزوجته: «ما وجدتك عذراء» أو

"تو زید کا فرزند نہیں" یا "تو عمرو کا فرزند ہے۔" البتہ اگر ان باتوں میں تہمت کا ارادہ نہ ہونے پر قرینہ ہو چاہے عرفِ عام میں اس لفظ کے معنیٰ مُراد غیر قذف کے ہوں تو اس پر حد نہیں۔ اگر کہے "تو میرا فرزند نہیں"، اس کی وجہ یہ ہو کہ تجھ سے جس چیز کی توقع تھی وہ تجھ میں نہیں۔ یا "تو ابن عمرو نہیں ہے۔" جس سے مُراد یہ ہو کہ تیرے اندر اس کی جیسی بہادری نہیں تو اس پر حد نہیں اور نہ وہ قاذف کہلائے گا۔

مسئلہ ۴: اگر کہے "اے زانیہ کے شوہر" یا "اے زانیہ کی بہن" یا "اے زانیہ کے بیٹے" یا "تیری ماں نے زنا کیا ہے۔" اور اسی قبیل کے الفاظ، تو مخاطب پر تہمت نہیں بلکہ اس پر ہے جس کی طرف زنا کی نسبت دی گئی ہے، اور اسی طرح ہے اگر یہ کہے "اے لوطی کے بیٹے" یا "اے اس کے بیٹے جس سے لواط کیا گیا ہے۔" یا "اے لوطی کے بھائی" یا "اے ملوط کے بھائی" تو تہمت اس پر ہے جس کی طرف یہ بُرائی منسوب ہے۔ مخاطب پر نہیں۔ البتہ اس شخص پر مخاطب کو اذیت پہنچانے کی تعزیر ہے جو اس کے لئے جائز نہیں۔

مسئلہ ۵: اگر کہے "تیری ماں نے تجھے زنا سے جنا ہے" تو ظاہرا حد ثابت نہیں۔ اس لئے کہ جس شخص سے کہا گیا ہے اس پر تہمت نہیں، اور احتمال یہ ہے کہ ماں یا باپ نے انفرادی طور پر زنا کا اقدام کیا ہو لہٰذا کسی معین شخص پر نہیں۔ پس اس صورت میں حد کو ٹالنے والا شبہ موجود ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ ماں باپ کے مطالبہ کرنے پر حد ثابت ہو جائے۔ اور اسی طرح اگر کہے "تم میں ایک زانی ہے"، تو اس میں احتمال ہے کہ حد ٹل جائے اور یہ احتمال بھی ہے کہ ان کے مطالبہ کرنے پر ثابت ہو جائے۔

مسئلہ ۶: اگر کہے "تم نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے" یا فلاں شخص کے ساتھ لواط کیا ہے تو تہمت اس شخص پر ہے جس سے کہا گیا ہے، جس کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ اس پر نہیں اشبہ یہی ہے۔ لیکن یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس پر دو حدیں ہیں۔

مسئلہ ۷: اگر لعان کرنے والی کے بیٹے سے کہے "اے زانیہ کے بیٹے!" یا اس سے کہے "اے زانیہ" تو اس شخص پر حد ہے۔ اور اگر کسی عورت سے کہے "میں نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے" یا "میں نے تیرے ساتھ زنا کیا ہے" تو اشبہ یہ ہے کہ عورت پر حد نہیں۔ لیکن اگر وہ شخص چار مرتبہ اس کا اقرار کرے تو اس پر زانی کی حد جاری ہو گی۔

مسئلہ ۸: ہر فحش جیسے "اے دیوث" یا تعریض جسے سُننے والا ناپسند کرتا ہو اور اس کے عرف و زبان میں تہمت میں شامل نہ ہو اس سے تعزیر ثابت ہوتی ہے۔ حد نہیں۔ مثلاً یہ کہنا "تو حرامی ہے" یا "ولد الحرام" ہے یا "ولد الحیض" ہے یا اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تجھے باکرہ نہیں پایا۔ یا کہے "اے فاسق" "اے فاجر" "اے شرابخور" وغیرہ کہ جس سے دوسرے کی خفت و توہین ہوتی ہو اور وہ اس کا مستحق نہ ہو تو اس میں تعزیر ہے حد نہیں، اور اگر مستحق ہو تو کچھ بھی نہیں۔

يقول: «يا فاسق» «يا فاجر» «يا شارب الخمر» و أمثال ذلك مما يوجب الاستخفاف بالغير و لم يكن الطرف مستحقاً ففيه التعزير لا الحد، ولو كان مستحقاً فلا يوجب شيئاً.

القول في القاذف والمقذوف

مسألة ١ ـ يعتبر في القاذف البلوغ و العقل، فلو قذف الصبي لم يحد و إن قذف المسلم البالغ العاقل، نعم لو كان مميزاً يؤثر فيه لتأديب أدب على حسب رأي الحاكم، و كذا المجنون، و كذا يعتبر فيه الاختيار، فلو قذف مكرهاً لا شيء عليه، والقصد، فلو قذف ساهياً أو غافلاً أو هزلاً لم يحدّ.

مسألة ٢ ـ لو قذف العاقل أو المجنون أدواراً في دور عقله ثم جنّ العاقل و عاد دور جنون الأدواري ثبت عليه الحد و لم يسقط، ويحدّ حال جنونه.

مسألة ٣ ـ يشترط في المقذوف الاحصان، و هو في المقام عبارة عن البلوغ و العقل و الحرية و الاسلام والعفة، فمن استكملها وجب الحد بقذفه، و من فقدها أو فقد بعضها فلا حد على قاذفه، و عليه التعزير، فلو قذف صبياً أو صبية أو مملوكاً أو كافراً يعزر، و أما غيرالعفيف فان كان متظاهراً بالزنا أواللواط فلاحرمة له فلاحد على القاذف ولا تعزير ولو لم يكن متظاهراً بهما فقذفه يوجب الحد، ولو كان متظاهراً بأحدهما ففيما يتظاهر لاحد ولا تعزير، و في غيره الحد على الأقوى، ولو كان متظاهراً بغيرهما من المعاصي فقذفه يوجب الحد.

مسألة ٤ ـ لو قال للمسلم: «يابن الزانية» أو «أمك زانية» و كانت أمه كافرة ففي رواية يضرب القاذف حداً، لأن المسلم حصنها، والأحوط التعزير دون الحد.

مسألة ٥ ـ لو قذف الأب ولده بما يوجب الحد لم يحد، بل عليه التعزير للحرمة لا للولد، و كذا لا يحد لو قذف زوجته الميتة و لا وارث لها إلا ولده، ولو كان لها

مسائل قاذف و مقذوف

مسئلہ ۱: قاذف کا بالغ اور عاقل ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ اگر بچہ تہمت لگائے تو اس پر حد نہیں چاہے بالغ و عاقل مسلمان پر ہی تہمت لگائے۔ البتہ اگر بچہ سوجھ بوجھ رکھتا ہو کہ تادیب اس میں مؤثر ہو تو حاکم شرع کی رائے کے مطابق اس کو تادیب کی جائے گی۔ یہی حکم مجنون کا بھی ہے۔ اور اسی طرح اس میں اختیار معتبر ہے۔ پس اگر تہمت لگانے پر مجبور کیا جائے تو اس پر کچھ نہیں۔ اور قصد بھی ضروری ہے۔ پس اگر بھولے سے غفلت میں یا مذاق میں تہمت لگائے تو اس پر حد نہیں۔

مسئلہ ۲: اگر عاقل شخص یا ادواری دیوانہ اپنے عقل کے زمانہ میں کسی پر تہمت لگائے پھر عاقل دیوانہ ہو جائے اور ادواری دیوانے کی دیوانگی کا دور آ جائے تو اس پر حد ثابت ہے۔ دیوانگی کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگی اور دیوانگی کی حالت میں ہی حد کا اجراء کیا جائے گا۔

مسئلہ ۳: جس پر تہمت لگائی جائے اس کا محصن ہونا شرط ہے۔ اس مقام پر احصان سے مراد: بالغ، عاقل، آزاد، مسلمان ہونا اور با عفت ہونا ہے۔ پس جس میں یہ شرطیں پائی جائیں اس پر تہمت لگانے سے حد واجب ہو جاتی ہے اور جس میں یہ شرطیں یا ان میں سے بعض نہ ہوں اس پر تہمت لگانے والے پر حد واجب نہیں۔ لیکن تعزیر ہے۔ پس اگر کسی بچے، بچی غلام یا کافر پر تہمت لگائے تو اس پر تعزیر ہے۔ لیکن غیر عفیف اگر زنا اور لواط کو ظاہر کرتا ہو تو وہ قابل احترام نہیں اور اس پر تہمت لگانے والے پر نہ حد ہے اور نہ ہی تعزیر لیکن اگر زنا اور لواط میں متظاہر نہ ہو تو اس پر تہمت لگانا موجب حد ہے۔ اگر زنا یا لواط میں سے کسی ایک میں تظاہر کرتا ہو تو جس میں تظاہر کرے اس میں نہ حد ہے نہ تعزیر۔ لیکن اس کے علاوہ میں اقویٰ یہ ہے کہ حد ہے اور اگر ان دو کے علاوہ دوسرے گناہوں میں متظاہر ہو تو اس پر تہمت لگانا موجب حد ہے۔

مسئلہ ۴: اگر کسی مسلمان سے کہے: "اے زانیہ کے بیٹے! یا تیری ماں زانیہ ہے:" اور اس مسلمان کی ماں کافرہ ہو تو ایک روایت میں ہے کہ تہمت لگانے والے پر حد جاری ہوگی اس لئے کہ وہ مسلمان کی پناہ میں رہی ہے۔ لیکن احتیاطاً تعزیر ہے حد نہیں۔

مسئلہ ۵: اگر باپ اپنے بیٹے پر ایسی تہمت لگائے جو موجب حد ہو تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی بلکہ اس پر تعزیر ہے اور وہ بھی بیٹے کی وجہ سے نہیں بلکہ احترام کی بنا پر! اور اسی طرح اس مردہ بیوی پر تہمت

ولد من غيره كان له الحد، و كذا لو كان لها وارث آخر غيره، و الظاهر أن الجد والد، فلا يحد بقذف ابن ابنه، ويحد الولد لو قذف أباه و إن علا، وتحد الأم لو قذفت ابنها، والأقارب لو قذفوا بعضهم بعضاً.

مسألة ٦ ـ إذا قذف جماعة واحداً بعد واحد فلكل واحد حد، سواء جاؤوا لطلبه مجتمعين أو متفرقين، ولو قذفهم بلفظ واحد بأن يقول: «هؤلاء زناة» فان افترقوا في المطالبة فلكل واحد حد، و إن اجتمعوا بها فللكل حد واحد، ولو قال: «زيد و عمرو و بكر ـ مثلاً ـ زناة» فالظاهر أنه قذف بلفظ واحد، و كذا لو قال: «زيد زان و عمرو و بكر» و أما لو قال: «زيد زان و عمرو زان و بكر زان» فلكل واحد حد اجتمعوا في المطالبة أم لا، ولو قال: «يابن الزانيين» فالحد لهما، والقذف بلفظ واحد فيحد حداً واحداً مع الاجتماع على المطالبة، وحدين مع التعاقب.

القول في الأحكام

مسألة ١ ـ يثبت القذف بالاقرار، ويعتبر على الأحوط أن يكون مرتين، بل لا يخلو من وجه، و يشترط في المقر البلوغ والعقل والاختيار والقصد، و يثبت أيضاً بشهادة شاهدين عدلين، ولا يثبت بشهادة النساء منفردات ولا منضمات.

مسألة ٢ ـ الحد في القذف ثمانون جلدة ذكراً كان المفتري أو أنثى و يضرب ضرباً متوسطاً في الشدة لا يبلغ به الضرب في الزنا، و يضرب فوق ثيابه المعتادة، و لا يجرد، و يضرب جسده كله إلا الرأس والوجه و المذاكير، و على رأي يشهر القاذف حتى تجتنب شهادته.

مسألة ٣ ـ لو تكرر الحد بتكرر القذف فالأحوط أن يقتل في الرابعة ولو قذف، فحد فقال: «إن الذي قلت حق» وجب في الثاني التعزير ولو قذف شخصاً بسبب واحد عشر مرات بأن قال: «أنت زان» و كرره ليس عليه إلا

لگانے سے بھی حد جاری نہیں ہوتی جس کا وارث صرف تہمت لگانے والے کا بیٹا ہو۔ لیکن اگر تہمت لگانے والے کے علاوہ کسی سے اسکا کوئی فرزند ہو تو تہمت لگانے والے پر حد جاری ہوگی۔ اور اسی طرح اگر فرزند کے علاوہ کوئی اور اس کا وارث ہو۔ ظاہراً دادا باپ ہوتا ہے لہٰذا پوتے پر تہمت لگانے سے اس پر حد جاری نہیں ہوگی لیکن بیٹا اگر باپ دادا یا اس سے اوپر کسی پر تہمت عائد کرے تو اس پر حد جاری ہوگی۔ اور ماں اگر بیٹے پر تہمت لگائے تو موجب حد ہے۔ یہی حکم رشتہ داروں کے ایک دوسرے پر تہمت لگانے کا ہے۔

مسئلہ ۶: جب ایک گروہ پر یکے بعد دیگرے تہمت لگائے تو ہر ایک کے لئے حد ہے چاہے اکٹھے حد کا مطالبہ کریں یا الگ الگ۔ اور اگر ایک ہی لفظ سے ان پر تہمت لگائے مثلاً کہے "یہ سب زانی ہیں" تو الگ الگ مطالبہ کرنے پر ہر ایک کے لئے ایک حد جاری ہوگی۔ لیکن سب ملکر اگر مطالبہ کریں تو سب کے لئے ایک حد جاری ہوگی۔ اگر کہے کہ مثلاً زید، بکر و عمر و زانی ہیں تو ظاہراً یہ تہمت ایک ہی لفظ سے ہے۔ اسی طرح ہے اگر یہ کہے کہ زید زانی ہے اور عمرو بکر بھی۔ لیکن اگر کہے زید زانی ہے اور عمرو زانی ہے اور بکر زانی ہے تو ہر ایک کے لئے ایک حد ہوگی چاہے سب ملکر مطالبہ کریں یا نہ! اور اگر کہے! اے دو زنا کاروں کے بیٹے! تو دونوں کی خاطر حد ہوگی اور چونکہ تہمت میں ایک لفظ ہے۔ لہٰذا اگر دونوں مل کر مطالبہ کریں تو ایک حد ہوگی اور جو ایک دوسرے کے بعد مطالبہ کریں تو دو حدیں ہوں گی۔

احکامِ قذف

مسئلہ ۱: اقرار کرنے سے تہمت ثابت ہوجاتی ہے اور احتیاطاً دو بار اقرار معتبر ہے بلکہ یہ اعتبار دلیل سے خالی نہیں۔ اقرار کرنے والے کا بالغ، عاقل اور صاحبِ قصد و اختیار ہونا شرط ہے۔ اسکے علاوہ دو عادل گواہوں کی گواہی سے بھی اقرار ثابت ہوجاتا ہے۔ لیکن عورتوں کی انفرادی یا انضمامی گواہی سے اقرار ثابت نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۲: قذف (تہمت) کی حد اسّی کوڑے ہیں خواہ تہمت لگانے والا مرد یا عورت لیکن کوڑے اتنے زور سے نہیں مارے جائیں جتنے زور سے زنا کی حد میں مارے جاتے ہیں اور کوڑے مارنے وقت اسے برہنہ نہیں کیا جاتا بلکہ معمول کے مطابق پہنے جانے والے کپڑوں کے اوپر سے ہی مارے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ چہرے سر اور شرمگاہوں کے علاوہ پورے بدن پر مارے جاتے ہیں۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ تہمت لگانے والے کو مشتہر کیا جاتا ہے تاکہ اس کی گواہی سے بچا جا سکے۔

مسئلہ ۳: اگر کئی بار تہمت کی وجہ سے متعدد بار حدیں جاری کی جائیں تو احتیاط یہ ہے کہ چوتھی مرتبہ میں اس کو قتل کر دیا جائے۔ اور اگر تہمت لگائے، پھر اس پر حد جاری ہو۔ پس اس کے بعد کہے "یقیناً جو میں نے کہا ہے وہ حق ہے" تو دوسری بار تعزیر واجب ہے۔ اور اگر کسی شخص پر ایک ہی تہمت دس بار لگائے مثلاً یہ کہے

حد واحد، ولو تعدد المقذوف يتعدد الحد، ولو تعدد المقذوف به بأن قال: «أنت زانٍ و أنت لائط» ففي تكرر الحد إشكال، والأقرب التكرر.

مسألة ٤ - إذا ثبت الحد على القاذف لا يسقط عنه إلا بتصديق المقذوف ولو مرة، و بالبينة التي يثبت بها الزنا، و بالعفو، ولو عفا ثم رجع عنه لا أثر لرجوعه، و في قذف الزوجة يسقط باللعان أيضاً.

مسألة ٥ - إذا تقاذف إثنان سقط الحد و عزرا، سواء كان قذف كل بما يقذف به الآخر كما لو قذف كل صاحبه باللواط فاعلاً أو مفعولاً أو اختلف كأن قذف أحدهما صاحبه بالزنا و قذف الآخر إياه باللواط.

مسألة ٦ - حد القذف موروث إن لم يستوفه المقذوف و لم يعف عنه و يرثه من يرث المال ذكوراً و إناثاً إلا الزوج و الزوجة، لكن لا يورث - كما يورث المال - من التوزيع، بل لكل واحد من الورثة المطالبة به تاماً و إن عفا الآخر.

فروع:

الأول - من سبّ النبي صلى الله عليه و آله و العياذ بالله وجب على سامعه قتله ما لم يخف على نفسه أو عرضه أو نفس مؤمن أو عرضه، و معه لا يجوز، ولو خاف على ماله المعتد به أومال أخيه كذلك جازتركُ قتله، و لا يتوقف ذلك على إذن من الامام عليه السلام أو نائبه، و كذا الحال لو سبّ بعض الأئمة عليهم السلام، و في إلحاق الصديقة الطاهرة سلام الله عليها بهم وجه، بل لو رجع إلى سبّ النبي(ص) يقتل بلا إشكال.

الثاني - من ادعى النبوة يجب قتله، و دمه مباح لمن سمعها منه إلا مع الخوف كما تقدم، و من كان على ظاهر الاسلام و قال: «لا أدري أن محمد بن عبدالله صلى الله عليه و آله صادق أو لا» يقتل.

الثالث - من عمل بالسحر يقتل إن كان مسلماً، و يؤدب إن كان كافراً و

"تو زانی ہے" اور اسی کو کئی بار کہے تو اس پر صرف ایک حد جاری ہوگی. اگر تہمتیں زیادہ ہوں تو حدیں بھی متعدد ہوں گی اور تہمتیں کئی ہوں مثلاً کہے "تو زانی ہے، تو لوطی ہے" تو کئی بار حد جاری ہونے میں اشکال ہے لیکن اقرب یہ ہے کہ حد بھی کئی بار جاری ہوگی۔

مسئلہ ۴: تہمت لگانے والے پر حد ثابت ہوجانے کے بعد اس وقت تک ساقط نہیں ہوتی۔ جب تک کہ یا تو وہ شخص جس پر تہمت ہے تصدیق نہ کردے چاہے ایک بار ہی ہو۔ یا وہ گواہ تصدیق نہ کردیں جن کی گواہی سے زنا ثابت ہوتا ہے یا وہ شخص معاف کردے اور اگر معاف کرنے کے بعد اس سے پھر جائے تو پھر جانا بے کار ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر متہم زوجہ ہو تو "لعان" سے بھی حد ساقط ہوجاتی ہے۔

مسئلہ ۵: اگر دو شخص ایک دوسرے پر تہمت لگائیں تو حد ساقط ہوجائیگی اور دونوں پر تعزیر عائد ہوگی چاہے جو تہمت ایک نے لگائی ہو وہی دوسرا بھی لگائے مثلاً ہر ایک دوسرے پر لواط کی تہمت لگائے۔ فاعل ہو یا مفعول؛ یا ایک دوسرے کے خلاف تہمت لگائیں۔ مثلاً ایک زنا کا الزام لگائے جبکہ دوسرا اس پر لواط کی تہمت عائد کرے۔

مسئلہ ۶: حدِّ قذف کو اگر مقذوف نے استیفا یا معاف نہ کیا ہو تو یہ موروثی ہے۔ جن کو مالی وراثت ملتی ہے وہی اس کے وارث بھی ہوتے ہیں۔ صرف بیوی اور شوہر نہیں ہوتے۔ لیکن جس طرح مال تقسیم ہوتا ہے اس طرح یہ "حد" تقسیم نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر ایک وارث اس کے مکمل طور پر مطالبہ کرنے کا حق رکھتا ہے چاہے دوسرا معاف کردے۔

فروع

اوّل: جو شخص معاذ اللہ نبیؐ کو گالی دے سننے والے پر واجب ہے کہ اسے قتل کردے بشرطیکہ اپنی جان یا ناموس یا کسی مومن کی جان یا ناموس کا خطرہ نہ ہو۔ چنانچہ خطرہ ہونے کی صورت میں قتل کرنا جائز نہیں۔ اور اگر کافی مقدار میں اپنے یا اپنے بھائی کے مال کے ضائع ہوجانے کا خطرہ ہو تو ترکِ قتل جائز ہے۔ اور اس کے لئے امامؑ یا نائبِ امام کی اجازت ضروری نہیں۔ اور اگر کسی امامؑ معصوم کو معاذ اللہ گالی دے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ صدیقہ طاہرہؑ کے لئے بھی اس علم کا اطلاق موجہ ہے۔ بلکہ اگر اس وجہ سے گالی کی برگشت نبیؐ کیطرف ہو تو اس شخص کو بلا اشکال قتل کیا جائیگا۔

دوم: جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے اسکا قتل واجب اور سننے والے پر اسکا خون مباح ہے بشرطیکہ مذکورہ خوف اسے لاحق نہ ہو۔ اور جو شخص ظاہراً مسلمان ہو اور کہے "میں نہیں جانتا کہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں یا نہیں" تو اسے قتل کردیا جائے۔

سوم: سحر پر عمل کرنے والا اگر مسلمان ہو تو اسے قتل کردیا جائے اور کافر ہو تو اسے تادیباً سزا دی جائے۔ سحر

يثبت ذلك بالاقرار، و الأحوط الاقرار مرتين، و بالبينة، ولو تعلم السحر لإبطال مدعي النبوة فلا بأس به بل ربما يجب.

الرابع - كل ما فيه التعزير من حقوق الله سبحانه و تعالى يثبت بالاقرار و الأحوط الأولى أن يكون مرتين، و بشاهدين عدلين.

الخامس - كل من ترك واجباً أو ارتكب حراماً فللامام عليه السلام و نائبه تعزيره بشرط أن يكون من الكبائر، و التعزير دون الحدّ، وحدّه بنظر الحاكم، و الأحوط له فيما لم يدل دليل على التقدير عدم التجاوز عن أقل الحدود.

السادس - قيل: إنه يكره أن يزاد في تأديب الصبي على عشرة أسواط، و الظاهر أن تأديبه بحسب نظر المؤدب و الولي، فربما تقتضي المصلحة أقل و ربما تقتضي الأكثر، ولا يجوز التجاوز، بل ولا التجاوز عن تعزير البالغ بل الأحوط دون تعزيره، وأحوط منه الاكتفاء بستة أو خمسة.

الفصل الرابع في حد المسكر

والنظر في موجبه و كيفيته وأحكامه.

القول في موجبه و كيفيته

مسألة ١ - وجب الحد على من تناول المسكر أو الفقاع و إن لم يكن مسكراً بشرط أن يكون المتناول بالغاً عاقلاً مختاراً عالماً بالحكم و الموضوع فلا حد على الصبي و المجنون و المكره و الجاهل بالحكم و الموضوع أو أحدهما إذا أمكن الجهل بالحكم في حقه.

مسألة ٢ - لا فرق في المسكر بين أنواعه كالمتخذ من العنب: و هو الخمر، أو التمر: و هو النبيذ، أو الزبيب: و هو النقيع، أو العسل: و هو البتع، أو الشعير: و

اقرار سے ثابت ہوتا ہے اور احتیاطاً اقرار دو بار ہو۔ اور اس کے ثبوت کا دوسرا ذریعہ گواہی ہے۔ اور اگر دعوائے نبوت کو رد کرنے کے لئے سحر سیکھے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ کبھی ایسا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

چہارم: حقوق الناس میں جس حق میں بھی تعزیر ہو وہ دو عادل گواہوں اور اقرار سے ثابت ہو جاتا ہے اور احوط اولیٰ یہ ہے کہ اقرار دو بار ہو۔

پنجم: جو شخص کسی واجب کو ترک کرے یا حرام کا مرتکب ہو تو امام علیہ السلام اور ان کا نائب اس پر تعزیر عائد کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ گناہ کبیرہ ہو اور تعزیر کی مقدار حد سے کم ہے۔ جس کی تعیین حاکم شرع پر ہے۔ چنانچہ اس میں اس کے لئے احتیاط یہ ہے کہ جہاں تعزیر کی مقدار پر دلیل نہ ہو اس میں کم سے کم جو حد ہو اس کی مقدار سے تجاوز نہ کرے۔

ششم: کہا گیا ہے کہ بچے کی تادیب میں دس کوڑے سے زیادہ مارنا مکروہ ہے۔ اور ظاہر تو یہ ہے اس کی تادیب، موءدب اور ولی کی صواب دید پر ہے۔ کبھی مصلحت کم میں ہوتی ہے اور کبھی زیادہ میں لیکن حد سے تجاوز جائز نہیں۔ بلکہ بالغ کی تعزیر سے بھی تجاوز نہ کرے۔ بلکہ احتیاطاً اس کی تعزیر سے کم ہو اور اس سے بھی احوط یہ ہے کہ چھ یا پانچ (کوڑوں) پر اکتفا کرے۔

چوتھی فصل

حدِ مُسکِر

اس میں، موجباتِ حد، اسکی کیفیت اور احکام کی بحث ہے

موجباتِ حد اور اس کی کیفیت

مسئلہ ۱: جو شخص نشہ آور چیز یا فقاع، چاہے نشہ آور نہ ہو استعمال کرے اس پر حد واجب ہے بشرطیکہ وہ بالغ، عاقل، با اختیار اور حکم و موضوع کو جانتا ہو۔ چنانچہ بچے، دیوانے مجبور کئے گئے اور حکم و موضوع یا دونوں میں سے کسی ایک کو نہ جاننے والے پر حد نہیں۔ بشرطیکہ حکم کا جاہل ہونا اس کے حق میں ممکن ہو۔

مسئلہ ۲: مُسکِر کی انواع میں کوئی فرق نہیں۔ جیسے انگور سے لی گئی کہ جسے خمر کہتے ہیں، یا کھجور سے بنائی گئی کہ جیسے نبیذ، یا کشمش سے بنائی گئی کہ جسے نقیع، یا شہد سے بنائی کہ جسے "بتع" یا جو سے تیار کی گئی کہ جسے "مزر" کہتے ہیں۔ یا گیہوں سے بنائی ہوئی یا مکئی وغیرہ سے اور فقاع، "مُسکِر" میں شامل ہے چاہے فرضاً وہ غیر مُسکِر ہی ہو، اور اگر

هو المزر، أو الحنطة أو الذرة أو غيرها، و يلحق بالمسكر الفقاع و إن فرض أنه غير مسكر، ولو عمل المسكر من شيئين فما زاد ففي شربه حدّ.

مسألة ٣ ـ لا إشكال في حرمة العصير العنبي سواء غلى بنفسه أو بالنار أو بالشمس إلا إذا ذهب ثلثاه أو ينقلب خلاً، لكن لم يثبت إسكاره، و في إلحاقه بالمسكر في ثبوت الحد ولو لم يكن مسكراً إشكال، بل منع سيما إذا غلى بالنار أو بالشمس، والعصير الزبيبي و التمري لا يلحق بالمسكر حرمة ولا حداً.

مسألة ٤ ـ لا إشكال في أن المسكر قليله و كثيره سواء في ثبوت الحد بتناوله ولو كان قطرة منه و لم يكن مسكراً فعلاً، فما كان كثيره مسكراً يكون في قليله حد، كما لا إشكال في الممتزج بغيره إذا صدق إسمه عليه و كان غيره مستهلكاً فيه، كما لا إشكال في الممتزج بغيره إذا كان مسكراً و لم يخرج بامتزاجه عن الاسكار، ففي كل ذلك حدّ، و أما إذا امتزج بغيره كالأغذية و الأدوية بنحو استهلك فيه و لم يصدق اسمه و لم يكن الممتزج مسكراً ففي ثبوت الحد به إشكال، و إن كان حراماً لأجل نجاسة الممتزج، فلو استهلك قطرة منه في مائع فلا شبهة في نجاسة الممتزج، و لكن ثبوت حد المسكر عليه محل تأمل و إشكال، لكن الحكم بالحد معروف بين أصحابنا.

مسألة ٥ ـ لو اضطر إلى شرب المسكر لحفظ نفسه عن الهلاك أو من المرض الشديد فشرب ليس عليه الحد.

مسألة ٦ ـ لو شرب المسكر مع علمه بالحرمة وجب الحد ولو جهل أنه موجب للحد، ولو شرب مائعاً بتخيل أنه محرم غير مسكر فاتضح أنه مسكر لم يثبت الحد عليه، ولو علم أنه مسكر و تخيل أن الموجب للحدّ ما أسكر بالفعل فشرب قليله فالظاهر وجوب الحدّ.

مسألة ٧ ـ يثبت شرب المسكر بالاقرار مرتين، و يشترط في المقر البلوغ و العقل و الحرية و الاختيار و القصد، و يعتبر في الاقرار أن لا يقرن بشيء يحتمل معه جواز شربه كقوله: شربت للتداوي أو مكرهاً، ولو أقر بنحو الاطلاق و قامت

مُسکر دو یا اس سے زیادہ چیزوں سے تیار کی جائے تو اس کا استعمال موجبِ حد ہے۔

مسئلہ ۳: انگور کا رس اگر خود بخود یا آگ سے یا سورج کی حرارت سے جوش کھائے تو بلا اشکال حرام ہے مگر یہ کہ جوش کھانے سے ⅔ کم ہو جائے یا سرکہ میں بدل جائے (تو حرام نہیں) البتہ اس کا مُسکر ہونا ثابت نہیں ہے۔ اور حد کے ثبوت میں اس کو مُسکر کے ساتھ ملحق کرنے میں چاہے مُسکر نہ ہو اشکال ہے۔ بلکہ ممنوع ہے۔ خصوصاً اگر آگ یا سورج سے جوش کھائے۔ اور کشمش اور کھجور کا رس مُسکر کے ساتھ حرمت اور حد کسی لحاظ سے ملحق نہیں۔

مسئلہ ۴: مُسکر کم ہو یا زیادہ اس کے استعمال سے حد واجب ہونے میں اشکال نہیں چاہے ایک قطرہ ہی استعمال کرے اور اس سے نشہ بھی نہ ہو۔ پس جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو اس کی کم مقدار میں بھی حد ثابت ہے۔ اسی طرح اگر مُسکر کسی اور غیر نشہ آور کے ساتھ مخلوط ہو اور اس پر مُسکر ہونا صادق آتا ہو اور غیر مُسکر اس میں مستہلک ہو گیا ہو تو بلا اشکال اس کے استعمال میں بھی حد ہے۔ اسی طرح اگر وہ کسی اور چیز کے ساتھ مخلوط ہو لیکن مُسکر ہو ——— اور مخلوط ہونے کی بناء پر اس کا نشہ ختم نہ ہوا ہو تو ان سب میں حد ہے۔ لیکن اگر کسی چیز کے ساتھ مخلوط ہو جیسے غذائیں اور دوائیں وغیرہ اور اس میں اس طرح مستہلک ہو کہ اس کو مُسکر نہ کہا جائے۔ اور وہ مخلوط چیز نشہ آور نہ ہو تو اس کی وجہ سے حد کے ثابت ہونے میں اشکال ہے۔ اگرچہ اس مخلوط کی نجاست کی وجہ سے حرام ہے۔ پس اگر اس کا ایک قطرہ کسی مائع چیز میں گھل جائے تو بلا شبہ وہ نجس ہے۔ لیکن اس پر مُسکر کی حد کا ثبوت محلِّ تامل اور اشکال ہے۔

البتہ اس پر حد کا حکم ہمارے علماء کے درمیان مشہور ہے۔

مسئلہ ۵: اگر ہلاک ہونے سے بچنے یا شدید بیماری سے جان بچانے کی خاطر نشہ آور چیز کے استعمال پر مجبور ہو جائے تو اس پر حد نہیں۔

مسئلہ ۶: اگر یہ جانتے ہوئے کہ حرام ہے مُسکر کو استعمال کرے تو حد واجب ہے چاہے اس کے موجبِ حد ہونے کا علم نہ ہو۔ اور اگر کوئی سیّال چیز یہ خیال کرتے ہوئے پی لے کہ وہ حرام ہے مگر نشہ آور نہیں، لیکن بعد میں وہ نشہ آور ثابت ہو تو اس پر حد ثابت نہیں۔ لیکن اگر جانتا ہو کہ نشہ آور ہے۔ مگر یہ خیال کرے کہ حد اس چیز سے واجب ہوئی ہے جس سے اسی وقت نشہ چڑھ جائے چنانچہ کم مقدار میں نشہ آور چیز پی لے تو ظاہراً حد واجب ہے۔

مسئلہ ۷: دو بار اقرار سے ثابت ہو جاتا ہے کہ نشہ آور چیز پی گئی ہے۔ اقرار کرنے والے کا بالغ، عاقل، آزاد با اختیار و با قصد ہونا شرط ہے۔ اور یہ ضروری ہے کہ اقرار کے ساتھ ایسی بات نہ ہو جس سے اس کے استعمال کا جواز محتمل ہو۔ مثلاً یہ کہنا کہ میں نے دوا کے طور پر یا مجبور ہو کر استعمال کیا ہے۔ لیکن اگر مطلق طور پر اقرار کرے مگر یہ قرینہ موجود ہو کہ اس نے معذوری میں استعمال کیا ہے تو حد ثابت نہیں۔ البتہ اگر مطلق طور پر اقرار کرے اور پھر عذر ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کا عذر قبول کیا جائے اور اگر اس کے

قرينة على أنه شربه معذوراً لم يثبت الحد، ولو أقر بنحو الاطلاق ثم ادعى عذراً قبل منه، و يدرأ عنه الحد لو احتمل في حقه ذلك، و لا يكفي في ثبوته الرائحة و النكهة مع احتمال العذر.

مسألة ٨ ـ و يثبت بشاهدين عادلين، و لا تقبل شهادة النساء منفردات و لا منضمات، ولو شهد العدلان بنحو الاطلاق كفى في الثبوت، ولو اختلفا في الخصوصيات كأن يقول أحدهما: «إنه شرب الفقاع» و الآخر «إنه شرب الخمر» أو قال أحدهما: «إنه شرب في السوق» و الآخر: «إنه شرب في البيت» لم يثبت الشرب، فلا حد، و كذا لو شهد أحدهما بأنه شرب عالماً بالحكم و الآخر بأنه شرب جاهلاً و غيره من الاختلافات، ولو أطلق أحدهما و قال: «شرب المسكر» و قيد الثاني و قال: «شرب الخمر» فالظاهر ثبوت الحد.

مسألة ٩ ـ الحد في الشرب ثمانون جلدة كان الشارب رجلا أو امرأة و الكافر إذا تظاهر بشربه يحدّ، و إذا استتر لم يحدّ، و إذا شرب في كنائسهم و بيعهم لم يحدّ.

مسألة ١٠ ـ يضرب الشارب على ظهره و كتفيه وسائر جسده، و يتقى وجهه و رأسه و فرجه، و الرجل يضرب عرياناً ما عدا العورة قائماً، و المرأة تضرب قاعدة مربوطة في ثيابها، و لا يقام عليهما الحد حتى يفيقا.

مسألة ١١ ـ لا يسقط الحد بعروض الجنون و لا بالارتداد، فيحد حال جنونه و ارتداده.

مسألة ١٢ ـ لو شرب كراراً و لم يحد خلالها كفى عن الجميع حد واحد، ولو شرب فحد قتل في الثالثة، و قيل في الرابعة.

القول في أحكامه و بعض اللواحق

مسألة ١ ـ لو شهد عدل بشربه و آخر بقيئه وجب الحد، سواء شهد من غير

حق میں عذر کا احتمال ہو تو حد جاری نہ کی جائے۔ چنانچہ اگر عذر کا احتمال ہو تو حد کے ثابت ہونے کے لئے بو اور نکہت کافی نہیں۔

مسئلہ ۸: اس کے علاوہ دو عادلوں کی گواہی سے بھی نشہ آور چیز کا استعمال ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اس میں عورتوں کی گواہی چاہے صرف عورتیں دیں یا مردوں کے ساتھ مل کر دیں قبول نہیں۔ اگر دو عادل مطلق طور پر گواہی دیں تو ثبوت کے لئے کافی ہے۔ لیکن اگر خصوصیات کے بارے میں گواہوں میں اختلاف ہو: مثلاً ایک کہے کہ اس نے فقاع پی ہے اور دوسرا کہے کہ اس نے شراب پی ہے یا ایک کہے کہ اس نے بازار میں پی ہے اور دوسرا کہے کہ اس نے گھر میں پی ہے تو اس سے پینا ثابت نہیں ہوتا البتہ حد نہیں۔ اسی طرح اگر ان میں سے ایک کہے کہ اس نے حکم کا علم رکھتے ہوئے پی ہے اور دوسرا کہے کہ علم نہ رکھتے ہوئے پی ہے، اور اسی طرح کے دوسرے اختلافات ہوں۔ اور اگر ایک مطلق گواہی دے اور کہے کہ اس نے نشہ آور چیز استعمال کی ہے اور دوسرا قید لگائے اور کہے کہ اس نے شراب پی ہے تو ظاہراً حد ثابت ہے۔

مسئلہ ۹: نشہ آور چیز پینے کی حد اسی کوڑے ہیں چاہے پینے والا مرد ہو یا عورت اور کافر اگر علی الاعلان پیئے تو اس پر حد جاری ہوگی۔ لیکن اگر چھپ کر پیئے تو حد نہیں۔ البتہ اگر اپنے کنیسوں اور عبادت گاہوں میں پیئے تو اس پر حد نہیں۔

مسئلہ ۱۰: پینے والے کی پیٹھ، دونوں کاندھوں اور سارے بدن پر کوڑے مارے جائیں۔ لیکن اس کے چہرے، سر اور شرمگاہ کو بچایا جائے۔ مرد کو شرمگاہ کے علاوہ برہنہ کرکے قیام کی حالت میں اور عورت کو بٹھا کر کپڑوں کے اوپر سے کوڑے مارے جائیں۔ اور جب تک ان کا نشہ اتر نہ جائے ان پر حد جاری نہ کی جائے۔

مسئلہ ۱۱: دیوانگی اور ارتداد کی وجہ سے حد ساقط نہیں ہوتی۔ چنانچہ دیوانگی اور ارتداد کی حالت میں بھی اس پر حد جاری ہوگی۔

مسئلہ ۱۲: اگر کئی بار پیے اور درمیان میں حد جاری نہ ہوئی ہو تو ایک ہی حد جاری ہوگی لیکن اگر پیے اور اس پر حد جاری ہو تو تیسری بار میں قتل کردیا جائے۔ جبکہ ایک قول یہ ہے کہ چوتھی بار قتل کیا جائے۔

مُسکر کے احکام اور ملحقات

مسئلہ ۱: اگر ایک عادل پینے اور دوسرا قے کرنے کی گواہی دے تو حد واجب ہے۔ چاہے تاریخ کی گواہی نہ دیں یا تاریخ کی گواہی دیں اور دونوں کام ایک ہی تاریخ میں ہونا ممکن ہو۔ لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو تو حد نہیں

تاريخ أو بتاريخ يمكن الاتحاد، و مع عدم إمكانه لا يحد، و هل يحد إذا شهدا بقيئه؟ فيه إشكال.

مسألة ٢ ـ من شرب الخمر مستحلاً لشربها أصلاً و هو مسلم استتيب فان تاب أقيم عليه الحد، و إن لم يتب و رجع إنكاره إلى تكذيب النبي صلى الله عليه و آله قتل، من غير فرق بين كونه ملياً أو فطرياً، و قيل حكمه حكم المرتد لا يستتاب إذا ولد على الفطرة، بل يقتل من غير استتابة و الأول أشبه، و لا يقتل مستحل شرب غير الخمر من المسكرات مطلقا، بل يحد بشربه خاصة مستحلاً كان له أو محرماً، و بائع الخمر يستتاب مطلقا، فان تاب قبل منه، و إن لم يتب و رجع استحلاله إلى تكذيب النبي صلى الله عليه و آله قتل، و بائع ما سواها لا يقتل و إن باعه مستحلاً و لم يتب.

مسألة ٣ ـ لو تاب الشارب عنه قبل قيام البينة عليه بشربه سقط عنه الحد، ولو تاب بعد قيامها لم يسقط و عليه الحد، ولو تاب بعد الاقرار فلا يبعد تخيير الامام عليه السلام في الاقامة والعفو، و الأحوط له الاقامة.

مسألة ٤ ـ من استحل شيئاً من المحرمات المجمع على تحريمها بين المسلمين كالميتة و الدم و لحم الخنزير و الربا فان ولد على الفطرة يقتل إن رجع إنكاره إلى تكذيب النبي صلى الله عليه و آله أو إنكار الشرع، و إلا فيعزر، ولو كان إنكاره لشبهة ممن صحت في حقه فلا يعزر، نعم لو رفعت شبهته فأصر على الاستحلال قتل لرجوعه إلى تكذيب النبي صلى الله عليه و آله، ولو ارتكب شيئاً من المحرمات غير ما قرر الشارع فيه حداً عالماً بتحريمها لا مستحلاً عزر، سواء كانت المحرمات من الكبائر أو الصغائر.

مسألة ٥ ـ من قتله الحد أو التعزير فلا دية له إذا لم يتجاوزه.

مسألة ٦ ـ لو أقام الحاكم الحد بالقتل فظهر بعد ذلك فسق الشاهدين أو الشهود كانت الدية في بيت المال، و لا يضمنها الحاكم و لا عاقلته، ولو أنفذ الحاكم إلى حامل لاقامة الحد عليها أو ذكرت بما يوجب الحد فأحضرها للتحقيق

اور اگر صرف قے کے بارے میں گواہی دیں تو آیا حد ہے یا نہیں؟ اس میں اشکال ہے۔

مسئلہ ۲: جو شخص شراب پیے اور درحقیقت اسے حلال سمجھتا ہو جبکہ وہ مسلمان ہو تو اُسے توبہ کے لئے کہا جائے گا۔ اگر وہ توبہ کرے تو اس پر حد جاری ہوگی۔ اور اگر توبہ نہ کرے اور اس کا توبہ سے انکار نبیؐ کی تکذیب پر منتہی ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔ چاہے وہ ملی ہو یا فطری۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ مرتد کے حکم میں ہے کہ اگر وہ فطرت اسلام پر پیدا ہوا ہو تو اُسے توبہ کی مہلت نہیں دی جائے گی بلکہ بغیر توبہ کے لئے کہے ہوئے قتل کردیا جائے گا۔ لیکن پہلا قول "اشبہ" ہے۔ شراب کے علاوہ دوسری نشہ آور چیزوں کو حلال سمجھنے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اس پر صرف حد جاری ہوگی چاہے اس کو حلال سمجھتا ہو یا حرام۔ اور شراب بیچنے والے کو بطورِ مطلق توبہ کرنے کو کہا جائے گا۔ پس اگر توبہ کرے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن اگر توبہ نہ کرے اور اس کا اس کاروبار کو حلال سمجھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب پر ختم ہوتا ہو تو اسے قتل کردیا جائے گا۔ اس کے علاوہ دوسرے مُسکرات کے بیچنے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا چاہے ان کو حلال سمجھتے ہوئے بیچے اور توبہ بھی نہ کی ہو۔

مسئلہ ۳: اگر پینے والا اس کے پینے پر گواہ گذرنے سے پہلے پینے سے توبہ کرے تو اس پر سے حد ساقط ہوجائے گی۔ لیکن اگر گواہی کے بعد توبہ کرے تو حد ساقط نہیں ہوگی بلکہ اس پر حد عائد ہوگی۔ لیکن اگر اقرار کے بعد توبہ کرے تو بعید نہیں کہ امام علیہ السّلام حد جاری کرنے اور معاف کردینے میں مختار ہوں۔ اگرچہ احتیاط حد جاری کرنے میں ہے۔

مسئلہ ۴: جو شخص ایسی حرام چیز کو حلال سمجھے جس کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہو جیسے مُردار، خنزیر کا گوشت اور سود تو اگر وہ فطرتاً مسلمان ہو تو اسے قتل کردیا جائے۔ بشرطیکہ اس کا انکار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب اور شریعت کا انکار ہو۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو اس پر تعزیر عائد کی جائے۔ لیکن اگر اس کا انکار ایسے شبہ کی بنا پر ہو جو اس کے حق میں صحیح ہو تو اس پر تعزیر بھی نہیں البتہ اگر اس کا شبہ ختم ہوجائے لیکن وہ حلال سمجھنے پر مصر ہو تو اسے قتل کردیا جائے۔ اس لئے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب ہوتی ہے۔ اور اگر ایسی حرام چیز کا مرتکب ہو جس کے لئے شارع نے کوئی حد مقرر نہیں کی جبکہ اس کے حرام ہونے کا علم رکھتا ہو لیکن اسے حلال نہ سمجھتا ہو تو اس پر تعزیر عائد ہوگی۔ چاہے وہ حرام چیز کبیرہ گناہوں میں سے ہو یا صغیرہ میں سے۔

مسئلہ ۵: جو حد یا تعزیر کی بنا پر مرجائے اس کا خون بہا نہیں بشرطیکہ اس کے ساتھ زیادتی نہ ہوئی ہو۔

مسئلہ ۶: حاکم شرع قتل کی حد جاری کردے، اور اس کے بعد پتہ چلے کہ گواہ فاسق تھے تو بیت المال سے خون بہا دیا جائے۔ حاکم شرع اور اس کے وراث اس کے ضامن نہیں۔ اور اگر حاملہ عورت پر حاکم شرع حد جاری کرنے کا حکم دے۔ یا عورت ایسی بات کرے جو موجب حد ہو اور حاکم شرع تحقیق کے لئے اس کو حاضر کرے۔ چنانچہ خوف کے باعث اس کا حمل ساقط ہوجائے تو اقوی یہ ہے کہ بیت المال سے جنین کی دیت دی جائے۔

فخافت فسقط حملها فالأقوى أن دية الجنين على بيت المال.

الفصل الخامس في حد السرقة

والنظرفيه في السارق والمسروق ومايثبت به والحدواللواحق.

القول في السارق

مسألة ١ ـ يشترط في وجوب الحد عليه أمور :

الأول ـ البلوغ، فلو سرق الطفل لم يحد، و يؤدب بما يراه الحاكم ولو تكررت السرقة منه إلى الخامسة فما فوق، و قيل يعفى عنه أولاً فان عاد أدب فان عاد حكت أنامله حتى تدمي، فان عاد قطعت أنامله فان عاد قطع كما يقطع الرجل، و في سرقته روايات، وفيها «لم يصنعه إلا رسول الله صلى الله عليه و آله و أنا» أي أميرالمؤمنين عليه السلام، فالأشبه ما ذكرنا.

الثاني ـ العقل، فلا يقطع المجنون ولو أدواراً إذا سرق حال إدواره و إن تكررت منه، و يؤدب إذا استشعر بالتأديب و أمكن التأثير فيه.

الثالثـ الاختيار، فلايقطع المكره.

الرابعـ عدم الاضطرار، فلايقطع المضطرإذاسرق لدفع اضطراره.

الخامس ـ أن يكون السارق هاتكاً للحرز منفرداً أو مشاركاً، فلو هتك غير السارق و سرق هو من غير حرز لا يقطع واحد منهما وإن جاءا معاً للسرقة و التعاون فيها، و يضمن الهاتك ما أتلفه و السارق ما سرقه.

السادس ـ أن يخرج المتاع من الحرز بنفسه أو بمشاركة غيره، و يتحقق الاخراج بالمباشرة كما لو جعله على عاتقه و أخرجه، و بالتسبيب كما لو شده بحبل ثم يجذبه من خارج الحرز، أو يضعه على دابة من الحرز و يخرجها، أو على

پانچویں فصل، چوری کی حد

اس فصل میں چور، چوری شدہ مال، ثبوت حد، حد اور اسکے ملحقات کا بیان ہے

چور کے بارے میں

مسئلہ ۱: چور پر حد واجب ہونے کی چند شرطیں ہیں!

پہلی شرط: بالغ ہونا، چنانچہ اگر بچہ چوری کرے تو اس پر حد نہیں البتہ حاکم شرع اپنی صواب دید پر اسے سزا دے گا چاہے وہ پانچ بار یا اس سے زیادہ ہی چوری کرے۔ لیکن ایک قول یہ ہے کہ پہلی بار معاف کر دیا جائے اگر تکرار کرے تو سزا دی جائے۔ اگر پھر چوری کرے تو اس کی انگلیاں گھسی جائیں یہاں تک کہ خون نکل آئے۔ اس کے بعد بھی اگر باز نہ آئے تو انگلیوں کے سرے کاٹ دیئے جائیں اور اگر پھر بھی باز نہ آئے تو مرد کی مانند اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ اور بچہ کی چوری کے باب میں روایات ہیں ان میں ایک روایت میں ہے "کہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میں نے یہ سزا دی ہے"، اس سے مراد امیرالمومنین علیہ السلام ہیں۔ پس اشبہ وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

دوسری شرط: عاقل ہونا، لہٰذا دیوانے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا چاہے ادواری ہو اور دیوانگی کے دور میں چوری کرے اور اس سے یہ فعل کئی بار سرزد ہو لیکن اگر وہ تادیب کو محسوس کرے اور اس کا اثر ممکن ہو تو اس کو تادیب کی جائے۔

تیسری شرط: بااختیار ہونا، چنانچہ چوری پر مجبور کئے گئے شخص کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

چوتھی شرط: لاچار نہ ہونا۔ چنانچہ اپنی لاچاری دور کرنے کے لئے اگر کوئی چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

پانچویں شرط: چور نے نقب زنی کی ہو چاہے تنہا یا کسی کے ساتھ مل کر، چنانچہ اگر کوئی اور شخص نقب لگائے اور چور کسی رکاوٹ کے بغیر چوری کرے تو دونوں میں کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ چاہے دونوں ایک ساتھ چوری کے لئے آئے ہوں اور دونوں کا تعاون رہا ہو۔ پس نقب لگانے والے نے جو اتلاف کیا ہے وہ اس کا اور چور، چوری کے مال کا ذمہ دار ہے۔

چھٹی شرط، مال کو بذاتِ خود یا کسی کے ساتھ مل کر محفوظ جگہ سے نکالے۔ اور اخراج مال دونوں طرح صادق آئے گا۔ خواہ بذاتِ خود اپنے کاندھے پر رکھ کر باہر نکالے یا کسی چیز کے ذریعہ

جناح طائر من شأنه العود إليه، أو أمر مجنوناً أو صبياً غير مميز بالاخراج، و أما إن كان مميزاً ففي القطع إشكال بل منع.

السابع - أن لا يكون السارق والد المسروق منه، فلا يقطع الوالد لمال ولده، و يقطع الولد إن سرق من والده، و الأم إن سرقت من ولدها، والأقرباء إن سرق بعضهم من بعض.

الثامن - أن يأخذ سراً، فلو هتك الحرز قهراً ظاهراً و أخذ لا يقطع، بل لو هتك سراً و أخذ ظاهراً قهراً فكذلك.

مسألة ٢ - لو اشتركا في الهتك و انفرد أحدهما بالسرقة يقطع السارق دون الهاتك، ولو انفرد أحدهما بالهتك و اشتركا في السرقة قطع الهاتك السارق، ولو اشتركا فيهما قطعا مع تحقق سائر الشرائط.

مسألة ٣ - يعتبر في السرقة و غيرها مما فيه حد ارتفاع الشبهة حكماً و موضوعاً، فلو أخذ الشريك المال المشترك بظن جواز ذلك بدون إذن الشريك لا قطع فيه ولو زاد ما أخذ على نصيبه بما يبلغ نصاب القطع، و كذا لو أخذ مع علمه بالحرمة لكن لا للسرقة بل للتقسيم والاذن بعده لم يقطع، نعم لو أخذ بقصد السرقة مع علمه بالحكم يقطع، و كذا لا يقطع لو أخذ مال الغير بتوهم ماله، فانه لا يكون سرقة، ولو سرق من المال المشترك بمقدار نصيبه لم يقطع، و إن زاد عليه بمقدار النصاب يقطع.

مسألة ٤ - في السرقة من المغنم روايتان إحداهما لا يقطع، و الأخرى يقطع إن زاد ما سرقه على نصيبه بقدر نصاب القطع.

مسألة ٥ - لا فرق بين الذكر و الأنثى، فتقطع الأنثى فيما يقطع الذكر، و كذا المسلم و الذمي فيقطع المسلم و إن سرق من الذمي، و الذمي كذلك سرق من المسلم أو الذمي.

مسألة ٦ - لو خان الأمين لم يقطع و لم يكن سارقاً، ولو سرق الراهن الرهن لم يقطع، و كذا لو سرق المؤجر عين المستأجرة.

نکالے، مثلاً کسی رسّی میں باندھ کر اس کو محفوظ جگہ سے باہر کھینچ لے۔ یا کسی جانور کی پشت پر لاد کر نکالے یا کسی پالتو پرندے کے پروں پر رکھ کر نکالے۔ یا کسی دیوانے یا غیر ممیز بچے کو کہے اور وہ نکال لائے۔ لیکن اگر بچہ ممیز ہو تو چور کے ہاتھ کاٹنے میں اشکال ہے۔ بلکہ کاٹنا ممنوع ہے۔

ساتویں شرط: چور اس شخص کا باپ نہ ہو جس کا مال چوری ہوا ہو۔ اس لئے کہ بیٹے کے مال کی خاطر باپ کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا لیکن اگر بیٹا باپ کا مال چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اسی طرح ماں اگر بیٹے کا مال چرائے یا دوسرے قرابت دار ایک دوسرے کا مال چرائیں تو قطع ید کی سزا پائیں گے۔

آٹھویں شرط: چھپ کر مال چرائے۔ اس لئے کہ اگر دن دھاڑے دیوار توڑ کر مال اٹھالے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ بلکہ اگر دیوار تو خاموشی سے توڑے مگر مال دن دھاڑے اٹھائے تب بھی ایسا ہی ہے۔

مسئلہ ۲: اگر حفاظت توڑنے میں دونوں شریک ہوں لیکن چوری صرف ایک کرے تو حفاظت توڑنے والے کا نہیں بلکہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ لیکن اگر دیوار صرف ایک شخص توڑے مگر چوری میں دونوں شریک ہوں تو جس نے دونوں کام کئے ہیں اسی کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور اگر دونوں کام میں دونوں کا ہاتھ ہو تو تحقیق کے بعد ساری شرطیں ہوتے ہوئے دونوں کے ہاتھ کاٹے جائیں۔

مسئلہ ۳: چوری وغیرہ جیسے کام میں کہ جس میں حد ہوتی ہے بشبہ موضوعی اور حکمی کا نہ ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شریک مشترک مال میں سے اٹھالے یہ خیال کرتے ہوئے کہ شریک کی اجازت کے بغیر جائز ہے۔ تو اس میں ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں۔ چاہے جو اس نے لیا ہے وہ اس کے حصّہ سے اس قدر زیادہ ہو کہ ہاتھ کاٹنے کے لئے لازمی نصاب تک پہونچ جاتا ہو۔ اسی طرح اگر حرام ہونے کا علم ہو مگر مال کو چوری کی نیت سے نہیں، بلکہ بعد میں اجازت کے حصول اور تقسیم کی نیت سے اخذ کرے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ البتّہ اگر حکم کا علم ہو اور چوری کی نیت سے مال اٹھائے تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور اسی طرح اگر دوسرے کے مال کو اپنا خیال کرتے ہوئے اٹھالے تب بھی ہاتھ نہ کاٹا جائے اس لئے کہ یہ چوری نہیں۔ اور اگر مشترک مال میں سے اپنے حصّہ کے بقدر اٹھالے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ لیکن اگر اپنے حصّہ سے زیادہ ہو اور "قطع ید" کے نصاب کے برابر ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

مسئلہ ۴: مالِ غنیمت سے چوری کرنے کے سلسلے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک میں قطع ید نہیں جبکہ دوسری یہ ہے کہ اگر چوری اپنے حصّہ سے اس قدر زیادہ ہو کہ نصاب قطع تک پہونچ جائے تو ہاتھ کاٹے جائیں۔

مسئلہ ۵: اس میں مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ جس چوری کی بنا پر مرد کے ہاتھ کاٹا جائے اس میں عورت کے ہاتھ بھی کاٹا جائے۔ اسی طرح مسلم اور کافر ذمّی میں بھی کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ مسلمان کا ہاتھ کاٹا جائے، چاہے مال اس نے کافر ذمّی کا ہی چرایا ہو۔ یہی حکم ذمّی کا بھی ہے چاہے مسلم کی چوری کرے یا کافر کی!

مسئلہ ۶: اگر امانت دار خیانت کرے تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اور نہ وہ چور کہلائے گا اور اگر راہن، رہن کو چرائے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح اگر موجر اجارہ پر دی گئی چیز چرالے۔

مسألة ٧ ـ إذا سرق الأجير من مال المستأجر فان استأمنه عليه فلا يقطع، و إن أحرز المال من دونه فهتك الحرز و سرق يقطع، و كذا يقطع كل من الزوج و الزوجة بسرقة مال الآخر إذا أحرز عنه، و مع عدم الاحراز فلا، نعم إذا أخذ الزوجة من مال الرجل سرقة عوضاً من النفقة الواجبة التي منعها عنها فلا قطع عليها إذا لم يزد على النفقة بمقدار النصاب، و كذا الضيف يقطع إن أحرز المال عنه و إلا لا يقطع.

مسألة ٨ ـ لو أخرج متاعاً من حرز و ادعى صاحب الحرز أنه سرقه و قال المخرج: «و هبني» أو «أذن لي في إخراجه» سقط الحد إلا أن تقوم البينة بالسرقة، و كذا لو قال: «المال لي» و أنكر صاحب المنزل فالقول و إن كان قول صاحب المنزل بيمينه و أخذ المال من المخرج بعداليمين لكن لا يقطع.

القول في المسروق

مسألة ١ ـ نصاب القطع ما بلغ ربع دينار ذهباً خالصاً مضروباً عليه السكة أو ما بلغ قيمته ربع دينار كذائي من الألبسة و المعادن و الفواكه و الأطعمة رطبة كانت أو لا، كان أصله الاباحة لجميع الناس أو لا، كان مما يسرع إليه الفساد كالخضراوات والفواكه الرطبة و نحوها أو لا، و بالجملة كل ما يملكه المسلم إذا بلغ الحد ففيه القطع حتى الطير و حجارة الرخام.

مسألة ٢ ـ لا فرق في الذهب بين المسكوك و غيره، فلو بلغ الذهب غير المسكوك قيمة ربع دينار مسكوك قطع، ولو بلغ وزنه وزن ربع دينار مسكوك لكن لم تبلغ قيمته قيمة الربع لم يقطع، ولو انعكس و بلغ قيمته قيمته و كان وزنه أقل يقطع.

مسألة ٣ ـ لو فرض رواج دينارين مسكوكين بسكتين وكانت قيمتها مختلفة لا لأجل النقص أو الغش في أحدهما بل لأجل السكة فالأحوط عدم القطع إلا

مسئلہ ۷: جب اجیر اجرت پر دیئے گئے مال میں سے چوری کرے تو اگر اس کو اس مال پر امین بنایا ہو تو اس میں قطع ید نہیں۔ لیکن اگر اس سے مال کی حفاظت کرتا ہو اور وہ حریم حفاظت کو توڑ کر چوری کرے تو ہاتھ کاٹا جائے۔ اسی طرح میاں بیوی بھی اگر ایک دوسرے سے مال کی حفاظت کریں تو چوری کرنے پر ان کے ہاتھ کاٹے جائیں۔ لیکن اگر حفاظت نہ کرتے ہوں تو اس میں نہیں، البتہ اگر زوجہ اپنے شوہر کے مال میں سے اس نفقۂ واجب کے بدلے چوری کرے جو اس کا شوہر اسے نہ دیتا ہو تو اس میں قطع ید نہیں بشرطیکہ نفقہ سے زیادہ لیا گیا مال (قطع ید کے) نصاب کے برابر نہ ہو۔ اور اسی طرح اگر مہمان سے مال کی حفاظت کی جاتی ہو تو اچوری کرنے پر) اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا ورنہ نہیں۔

مسئلہ ۸: اگر محفوظ مقام سے کوئی مال نکالے اور اس جگہ کا مالک دعویٰ کرے کہ اس نے چوری کی ہے جبکہ نکالنے والا کہے "کہ اس نے مجھے ہبہ کیا ہے" یا نکالنے کی اجازت دی ہے تو حد ساقط ہے۔ مگر یہ کہ چوری کرنے پر گواہی ہو جائے۔ اسی طرح اگر کہے "مال میرا ہے۔ لیکن گھر کا مالک انکار کر دے تو قسم کے بعد اگرچہ صاحب منزل کی بات مانی جائے گی اور نکالنے والے سے مال لے لیا جائے گا۔ لیکن ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

چرائے گئے مال کے بارے میں

مسئلہ ۱: اس مال کی مقدار جس کے چرانے پر ہاتھ کاٹے جاتے ہیں، خالص سونے کا سکہ دار ایک چوتھائی دینار، یا لباس، معدنیات، میوے، کھانے پینے کی چیزوں میں سے چاہے تر ہوں یا نہ، جس چیز کی قیمت ایسے ہی ایک چوتھائی دینار کے برابر ہو۔ اور چاہے اصل میں وہ چیز تمام لوگوں کے لئے مباح ہو یا نہ ہو، خواہ جلدی فاسد ہو جانے والی چیزیں، جیسے سبزیاں اور میوے وغیرہ ہوں یا ان کے علاوہ ہوں۔ خلاصہ یہ کہ مسلمان کی مملوکہ ہر چیز جب نصاب کے برابر ہو اس میں ہاتھ کاٹے جائیں گے حتیٰ پرندے اور سنگ مرمر میں بھی!

مسئلہ ۲: مسکوک اور غیر مسکوک سونے میں کوئی فرق نہیں۔ پس اگر غیر مسکوک سونے کی قیمت ¼ دینار مسکوک کے برابر ہو تو اس میں قطع ید ہے۔ لیکن اگر اس کا وزن تو ایک چوتھائی دینار مسکوک کے برابر ہو مگر قیمت برابر نہ ہو تو اس میں قطع ید نہیں۔ لیکن اگر اسکے برعکس ہو یعنی قیمت اسکے برابر ہو مگر وزن کم ہو تو ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

مسئلہ ۳: فرض کیجئے کہ اگر دو مسکوک دینار دو سکے میں رائج ہوں اور ان کی قیمت مختلف ہو۔ لیکن ان میں سے

ببلوغه ربع قيمة الأكثر، و إن كان الأشبه كفاية بلوغ الأقل.

مسألة ٤ ـ المراد بالمسكوك هو المسكوك الرائج، فلو فرض وجود مسكوك غير رائج فلا اعتبار في ربع قيمته، فلو بلغ ربع قيمته و لم يكن قيمة ربعه بمقدار قيمة ربع الدارج لم يقطع.

مسألة ٥ ـ لو سرق شيئاً و تخيل عدم وصوله إلى حد النصاب كأن سرق ديناراً بتخيل أنه درهم فالظاهر القطع، ولو انعكس وسرق مادون النصاب بتخيل النصاب لم يقطع.

مسألة ٦ ـ ربع الدينار أو ما بلغ قيمة الربع هو أقل مايقطع به، فلو سرق أكثر منه يقطع كقطعه بالربع بلغ ما بلغ، و ليس في الزيادة شيء غير القطع.

مسألة ٧ ـ يشترط في المسروق أن يكون في حرز ككونه في مكان مقفل أو مغلق، أو كان مدفوناً أو أخفاه المالك عن الأنظار تحت فرش أو جوف كتاب أو نحو ذلك مما يعد عرفاً محرزاً، و ما لا يكون كذلك لا يقطع به و إن لا يجوز الدخول إلا باذن مالكه، فلو سرق شيئاً عن الأشياء الظاهرة في دكان مفتوح لم يقطع و إن لا يجوز دخوله فيه إلا باذنه.

مسألة ٨ ـ لما كان الأشياء مختلفة في الحرز في تعارف الناس فلو كان موضع حرزاً لشيء من الأشياء فهل يكون حرزاً لكل شيء ـ فلو سقط من جيب المالك دينار في الاصطبل و السارق كسر القفل و دخل لسرقة الفرس مثلاً فعثر على الدينار فسرقه كفى في لزوم القطع أو لا لعدم إخراجه من حرزه ـ؟ الأشبه و الأحوط هو الثاني، نعم لو أخفى المالك ديناره في الاصطبل فأخرجه السارق يقطع.

مسألة ٩ ـ ماليس بمحرز لا يقطع سارقه كالسرقة من الخانات و الحمامات والبيوت التي كانت أبوابها مفتوحة على العموم أو على طائفة، و نحو المساجد والمدارس و المشاهد المشرفة و المؤسسات العامة، و بالجملة كل موضع أذن للعموم أو لطائفة، و هل مراعاة المالك ونحوه ومراقبتها للمال حرز فلو كانت دابته

کسی ایک میں نقص یا ملاوٹ کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ سکّے کی وجہ سے۔ تو احتیاط یہ ہے کہ اس کی چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا نہیں۔ مگر یہ کہ جس سکّے کی قیمت زیادہ ہے اس کی چوتھائی قیمت تک پہونچ جائے۔ اگرچہ اشبہ یہ ہے کہ کمتر تک پہونچنا کافی ہے۔

مسئلہ ۴: مسکوک سے مراد سکۂ رائج ہے۔ چنانچہ اگر غیر رائج سکّہ بھی قرضا موجود ہو تو اس کی ایک چوتھائی قیمت معتبر نہیں۔ چنانچہ اگر ایک چوتھائی قیمت تک پہونچ جائے۔ لیکن سکے کی ایک چوتھائی کی قیمت سکہ دار کی چوتھائی کی قیمت کے برابر نہ ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے۔

مسئلہ ۵: اگر کوئی چیز چوری کرے اور خیال کرے کہ وہ حد نصاب تک نہیں پہونچے گی۔ مثلاً ایک دینار چرائے اور خیال کرے کہ ایک درہم ہے تو ظاہراً ہاتھ کاٹا جائے گا۔ لیکن اگر اس کے برعکس ہو۔ یعنی نصاب سے کم چرائے اور خیال کرے کہ وہ بقدر نصاب ہے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

مسئلہ ۶: ایک چوتھائی دینار یا اس کی قیمت کے برابر کم سے کم مقدار ہے۔ جس کے عوض ہاتھ کاٹے جاتے ہیں۔ چنانچہ اگر زیادہ چرائے تو ایک چوتھائی کی چوری کی مانند ہاتھ کاٹے جائیں گے چاہے جتنا زیادہ چرائے۔ زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹنے کے علاوہ کوئی اضافی سزا نہیں۔

مسئلہ ۷: مسروق میں شرط ہے کہ وہ حفاظت میں ہو۔ مثلاً مقفل یا بند مکان میں ہو یا مدفون ہو، یا مالک نے اس کو فرش کے نیچے نظروں سے مخفی کیا ہو یا کتاب کے درمیان رکھا ہو یا ایسے ہی انتظامات کئے ہوں جسے عرف میں حفاظت کہتے ہیں۔ لیکن جو مال حفاظت میں نہ ہو اس کے عوض ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ اگرچہ مالک کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل ہونا جائز نہیں۔ چنانچہ اگر کھلی ہوئی دُکان سے کوئی سامنے رکھی ہوئی چیز چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اگرچہ اس کا مالک کی اجازت کے بغیر دُکان میں داخلہ ناجائز ہے۔

مسئلہ ۸: اگر لوگوں کی نظروں میں چیزوں کی حفاظت مختلف طریقے سے ہوتی ہو۔ چنانچہ ایک جگہ کسی ایک چیز کی حفاظت کے لئے ہو تو آیا وہ ہر چیز کی حفاظت کے لئے ہوگی۔ پس اگر مالک کی جیب سے طویلہ میں ایک دینار گر جائے۔ اور چور گھوڑا چرانے کی غرض سے تالا توڑ کر داخل ہو۔ لیکن اسے دینار مل جائے اور چرالے تو آیا ہاتھ کاٹے جانے کے لئے کافی ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ اس نے حفاظت کی جگہ سے دینار نہیں چرایا۔ اشبہ اور احوط دوسری صورت ہے۔ البتہ اگر مالک نے دینار کو اصطبل میں مخفی کیا ہو اور چور اسے نکال لے تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔

مسئلہ ۹: جو چیز حفاظت میں نہ ہو اسے چرانے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ جیسے سرائیں، حماموں اور ان گھروں سے چوری کرنا جن کے دروازے سب کے لئے یا ایک جماعت کے لئے کھلے ہوں اسی طرح مساجد، مدارس، مشاہد مشرفہ اور موقوفات عامہ۔ خلاصہ یہ کہ ہر وہ جگہ جہاں سب کو یا ایک جماعت کو جانے کی اجازت ہو، وہاں سے چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور آیا مالک کی مراعات وغیرہ یا اس کا مال کی مراقبت کرنا حفاظت شمار ہوگا۔ پس اگر اس کا جانور جنگل میں ہو اور اس کا رکھوالا موجود ہو تو اس

في الصحراء و كان لها مراعياً يقطع بسرقته أو لا؟ الأقوى الثاني، و هل يقطع سارق ستارة الكعبة؟ قيل: نعم، و الأقوى عدمه، و كذا سارق ما في المشاهد المشرفة من الحرم المطهر أو الرواق و الصحن.

مسألة ١٠ ـ لو سرق من جيب إنسان فان كان المسروق محرزاً كأن كان في الجيب الذي تحت الثوب أو كان على درب جيبه آلة كالآلات الحديثة تحرزه فالظاهر ثبوت القطع، و إن كان في جيبه المفتوح فوق ثيابه لا يقطع، ولو كان الجيب في بطن ثوبه الأعلى فالظاهر القطع، فالميزان صدق الحرز.

مسألة ١١ ـ لا إشكال في ثبوت القطع في أثمار الأشجار بعد قطفها و حرزها، و لا في عدم القطع إذا كانت على الأشجار إن لم تكن الأشجار محرزة، و أما إذا كانت محرزة كأن كانت في بستان مقفل فهل يقطع بسرقة ثمرتها أو لا؟ الأحوط بل الأقوى عدم القطع.

مسألة ١٢ ـ لا قطع على السارق في عام مجاعة إذا كان المسروق مأكولاً ولو بالقوة كالحبوب و كان السارق مضطراً إليه. و في غير المأكول و في المأكول في غير مورد الاضطرار محل إشكال، والأحوط عدم القطع بل في المحتاج إذا سرق غير المأكول لا يخلو من قوة.

مسألة ١٣ ـ لو سرق حراً كبيراً أو صغيراً ذكراً أو أنثى لم يقطع حداً، فهل يقطع دفعاً للفساد؟ قيل: نعم، و به رواية، و الأحوط ترك القطع و تعزيره بما يراه الحاكم.

مسألة ١٤ ـ لو أعار بيتاً مثلاً فهتك المعير حرزه فسرق منه مالاً للمستعير قطع، ولو آجر بيتاً مثلاً و سرق منه مالاً للمستأجر قطع، ولو كان الحرز مغصوباً لم يقطع بسرقة مالكه، ولو كان ما له في حرز فهتكه وأخرج ما له لم يقطع و إن كان ما له مخلوطاً بمال الغاصب فأخذ بمقدار ما له أو أزيد بما دون النصاب.

مسألة ١٥ ـ لو كان المسروق وقفاً يقطع لو قلنا بأنه ملك للواقف كما في بعض الصور أو للموقوف عليه، ولو قلنا إنه فك ملك لدر المنفعة على الموقوف عليه لم

کے چرانے پر ہاتھ کاٹا جائے یا نہیں؟ اقویٰ دوسری صورت ہے۔ اور کیا کعبہ کا پردہ چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جائے یا نہیں؟ ایک قول ہے کہ کاٹا جائے۔ لیکن اقویٰ یہ ہے کہ نہ کاٹا جائے۔ یہی حکم مشاہد مشرفہ، حرم مطہر یا رواق اور صحن سے چوری کرنے والے کا ہے۔

مسئلہ ۱۰: اگر کسی انسان کی جیب سے چوری کرے۔ چنانچہ اگر مسروق حفاظت میں ہو۔ مثلاً کپڑوں کے اندر والی جیب میں ہو۔ یا جیب اوپر سے بند ہو جیسے آج کل جدید آلے کے ذریعہ ہوتا ہے تو ظاہراً اس کی چوری پر ہاتھ کاٹا جانا ثابت ہے۔ لیکن اگر کپڑوں کے اوپر والی کھلی ہوئی جیب سے چوری کرے تو ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اور اگر اوپر والے کپڑے کے اندر والی جیب میں سے چرائے تو ظاہراً ہاتھ کاٹا جانے کا معیار حفاظت کا صادق آتا ہے۔

مسئلہ ۱۱: درختوں کے میوے توڑ کر حفاظت میں رکھ لئے جانے کے بعد ان کی چوری پر ہاتھ کاٹے جانے کے ثابت ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔ لیکن اگر میوے درختوں پر ہوں اور درختوں کی حفاظت نہ ہوتی ہو تو ہاتھ نہ کاٹے جانے میں کوئی اشکال نہیں۔ چنانچہ اگر درختوں کی حفاظت ہوتی ہو مثلاً باغ مقفل ہو تو ان کے پھل چرانے پر ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں۔ احوط بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ نہیں کاٹا جائے گا۔

مسئلہ ۱۲: قحط کے زمانہ میں اگر مال مسروق خوردنی ہو اور انسان اس کے چرانے پر مجبور ہو۔ چاہے دانے وغیرہ ہی ہوں تو چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ لیکن اگر خوردنی ہو مگر چور کو کوئی مجبوری ہو تو محل اشکال ہے۔ احتیاط یہ ہے کہ ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ بلکہ اگر محتاج شخص نہ کھائی جانے والی چیز چرائے تو ہاتھ نہ کاٹا جانا قوت سے خالی نہیں۔

مسئلہ ۱۳: اگر کسی آزاد انسان کو چرائے چاہے بڑا ہو یا چھوٹا، مرد ہو یا عورت تو حد کے طور پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ لیکن آیا دفع فساد کے لئے کاٹا جائے گا یا نہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ "ہاں" اور اس کے بارے میں روایت بھی ہے۔ لیکن احتیاط یہ ہے کہ ہاتھ نہ کاٹا جائے بلکہ حاکم شرع اپنی صوابدید پر اس پر تعزیر عائد کرے۔

مسئلہ ۱۴: اگر کوئی کمرہ عاریتاً دے اور عاریت پر دینے والا مثلاً اس کی حفاظت توڑ کر عاریتاً لینے والے کا مال چرالے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ اور مثلاً اگر کمرہ کرائے پر دے اور اس میں سے مستاجر کا مال چرالے تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور اگر وہ محفوظ مقام غصبی ہو تو اس میں سے مالک کے چوری کرنے سے ہاتھ نہیں کاٹا اور اگر اس کا مال حفاظت میں ہو اور مالک حفاظت توڑ دے اور مال نکال لے تو اس ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا خواہ اس کا مال غاصب کے مال کے ساتھ مخلوط ہو اور وہ اپنے مال کے بقدر یا اس سے زیادہ اور چوری کے نصاب سے کم مال اخذ کرے۔

مسئلہ ۱۵: اگر چوری کیا گیا مال وقف ہو تو اگر ہم یہ کہیں کہ وقف واقف کی ملکیت ہوتا ہے جیسا کہ بعض صورتوں میں ہوتا ہے یا موقوف علیہ کی ملکیت ہے۔ تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور اگر یہ کہیں کہ وقف، موقوف علیہ کو منفعت پہونچانے کے لئے ملکیت کی آزادی ہے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور اگر ایسی چیز چرائے جس کا مصرف اشخاص ہوں جیسے زکات، تو اگر یہ مان لیں کہ زکات کسی کی ملکیت نہیں ہوتی تو ہاتھ

يقطع، ولو سرق ما يكون مصرفه أشخاصاً كالزكاة بناء على عدم الملك لأحد لم يقطع، ولو سرق مالاً يكون للامام عليه السلام كنصف الخمس بناء على كونه ملكاً له عليه السلام فهل يقطع بمطالبة الفقيه الجامع للشرائط أو لا؟ فيه تردد، و بناءً على عدم الملك و كونه عليه السلام ولي الأمر لا يقطع على الأحوط.

مسألة ١٦ ـ باب الحرز و كذا ما بني على الباب والجدار من الخارج ليس محرزاً، فلا قطع بها، نعم الظاهر كون الباب الداخل وراء باب الحرز محرزاً بباب الحرز فيقطع به، و كذا ما على الجدار داخلاً، فاذا كسر الباب و دخل الحرز و أخرج شيئاً من أجزاء الجدار الداخل يقطع.

مسألة ١٧ ـ يقطع سارق الكفن إذا نبش القبر و سرقه ولو بعض أجزائه المندوبة بشرط بلوغه حد النصاب، ولو نبش و لم يسرق الكفن لم يقطع و يعزر، و ليس القبر حرزاً لغير الكفن، فلو جعل مع الميت شيء في القبر فنبش و أخرجه لم يقطع به على الأحوط، ولو تكرر منه النبش من غير أخذ الكفن و هرب من السلطان قيل يقتل، و فيه تردد.

القول فيما يثبت به

مسألة ١ ـ يثبت الحد بالاقرار بموجبه مرتين و بشهادة عدلين، ولو أقر مرة واحدة لا يقطع، و لكن يؤخذ المال منه، و لا يقطع بشهادة النساء منضمات و لا منفردات، و لا بشاهد و يمين.

مسألة ٢ ـ يعتبر في المقر البلوغ و العقل و الاختيار و القصد، فلا يقطع باقرار الصبي حتى مع القول بقطعه بالسرقة، و لا باقرار المجنون ولو أدواراً دور جنونه، و لا بالمكره ولا بالهازل و الغافل و النائم و الساهي و المغمى عليه، فلو أقر مكرهاً أو بلا قصد لم يقطع، و لم يثبت المال.

مسألة ٣ ـ لو أكرهه على الاقرار بضرب و نحوه فأقر ثم أتى بالمال بعينه لم يثبت

نہ کاٹا جائے۔ اور اگر مال امام علیہ السلام کو چرائے مثلاً خمس کا آدھا تو اس بنا پر کہ وہ امام کی ملکیت ہے آیا جامع الشرائط مجتہد کے مطالبہ پر اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟ اس میں تردد ہے۔ اور اگر اس پر بنا رکھی جائے کہ وہ ملکیت نہیں بلکہ امام اولیٰ بالتصرف ہیں تو احتیاطاً ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

مسئلہ ۱۶: حفاظت گاہ کا دروازہ اور در و دیوار پر الگ سے بنائی گئی چیزیں محفوظ نہیں کہلاتیں چنانچہ ان کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹے جاتے۔ البتہ حفاظت گاہ کے دروازے کے اندر جو دروازہ ہوتا ہے ظاہراً وہ حفاظت گاہ والے دروازے کی بنا پر محفوظ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کی چوری سے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ اسی طرح جو چیز دیوار پر اندر کی طرف ہو۔ پس اگر دروازہ توڑ کر حفاظت گاہ میں داخل ہو جائے اور کوئی چیز اس میں سے نکال لے جو دیوار کے داخلی اجزاء میں سے ہو تو ہاتھ کاٹے جائیں۔

مسئلہ ۱۷: کفن چور اگر قبر کھود کے کفن چرائے چاہے کفن کے بعض مستحبی اجزا ہی سہی اس کا ہاتھ کاٹا جائے بشرطیکہ اس کی قیمت حد نصاب تک پہنچتی ہو۔ اور اگر قبر کھودے لیکن کفن نہ چرائے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ اس پر تعزیر عائد ہوگی اور کفن کے علاوہ کسی اور چیز کے لئے قبر حرز شمار نہیں ہوگی۔ پس اگر میت کے ساتھ کوئی چیز قبر میں رکھی گئی ہو اور چور قبر کھود کر اسے نکال لے جائے تو احتیاطاً اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ لیکن کفن چرائے بغیر اگر قبر کھودنے کے عمل کو دہرائے اور پھر حاکم کے ڈر سے بھاگ جائے تو کہا گیا ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ لیکن اس میں تردد ہے۔

ثبوتِ حد

مسئلہ ۱: اگر دو بار ایسی چیز کا اقرار کرے جس سے حد واجب ہوتی ہے یا دو عادل گواہی دیں تو حد ثابت ہو جائے گی اور اگر صرف ایک بار اقرار کرے تو ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ لیکن اس سے مال لے لیا جائے۔ عورتوں کی انفرادی یا انضمامی گواہی اور قسم کے ساتھ ایک گواہ کی گواہی سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

مسئلہ ۲: ضروری ہے کہ اقرار کرنے والا، بالغ، عاقل، قاصد اور با اختیار ہو چنانچہ کے اقرار پر اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ چاہے اس بات کا یقین ہو کہ اس نے چوری کی ہے۔ اور مجنون ادواری کے دورِ جنون کے اقرار، مجبور شخص کے اقرار، مذاق کرنے والے کے اقرار، غافل، سوئے ہوئے، بھولنے والے اور بے ہوش شخص کے اقرار پر اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اکراہ کی حالت میں یا بغیر قصد کئے اقرار کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور نہ مال ثابت ہوگا۔

مسئلہ ۳: اگر مار پیٹ وغیرہ سے اقرار کرنے پر مجبور کرنے سے اقرار کرے اس کے بعد وہی مال لے آئے

القطع إلا مع قيام قرائن قطعية على سرقته بما يوجب القطع.

مسألة ٤ ـ لو أقر مرتين ثم أنكر فهل يقطع أو لا؟ الأحوط الثاني، و الأرجح الأول، ولو أنكر بعد الاقرار مرة يؤخذ منه المال و لا يقطع، ولو تاب أو أنكر بعد قيام البينة يقطع، ولو تاب قبل قيام البينة و قبل الاقرار سقط عنه الحد، ولو تاب بعد الاقرار يتحتم القطع و قيل: يتخير الامام عليه السلام بين العفو و القطع.

القول في الحد

مسألة ١ ـ حد السارق في المرة الأولى قطع الأصابع الأربع من مفصل أصولها من اليد اليمنى، و يترك له الراحة و الابهام، ولو سرق ثانياً قطعت رجله اليسرى من تحت قبة القدم حتى يبقى له النصف من القدم و مقدار قليل من محل المسح، و إن سرق ثالثاً حبس دائماً حتى يموت، و يجري عليه من بيت المال إن كان فقيراً، و إن عاد و سرق رابعاً ولو في السجن قتل.

مسألة ٢ ـ لو تكررت منه السرقة و لم يتخلل الحد كفى حد واحد، فلو تكررت منه السرقة بعد الحد قطعت رجله ثم لو تكررت منه حبس ثم لو تكررت قتل.

مسألة ٣ ـ لا تقطع اليسار مع وجود اليمين سواء كانت اليمين شلاء و اليسار صحيحة أو العكس أو هما شلاء، نعم لو خيف الموت بقطع الشلاء لاحتمال عقلائي له منشأ عقلائي كاخبار الطبيب بذلك لم تقطع احتياطاً على حياة السارق، فهل تقطع اليسار الصحيحة في هذا الفرض أو اليسار الشلاء مع الخوف في اليمين دون اليسار؟ الأشبه عدم القطع.

مسألة ٤ ـ لو لم يكن للسارق يسار قطعت يمناه على المشهور، و في رواية صحيحة لا تقطع، و العمل على المشهور، ولو كان له يمين حين ثبوت السرقة فذهبت بعده لم تقطع اليسار.

توجب تک قطع ید کی موجب چوری پر قطعی قرائن موجود نہ ہوں اس وقت تک حد ثابت نہیں ہوگی۔

مسئلہ ۴: اگر دو بار اقرار کرنے کے بعد انکار کر دے تو آیا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟ احوط یہ ہے کہ نہ کاٹا جائے۔ جب کہ زیادہ رجحان اس بات کو ہے کہ کاٹا جائے۔ اور اگر ایک بار اقرار کرنے کے بعد انکار کر دے تو مال لے لیا جائے گا لیکن ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اگر توبہ کرے یا گواہی ہو جانے کے بعد منکر ہو جائے تو حد جاری ہوگی۔ لیکن اگر گواہی اور اقرار سے پہلے توبہ کرے تو حد ساقط ہو جائے گی۔ اور اگر اقرار کے بعد توبہ کرے تو قطع ید حتمی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ امامؑ کو اختیار ہے کہ معاف کر دیں یا حد جاری کریں۔

حد کی بات!

مسئلہ ۱: پہلی بار چوری پر چور کی حد یہ ہے کہ اس کے دائیں ہاتھ کی چار انگلیاں جڑوں سے کاٹ دی جائیں اور انگوٹھے اور ہتھیلی کو اس کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ اگر دوسری بار چوری کرے تو پیر کی اُبھری ہوئی جگہ سے آگے اس کا آدھا بایاں پیر کاٹ دیا جائے تاکہ اس کے لئے آدھا پیر اور مسح کرنے کی تھوڑی جگہ بچ جائے۔ اور اگر تیسری بار پھر چوری کرے تو تادم مرگ قید میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ اگر فقیر ہو تو بیت المال سے اس پر خرچ کیا جائے۔ اور اگر چوتھی بار چوری کے عمل کا اعادہ کرے چاہے قید خانہ میں ہی سہی تو اسے قتل کر دیا جائے۔

مسئلہ ۲: اگر چور کئی بار چوری کرے۔ لیکن درمیان میں حد جاری نہ ہوئی ہو تو ایک ہی حد کافی ہوگی لیکن حد کے بعد اگر دوبارہ چوری کرے تو اس کا پیر کاٹا جائے اس کے بعد اگر چوری کرے تو قید میں ڈالا جائے اور اگر پھر چوری کرے تو قتل کر دیا جائے۔

مسئلہ ۳: داہنے ہاتھ کی موجودگی کی صورت میں بایاں ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا چاہے داہنا ہاتھ شل ہو اور بایاں صحیح یا بالعکس ہو یا دونوں شل ہوں۔ البتہ اگر مشلول ہاتھ کاٹے جانے پر موت کا خطرہ ہو۔ اس لئے کہ ڈاکٹر وغیرہ کے کہنے پر اسکا عقلائی احتمال موجود ہوتا ہے تو چور کی زندگی بچانے کے لئے احتیاطاً اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اب اس میں آیا اس کا صحیح بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں یا اگر داہنے ہاتھ میں خوف ہو اور بائیں میں نہ ہو تو آیا بایاں مشلول ہاتھ کاٹا جائے یا نہیں؟ اشبہ یہ ہے کہ نہ کاٹا جائے۔

مسئلہ ۴: اگر چور کا بایاں ہاتھ نہ ہو تب بھی مشہور ہے کہ اس کا داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ جب کہ ایک صحیح السند روایت میں ہے کہ نہ کاٹا جائے۔ لیکن عمل مشہور کے مطابق ہی ہوگا اور اگر چوری ثابت ہونے تک اس کا داہنا ہاتھ موجود ہو لیکن بعد میں ضایع ہو جائے تو بایاں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔

مسألة ٥ ـ من سرق و ليس له اليمنى قيل فان كانت مقطوعة في القصاص أو غير ذلك و كانت له اليسرى قطعت يسراه، فان لم تكن له أيضاً اليسرى قطعت رجله اليسرى، فان لم يكن له رجل لم يكن عليه أكثر من الحبس، و الأشبه في جميع ذلك سقوط الحد و الانتقال إلى التعزير.

مسألة ٦ ـ لو قطع الحداد يساره مع العلم حكماً و موضوعاً فعليه القصاص، و لا يسقط قطع اليمنى بالسرقة، ولو قطع اليسرى لاشتباه في الحكم أو الموضوع فعليه الدية. فهل يسقط قطع اليمين بها؟ الأقوى ذلك.

مسألة ٧ ـ سراية الحد ليست مضمونة لا على الحاكم و لا على الحداد و إن أقيم في حر أو برد، نعم يستحب إقامته في الصيف في أطراف النهار و في الشتاء في وسطه لتوقي شدة الحر و البرد.

القول في اللواحق

مسألة ١ ـ لو سرق إثنان نصاباً أو أكثر بما لا يبلغ نصيب كل منهما نصاباً فهل يقطع كل واحد منهما أو لا يقطع واحد منهما؟ الأشبه الثاني.

مسألة ٢ ـ لو سرق و لم يقدر عليه ثم سرق ثانية فأخذ وأقيمت عليه البينة بهما جميعاً معاً دفعة واحدة أو أقر بهما جميعاً كذلك قطع بالأولى يده، و لم تقطع بالثانية رجله، بل لا يبعد أن يكون الحكم كذلك لو تفرق الشهود فشهد إثنان بالسرقة الأولى ثم شهد إثنان بالسرقة الثانية قبل قيام الحد، أو أقر مرتين دفعة بالسرقة الأولى و مرتين دفعة أخرى بالسرقة الثانية قبل قيام الحد، ولو قامت الحجة بالسرقة ثم أمسكت حتى أقيم الحد و قطع يمينه ثم قامت الأخرى قطعت رجله.

مسألة ٣ ـ لو أقيمت البينة عند الحاكم أو أقر بالسرقة عنده أو علم ذلك لم يقطع حتى يطالبه المسروق منه، فلو لم يرفعه إلى الحاكم لم يقطعه ولو عفا عنه قبل الرفع سقط الحد، و كذا لو وهبه المال قبل الرفع، ولو رفعه إليه لم يسقط الحد، و

مسئلہ ۵: کوئی شخص چوری کرے اور اس کا داہنا ہاتھ نہ ہو تو ایک قول یہ ہے کہ اگر اسے قصاص یا کسی اور وجہ سے کاٹا گیا ہو اور بایاں ہاتھ موجود نہ ہو تو اس کا بایاں پیر کاٹا جائے اور اگر اس کا بایاں پیر بھی نہ ہو تو اسے زیادہ سے زیادہ قید کیا جائے۔ لیکن ان تمام صورتوں میں اشبہ یہ ہے کہ حد ساقط ہوگی اور اسکے بدلے اس پر تعزیر عائد ہوگی۔

مسئلہ ۶: اگر جلاد (ہاتھ کاٹنے والا) حکم اور موضوع کو جاننے کے باوجود اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دے تو اس پر قصاص ہے اور چوری کے بدلے اس کا داہنا ہاتھ بہرحال کاٹا جائے گا۔ لیکن حکم یا موضوع میں اشتباہ کی وجہ سے بایاں ہاتھ کاٹ دے تو اس پر دیت (خوں بہا) ہے۔ اور کیا اس سے داہنے ہاتھ کا کاٹا جانا ساقط ہو جائے گا؟ اقویٰ ایسا ہی ہے۔

مسئلہ ۷: اگر حد سرایت کر جائے تو حاکم شرع اور ہاتھ کاٹنے والا اس کا ضامن نہیں چاہے گرمی یا سردی میں حد جاری کی گئی ہو۔ البتہ مستحب ہے گرمیوں میں صبح یا شام اور سردیوں میں ٹھیک دوپہر کے وقت حد جاری کی جائے۔ تاکہ سردی اور گرمی کی شدت سے بچا جا سکے۔

ملحقات

مسئلہ ۱: اگر دو اشخاص بقدر نصاب یا اس سے اس قدر زیادہ چرائیں کہ ہر ایک کا حصہ چوری کے نصاب کے بقدر نہ ہو تو آیا دونوں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے یا کسی کا بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اشبہ دوسری صورت ہے۔

مسئلہ ۲: اگر چور ایک بار چوری کرنے پر ہاتھ نہ آئے لیکن دوسری بار چوری کرے تو پکڑا جائے اور دونوں مرتبہ کی چوری کے بارے میں اس کے خلاف ایک ساتھ ہی گواہی ہو جائے یا اسی طرح وہ اقرار کرے کہ ایک ساتھ دونوں چوریاں کی ہیں تو پہلی چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ لیکن دوسری چوری کی سزا میں اس کا پیر نہیں کاٹا جائیگا۔ بلکہ اگر گواہ متفرق بھی ہوں چنانچہ دو گواہ پہلی اور دوسری چوری کے ہوں اور حد سے پہلے گواہی دیں تو بعید نہیں ہے کہ مذکورہ حکم اس صورت میں بھی لاگو ہو۔ یا حد قائم ہونے سے پہلے دوم مرتبہ پہلی چوری اور دوم مرتبہ دوسری چوری کا اقرار کرے۔ اگر چوری کی حجت تمام ہو جائے اور دوسری چوری کی گواہی حد قائم ہونے تک موقوف ہو جائے چنانچہ اس کا داہنا ہاتھ کاٹ دیئے جانے کے بعد دوسری گواہی ہو تو اس کا پاؤں کاٹا جائیگا۔

مسئلہ ۳: اگر حاکم شرع کے سامنے گواہی ہو جائے یا چور خود اقرار کرے یا حاکم شرع کو علم ہو تو جب تک مال کا مالک مطالبہ نہ کرے چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ پس اگر مالک حاکم شرع سے شکایت نہ کرے تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے اور اگر شکایت سے پہلے مالک معاف کر دے تو حد ساقط ہو جائے گی۔ اور اگر شکایت سے پہلے مال اس کو ہبہ کر دے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر حاکم شرع سے شکایت کر دے تو حد ساقط نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر شکایت کرنے کے بعد بخش دے تب بھی ساقط نہیں ہوگی۔ اور اگر مال چوری کرے لیکن اس کے جھ

كذا لو وهبه بعد الرفع، ولو سرق مالاً فلكه بشراء و نحوه قبل الرفع إلى الحاكم و ثبوته سقط الحد، ولو كان ذلك بعده لم يسقط.

مسألة ٤ ـ لو أخرج السارق المال من حرزه ثم أعاده إليه فان وقع تحت يد المالك ولو في جملة أمواله لم يقطع، ولو أرجعه إلى حرزه و لم يقع تحت يده كما لو تلف قبل وقوعه تحت يده فهل يقطع بذلك؟ الأشبه ذلك، و إن لا يخلو من إشكال.

مسألة ٥ ـ لو هتك الحرز جماعة فأخرج المال منه أحدهم فالقطع عليه خاصة، ولوقرّبه أحدهم من الباب و أخرجه الآخر من الحرز فالقطع على المخرج له، ولو وضعه الداخل في وسط النقب و أخرجه الآخر الخارج فالظاهر أن القطع على الداخل، و لكن لو وضعه بين الباب الذي هو حرز للبيت بحيث لم يكن الموضوع داخلاً و لا خارجاً عرفاً فالظاهر عدم القطع على واحد منهما، نعم لو وضعه بنحو كان نصفه في الخارج و نصفه في الداخل فان بلغ كل من النصفين النصاب يقطع كل منهما و إن بلغ الخارج النصاب يقطع الداخل، و إن بلغ الداخل ذلك يقطع الخارج.

مسألة ٦ ـ لو أخرج النصاب دفعات متعددة فان عدت سرقة واحدة كما لو كان شيئاً ثقيلاً ذا أجزاء فأخرجه جزءاً فجزءاً بلا فصل طويل يخرجه عن اسم الدفعة عرفاً يقطع، و أما لو سرق جزءاً منه في ليلة و جزءاً منه في ليلة أخرى فصار المجموع نصاباً فلا يقطع، ولو سرق نصف النصاب من حرز و نصفه من حرز آخر فالاحوط لو لم يكن الأقوى عدم القطع.

مسألة ٧ ـ لو دخل الحرز فأخذ النصاب و قبل الاخراج منه أخذ لم يقطع، ولو أحدث في الشيء الذي قدر النصاب داخل الحرز ما أخرجه عن النصاب ثم أخرجه لم يقطع، كما لو ذبح الشاة أو خرق الثوب داخل الحرز.

مسألة ٨ ـ لو ابتلع النصاب داخل الحرز فان استهلك في الجوف كالطعام لم يقطع، و إن لم يستهلك لكن تعذر إخراجه فلا قطع و لا سرقة و لو لم يتعذر

خرید وغیرہ کے سبب اس کا مالک ہو جائے اور معاملہ حاکم شرع کے پاس نہ گیا ہو اور چوری ثابت نہ ہوئی ہو تو حد ساقط ہو جائے گی۔ لیکن اگر حاکم شرع سے شکایت کے بعد مالک بنے تو حد ساقط نہیں۔

مسئلہ ۴: اگر چور کسی مال کو محفوظ جگہ سے نکالنے کے بعد وہیں رکھ دے تو اگر وہ چیز، مالک کے ہاتھ آجائے خواہ اس کے اموال کے ضمن میں ہی سہی تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ لیکن چور مال کو محفوظ جگہ پر رکھ دے مگر وہ مالک کے ہاتھ نہ لگے۔ مثلاً مالک کے ہاتھ لگنے سے پہلے ضائع ہو جائے تو آیا اس کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟ اشبہ یہ ہے کہ کاٹا جائے گا۔ اگرچہ اشکال سے خالی نہیں۔

مسئلہ ۵: اگر ایک جماعت مل کر کہیں نقب لگائیں۔ مگر مال کو ان میں سے ایک شخص نکال لے تو صرف اسی کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور اگر ان میں سے ایک شخص اسے دروازے کے قریب لائے اور دوسرا اسے اس محفوظ جگہ سے نکال لے تو نکالنے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر اندر والا شخص مال کو نقب زدہ راستے پر رکھے اور دوسرا باہر نکال لے جائے تو ظاہراً جو شخص اندر ہے اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ لیکن اگر وہ شخص اس دروازے کے درمیان میں رکھے جو گھر کی حفاظت ہے اور یہ حصہ عرف عام میں نہ اندرونی کہلاتا ہو اور نہ بیرونی تو ظاہر یہ ہے کہ کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جائے البتہ اگر اس کو اس طرح رکھے کہ آدھا اندر ہو اور آدھا باہر تو اگر وہ آدھا نصاب کے برابر ہو تو دونوں کے ہاتھ کاٹے جائیں۔ اور اگر باہر والا حصہ نصاب کے بقدر ہو تو اندر والے کا اور اگر اندر والا آدھا نصاب کے برابر ہو تو باہر والے کا ہاتھ کاٹا جائے۔

مسئلہ ۶: اگر چند بار کر کے نصاب کے بقدر نکالے۔ چنانچہ اگر وہ ایک چوری ہو۔ مثلاً کوئی چیز بھاری ہو اور اس کے اجزاء ہوں اور وہ ایک ایک چیز کر کے نکالے لیکن درمیان میں اتنا طویل فاصلہ نہ ہو کہ اسے ایک مرتبہ نکالنا نہ کہا جا سکے تو ہاتھ کاٹا جائے۔ لیکن اگر اس کے ایک جزو کو رات میں اور دوسرے کو دن میں چرائے اور مجموعی طور پر نصاب کے برابر ہو تو ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اگر نصاب کا آدھا ایک محفوظ مقام اور آدھا دوسرے محفوظ مقام سے نکالے تو اگر اتحاد نہ ہو تب بھی احوط یہ ہے کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

مسئلہ ۷: اگر محفوظ جگہ میں داخل ہو کر نصاب کے بقدر مال اٹھائے لیکن باہر نکالنے سے پہلے پکڑا جائے تو ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ اور اگر نصاب کے برابر چیز میں محفوظ جگہ کے اندر ہی ایسی خرابی پیدا کرے جس کی وجہ سے وہ نصاب کے برابر نہ رہے اس کے بعد اس چیز کو باہر نکالے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ مثلاً محفوظ جگہ کے اندر ہی بکری کو ذبح کر ڈالے یا کپڑے کو پھاڑ دے۔

مسئلہ ۸: اگر محفوظ جگہ کے اندر ہی نصاب کے برابر مال نگل لے چنانچہ وہ چیز پیٹ میں مستہلک ہو جائے جیسے کھانا وغیرہ تو ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ لیکن اگر وہ چیز مستہلک نہ ہو مگر اس کا اخراج مشکل ہو تو نہ ہاتھ کاٹا جائیگا اور نہ ہی چوری ہوگی۔ لیکن اگر اس کا اخراج مشکل نہ ہو۔ چاہے اس کی عادت کے مطابق وہ چیز نکل آئی ہو لیکن وہ چیز پیٹ میں ہی ہو تو ہاتھ کاٹنے یا نہ کاٹنے میں دو وجہیں ہیں۔ اشبہ یہ ہے کہ اگر اس طریقہ

إخراجه من الجوف ولو بالنظر إلى عادته فخرج و هو في جوفه ففي القطع و عدمه و جهان، أشبههما القطع إذا كان البلع للسرقة بهذا النحو، و إلا فلا قطع.

الفصل السادس في حد المحارب

مسألة ١ ـ المحارب هو كل من جرد سلاحه أو جهزه لاخافة الناس و إرادة الافساد في الأرض، في بر كان أو في بحر، في مصر أو غيره ليلاً أو نهاراً، و لا يشترط كونه من أهل الريبة مع تحقق ما ذكر، و يستوي فيه الذكر و الأنثى، و في ثبوته للمجرد سلاحه بالقصد المزبور مع كونه ضعيفاً لا يتحقق من إخافته خوف لأحد إشكال بل منع، نعم لو كان ضعيفاً لكن لا بحد لا يتحقق الخوف من إخافته بل يتحقق في بعض الأحيان و الأشخاص فالظاهر كونه داخلاً فيه.

مسألة ٢ ـ لا يثبت الحكم للطليع، و هو المراقب للقوافل و نحوها ليخبر رفقاءه من قطاع الطريق، و لا للردء، و هو المعين لضبط الأموال، ولا لمن شهر سيفه أو جهز سلاحه لا لاخافة المحارب و لدفع فساده أو لدفع من يقصده بسوء و نحو ذلك مما هو قطع الفساد لا الا فساد، و لا للصغير و المجنون، و لا للملاعب.

مسألة ٣ ـ لو حمل على غيره من غير سلاح ليأخذ ما له أو يقتله جاز، بل وجب الدفاع في الثاني ولو انجر إلى قتله، لكن لا يثبت له حكم المحارب ولو أخاف الناس بالسوط و العصا و الحجر ففي ثبوت الحكم إشكال، بل عدمه أقرب في الأولين.

مسألة ٤ ـ تثبت المحاربة بالاقرار مرة، و الأحوط مرتين، و بشهادة عدلين، و لا تقبل شهادة النساء منفردات و لا منضمات، و لا تقبل شهادة اللصوص و المحاربين بعضهم على بعض، و لا شهادة المأخوذ منهم بعضهم لبعض بأن قالوا جميعاً: تعرضوا لنا وأخذوا منا، و أما لو شهد بعضهم لبعض و قال: «عرضوا لنا و أخذوا من هؤلاء لا منا» قبل على الأشبه.

سے اس نے چوری کی نیت سے نکلا ہو تو کاٹا جائے ورنہ نہ کاٹا جائے۔

چھٹی فصل

حدِ مُحارب

مسئلہ ۱: محارب ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنا ہتھیار برہنہ کرے یا اسے لوگوں کو ڈرانے اور زمین میں فساد پھیلانے کے لئے آمادہ کرے چاہے خشکی میں ہو یا سمندر میں، شہر میں ہو یا اس کے علاوہ دن میں ایسا کرے یا رات میں اور مذکورہ چیزیں اس میں پائی جانے کے بعد ضروری نہیں کہ وہ مشکوک افراد میں سے بھی ہو۔ اس میں مرد و عورت برابر ہیں۔ جو شخص ضعیف ہو اور مذکورہ ارادے کے ساتھ اپنا ہتھیار نکالے مگر اس سے کوئی خائف نہ ہوتا ہو۔ ایسے شخص کے حق میں اس حکم کے ثابت ہونے میں اشکال ہے۔ بلکہ ثبوت ممنوع ہے۔ البتہ اگر اتنا کمزور نہ ہو کہ اس کے ڈرانے سے کوئی خائف نہ ہوتا ہو بلکہ کبھی کبھی خائف ہو جاتے ہوں تو ظاہراً وہ بھی محارب کے حکم میں داخل ہے۔

مسئلہ ۲: "طلیع" کے لئے یہ حکم ثابت نہیں۔ طلیع اس شخص کو کہتے ہیں جو قاتلوں کی نگہبانی کرتا ہے۔ اور اپنے رفقاء کو ڈاکوؤں سے باخبر کرتا ہے۔ اور جو شخص اموال کی حفاظت پر معین ہو یا جو شخص کسی محارب کو ڈرانے اور اس کا شر کم کرنے یا اپنے کسی دشمن کی دشمنی سے بچنے کے لئے اپنی شمشیر نکالے یا ہتھیار آمادہ کرے کہ جو درحقیقت رفع فساد ہے، افساد نہیں وہ اس حکم میں داخل نہیں۔ اسی طرح چھوٹے بچے، دیوانے اور کھلاڑی کا بھی یہ حکم نہیں۔

مسئلہ ۳: اگر دوسرے شخص پر بغیر ہتھیار کے مال ہتھیانے قتل کرنے کے لئے حملہ کرے۔ تو دوسرے کے لئے اس کا دفاع جائز بلکہ اگر حملہ قتل کرنے کے لئے ہو تو واجب ہے۔ خواہ اس کے نتیجہ میں حملہ آور قتل ہی کیوں نہ ہو جائے۔ لیکن اس پر حکم محارب کا اطلاق نہیں ہوگا۔ اور اگر کوڑے لاٹھی اور پتھر کے ذریعہ لوگوں کو ڈرائے تو ثبوت حکم میں اشکال ہے۔ بلکہ کوڑے اور لاٹھی میں حکم کا ثابت نہ ہونا اقرب ہے۔

مسئلہ ۴: دو عادلوں کی گواہی اور ایک بار اقرار کرنے سے کسی کا محارب ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ لیکن احتیاط یہ ہے کہ دو بار اقرار سے ثابت ہوتا ہے۔ اس میں عورتوں کی گواہی خواہ انفرادی ہو یا انضمامی قبول نہیں کی جاتی۔ اسی طرح چوروں اور محاربوں کی گواہی بھی ایک دوسرے کے خلاف قبول نہیں کی جاتی۔ اسی طرح جن لوگوں کا مال چھینا گیا ہو ان کی گواہی بھی ایک دوسرے کے حق میں قبول نہیں کی جاتی کہ وہ کہیں کہ وہ ہم سے متعرض ہوئے اور مال چھین لیا" لیکن اگر ان میں سے کچھ لوگ دوسروں کے حق میں اس طرح گواہی دیں "کہ وہ ہم سے متعرض ہوئے لیکن مال ان لوگوں سے لیا، ہم سے نہیں" تو اشبہ یہ ہے کہ گواہی قبول کی جائے گی۔

مسألة ٥ ـ الأقوى في الحد تخيير الحاكم بين القتل و الصلب و القطع مخالفاً و النفي، و لا يبعد أن يكون الأولى له أن يلاحظ الجناية و يختار ما يناسبها، فلو قتل اختار القتل أو الصلب. ولو أخذ المال اختار القطع ولو شهر السيف و أخاف فقط اختار النفي، و قد اضطربت كلمات الفقهاء و الروايات، والأولى ما ذكرنا.

مسألة ٦ ـ ما ذكرنا في المسألة السابقة حد المحارب سواء قتل شخصاً أو لا، و سواء رفع ولي الدم أمره إلى الحاكم أو لا، نعم مع الرفع يقتل قصاصاً مع كون المقتول كفواً، و مع عفوه فالحاكم مختار بين الأمور الأربعة، سواء كان قتله طلباً للمال أو لا، و كذا لو جرح و لم يقتل كان القصاص إلى الولي، فلو اقتص كان الحاكم مختاراً بين الأمور المتقدمة حداً و كذا لو عفا عنه.

مسألة ٧ ـ لو تاب المحارب قبل القدرة عليه سقط الحد دون حقوق الناس من القتل و الجرح و المال، و لو تاب بعد الظفر عليه لم يسقط الحد أيضاً.

مسألة ٨ ـ اللص إذا صدق عليه عنوان المحارب كان حكمه ما تقدم و إلا فله أحكام تقدمت في ذيل كتاب الأمر بالمعروف و النهي عن المنكر.

مسألة ٩ ـ يصلب المحارب حياً، و لا يجوز الابقاء مصلوباً أكثر من ثلاثة أيام، ثم ينزل فان كان ميتاً يغسل و يكفن و يصلى عليه و يدفن، وإن كان حياً قيل يجهز عليه، و هو مشكل، نعم يمكن القول بجواز الصلب على نحو يموت به، و هو أيضاً لا يخلو من إشكال.

مسألة ١٠ ـ إذا نفي المحارب عن بلده إلى بلد آخر يكتب الوالي إلى كل بلد يأوى إليه بالمنع عن مؤاكلته ومعاشرته و مبايعته و مناكحته و مشاورته، و الأحوط أن لا يكون أقل من سنة و إن تاب، ولو لم يتب استمر النفي إلى أن يتوب، ولو أراد بلاد الشرك يمنع منها، قالوا: و إن مكنوه من دخولها قوتلوا حتى يخرجوه.

مسألة ١١ ـ لا يعتبر في قطع المحارب السرقة فضلاً عن اعتبار النصاب أو

مسئلہ ۵: اس حد میں اقویٰ یہ ہے کہ حاکم شرع کو اختیار ہے کہ قتل کرے پھانسی دے۔ ایک دوسرے کے مخالف اعضا کاٹ دے یا شہر بدر کردے۔ اور بعید نہیں کہ حاکم شرع کے لئے بہتر یہ ہو کہ وہ مجرم کو ملاحظہ کرے اور اس کے مناسب سزا تجویز کرے۔ چنانچہ اگر جرم قتل ہو تو یا قتل کرے یا پھانسی دے اور اگر مال ہتھیایا ہو تو مخالف اعضا کاٹے اور اگر صرف شمشیر برہنہ کی ہو اور ڈرایا دھمکایا ہو تو جلاوطنی کی سزا تجویز کرے۔ چنانچہ فقہا کے اقوال اور روایات اس باب میں متصادم ہیں۔ لہٰذا بہرصورت سزا وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔

مسئلہ ۶: گذشتہ مسئلہ میں جو ہم نے ذکر کی ہے وہ محارب کی حد ہے خواہ اس نے قتل کیا ہو یا نہ۔ اور چاہے ولی مقتول نے حاکم شرع سے شکایت کی ہو یا نہ۔ البتہ شکایت کرنے کی صورت میں بطور قصاص محارب کو قتل کیا جائے گا۔ بشرطیکہ مقتول اس کا کفو ہو۔ اور اس کو معاف کئے جانے کی صورت میں، حاکم شرع کو چار امور میں اختیار ہے چاہے اس کا قتل طلب مال کے عنوان سے ہو یا نہ۔ اسی طرح اگر زخمی ہو اور قتل نہ کرے تو قصاص لینے کا حق ولی کو ہے۔ پس اگر وہ قصاص لینا چاہے تو حاکم شرع کو مذکورہ امور میں اجرائے حد کے اعتبار سے اختیار ہے۔ اور اگر ولی اس کو معاف کردے تب بھی یہی صورت ہے۔

مسئلہ ۷: اگر محارب گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کرے تو حد ساقط ہو جائے گی لیکن حقوق الناس جیسے قتل، جراحت اور مال ساقط نہیں ہوں گے۔ اور اگر گرفتار کئے جانے کے بعد توبہ کرے تب تو حد بھی ساقط نہیں ہوگی۔

مسئلہ ۸: چور پر اگر محارب ہونا صادق آئے تو اس کا حکم وہی ہے جو بیان ہو چکا۔ اور اگر محارب صدق نہ کرے تو اس کے احکام جداگانہ ہیں۔ جو کتاب امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں بیان ہو چکے ہیں۔

مسئلہ ۹: محارب کو بحالت حیات پھانسی دی جائے۔ اور تین دن سے زیادہ پھانسی پر لٹکائے رکھنا جائز نہیں۔ تین دن کے بعد اس کو اتارا جائے۔ پس اگر وہ مر چکا ہو تو تغسیل و تکفین کرکے اس پر نماز پڑھی جائے اور دفن کردیا جائے۔ اور اگر زندہ ہو تو بعض علما نے کہا ہے کہ اس کے قتل میں جلدی کی جائے۔ لیکن اس میں اشکال ہے۔ البتہ یہ کہنا ممکن ہے کہ اس کو اس طرح پھانسی دینا جائز ہو کہ وہ مر جائے۔ لیکن یہ بھی اشکال سے خالی نہیں۔

مسئلہ ۱۰: محارب کو جب اس کے شہر سے دوسرے شہر جلاوطن کیا جائے۔ تو والی (حاکم شہر) کو چاہیئے کہ وہ جس شہر میں بھی جائے، وہاں والوں کو لکھے کہ وہ اس کے ساتھ خورد و نوش، بود و باش، خرید و فروخت اور نکاح و مشاورت نہ رکھیں اور احتیاط یہ ہے کہ اس بائیکاٹ کی مدت ایک سال سے کم نہ ہو چاہے وہ توبہ ہی کیوں نہ کرلے۔ لیکن اگر توبہ نہ کرے تو اس وقت تک یہ سلسلہ جاری رکھا جائے جب تک توبہ نہ کرلے۔ اور اگر وہ مشرکوں کے شہر میں جانا چاہے تو نہ جانے دیا جائے۔ کہتے ہیں کہ، اگر مشرک اسے اپنے شہر میں پناہ دیں تو ان سے جنگ کی جائے۔ یہاں تک کہ وہ اس کو نکال دیں۔

مسئلہ ۱۱: محارب کے ہاتھ پیر کاٹنے میں چوری کا ہونا معتبر نہیں چہ جائیکہ بقدر نصاب معتبر ہو یا محفوظ جگہ سے چوری کرنا معتبر ہو۔ بلکہ امام علیہ السلام کو اختیار ہے کہ اس پر محارب ہونا صادق آئے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیں اور

الحرز، بل الامام عليه السلام مخير بمجرد صدق المحارب، ولو قطع فالأحوط البدأة بقطع اليد اليمنى ثم يقطع الرجل اليسرى، و الأولى الصبر بعد قطع اليمنى حتى تحسم، ولو فقدت اليمنى أو فقد العضوان يختار الامام عليه السلام غير القطع.

مسألة ١٢ ـ لو أخذ المال بغير محاربة لا يجري عليه حكمها، كما لو أخذ المال وهرب،أو أخذ قهراً من غير إشهار سلاح، أو احتال في أخذ الأموال بوسائل كتزوير الأسناد أو الرسائل و نحو ذلك ، ففيها لا يجري حد المحارب و لا حد السارق، و لكن عليه التعزير حسب ما يراه الحاكم.

خاتمة في سائر العقوبات

القول في الارتداد

مسألة ١ ـ ذكرنا في الميراث المرتد بقسميه وبعض أحكامه، فالفطري لا يقبل إسلامه ظاهراً، و يقتل إن كان رجلاً، و لا تقتل المرأة المرتدة ولو عن فطرة، بل تحبس دائماً و تضرب في أوقات الصلوات، و يضيق عليها في المعيشة، و تقبل توبتها، فان تابت أخرجت عن الحبس، و المرتد الملي يستتاب، فان امتنع قتل، والأحوط استتابته ثلاثة أيام، وقتل في اليوم الرابع.

مسألة ٢ ـ يعتبر في الحكم بالارتداد البلوغ و العقل و الاختيار والقصد فلا عبرة بردة الصبي و إن كان مراهقاً، ولا المجنون و إن كان أدوارياً و لا المكره، و لا بما يقع بلا قصد كالهازل و الساهي و الغافل و المغمى عليه، ولو صدر منه حال غضب غالب لا يملك معه نفسه لم يحكم بالارتداد.

مسألة ٣ ـ لو ظهر منه ما يوجب الارتداد فادعى الاكراه مع احتماله أو عدم القصد وسبق اللسان مع احتماله قبل منه، ولو قامت البينة على صدور كلام

اگر ہاتھ پیر کاٹنا ہوں تو احتیاط یہ ہے کہ پہلے داہنا ہاتھ کاٹیں پھر بایاں پیر۔ بہتر یہ ہے کہ داہنا ہاتھ کاٹنے کے بعد انتظار کریں تاکہ خون بند ہو جائے (پھر پیر کاٹیں) اور اگر داہنا ہاتھ نہ ہو یا دونوں اعضا نہ ہوں تو امام کو اختیار ہے کہ وہ قطع کے علاوہ کوئی اور سزا دے۔

مسئلہ ۱۲: اگر محاربت کے علاوہ کسی اور ڈھنگ سے مال چھین لے تو محارب کا حکم اس پر لاگو نہیں ہوگا۔ مثلاً مال چھین کر بھاگ جائے۔ یا ہتھیار دکھائے بغیر زبردستی لے لے۔ یا اموال لینے میں مکاری سے کام لے جیسے جعلی اسناد و خطوط وغیرہ دکھا کر لے لے۔ ان ساری صورتوں میں نہ محارب کی حد جاری ہوگی اور نہ چور کی بلکہ حاکم شرع کی صواب دید کے مطابق اس پر تعزیر عائد ہوگی۔

خاتمہ

باقی سزاؤں کے بارے میں

"بیان ارتداد"

مسئلہ ۱: کتاب میراث میں مرتد کی دو قسموں اور اسکے بعض احکام کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ظاہراً مرتد فطری کا اسلام قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر مرد ہو تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن عورت خواہ مرتد فطری ہی ہو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ حبس ابدی میں رکھا جائے گا۔ اور نماز کے اوقات میں اس کی پٹائی کی جائے گی۔ اور کھانے پینے میں اس پر سختی کی جائے گی۔ اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ پس اگر توبہ کرے تو اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ مرتد ملی کو توبہ کا حکم دیا جائے گا اور اگر انکار کرے تو قتل کر دیا جائے گا۔ احتیاط یہ ہے کہ تین دن تک اسے توبہ کا حکم دیتے رہیں اور چوتھے دن قتل کر دیں۔

مسئلہ ۲: مرتد ہونے کا حکم اس پر لاگو ہوگا جو بالغ، عاقل، با ارادہ و اختیار ہو۔ چنانچہ بچے کا مرتد ہونا معتبر نہیں چاہے بلوغ کے قریب ہی ہو، اور دیوانے کا ارتداد بھی معتبر نہیں چاہے ادواری ہی کیوں نہ ہو اور نہ مجبور کئے گئے شخص کا۔ اور نہ ہی مذاق، غفلت، بھول اور بے ہوشی کی حالت کا ارتداد معتبر ہے۔ اور اگر شدید غصہ کی حالت میں کہ جس سے اپنے کو کنٹرول نہ کر سکتا ہو کلمۂ ارتداد صادر ہو تو اس پر مرتد ہونے کا حکم لاگو نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۳: اگر کسی شخص سے ایسی بات ظاہر ہو جو مرتد ہونے کا موجب ہو لیکن وہ مجبور کئے جانے کا دعویٰ کرے اور اس کا گمان بھی ہو۔ یا سبقت لسانی کی بنا پر اپنے قصد کے صادر ہو جانے کا دعویٰ کرے اور اس کا احتمال موجود ہو تو اس کی بات مان لی جائے گی۔ اور اگر ایسا کلام صادر ہونے پر گواہی ہو جائے جو موجب ارتداد

منه موجب للارتداد فادعى ما ذكر قبل منه.

مسألة ٤ ـ ولد المرتد الملي قبل ارتداده بحكم المسلم، فلو بلغ و اختار الكفر استتيب، فان تاب و إلا قتل، و كذا ولد المرتد الفطري قبل ارتداده بحكم المسلم، فاذا بلغ و اختار الكفر و كذا و لد المسلم إذا بلغ و اختار الكفر قبل إظهار الاسلام فالظاهر عدم إجراء حكم المرتد فطرياً عليها، بل يستتابان، و إلا فيقتلان.

مسألة ٥ ـ إذا تكرر الارتداد من الملي قيل: يقتل في الثالثة، وقيل يقتل في الرابعة، و هو أحوط.

مسألة ٦ ـ لو جن المرتد الملي بعد ردته و قبل استتابته لم يقتل، ولو طرأ الجنون بعد استتابته وامتناعه المبيح لقتله يقتل، كما يقتل الفطري إذا عرضه الجنون بعد ردته.

مسألة ٧ ـ لو تاب المرتد عن ملة فقتله من يعتقد بقاءه على الردة قيل عليه القود، و الأقوى عدمه، نعم عليه الدية في ماله.

مسألة ٨ ـ لو قتل المرتد مسلماً عمداً فللولي قتله قوداً، و هو مقدم على قتله بالردة، و لو عفا الولي أو صالحه على مال قتل بالردة.

مسألة ٩ ـ يثبت الارتداد بشهادة عدلين و بالاقرار، و الأحوط إقراره مرتين، و لا يثبت بشهادة النساء منفردات و لا منضمات.

القول في وطء البهيمة والميت

مسألة ١ ـ في وطء البهيمة تعزير، و هو منوط بنظر الحاكم، و يشترط فيه البلوغ و العقل و الاختيار و عدم الشبهة مع إمكانها، فلا تعزير على الصبي و إن كان مميزاً يؤثر فيه التأديب أدبه الحاكم بما يراه، و لا على المجنون ولو أدواراً إذا فعل في دور جنونه، و لا على المكره و لا على المشتبه مع إمكان الشبهة في حقه

ہو لیکن وہ شخص مذکورہ چیزوں کا دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ قبول کیا جائے گا۔

مسئلہ ۴: مرتد ملی کے مرتد ہونے سے پہلے کا فرزند، مسلمان کے حکم میں ہے۔ پس اگر وہ بالغ ہو کر کفر کو اختیار کرے تو اسے توبہ کا حکم دیا جائے گا۔ چنانچہ اگر تائب ہو جائے تو فبہا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور اسی طرح مرتد فطری کا ارتداد سے پہلے کا فرزند بھی مسلمان کے حکم میں ہے۔ پس جب وہ بالغ ہو کر کفر کو اختیار کرے اور اسی طرح مسلمان کا فرزند جب بالغ ہو کر اظہار اسلام کرنے سے پہلے کفر اختیار کرے تو ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں پر مرتد فطری ہونے کا حکم جاری نہیں ہوگا۔ بلکہ انھیں توبہ کرنے کو کہا جائے گا۔ نہ کرنے کی صورت میں دونوں کو قتل کر دیا جائے گا۔

مسئلہ ۵: مرتد ملی جب کئی بار ارتداد کا مرتکب ہو تو کہا گیا ہے کہ تیسری بار اسے قتل کر دیا جائے اور ایک قول یہ ہے کہ چوتھی بار قتل کیا جائے۔ اور یہی احوط بھی ہے۔

مسئلہ ۶: اگر مرتد ملی مرتد ہونے اور توبہ کا حکم دیئے جانے سے پہلے دیوانہ ہو جائے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ لیکن توبہ کا حکم دیئے جانے اور اس کے قتل کو مباح کرنے والے توبہ سے انکار کے بعد دیوانہ ہو تو اسے قتل کر دیا جائے جیسا کہ مرتد فطری پر اگر ارتداد کے بعد جنون طاری ہو تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔

مسئلہ ۷: اگر مرتد ملی توبہ کرے لیکن اسے ایسا شخص قتل کر دے جس کا خیال ہو کہ وہ ارتداد پر باقی ہے تو کہا گیا ہے کہ اس پر قصاص ہے لیکن اقویٰ یہ ہے کہ قصاص نہیں۔ البتہ اس کے مال میں اس پر دیت ہے۔

مسئلہ ۸: اگر مرتد کسی مسلمان کو عمداً قتل کر دے تو مقتول کے ولی کو قصاص میں مرتد کو قتل کرنے کا حق ہے اور قصاص کے عنوان سے قتل، مرتد ہونے کے بدلے میں قتل کرنے پر مقدم ہے۔ لیکن اگر مقتول کا ولی اسے معاف کر دے یا مال لے کر اس سے مصالحت کرلے تو ارتداد کی بنا پر اسے قتل کیا جائے۔

مسئلہ ۹: دو عادلوں کی گواہی اور اقرار سے مرتد ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ اور احتیاط یہ ہے کہ دو بار اقرار کرے۔ عورتوں کی انفرادی یا انضمامی گواہی سے ارتداد ثابت نہیں ہوتا۔

میّت اور حیوان کے ساتھ وطی کرنا

مسئلہ ۱: حیوان کے ساتھ وطی کی سزا تعزیر ہے اور وہ حاکم شرع کی صواب دید پر ہے اور اس میں بلوغ، عقل اور اختیار کا ہونا اور شبہ کا نہ ہونا شرط ہے جبکہ شبہ کا امکان ہو۔ چنانچہ بچے پر تعزیر نہیں۔ لیکن اگر ممیز ہو اور تادیب اس میں مؤثر ہو تو حاکم شرع اپنی مرضی سے اسے تادیباً سزا دے۔ اور نہ دیوانہ پر بھی تعزیر نہیں جبکہ وہ ادواری ہو اور دورِ جنون میں ایسا کرے۔ مجبور کئے گئے شخص پر بھی تعزیر نہیں اور نہ ہی شبہ میں مبتلا ہونے والے پر تعزیر ہے جبکہ اس کے حق میں شبہ کا امکان ہو چاہے شبہ حکم میں ہو یا موضوع میں۔

حكماً أو موضوعاً.

مسألة ٢ ـ يثبت ذلك بشهادة عدلين، و لا يثبت بشهادة النساء لا منفردات و لا منضمات، و بالاقرار إن كانت البهيمة له، و إلا يثبت التعزير باقراره و لا يجري على البهيمة سائر الأحكام إلا أن يصدقه المالك.

مسألة ٣ ـ لو تكرر منه الفعل فان لم يتخلله التعزير فليس عليه إلاّ التعزير، ولو تخلله فالأحوط قتله في الرابعة.

مسألة ٤ ـ الحد في وطء المرأة الميتة كالحد في الحية رجماً مع الاحصان وحداً مع عدمه بتفصيل مرّ في حد الزنا، و الاثم و الجناية هنا أفحش و أعظم، وعليه تعزير زائداً على الحد بحسب نظر الحاكم على تأمل فيه، ولو وطأ امرأته الميتة فعليه التعزير دون الحد، و في اللواط بالميت حد اللواط بالحي و يعزر تغليظاً على تأمل.

مسألة ٥ ـ يعتبر في ثبوت الحد في الوطء بالميت ما يعتبر في الحي من البلوغ و العقل و الاختيار و عدم الشبهة.

مسألة ٦ ـ يثبت الزنا بالميتة و اللواط بالميت بشهادة أربعة رجال. و قيل يثبت بشهادة عدلين، و الأول أشبه، ولا يثبت بشهادة النساء منفردات و لا منضمات حتى ثلاثة رجال مع امرأتين على الأحوط في وطء الميتة، و على الأقوى في الميت، و بالاقرار أربع مرات.

فرع: من استمنى بيده أو بغيرها من أعضائه عزر، و يقدر بنظر الحاكم و يثبت ذلك بشهادة عدلين والاقرار، و لا يثبت بشهادة النساء منضمات و لا منفردات.

و أما العقوبة دفاعاً فقد ذكرنا مسائلها في ذيل كتاب الأمر بالمعروف و النهي عن المنكر.

مسئلہ ۲: حیوان اور میت کے ساتھ وطی دو عادلوں کی گواہی سے ثابت ہو جاتی ہے۔ لیکن عورتوں کی انفرادی یا انضمامی گواہی سے ثابت نہیں ہوتی۔ اور اگر حیوان اسی شخص کا ہو تو اس کے اقرار سے بھی ثابت ہو جائے گی۔ لیکن اگر حیوان اس کا نہ ہو تو اس کے اقرار سے تعزیر ثابت ہو جائے گی لیکن حیوان پر سارے احکام جاری نہیں ہوں گے مگر یہ کہ اس کا مالک تصدیق کر دے۔

مسئلہ ۳: اگر کسی شخص سے کئی بار یہ فعل سرزد ہو اور درمیان میں اس پر تعزیر نہ عائد کی گئی ہو۔ تو اس پر صرف تعزیر عائد ہوگی۔ لیکن اگر درمیان میں تعزیر عائد ہوئی ہو تو احتیاط یہ ہے کہ چوتھی بار اسے قتل کر دیا جائے۔

مسئلہ ۴: مردہ عورت سے زنا کرنے کی حد وہی ہے جو زندہ سے زنا کرنے کی ہے۔ کہ اگر زانی شادی شدہ ہو تو اسے سنگسار کیا جائے اور شادی شدہ نہ ہو تو حد زنا میں ذکر شدہ تفصیل کے مطابق اس پر حد جاری کی جائے۔ اس صورت میں گناہ اور جنایت زیادہ بھیانک اور عظیم ہے۔ اور حاکم شرع کی صواب دید کے مطابق حد کے علاوہ تعزیر بھی اس پر لاگو ہوگی لیکن اس میں تامل ہے۔ اور اگر اپنی مردہ بیوی سے وطی کرے تو اس پر تعزیر ہے حد نہیں۔ اور میت کے ساتھ لواط کی حد وہی ہے جو زندہ کے ساتھ لواط کی ہے اور اس پر سخت تعزیر بھی عائد ہوگی کہ جس میں تامل ہے۔

مسئلہ ۵: میت کے ساتھ وطی کی حد ثابت ہونے میں وہی کچھ معتبر ہے جو زندہ کے ساتھ وطی کی حد ثابت ہونے میں معتبر ہے کہ بالغ عاقل اور با اختیار ہو اور شبہ نہ ہو۔

مسئلہ ۶: مردہ عورت کے ساتھ زنا اور میت کے ساتھ لواط چار مردوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے جبکہ ایک قول کی بنا پر دو عادلوں کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے۔ لیکن پہلا قول اشبہ ہے۔ عورتوں کی انفرادی یا انضمامی گواہی سے ثابت نہیں ہوگا۔ چاہے بنا بر احتیاط مردہ عورت کے ساتھ وطی کی گواہی میں تین مرد اور دو عورتیں ہوں اور بنا بر اقوی میت کے ساتھ وطی کی گواہی میں۔ اس کے علاوہ چار مرتبہ اقرار کرنے سے ثابت ہو جائیگا۔

فرع: جو شخص ہاتھ یا کسی اور عضو کے ذریعہ منی نکالے اس پر تعزیر عائد ہوگی اور اس کی تعداد کی تعیین حاکم شرع پر موقوف ہے۔ اور یہ چیز دو عادلوں کی گواہی اور اقرار سے ثابت ہوگی۔ عورتوں کی انفرادی یا انضمامی گواہی سے ثابت نہیں ہوگی۔

رہ گیا دفاع کے عنوان سے سزا دینا تو اس کے مسائل ہم نے کتاب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ذکر کر دیئے ہیں۔

تتمة فيها أحكام أهل الذمة

القول فيمن تؤخذ منه الجزية

مسألة ١ ـ تؤخذ الجزية من اليهود و النصارى من أهل الكتاب وممن له شبهة كتاب، و هم المجوس، من غير فرق بين المذاهب المختلفة فيهم كالكاتوليكية و البروتستانية و غيرهما وإن اختلفوا في الفروع و بعض الأصول بعد أن كانوا من إحدى الفرق.

مسألة ٢ ـ لا تقبل الجزية من غيرهم من أصناف الكفار والمشركين كعبّاد الأصنام و الكواكب و غيرها، عربياً كانوا أو عجمياً، من غير فرق بين من كان منتسباً الى من كان له كتاب كابراهيم و داود و غيرهما عليهم السلام و بين غيره، فلا يقبل من غير الطوائف الثلاث إلا الاسلام أو القتل، و كذا لا تقبل ممن تنصّر أو تهوّد أو تمجّس بعد نسخ كتبهم بالاسلام، فمن دخل في الطوائف حربيّ سواء كان مشركاً أو من سائر الفرق الباطلة.

مسألة ٣ ـ الفرق الثلاث إذا التزموا بشرائط الذمة الآتية أقروا على دينهم سواء كانوا عرباً أو عجماً، و كذلك من كان من نسلهم، فانه يقرّ على دينه بشرائطها، و تقبل منهم الجزية.

مسألة ٤ ـ من انتقل من دينه من غير الفرق الثلاث إلى إحدى الطوائف فان كان قبل نسخ شرائعهم أقروا عليه، و إن كان بعده لم يقروا و لم تقبل منهم الجزية، فحكمهم حكم الكفار غير أهل الكتاب، ولو انتقل مسلم إلى غير الاسلام فهو مرتد ذكرنا حكمه في بابه.

مسألة ٥ ـ لو أحاط المسلمون بقوم من المشركين فادعوا أنهم أهل الكتاب من

تتمّہ

ذمّیوں کے احکام

ایسے ذمّیوں کا بیان جن سے جزیہ لیا جاتا ہے

مسئلہ ۱: اہل کتاب میں یہود و نصاریٰ سے اور مجوسیوں سے کہ جن پر اہل کتاب ہونے کا شبہ ہے۔ جزیہ لیا جائے گا۔ چاہے وہ کیتھولک مذہب رکھتے ہوں یا پروٹسٹنٹ یا کوئی اور مذہب اور ان کا ایک فرقہ ہوتے ہوئے چاہے فروع اور بعض اصول میں ان کے درمیان اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ ۲: ان کے علاوہ کفار و مشرکین سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا جیسے ستاروں اور بتوں وغیرہ کی پوجا کرنے والے، چاہے عربی ہوں یا عجمی اور خواہ وہ صاحب کتاب پیغمبر جیسے ابراہیمؑ اور داؤدؑ کی طرف منسوب ہوں یا نہ ہوں۔ تین طائفوں کے علاوہ جو کفار ہیں ان سے اسلام یا قتل کے علاوہ کچھ قبول نہیں کیا جائے گا، اور اسی طرح جو اپنے کو مجوسی، نصرانی یا یہودی قرار دے تو اسلام کے ذریعہ ان کی کتاب منسوخ ہو جانے کے بعد ان سے کچھ قبول نہیں ہوگا اور جو شخص ان طائفوں میں داخل ہو جائے وہ حربی شمار ہوگا چاہے مشرک ہو یا دوسرے باطل فرقوں میں سے ہو۔

مسئلہ ۳: مذکورہ تین فرقے اگر ذمیوں کے آئندہ شرائط کی پابندی کریں تو اپنے دین پر برقرار رہیں چاہے عربی ہوں یا عجمی! اور اسی طرح ان کی نسل بھی! پس وہ بھی ذمیوں کے شرائط پر رہتے ہوئے اپنے دین پر برقرار رہے گی اور ان سے جزیہ (خراج) قبول کیا جائے گا۔

مسئلہ ۴: ان تین فرقوں کے علاوہ دوسرے طائفوں میں سے اگر کوئی شخص ان کا دین اختیار کرے تو اگر ان کی شریعتیں منسوخ ہونے سے پہلے کیا ہو تو اس پر برقرار رہے گا۔ لیکن اگر بعد میں کیا ہو تو اس پر باقی نہیں رہ سکتا اور اس سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ پس ان کا حکم وہی ہے جو اہل کتاب کے علاوہ دوسرے کافروں کا ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان اسلام چھوڑ دے اور دوسرا دین اختیار کرے تو وہ مرتد ہے۔ جس کا حکم مرتد کے باب میں ہم نے بیان کر دیا ہے۔

مسئلہ ۵: اگر مسلمان مشرکوں کی کسی قوم کو گھیر لیں وہ دعویٰ کریں کہ وہ اہل کتاب کے تین طائفوں میں سے

الثلاث يقبل منهم إذا بذلوا الجزية، و يقروا على ما ادعوا، و لم يكلفوا البينة، و لو ادعى بعض أنه أهل الكتاب و أنكر بعض يقر المدعي و لا يقبل قول غيره عليه، ولو ثبت بعد عقد الجزية باقرار منهم أو بينة أو غير ذلك أنهم ليسوا أهل الكتاب انتقض العهد.

مسألة ٦ ـ لا تؤخذ الجزية من الصبيان و المجانين والنساء، وهل تسقط عن الشيخ الفاني و المقعد و الأعمى و المتعوه؟ فيه تردد، والاشبه عدم السقوط. و تؤخذ ممن عدا ما استثني، ولو كانوا رهباناً أوفقراء، لكن ينتظر حتى يوسر الفقير.

مسألة ٧ ـ لا يجوز في عقد الذمة اشتراط كون الجزية أو بعضها على النساء. فلو اشترط بطل الشرط، ولو حاصر المسلمون حصناً من أهل الكتاب فقتلوا الرجال قبل العقد فسألت النساء إقرارهن ببذل الجزية لا يصح و كذا لو كان سؤال الاقرار بعد العقد.

مسألة ٨ ـ لا جزية على المجنون مطبقاً، فلو أفاق حولاً و جبت عليه ولو أفاق وقتاً و جن وقتاً قيل يعمل بالأغلب، و فيه اشكال، و في ثبوتها عليه إشكال و تردد.

مسألة ٩ ـ كل من بلغ من صبيانهم يؤمر بالاسلام أو الجزية، فان امتنع صار حربياً، و لابد في الصبيان بعد البلوغ من العقد معهم، و لا يكفي العقد الذي مع آبائهم عنهم، فلو عقدوا أخذت الجزية منهم بحلول الحول و لا يدخل حولهم في حول آبائهم، ولو بلغوا سفيهاً فالظاهر أن العقد موقوف على إذن أوليائهم.

مسألة ١٠ ـ إذا اختار الحرب و امتنع عن الاسلام و الجزية رد إلى مأمنه، و لا يجوز اغتياله، فانه داخل في أمان أبيه.

القول في كمية الجزية

مسألة ١ ـ لا تقدير خاص في الجزية و لا حد لها، بل تقديرها إلى الوالي

میں تو ان کی بات مان لی جائے۔ بشرطیکہ وہ جزیہ دیں۔ اور جس دین کا انھوں نے ادعا کیا ہے اسی دین پر برقرار رہیں۔ چنانچہ گواہ پیش کرنا بھی ان پر ضروری نہیں۔ اگر ان میں سے بعض اہل کتاب ہونے کا دعویٰ کریں اور کچھ انکار کر دیں تو مدعی اپنے دین پر برقرار رہے گا اور انکار کرنے والے کی بات اس کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی اور اگر جزیہ کے عہد و پیمان کے بعد ان کے اقرار یا ان کے خلاف گواہی یا کسی اور طریقے سے ثابت ہو جائے کہ وہ اہل کتاب نہیں تو عہد و پیمان توڑ دیا جائے گا۔

مسئلہ ۶: بچوں، عورتوں اور دیوانوں سے جزیہ نہیں لیا جاتا۔ لیکن آیا پیر فرتوت، زمین گیر، اندھے اور مفلوج اشخاص پر سے جزیہ ساقط ہے؟ اس میں تردد ہے۔ اشبہ ساقط نہ ہونا ہے۔ مستثنیٰ افراد کے علاوہ سب سے جزیہ لیا جائے گا حتیٰ رُہبانوں اور فقیروں سے بھی! لیکن فقیروں کے مرفہ ہونے کا انتظار کیا جائے گا۔

مسئلہ ۷: عقد ذمہ میں یہ شرط جائز نہیں کہ جزیہ یا اس کے کچھ حصے کی ادائیگی عورت کے ذمے ہوگی پس اگر یہ شرط عائد کی جائے تو باطل ہے۔ اگر مسلمان اہل کتاب کے کسی قلعہ کا محاصرہ کر کے مردوں کو قتل کر دیں اور عورتیں جزیہ دے کر اپنے مذہب پر برقرار رہنا چاہیں تو صحیح نہیں اور یہی صورت اس وقت بھی ہوگی جب مذہب پر باقی رہنے کا سوال عقد ذمہ کے بعد کیا جائے۔

مسئلہ ۸: ہمیشہ کے لئے جو شخص مجنون ہو اس پر جزیہ نہیں لیکن اگر ایک سال اس کو افاقہ ہو جائے تو اس پر جزیہ واجب ہے۔ لیکن اگر ایک وقت میں افاقہ ہو اور دوسرے وقت پھر دیوانہ ہو جائے تو کہا گیا ہے کہ جس حالت میں زیادہ دیر رہتا ہو اس پر عمل کیا جائے۔ مگر اس میں اشکال ہے اور جزیے کے اس پر ثابت ہونے میں اشکال و تردد ہے۔

مسئلہ ۹: اہلِ کتاب کا جو بچہ بھی بالغ ہو اس کو حکم دیا جائے گا کہ یا مسلمان ہو جائے یا جزیہ دے۔ اگر انکار کر دے تو حربی کہلائے گا۔ ان کے بچوں کے بالغ ہونے کے بعد ان کے ساتھ عقد ذمہ ضروری ہے۔ ان کے باپ دادا کے ساتھ جو عقد ہو چکا ہے وہ کافی نہیں۔ پس اگر وہ عہد و پیمان کر لیں تو سال مکمل ہونے کے بعد ان سے جزیہ لیا جائے گا۔ اور ان کا سال ان کے باپ دادا کے سال کے تابع نہیں ہوگا۔ اور اگر وہ سفاہت کی حالت میں بالغ ہوں تو ان سے عقد و پیمان ان کے باپ دادا کی اجازت پر موقوف ہے۔

مسئلہ ۱۰: اگر وہ حربی ہونا اختیار کرے اور اسلام قبول کرنے یا جزیہ دینے سے انکار کر دے تو اس کو اس کی پناہ گاہ میں بھیج دیا جائے گا اور اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ وہ اپنے باپ کو دی گئی امان میں شامل ہے۔

مقدار جزیہ

مسئلہ ۱: جزیے کی کوئی خاص مقدار نہیں اور نہ اس کی کوئی حد ہے۔ بلکہ زمان، مکان اور مقتضائے

بحسب ما يراه من المصالح في الأمكنة و الأزمنة و مقتضيات الحال، و الأولى أن لا يقدرها في عقد الذمة و يجعلها على نظر الامام عليه السلام تحقيقاً للصغار و الذل.

مسألة ٢ ـ يجوز للوالي وضعها على الرؤوس أو على الأراضي أو عليهما معاً، بل له أن يضعها على المواشي والأشجار و المستغلات بما يراه مصلحة.

مسألة ٣ ـ لو عين في عقد الذمة الجزية على الرؤوس لايجوز بعده أخذ شيء من أراضيهم و غيرها، ولو وضع على الأراضي لا يجوز بعده الوضع على الرؤوس، ولو جعل عليهما لا يجوز النقل إلى إحداهما، و بالجملة لابد من العمل على طبق الشرط.

مسألة ٤ ـ لو وضع مقداراً على الرؤوس أو الأراضي أو غيرهما في سنة جاز له تغييره في السنين الأخر بالزيادة و النقيصة أو الوضع على إحداهما دون الأخرى أو على الجميع.

مسألة ٥ ـ لو طرح التقدير و جعل على نظر الامام عليه السلام فله الوضع أي نحو و بأي مقدار و بأي شيء شاء.

مسألة ٦ ـ يجوز أن يشترط عليهم زائداً على الجزية ضيافة مارة المسلمين عسكراً كانوا أم لا، و الظاهر لزوم تعيين زمان الضيافة كيوم أو ثلاثة أيام، و يجوز إيكال كيفية الضيافة إلى العرف و العادة من ضيافة أهل نحلة غير أهلها ممن يرى نجاستهم.

مسألة ٧ ـ الجزية كالزكاة و الخراج تؤخذ كل حول، و الظاهر جواز اشتراط الأداء عليهم أول الحول أو آخره أو وسطه، ولو أطلق فالظاهر أنها تجب في آخر الحول، فحينئذ إن أسلم الذمي قبل الحول أو بعده قبل الأداء أو قبل الأداء إذا شرط عليه أول الحول سقطت عنه.

مسألة ٨ ـ الظاهر سقوطها بالاسلام سواء كان إسلامه لداعي سقوطها أولا، و القول بعدمه في الأول ضعيف.

حالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس کی مقدار کی تعیین حاکم کی ذمہ داری ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ عقدِ ذمہ میں اس کی مقدار معین نہ کرے بلکہ اس کو امام علیہ السلام پر چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ وہ ذلت و حقارت کہ جو ان کا نصیب ہے اس کا سامنا کر سکیں۔

مسئلہ ۲: حاکم کے لئے جائز ہے کہ جزیہ افراد کے اعتبار سے یا زمینوں کے لحاظ سے یا ہر دو کے اعتبار سے معین کرے۔ بلکہ جانوروں، درختوں اور غلوں کے اعتبار سے بھی اگر مصلحت ہو تو جزیہ رکھنے کا حق ہے۔

مسئلہ ۳: اگر عقدِ ذمہ میں جزیہ کو افراد کے اعتبار سے معین کرے تو بعد میں ان کی زمینوں وغیرہ میں سے لینے کا حق نہیں۔ اور اگر زمینوں پر رکھے تو پھر افراد کے اعتبار سے لینا جائز نہیں اور اگر دونوں پر رکھے تو پھر کسی ایک چیز کے اعتبار سے دونوں کا جزیہ لینا جائز نہیں۔ مختصر یہ کہ شرط کے مطابق عمل ضروری ہے۔

مسئلہ ۴: اگر ایک سال میں جزیے کی کچھ مقدار افراد زمین یا ان کے علاوہ کسی چیز پر رکھے تو دوسرے سال میں جائز ہے کہ کم یا زیادہ کرے یا ان میں سے کسی ایک چیز پر رکھے دوسری پر نہ رکھے یا سب چیزوں پر عائد کر دے۔

مسئلہ ۵: اگر مقدار معین نہ ہو اور اس کو امام علیہ السلام پر چھوڑ دے تو جس طرح اور جتنی مقدار میں اور جس چیز پر چاہے جزیہ عائد کر سکتا ہے۔

مسئلہ ۶: جائز ہے کہ اہلِ کتاب پر مسلمان مسافروں کی ضیافت کے لئے چاہے وہ فوجی ہوں یا نہ ہوں جزیہ کے علاوہ کچھ اور ادا کرنے کی شرط عائد کی جائے اور ظاہراً ضیافت کی مدت، مثلاً ایک دن یا تین دن معین کرنا لازمی ہے۔ اور ضیافت کی کیفیت کو اس عرفِ عام اور عادت کے مطابق رکھنا جائز ہے، جو اس قوم کا دستور ہو، اس قوم کے علاوہ کہ جن کو مہمان نجس جانتے ہیں۔

مسئلہ ۷: جزیہ، زکات اور مالیات کی طرح ہر سال لیا جاتا ہے اور ظاہراً اہلِ کتاب پر سال کے آغاز، وسط یا آخر میں جزیہ ادا کر دینے کی شرط عائد کرنا جائز ہے۔ لیکن اگر کوئی شرط عائد نہ کرے تو ظاہراً آخر سال میں اس کی ادائیگی واجب ہے۔ ایسی صورت میں اگر کافرِ ذمی سال سے پہلے، یا سال کے بعد ادائیگی جزیہ سے پہلے یا اگر اول سال میں ادائیگی شرط ہو اور ادائیگی سے پہلے مسلمان ہو جائے تو جزیہ اس پر سے ساقط ہو جائے گا۔

مسئلہ ۸: ظاہراً مسلمان ہو جانے سے جزیہ ساقط ہو جاتا ہے چاہے وہ جزیہ ساقط کرانے کی وجہ سے مسلمان ہوا ہو یا نہ، اور یہ کہنا کہ اگر جزیہ ساقط کرانے کی بنا پر مسلمان ہوا ہو تو جزیہ ساقط نہیں ہوگا، ضعیف ہے۔

مسئلہ ۹: اگر سال کے بعد ذمی مر جائے تو جزیہ ساقط نہیں ہوگا بلکہ اس کے ترکے سے لیا جائے گا۔ البتہ اگر اثنائے سال میں مرے تو اگر ادائیگی اول سال میں مشروط ہو تب بھی یہی حکم ہے اور اگر ادائیگی اثنائے سال میں مشروط ہو اور وہ تحقق شرط کے بعد مرا ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر جزیہ کی ادائیگی ماہانہ تقسیم کے تحت ہو تو جس مقدار میں متحقق ہوا ہے اتنا لیا جائے گا۔ لیکن اگر ادائیگی آخر سال

مسألة ٩ ـ لو مات الذمي بعد الحول لم تسقط و أخذت من تركته ولو مات في أثنائه فان شرط عليه الأداء أول الحول فكذلك، و إن شرط في أثنائه و مات بعد تحقق الشرط فكذلك أيضاً، وإن وزعت على الشهور فتؤخذ بمقداره، و إن وضعت عليه آخر الحول بمعنى أن يكون حصول الدين في آخره فمات قبله لم تؤخذ شيئاً، و إن وضعت عليه و شرط التأخير إلى آخره تؤخذ، فهل لوارثه التأخير إلى آخره أو لا؟ فيه تأمل، و إن لا يبعد تعجيلها كسائر الديون.

مسألة ١٠ ـ يجوز أخذ الجزية من أثمان المحرمات كالخمر والخنزير و الميتة و نحوها، سواء أدوها أو أحالوا إلى المشتري منهم إذا كان منهم، و لا يجوز أخذ أعيان المحرمات جزية.

مسألة ١١ ـ الظاهر أن مصرف الجزية الآن هو مصرف خراج الأراضي، و لا يبعد أن يكون مصرفها و كذا مصرف الخراج و سائر الماليات مصالح الاسلام و المسلمين و إن عين مصرف بعض الأصناف في بعض الأموال.

مسألة ١٢ ـ عقد الذمة من الامام عليه السلام و في غيبته من نائبه مع بسط يده، و في الحال لو عقد الجائر كان لنا ترتيب آثار الصحة و أخذ الجزية منه، كأخذ الجوائز و الأخرجة، و خرجوا بالعقد معه عن الحربي.

مسألة ١٣ ـ المال الذي يجعل عليه عقد الجزية يكون بحسب ما يراه الحاكم من النقود أو العروض كالحليّ و الأحشام و غيرهما.

القول في شرائط الذمة

الأول ـ قبول الجزية بما يراه الامام عليه السلام أو والي المسلمين على الرؤوس أو الأراضي أو هما أو غيرهما أو جميعها.

الثاني ـ أن لا يفعلوا ما ينافي الأمان مثل العزم على حرب المسلمين و إمداد المشركين.

میں مشروط ہو، یعنی قرض کے حصول کی مدت آخر سال ہو اور وہ اس سے پہلے ہی مر جائے تو اس کے ترکے سے کچھ نہیں لیا جائے گا۔ اور اگر جزیہ اس پر عائد کر دیا گیا ہو اور تاخیر کی آخری مدت آخر سال ہو تو لیا جائے گا۔ اب آیا اس کا وارث اس کو آخر سال تک موخر کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں تامل ہے۔ اگرچہ دوسرے دیون کی مانند اس (کی وصولی) میں عجلت کرنا بھی بعید نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۰: حرام چیزوں جیسے شراب، خنزیر، مردار وغیرہ سے حاصل ہونے والی رقم سے جزیہ لینا جائز ہے۔ چاہے وہ خود ادا کریں یا ان چیزوں کے خریدار کے نام اگر وہ ان ذمیوں سے ہو حوالہ لکھ دیں۔ لیکن ان حرام چیزوں کو جزیہ میں لینا جائز نہیں۔

مسئلہ ۱۱: ظاہر یہ ہے کہ اس زمانہ میں جزیہ کا مصرف وہی ہے جو مالیات کا مصرف ہے۔ اور بعید نہیں کہ مصرف جزیہ اور اسی طرح مصرف خراج اور دوسرے تمام مالیات کا مصرف مصالح اسلام و مسلمین ہو۔ اگرچہ بعض اموال میں بعض اصناف کا مصرف معین کر دیا گیا ہے۔

مسئلہ ۱۲: ذمیوں کے ساتھ عہد و پیمان کرنا امام علیہ السلام کا کام ہے اور ان کی غیبت میں اگر ان کا نائب صاحبِ قدرت ہو تو اس کی ذمہ داری ہے۔ حال حاضر میں اگر کوئی ظالم ذمّی عہد و پیمان کرے تو ہم اسے صحیح قرار دے سکتے ہیں اور اس سے جزیہ لے سکتے ہیں۔ جیسے انعامات اور اخراجات لئے جا سکتے ہیں اور اس کے ساتھ عہد و پیمان کی وجہ سے وہ حربیوں کی فہرست سے خارج ہو جائے گا۔

مسئلہ ۱۳: وہ مال جس پر عقدِ جزیہ منعقد ہوگا حاکم شرع کی مرضی کے مطابق ہونا چاہئے نقدی ہو یا زیورات آرائش و زیبائش وغیرہ کا سامان وغیرہ ہو۔

شرائطِ ذمّہ

پہلی شرط: امامؑ یا والی مسلمین کا اپنی صواب دید پر جزیہ قبول کرنا چاہے افراد کے اعتبار سے یا زمینوں کے لحاظ سے یا دونوں چیزوں پر یا ان دو کے علاوہ کسی اور چیز پر یا سب چیزوں پر۔

دوسری شرط: امان سے منافات رکھنے والی کوئی حرکت نہ کریں، مثلاً مسلمانوں کے ساتھ جنگ یا مشرکوں کی امداد کا ارادہ وغیرہ۔

مسألة ١ ـ مخالفة هذين الشرطين مستلزمة للخروج عن الذمة، بل الأول منهما من مقومات عقد الجزية و الثاني منهما من مقتضيات الأمان، ولو لم يعدا شرطاً كان حسناً، ولو فعلوا ما ينافي الأمان كانوا ناقضين للعهد و خارجين عن الذمة، اشترط عليهم أم لم يشترط.

الثالث ـ أن لا يتظاهروا بالمنكرات عندنا كشرب الخمر و الزنا و أكل لحم الخنزير و نكاح المحرمات.

الرابع ـ قبول أن تجري عليهم أحكام المسلمين من أداء حق أو ترك محرم أو إجراء حدود الله تعالى و نحوها، و الأحوط اشتراط ذلك عليهم.

مسألة ٢ ـ لو شرط هذان القسمان في عقد الجزية فخالفوا نقض العهد و خرجوا عن الذمة، بل يحتمل أن يكون مخالفة هذين أيضاً موجبة لنقض العقد مطلقاً، فيخرجون عنها بالامتناع و المخالفة و إن لم يشترطا عليهم.

الخامس ـ أن لا يؤذوا المسلمين كالزنا بنسائهم و اللواط بأبنائهم و السرقة لأموالهم و إيواء عين المشركين و التجسس لهم، و لا يبعد أن يكون الأخيران سيما الثاني منهما من منافيات الأمان و لزوم تركهما من مقتضياته.

السادس ـ أن لا يحدثوا كنيسة و لا يضربوا ناقوساً و لا يطيلوا بناءً، ولو خالفوا عزروا.

مسألة ٣ ـ هذان الشرطان أيضاً كالثالث و الرابع يحتمل أن يكون مخالفتهم فيهما ناقضاً للعهد مطلقاً، و يحتمل أن يكون ناقضاً مع الاشتراط، و احتمل بعضهم أن يكون النقض فيما إذا اشترط بنحو تعليق الأمان لا الشرط في ضمن عقده، و لا شبهة في النقض على هذا الفرض.

مسألة ٤ ـ لو ارتكبوا جناية توجب الحد أو التعزير فعل بهم ما يقتضيه، ولو سبوا النبي صلى الله عليه و آله أو الأئمة عليهم السلام أو فاطمة الزهراء سلام الله عليها على احتمال غير بعيد قتل الساب كغيرهم من المكلفين، ولو نالوهم بما دون السب عزروا، ولو اشترط في العقد الكف عنه نقض العهد على قول. ولو علق

مسئلہ ۱: ان دو شرطوں کی خلاف ورزی عہد ذمّہ سے خارج ہوجانے کا باعث ہوگی۔ بلکہ پہلی شرط عقد جزیہ کے مقومات میں سے ہے اور دوسری شرط امان کے مقتضیات میں سے۔ اور اگر ان کو شرط شمار نہ کیا جائے تو اچھا ہے۔ چنانچہ اگر امان کے منافی کوئی حرکت کریں تو نقض عہد کے مرتکب قرار پائیں گے۔ اور ذمّی نہیں رہیں گے چاہے شرط کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔

تیسری شرط: مسلمانوں کے نزدیک جو چیزیں منکرات میں سے ہیں جیسے شراب پینا، زنا کرنا، سور کا گوشت کھانا اور محرمہ عورتوں سے نکاح کرنا وغیرہ، علی الاعلان ان کے مرتکب نہ ہوں۔

چوتھی شرط: یہ قبول کرنا کہ احکام مسلمین مانند ادائے حق، ترک محرم اور حدود الٰہی کا اجرا وغیرہ ان پر جاری ہوں گے۔ اور احتیاط یہ ہے کہ اس چیز کو ان پر شرط کے طور پر عائد کردیا جائے۔

مسئلہ ۲: اگر عقد جزیہ میں یہ دو شرطیں رکھ دی جائیں لیکن وہ ان کی خلاف ورزی کریں تو عہد ٹوٹ جائے گا۔ اور وہ ذمّیوں کی فہرست سے خارج ہوجائیں گے۔ بلکہ احتمال یہ ہے کہ ان دو شرطوں کی خلاف ورزی مطلق طور پر بھی نقض عہد کا موجب ہوگی اور وہ ان سے انکار اور اس کی مخالفت کی بنا پر ذمّی ہونے سے خارج ہوجائیں گے چاہے یہ دو شرطیں ان پر عائد نہ کی گئی ہوں۔

پانچویں شرط: مسلمان کو اذیت نہ پہونچائیں مثلاً ان کی عورتوں کے ساتھ زنا اور ان کے بچوں کے ساتھ لواط نہ کریں۔ ان کے اموال چوری نہ کریں اور مشرکوں کے جاسوسوں کو جگہ نہ دیں اور نہ خود ان کے لئے جاسوسی کریں۔ اور بعید نہیں ہے کہ آخری دو جرم خاص کر دوسرا جرم امان کے منافی اور اس کے ترک کا لازمی ہونا مقتضیات امان میں سے ہو۔

چھٹی شرط: کنیسہ نہ بنائیں اور ناقوس نہ بجائیں۔ عمارتیں اونچی نہ کریں اور اگر اس کی مخالفت کریں تو ان پر تعزیر عائد کی جائے۔

مسئلہ ۳: یہ دو شرطیں بھی تیسری اور چوتھی شرط کی طرح ہیں۔ احتمال ہے کہ ان کی مخالفت بھی مطلق طور پر نقض عہد کی موجب ہو۔ اور ایک احتمال یہ ہے کہ شرط ہونے کی صورت میں ان کی مخالفت نقض عہد کا باعث ہوگی۔ بعض فقہا نے یہ احتمال دیا ہے کہ اگر ایسی شرط ہو کہ جس پر امان معلق ہو تو اس کی مخالفت نقض عہد کا باعث ہوگی نہ کہ اگر شرط عقد کے ضمن میں ہو تو اس فرض کی بنا پر عہد ٹوٹ جانے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔

مسئلہ ۴: اگر ایسی جنایت کر بیٹھیں جس سے حد یا تعزیر واجب ہو جاتی ہو۔ تو ان پر حد یا تعزیر لاگو کی جائے گی۔ اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا ائمہ علیہم السلام یا فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو (معاذاللہ) گالی دیں کہ جس کا احتمال بعید نہیں۔ تو دوسرے مکلفوں کی طرح گالی دینے والے کو قتل کردیا جائے۔ لیکن اگر گالی کے علاوہ کوئی ناسزا کلمہ کہیں تو ان پر تعزیر عائد کی جائے۔ البتہ اگر عقد میں اس سے باز رکھنے کی شرط کی گئی ہو تو ایک قول کی بنا پر عہد ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر امان کو اس سے باز رہنے پر معلق کیا گیا ہو تو اس کی خلاف ورزی سے عہد ٹوٹ جائے گا۔

الأمان على الكف نقض العهد بالمخالفة.

مسألة ٥ ـ لو نسي في عقد الذمة ذكر الجزية بطل العقد، و أما رابع المذكورات ففي بطلانه بعدم ذكره و عدمه تردد، ولو قيل بعدم البطلان كان حسناً، و لزم عليهم مع عدم الشرط الالتزام بأحكام الاسلام و مع الامتناع نقض العهد على احتمال، و الثاني من مقتضيات الأمان كما مرّ و لا يبطل العهد بعدم ذكره، و غيرما ذكر أيضاً لا يوجب عدم ذكرها بطلان العقد.

مسألة ٦ ـ كل مورد يوجب الامتناع و المخالفة الخروج من الذمة مطلقاً ـ شرط عليهم أم لا ـ لو خالف أهل الذمة الآن و امتنع منه يصير حربياً و يخرج عن الذمة، و كل مورد قلنا بأن الخروج عن الذمة موقوف على الاشتراط و المخالفة يشكل الحكم بانتقاض العهد و خروجهم عن الذمة لو خالفوا، ولو قلنا بأن جميع المذكورات من شرائط الذمة ـ شرط في العقد أم لا ـ يخرج المخالف في واحد منها عنها و يصير حربياً.

مسألة ٧ ـ ينبغي أن يشترط في عقد الذمة كل ما فيه نفع و رفعة للمسلمين وضعة لهم و ما يقتضي دخولهم في الاسلام من جهته رغبةً أو رهبةً، و من ذلك اشتراط التميز عن المسلمين في اللباس و الشعر و الركوب و الكنى بما هو مذكور في المفصلات.

مسألة ٨ ـ إذا خرقوا الذمة في دارالاسلام و خالفوا في موارد قلنا ينتقض عهدهم فيها فلوالي المسلمين ردهم إلى مأمنهم، فهل له الخيار بين قتلهم و استرقاقهم و مفاداتهم؟ الظاهر ذلك على إشكال، و هل أموالهم بعد خرق الذمة في أمان يرد إليهم مع ردهم إلى مأمنهم أم لا؟ الأشبه الأمان.

مسألة ٩ ـ إن أسلم الذمي بعد الاسترقاق أو المفاداة لخرقه الذمة لم يرتفع ذلك عنه، و بقي على الرق و لم يرد إليه الفداء، و إن أسلم قبلهما و قبل القتل سقط عنه الجميع و غيرها مما عليه حال الكفر عدا الديون و القود لو أتى بموجبه، و يؤخذ منه أموال الغير إذا كان عنده غصباً مثلاً، و أما الحدود فقد قال الشيخ في

مسئلہ ۵: اگر عقدِ ذمّہ میں جزیہ کو ذکر کرنا بھول جائے تو عقد باطل ہوجائے گا۔ لیکن مذکورات میں سے چوتھی کے ذکر نہ کرنے سے عقد کے باطل ہونے یا نہ ہونے میں تردد ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ عقد باطل نہیں تو بہتر ہے۔ اور شرط نہ ہونے کی صورت میں احکامِ اسلام کا التزام ان پہ لازمی ہے۔ اور اس سے انکار کی صورت میں ایک احتمال کی بنا پر عہد ٹوٹ جائے گا۔ دوسری شرط مقتضیات امان میں سے ہے۔ جیسا کہ گذر چکا۔ لہٰذا اس کے ذکر نہ کرنے سے عقد نہیں ٹوٹے گا۔ ان کے علاوہ جو شرطیں ہیں۔ ان کا ذکر نہ کرنا بھی بطلانِ عقد کا موجب نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۶: ہر ایسا مورد کہ جس کا انکار یا جس کی خلاف ورزی، مطلق طور پہ۔ یعنی چاہے شرط ہو یا نہ ہو۔ عقدِ ذمّہ سے خارج ہوجانے کا موجب ہو۔ اگر ذمّی لوگ اب اس کی مخالفت کریں تو وہ حربی ہوجائیں گے اور ذمّیت سے خارج ہوجائیں گے۔ اور ہر ایسا مورد جس کے بارے میں ہم نے یہ کہا ہے کہ اس کی مخالفت سے اسی وقت کوئی ذمّی ہونے سے خارج ہوگا جب وہ شرط ہو۔ تو اگر اس کی خلاف ورزی کریں تو ان کے ذمّی ہونے سے خارج ہونے اور عہد کے ٹوٹ جانے کا حکم لگانا مشکل ہے۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ تمام مذکورہ شرطیں شرائطِ ذمّہ ہیں چاہے عقد میں بیان ہوں یا نہ۔ تو ان میں سے ایک کا مخالف بھی ذمّی ہونے سے خارج ہوجائے گا اور "حربی" کہلائے گا۔

مسئلہ ۷: عقدِ ذمّہ میں ایسی شرط رکھنا مناسب ہے جس میں مسلمانوں کا فائدہ اور ان کی سربلندی ہو۔ اور کفار کی سرنگونی اور وہ شرط ان کے اسلام میں داخل ہونے کا باعث بنے چاہے خوف سے یا شوق سے! چنانچہ یہ شرط رکھنا کہ وہ لباس میں بال رکھنے یا سواری اور القاب وغیرہ میں، جن کی تفصیل مفصل کتابوں میں ہے۔ الگ رہیں۔ اسی قبیل سے ہے۔

مسئلہ ۸: اگر دارالاسلام میں عہدِ ذمّہ توڑ دیں اور جن موارد کو ہم نے بیان کیا کہ ان کی مخالفت سے عقد ٹوٹ جاتا ہے ان میں مخالفت کریں تو والی مسلمین ان کو ان کی جائے امن کی طرف لوٹا سکتا ہے پھر آیا والی کو اختیار ہے کہ ان کو قتل کردے یا غلام بنالے تو ان سے فدیہ قبول کرے؟ ظاہر یہی ہے کہ اس کو اختیار ہے۔ البتہ اس میں اشکال بھی ہے اور کیا عہدِ ذمّہ توڑنے کے بعد ان کے اموال بھی امان میں ہوں گے اور ان کے ساتھ ہی اموال بھی جائے پناہ کی طرف لوٹائے جائیں گے؟ اشبہ یہی ہے کہ امان میں ہوں گے۔

مسئلہ ۹: اگر کافرِ ذمّی غلام بننے کے بعد یا عہدِ ذمّہ توڑنے کی بنا پر فدیہ دینے کے بعد مسلمان ہوجائے۔ تو غلامی کا طوق اس سے مرتفع نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ غلام رہے گا اور "فدیہ" بھی اس کو واپس نہیں دیا جائے گا۔ لیکن اگر ان دونوں چیزوں اور قتل سے پہلے مسلمان ہوجائے۔ تو یہ چیزیں اور ان کے علاوہ دوسری چیزیں اس پر سے ساقط ہوجائیں گی کہ جو کفر کی حالت میں اس کے ذمے تھیں۔ صرف قرضے اور "قصاص" کہ اگر اس کے موجب کسی فعل کو انجام دے چکا ہو۔ ساقط نہیں ہوں گے۔ اور مثلاً اگر دوسروں کے اموال غصباً اس کے پاس ہوں تو اس سے لے لئے جائیں گے۔ رہ گئیں حدود تو اس سلسلہ میں شیخ نے مبسوط میں لکھا ہے کہ

المبسوط: إن أصحابنا رووا أن إسلامه لا يسقط عنه الحد.

مسألة ١٠ ـ يكره السلام على الذمي ابتداءً، و قيل يحرم، و هو أحوط. ولو بدأ الذمي بالسلام ينبغي أن يقتصر في الجواب على قوله «عليك» و يكره إتمامه ظاهراً، ولو اضطر المسلم إلى أن يسلم عليه أو يتم جوابه جاز بلا كراهية، و أما غير الذمي فالأحوط ترك السلام عليه إلا مع الاضطرار و إن كان الأوجه الجواز على كراهية، و ينبغي أن يقول عند ملاقاتهم: السلام على من اتبع الهدى، و يستحب أن يضطرهم إلى أضيق الطرق.

القول في أحكام الأبنية

مسألة ١ ـ لا يجوز إحداث أهل الكتاب و من في حكمهم المعابد في بلاد الاسلام كالبيع و الكنائس و الصوامع و بيوت النيران و غيرها، ولو أحدثوها وجبت إزالتها على والي المسلمين.

مسألة ٢ ـ لافرق في ما ذكر من عدم جواز الاحداث ووجوب الازالة بين ما كان البلد مما أحدثه المسلمون كالبصرة و الكوفة و بغداد و طهران، و جملة من بلاد ايران مما مصرها المسلمون أو فتحها المسلمون عنوة ككثير من بلاد إيران و تركيا و العراق و غيرها أو صلحاً على أن تكون الأرض للمسلمين، ففي جميع ذلك تجب إزالة ما أحدثوه، و يحرم إبقاؤها كما يحرم الاحداث، و على الولاة ـ ولو كانوا جائرين ـ منعهم عن الاحداث، وإزالة ما أحدثوه، سيما مع ما نرى من المفاسد العظيمة الدينية والسياسية و الخطر العظيم على شبان المسلمين و بلادهم.

مسألة ٣ ـ لو فتحت أرض صلحاً على أن تكون الأرض لواحد من أهل الذمة و لم يشترط عليهم عدم إحداث المعابد جاز لهم إحداثها فيها، ولو انهدمت جاز لهم تعميرها و تجديدها، و المعابد التي كانت لهم قبل الفتح و لم يهدمها المسلمون

ہمارے اصحاب نے روایت کی ہے کہ اس کا اسلام لے آنا حد کو اس پر سے ساقط نہیں کرے گا۔

مسئلہ ۱۰: کافر ذمی پر سلام کرنے میں ابتدا کرنا مکروہ ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ حرام ہے اور یہی احوط ہے۔ لیکن اگر ذمی ابتدا میں سلام کرے تو بہتر ہے کہ اس کے جواب میں صرف "علیک" پر اکتفا کرے۔ ظاہراً اس کو مکمل کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر مسلمان اس کو سلام کرنے یا اس کا مکمل جواب دینے پر مجبور ہو تو بغیر کراہت کے جائز ہے۔ غیر ذمی کے بارے میں احتیاط یہ ہے کہ مجبوری کے علاوہ اسے سلام نہ کیا جائے۔ اگرچہ کراہت کے ساتھ زیادہ بہتر سلام کرنے کا جائز ہونا ہے۔ اور بہتر ہے کہ ان سے ملاقات کے وقت ان الفاظ میں سلام کرے۔ السلام علی من اتبع الھدی۔ اور مستحب ہے کہ ان کو تنگ ترین راستوں پر چلنے پر مجبور کرے۔

تعمیرات کے احکام

مسئلہ ۱: اہل کتاب اور جو ان کے حکم میں ہیں ان کے لئے مملکت اسلامی میں معابد جیسے کلیسے، گنبے ہوئے اور آتشکدے وغیرہ تعمیر کرنا جائز نہیں۔ اور اگر وہ تعمیر کریں تو والی مسلمین پر واجب ہے کہ ان کو مسمار کر دے۔

مسئلہ ۲: مذکورہ صورت میں کہ اہل کتاب کا تعمیرات کرنا جائز نہیں اور اگر تعمیر کر دیں تو والی پر انکو مسمار کر دینا واجب ہے۔ کوئی فرق نہیں کہ وہ شہر ان شہروں میں سے ہو جن کو مسلمانوں نے ایجاد و آباد کیا ہے۔ جیسے بصرہ، کوفہ، بغداد اور تہران اور ایران کے دوسرے شہر کہ جن کو مسلمانوں نے شہر بنایا ہو یا ان کو غلبہ سے فتح کیا ہو۔ جیسا کہ ایران کے بہت سے شہر اور ترکی اور عراق وغیرہ ہیں یا مصالحت سے لیا ہو اس بنا پر کہ زمین مسلمانوں کی ملکیت رہے۔ ان تمام صورتوں میں جو کچھ انہوں نے تعمیر کیا ہو اس کو مسمار کر دینا واجب ہے۔ اور ان کو باقی رکھنا حرام ہے جس طرح کہ ان کو تعمیر کرنا حرام ہے۔ اور والیوں پر، چاہے وہ ظالم ہی کیوں نہ ہوں، ان کو تعمیر سے روکنا اور اگر تعمیر کر چکے ہوں تو ان کو مسمار کرنا لازم ہے۔ خاص طور سے ایسی صورت میں جبکہ مسلمان نوجوانوں اور ان کے شہروں کو بڑے بڑے دینی و سیاسی مفاسد در پیش ہوں اور ان سے عظیم خطرہ لاحق ہو۔

مسئلہ ۳: اگر مصالحت سے زمین فتح ہوئی ہو اس شرط کے ساتھ کہ زمین ذمیوں میں سے کسی ایک کی ملکیت رہے اور عبادت گاہیں تعمیر نہ کرنے کی شرط نہ رکھی گئی ہو تو ان کے لئے اس زمین میں عبادت گاہیں تعمیر کرنا جائز ہے۔ اور اگر منہدم ہو گئی ہوں تو ان کی تعمیر و تجدید جائز ہے۔ اور وہ عبادت گاہیں جو فتح سے پہلے کی ہوں اور مسلمانوں نے ان کو مسمار نہ کیا ہو تو ان کا اپنی جگہ پر باقی رکھنا تامل اور اشکال کے ساتھ جائز ہے۔

مسئلہ ۴: ذمی اگر کسی عمارت کی تجدید کرنا چاہے یا کوئی عمارت ایجاد کرنا چاہے تو پڑوسی مسلمانوں

جاز إقرارهم عليها على تأمل و إشكال.

مسألة ٤ ـ كل بناء يستجده و يحدثه الذمي لا يجوز أن يعلو به على المسلمين من مجاوريه، و هل يجوز مساواته؟ فيه تأمل و إن لا يبعد، ولو ابتاع من مسلم ماهو مرتفع على ارتفاعه و علوه جاز و لم يؤمر بهدمه، ولو انهدم المرتفع من أصله أو خصوص ما علا به لم يجز بناؤه كالأول، فلم يعل به على المسلم، فيقتصر على مادونه على الأحوط، و إن لا يبعد جواز المساواة.

مسألة ٥ ـ لو انشعب شيء من المبتاع من المسلم أو مال ولم ينهدم جاز رمّه و إصلاحه.

مسألة ٦ ـ لو بنى مسلم ما هو أخفض من مسكن ذمي لم يؤمر الذمي بهدمه و جعله مساو ياً، و كذا لو اشترى من ذمي ما هو أخفض منه.

مسألة ٧ ـ لو كانت دار المسلم في أرض منخفضة هل يجوز للذمي أن يبني في أرض مرتفعة إذا كان جداره مساو ياً لجدار المسلم أو أدون؟ و جهان، لا يبعد عدم الجواز، ولو انعكس ففيه أيضاً و جهان، و لا يبعد جواز كون جدار الذمي أطول إذا لم يعل على جدار المسلم بملاحظة كونه في محل منخفض.

مسألة ٨ ـ الظاهر أن عدم جواز العلو من أحكام الاسلام، فلا دخل لرضا الجار و عدمه فيه، كما أنه ليس من أحكام عقد الذمة، بل من أحكام الذمي و المسلم، فلا يكون المدار اشتراطه و عدمه.

مسألة ٩ ـ لا يجوز دخول الكفار المسجد الحرام بلا إشكال سواء كانوا من أهل الذمة أم لا، و لا سائر المساجد إذا كان في دخولهم هتك، بل مطلقاً على الاحوط لو لم يكن الأقوى، وليس للمسلمين إذنهم فيه، ولو أذنوا لم يصح.

مسألة ١٠ ـ لا يجوز مكثهم في المساجد و لا اجتيازهم و لا دخولهم لجلب طعام أو شيء آخر، و هل يجوز دخولهم في الحرم مكثاً أو اجتيازاً أو امتيازاً؟ قالوا: لا يجوز. لأن المراد من المسجد الحرام في الآية الكريمة هو الحرم، و فيه أيضاً رواية، و الأحوط ذلك، و احتمل بعضهم إلحاق حرم الأئمة عليهم السلام و

کی عمارتوں سے بلند کرنا جائز نہیں۔ لیکن آیا ان کے برابر بنانا جائز ہے؟ اس میں تامل ہے اگرچہ جائز ہونا بعید نہیں۔ البتہ اگر کسی مسلمان سے بلند وبالا عمارت اس کی بلندی وارتفاع کے ساتھ خریدے تو جائز ہے۔ اور اس کو گرانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اگر بلند عمارت منہدم ہو جائے یا اس کا وہ اونچا حصہ گر جائے تو اس کو پہلے کی مانند بلند کرنا جائز نہیں۔ پس اس کو مسلمان کی عمارت سے بلند نہ کرے۔ بلکہ احتیاط یہ ہے کہ اس سے نیچی پر اکتفا کرے۔ اگرچہ برابر کرنے کا جواز بعید نہیں ہے۔

مسئلہ ۵: مسلمان سے خریدی گئی عمارت میں شگاف پڑ جائے یا کچھ ہو جائے لیکن منہدم نہ ہو تو اس کی ترمیم وتعمیر کرنا جائز ہے۔

مسئلہ ۶: اگر مسلمان ایسی عمارت بنائے جو ذمّی کی عمارت سے پست ہو تو ذمّی کو اپنی عمارت گرا کر اس کے برابر کرنے کو نہیں کہا جائے گا۔ یہی حکم ہوگا کہ اگر ایسی عمارت ذمّی سے خریدے جو اس کی عمارت سے پست ہو۔

مسئلہ ۷: اگر مسلمان کا گھر پست زمین میں ہو تو آیا ذمّی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنا گھر اس سے اونچی زمین میں بنائے جب کہ اس کی دیوار مسلمان کی دیوار کے برابر یا اس سے نیچی ہو۔ اس میں دو وجہیں ہیں۔ بعید نہیں کہ جائز نہ ہو۔ اگر صورت مسئلہ اس کے برعکس ہو تو اس میں بھی دو وجہیں ہیں۔ بعید نہیں کہ ذمّی کی دیوار کا بلند ہونا جائز ہو۔ جبکہ وہ مسلمان کی دیوار سے اونچی نہ ہو۔ اس بات کا لحاظ کرتے ہوئے کہ وہ پست زمین میں ہے۔

مسئلہ ۸: ظاہراً بلندی پر ہونے کا جائز نہ ہونا احکام اسلام میں سے ہے۔ پڑوسی کی رضایت یا عدم رضایت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ جیسا کہ احکام عقد ذمّہ میں سے بھی نہیں بلکہ ذمّی اور مسلمان کے احکام میں سے ہے۔ پس اس کا شرط ہونا یا نہ ہونا معیار نہیں۔

مسئلہ ۹: بلا اشکال کافروں کا مسجد الحرام میں داخل ہونا جائز نہیں چاہے اہل ذمّہ ہوں یا غیر اہل ذمّہ۔ اور نہ دوسری مسجدوں میں داخل ہونا جائز ہے جبکہ ان کے داخل ہونے سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہو۔ بلکہ اگر اقویٰ نہ ہو تب بھی احوط یہ ہے کہ مطلقاً جائز نہیں۔ اور مسلمانوں کو اجازت دینے کا حق نہیں۔ اگر اجازت دیں تو صحیح نہیں۔

مسئلہ ۱۰: کفار کا مسجدوں میں ٹھہرنا، ان سے گذرنا اور طعام یا کوئی اور چیز لینے کے لئے ان میں داخل ہونا جائز نہیں۔ لیکن آیا حرم میں ٹھہرنے یا اس سے گذرنے یا کوئی چیز اس میں سے اٹھانے کی غرض سے داخل ہونا جائز ہے؟

علماء نے کہا ہے کہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ آیت کریمہ میں مسجد الحرام سے مراد حرم ہے۔ اور اس بارے میں روایت بھی ہے۔ اور احتیاط بھی یہی ہے۔ بعض نے حرم آئمہ علیہم السلام اور صحن شریف کے مساجد کے ساتھ ملحق ہونے کا احتمال دیا ہے۔ چنانچہ اگر بے حرمتی ہوتی ہو تو ایسا ہی ہے۔ لیکن احتیاط بہر صورت داخل نہ ہونے میں ہے۔

الصحن الشريف بالمساجد، و هو كذلك مع الهتك ، و الأحوط عدم الدخول مطلقاً.

مسألة ١١ ـ لا يجوز لهم استيطان الحجاز على قول مشهور، وادعى شيخ الطائفة الاجماع عليه، و به وردت الرواية من الفريقين، و لا بأس بالعمل بها، والحجاز هو ما يسمى الآن به، و لا يختص بمكة و المدينة، و الأقوى جواز الاجتياز و الامتياز منه.

وتلحق بالمقام فروع:

الأول ـ كل ذمي انتقل عن دينه إلى دين لا يقر أهله عليه لم يقبل منه البقاء عليه و لا يقر عليه، كالنصراني يصير وثنياً، و اليهودي يصير بهائياً فلا يقبل منه إلا الاسلام أو القتل، ولو رجع إلى دينه الأول فهل يقبل منه و يقر عليه أم لا؟ فيه إشكال و إن لا يبعد القبول، ولو انتقل من دينه إلى دين يقر أهله عليه كاليهودي يصير نصرانياً أو العكس فهل يقبل منه و يقر عليه أم لا؟ لا يبعد القبول و الاقرار، وقيل لا يقبل منه إلا الاسلام أو القتل.

الثاني ـ لو ارتكب أهل الذمة ما هو سائغ في شرعهم وليس بسائغ في شرع الاسلام لم يعترضوا ما لم يتجاهروا به، ولو تجاهروا به عمل بهم مايقتضي الجناية بموجب شرع الاسلام من الحد أو التعزير، ولو فعلوا ما ليس بسائغ في شرعهم يفعل بهم ماهو مقتضى الجناية في شرع الاسلام قيل و إن شاء الحاكم دفعه إلى أهل نحلته ليقيموا الحد عليه بمقتضى شرعهم و الأحوط إجراء الحد عليه حسب شرعنا، ولا فرق في هذا القسم بين المتجاهر وغيره.

الثالث ـ لو أوصى الذمي ببناء كنيسة أو بيعة أو بيت نار معبداً لهم و محلاً لعباداتهم الباطلة و رجع الأمر إلينا لم يجز لنا إنفاذها، و كذا لو أوصى بصرف شيء في كتابة التوراة و الانجيل و سائر الكتب الضالة المحرفة وطبعها ونشرها،

مسئلہ۱۱: قولِ مشہور یہ ہے کہ کافروں کے لئے حجاز کو وطن بنانا جائز نہیں۔ شیخ الطائفہ نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ اور فریقین کی طرف سے اس سلسلہ میں روایت بھی ہے۔ چنانچہ اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ حجاز وہی ہے جسے آج کل حجاز کہتے ہیں۔ مکہ اور مدینہ سے مخصوص نہیں۔ اور اقویٰ یہ ہے کہ اس میں سے ان کا گذر جانا یا کچھ لینا جائز ہے۔

فروع

اوّل: کوئی ذمّی اگر اپنے دین کو چھوڑ کر ایسا دین اختیار کرے جس کے ماننے والوں کو رسماً قبول نہ کیا جاتا ہو، مثلاً نصرانی، بُت پرست ہو جائے اور یہودی، بہائی، تو اس سے صرف اسلام قبول کیا جائے گا۔ اور اگر مسلمان نہ ہو تو قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر پہلے دین کی طرف پلٹ جائے تو کیا وہ بھی اس سے قبول ہوگا یا نہیں؟ اس میں اشکال ہے۔ اگرچہ قبول کیا جانا بعید نہیں۔ لیکن اگر ایسا دین اختیار کرے جس کے ماننے والے رسماً قابلِ قبول ہوں۔ مثلاً یہودی نصرانی ہو جائے یا اس کے برعکس، تو آیا اس سے قبول کیا جائے گا یا نہیں؟ قبول کیا جانا اور اس پر رہنے دیا جانا بعید نہیں۔ اگرچہ ایک قول یہ ہے کہ اس سے صرف اسلام قبول کیا جائیگا یا اسے قتل کر دیا جائے گا۔

دوم: اگر ذمّی ایسا کام کریں جو ان کے ہاں جائز لیکن شریعت اسلام کی رو سے جائز نہ ہو تو جب تک وہ علی الاعلان ایسا نہ کریں ان پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ لیکن اگر علی الاعلان ایسا کریں۔ تو شریعت اسلام کی رو سے اس گناہ کی جو سزا حد یا تعزیر کے اعتبار سے ہو وہ اس پر لاگو ہوگی۔ اور اگر ایسا کام کریں جو ان کی شریعت میں جائز نہ ہو۔ تو اس گناہ کی جو سزا شرع اسلام میں ہے وہ اسے دی جائے گی بعض نے کہا ہے کہ اگر حاکم شرع چاہے تو ان کو ان کے اہلِ ملت کے حوالے کرے۔ تاکہ وہ اپنی شریعت کے مطابق اس کو سزا دیں۔ لیکن احتیاط یہ ہے کہ ہماری شریعت کے مطابق اس پر حد جاری کی جائے۔ اور اس قسم میں متظاہر اور غیر متظاہر میں کوئی فرق نہیں۔

سوم: اگر کوئی ذمّی گرجا گھر، آتش کدہ یا معبد بنانے کی وصیت کرے جو ان کے لئے محل عبادت باطلہ ہو اور بات ہم تک پہونچے تو ہمارے لئے اس کو نافذ کرنا جائز نہیں۔ اور اسی طرح اگر توریت، انجیل اور دوسری تحریف شدہ گمراہ کن کتابوں کی نشر و اشاعت پر خرچ کرنے کی وصیت کرے۔ یا اسی طرح مذکورہ چیزوں پر اگر کچھ وقف کرے۔ تو ان کا نفاذ ہمارے لئے جائز نہیں۔ لیکن اگر معاملہ ہمارے پاس نہ آئے اور عمارت ایسی ہو کہ جس

و كذا لو وقف شيئاً على شيء مما ذكر، ولو لم يرجع الأمر إلينا فان كان البناء مما لا يجوز إحداثها أو تعميرها يجب المنع عنه، و إلا ليس لنا الاعتراض إلا إذا أرادوا بذلك تبليغ مذاهبهم الباطلة بين المسلمين و إضلال أبنائهم، فانه يجب منعهم و دفعهم بأية و سيلة مناسبة.

الرابع ـ ليس للكفار ذمياً كانوا أولا تبليغ مذاهبهم الفاسدة في بلاد المسلمين، ونشر كتبهم الضالة فيها، و دعوة المسلمين و أبنائهم إلى مذاهبهم الباطلة، و يجب تعزيرهم، و على أولياء الدول الاسلامية أن يمنعهم عن ذلك بأية وسيلة مناسبة، و يجب على المسلمين أن يحترزوا عن كتبهم و مجالسهم و يمنعوا أبناء هم عن ذلك، ولو وصل إليهم من كتبهم و الأوراق الضالة منهم شيئاً يجب محوها، فان كتبهم ليست إلا محرفة غير محترمة، عصم الله تعالى المسلمين من شرور الأجانب و كيدهم و أعلى الله تعالى كلمة الاسلام.

کو ایجاد کرنا یا تعمیر کرنا جائز نہ ہو تو اس سے روکنا واجب ہے۔ ورنہ ہمیں انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن اگر اس سے ان کا ارادہ اپنے باطل مذاہب کی مسلمانوں کے درمیان تبلیغ کرنے اور ان کے فرزندوں کو گمراہ کرنے کا ہو تو جس مناسب وسیلہ سے بھی ممکن ہو ان کو اس سے روکنا اور دور رکھنا واجب ہے۔

چہارم: کافروں کو چاہے ذمی ہوں یا غیر ذمی، مسلمان ممالک میں اپنے فاسد مذاہب کی تبلیغ، اپنی گمراہ کن کتابوں کی نشر واشاعت اور مسلمانوں اور ان کے فرزندوں کو اپنے باطل مذاہب قبول کرنے کی دعوت دینے کا کوئی حق نہیں۔ ایسا کرنے پر ان پر تعزیر واجب ہوگی اور اسلامی ممالک کے حکام کی شرعی ذمہ داری ہے کہ ہر مناسب وسیلہ سے ان کو ایسا کرنے سے روکیں۔ اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کی کتابوں اور ان کے اجتماعات سے پرہیز کریں اور اپنے فرزندوں کو ان سے باز رکھیں۔ اور اگر ان کی کوئی کتاب یا گمراہ کن اوراق مل جائیں تو ان کو مٹا دینا واجب ہے۔ اس لئے کہ ان کی کتابیں تحریف شدہ اور غیر محترم ہیں۔ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے مکر و شر سے مسلمانوں کو بچائے اور کلمۂ اسلام کو سر بلند فرمائے!

كتاب القصاص

وهو إما في النفس وإما فيما دونها.

القسم الأول في قصاص النفس

والنظر فيه في الموجب، والشرائط المعتبرة فيه، و ما يثبت به، و كيفية الاستيفاء.

القول في الموجب

وهو إزهاق النفس المعصومة عمداً مع الشرائط الآتية:

مسألة ١ ـ يتحقق العمد محضاً بقصد القتل بما يقتل ولو نادراً، و بقصد فعل يقتل به غالباً، و إن لم يقصد القتل به، و قد ذكرنا تفصيل الأقسام في كتاب الديات.

مسألة ٢ ـ العمد قد يكون مباشرة كالذبح و الخنق باليد و الضرب بالسيف والسكين و الحجر الغامز و الجرح في المقتل و نحوها مما يصدر بفعله المباشري عرفاً

کتابِ قصاص

قصاص یا جان سے مار دینے کا ہوتا ہے یا اس سے کم کا

پہلی قسم: جان سے مار دینے کا قصاص۔

پہلی قسم میں، قصاص کے موجبات اس کے شرائط اور وہ چیزیں کہ جن سے قصاص ثابت ہوتا ہے اور قصاص لئے جانے کی کیفیت کا بیان ہے۔

موجباتِ قصاص

کسی بے گناہ انسان کو آئندہ شرطوں کے ہوتے ہوئے قتل کر دینا موجب قصاص ہے۔

مسئلہ ۱: ایسی چیز سے جو قتل کر دینے والی ہو، چاہے شاذ و نادر ہی سہی کسی کو قتل کرنے کا ارادہ کرنے سے، یا ایسا فعل انجام دینے کے قصد سے کہ جس سے غالباً قتل ہو جایا کرتا ہے۔ چاہے اس سے قتل کا ارادہ نہ کیا ہو۔ عمد محض متحقق ہو جاتا ہے۔

ان تمام اقسام کی تفصیل کتاب دیات میں مذکور ہے۔

مسئلہ ۲: عمدی وہ کام ہے جو خود انسان سے سرزد ہو۔ جیسے اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا، گلا گھونٹنا، تلوار چھری یا تیز پتھر وغیرہ سے قتل کرنا، یا ایسے کام کرنا جن کو عرف میں خود اس کے کام سے تعبیر کیا جائے۔ کہ ان تمام صورتوں میں قصاص ہے۔ اور کبھی انسان اس کام کا سبب بنتا ہے خود نہیں کرتا، جس کی چند صورتیں ہیں جن کو آئندہ چند مسائل کے ذیل میں ہم ذکر کر رہے ہیں۔

ففيه القود، و قد يكون بالتسبيب بنحو، و فيه صور نذكرها في ضمن المسائل الآتية.

مسألة ٣ ـ لو رماه بسهم أو بندقة فمات فهو عمد عليه القود ولو لم يقصد القتل به، و كذا لو خنقه بحبل و لم يزح عنه حتى مات، أو غمسه في ماء و نحوه و منعه عن الخروج حتى مات أو جعل رأسه في جراب النورة حتى مات، إلى غير ذلك من الأسباب التي انفرد الجاني في التسبيب المتلف، فهي من العمد.

مسألة ٤ ـ في مثل الخنق و ما بعده لو أخرجه منقطع النفس أو غير منقطع لكن متردد النفس فمات من أثر ما فعل به فهو عمد عليه القود.

مسألة ٥ ـ لو فعل به أحد المذكورات بمقدار لا يقتل مثله غالباً لمثله ثم أرسله فمات بسببه فان قصد ولو رجاء القتل به ففيه القصاص، و إلا فالدية، و كذا لو داس بطنه بما لا يقتل به غالباً أو عصر خصيته فمات أو أرسله منقطع القوة فمات.

مسألة ٦ ـ لو كان الطرف ضعيفاً لمرض أو صغر أو كبر و نحوها ففعل به ما ذكر في المسألة السابقة فالظاهر أن فيه القصاص ولو لم يقصد القتل مع علمه بضعفه، و إلا ففيه التفصيل المتقدم.

مسألة ٧ ـ لو ضربه بعصا مثلاً فلم يقلع عنه حتى مات أو ضربه مكرراً ما لا يتحمله مثله بالنسبة إلى بدنه ككونه ضعيفاً أو صغيراً أو بالنسبة إلى الضرب الوارد ككون الضارب قوياً أو بالنسبة إلى الزمان كفصل البرودة الشديدة مثلاً فمات فهو عمد.

مسألة ٨ ـ لو ضربه بما لا يوجب القتل فأعقبه مرضاً بسببه و مات به فالظاهر أنه مع عدم قصد القتل لا يكون عمداً ولا قود، و مع قصده عليه القود.

مسألة ٩ ـ لو منعه عن الطعام أو الشراب مدة لا يحتمل لمثله البقاء فهو عمد و إن لم يقصد القتل، و إن كان مدة يتحمل مثله عادة و لا يموت به لكن اتفق الموت أو أعقبه بسببه مرض فمات ففي التفصيل بين كون القتل مقصوداً ولو

مسئلہ ۳: اگر کسی پر تیر یا گولی چلائے اور وہ شخص مرجائے تو اس کو قتل عمدی کہتے ہیں، جس کا قصاص ہے چاہے اس نے قتل کا ارادہ نہ کیا ہو۔ اسی طرح اگر رسی سے گلا باندھ دے اور نہ کھولے یہاں تک کہ مرجائے، یا پانی میں ڈبوئے اور سر باہر نہ نکالنے دے۔ یہاں تک کہ مرجائے۔ یا اس کے سر کو نورہ کے برتن میں دبا دے یہاں تک کہ مرجائے۔ اور اس قسم کے تلف کا باعث بننے والے دوسرے اسباب کہ جن کو قاتل نے تنہا ایجاد کیا ہو۔ ان کا شمار عمداً قتل کرنے میں ہوتا ہے۔

مسئلہ ۴: رسی سے گلا گھونٹنے اور اس کے بعد والی صورتوں میں اگر ایسی حالت میں باہر نکالے کہ سانس رک چکی ہو یا رکی نہ ہو مگر بے ترتیب چل رہی ہو۔ اور اس کے اثر میں وہ مرجائے تو یہ قتل عمدی ہے جس کا قصاص ہے۔

مسئلہ ۵: اگر مذکورہ حرکتوں میں سے کوئی ایک حرکت اس کے ساتھ اس طرح انجام دے کہ جس سے اکثر و بیشتر اس جیسا آدمی قتل نہ ہوتا ہو اس کے بعد چھوڑ دے جس کی وجہ سے وہ مرجائے۔ لیکن اس نے قتل کا ارادہ کیا ہو چاہے ہلکی سی اُمید ہی لگائی ہو تو اس میں قصاص ہے۔ ورنہ دیت ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ایسی چیز اس کے پیٹ پر مارے جو کشندہ نہ ہو یا خصیتین کس کر مسل دے اور وہ مرجائے یا بے طاقتی کی حالت میں اس کو چھوڑ دے اور مرجائے۔

مسئلہ ۶: اگر بیماری، بچپنے یا بڑھاپے کی وجہ سے ضعیف و کمزور ہو اور اس کے ساتھ وہ زیادتی کی جائے جو سابقہ مسئلہ میں مذکور ہے تو ظاہراً اس میں قصاص ہے۔ چاہے اس نے مار ڈالنے کا قصد نہ کیا ہو مگر اس کی کمزوری سے واقف ہو۔ ورنہ اس میں وہی تفصیل ہے جو بیان ہو چکی ہے۔

مسئلہ ۷: اگر مثلاً لاٹھی سے مارے اور لاٹھی نہ اٹھائے یہاں تک کہ وہ مرجائے۔ یا دوبارہ اس کو اتنا مارے کہ اس کا بدن اس ضرب کو برداشت نہ کرسکتا ہو، مثلاً وہ ضعیف ہو یا بچہ ہو یا وہ ضرب قابل برداشت نہ ہو، مثلاً مارنے والا بہت قوی ہو۔ یا موسم کی وجہ سے ناقابل برداشت ہو مثلاً سخت سردی ہو، چنانچہ وہ مرجائے تو یہ قتل عمدی ہے۔

مسئلہ ۸: اگر اتنا مارے کہ جو موجب قتل نہ ہو لیکن اس کی وجہ سے بیمار ہو کر بیماری کے سبب مرجائے تو ظاہراً اگر مار ڈالنے کا ارادہ نہ رہا ہو تو قتل عمدی نہیں اور نہ ہی قصاص ہے۔ لیکن اگر مار ڈالنے کا ارادہ تھا تو اس کا قصاص ہے۔

مسئلہ ۹: اگر اتنی مدت اس کو کھانے اور پانی سے دور رکھے جس میں زندہ رہنے کا گمان نہ ہو تو یہ قتل عمدی ہے۔ چاہے اس نے قتل کا قصد نہ کیا ہو۔ لیکن اگر مدت اتنی ہو جس میں عادتاً بھوک پیاس قابل برداشت ہو اور وہ اس کی وجہ سے نہ مرے لیکن اتفاقاً مرجائے۔ یا بھوک و پیاس کے بعد مریض ہو جائے اور اس کے سبب مرجائے تو اس میں تفصیل ہے کہ آیا اس نے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا چاہے اُمید ہی سہی یا نہیں۔

مسئلہ ۱۰: اگر کسی کو آگ میں ڈالے اور وہ نہ نکل پائے یہاں تک کہ مرجائے یا اس کو نہ نکلنے دے

رجاءً أو لا.

مسألة ١٠ ـ لو طرحه في النار فعجز عن الخروج حتى مات أو منعه عنه حتى مات قتل به، ولو لم يخرج منها عمداً وتخاذلاً فلا قود و لا دية قتل، و عليه دية جناية الالقاء في النار، و لو لم يظهر الحال و احتمل الأمران لا يثبت قود و لا دية.

مسألة ١١ ـ لو ألقاه في البحر و نحوه فعجز عن الخروج حتى مات أو منعه عنه حتى مات قتل به، و مع عدم خروجه عمداً و تخاذلاً أو الشك في ذلك فحكمه كالمسألة السابقة، ولو اعتقد أنه قادر على الخروج لكونه من أهل فن السباحة فألقاه ثم تبين الخلاف و لم يقدر الملقى على نجاته لم يكن عمداً.

مسألة ١٢ ـ لو فصده و منعه عن شده فنزف الدم و مات فعليه القود ولو فصده و تركه فان كان قادراً على الشد فتركه تعمداً و تخاذلاً حتى مات فلا قود و لا دية النفس، و عليه دية الفصد، ولو لم يكن قادراً فان علم الجاني ذلك فعليه القود، ولو لم يعلم فان فصده بقصد القتل ولو رجاء فمات فعليه القود ظاهراً، و إن لم يقصده بل فصده برجاء شده فليس عليه القود، و عليه دية شبه العمد.

مسألة ١٣ ـ لو ألقى نفسه من علو على إنسان عمداً فان كان ذلك مما يقتل به غالباً ولو لضعف الملقى عليه لكبر أو صغر أو مرض فعليه القود و إلا فان قصد القتل به ولو رجاء فكذلك هو عمد عليه القود، و إن لم يقصد فهو شبه عمد، و في جميع التقادير دم الجاني هدر، لو عثر فوقع على غيره فمات فلا شيء عليه لا ديةً و لا قوداً، و كذا لا شيء على الذي وقع عليه.

مسألة ١٤ ـ لو سحره فقتل و علم سببية سحره له فهو عمد إن أراد بذلك قتله، و إلا فليس بعمد بل شبهه، من غير فرق بين القول بأن للسحر واقعية أو لا، ولو كان مثل هذا السحر قاتلاً نوعاً يكون عمداً و لو لم يقصد القتل به.

مسألة ١٥ ـ لو جنى عليه عمداً فسرت فمات فان كانت الجناية مما تسري غالباً فهو عمد، أو قصد بها الموت فسرت فمات فكذلك، و أما لو كانت مما لا

حتیٰ وہ مرجائے تو اس کے بدلے اسے قتل کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ جان بوجھ کر نہ نکلا ہو تو اس کی نہ دیت ہے اور نہ اسے قتل عمدی کہتے ہیں۔ البتہ آگ میں ڈالنے کے جرم کی پاداش اس کے ذمہ ہے۔ لیکن اگر صورت حال واضح نہ ہو سکے اور دونوں چیزوں کا احتمال ہو تو نہ قصاص ثابت ہے اور نہ دیت۔

مسئلہ ۱۱: اگر کسی کو سمندر وغیرہ میں ڈالے اور نہ نکل سکے یہاں تک کہ مر جائے یا اس کو نہ نکلنے دے اور وہ مرجائے تو اس کے بدلے اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور جان بوجھ کر او رسستی کی بنا پر نہ نکلنے کی صورت میں یا اس میں شک ہو جانے کی بنا پر حکم وہی ہے جو سابقہ مسئلہ میں ہے۔ اگر یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ وہ نکلنے پر قادر ہے اس لئے کہ وہ تیرنا جانتا ہے اس کو دریا میں ڈال دے لیکن پتہ چلے کہ وہ تو تیرنا نہیں جانتا اور وہ اپنے آپ کو بچانے پر قادر بھی نہ ہو تو قتل عمدی نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۱۲: اگر اس کی رگ کاٹ کر باندھنے سے منع کرے۔ پس خون نکل جائے اور وہ مرجائے تو اس پر قصاص ہے۔ اور اگر رگ کاٹ کر چھوڑ دے تو اگر وہ خود باندھنے پر قادر ہو لیکن عمداً اور سہل انگاری میں نہ باندھے یہاں تک کہ مر جائے تو نہ قصاص ہے اور نہ دیت۔ لیکن رگ کاٹنے کی دیت اس کے ذمہ ہے۔ اور اگر باندھنے پر قادر نہ ہو اور جنایت کار جانتا ہو کہ وہ باندھنے پر قادر نہیں تو اس پر قصاص ہے۔ اور اگر نہ جانتا ہو اور اس کی رگ قتل کرنے کے ارادے سے کاٹ دے، چاہے قتل کی امید ہی لگائی ہو اور وہ مرجائے تو ظاہراً اس پر قصاص ہے۔ لیکن اگر قتل کا ارادہ نہ ہو بلکہ اس امید میں رگ کاٹ دے کہ وہ باندھ لے گا تو اس پر قصاص نہیں۔ بلکہ شبہ عمد کی دیت ہے۔

مسئلہ ۱۳: اگر اپنے آپ کو جان کر بلندی سے کسی پر گرائے۔ تو اگر یہ حرکت اکثر و بیشتر کشندہ ثابت ہوتی ہو جیسے جس پر گرایا ہے۔ بڑھاپے، کمسنی یا بیماری کے سبب اس کے کمزور ہونے کی وجہ سے ہی کشندہ ہو تو اس پر قصاص ہے۔ وگرنہ اگر اس نے رجاءً اس کے قتل کا ارادہ کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یعنی وہ قتل عمدی ہے اور اس پر قصاص ہے۔ لیکن اگر قتل کا ارادہ نہ کیا ہو تو شبہ عمد ہے اور تمام صورتوں میں جانی کا خون ہدر ہے۔ اور اگر پھسل کر دوسرے پر گر پڑے اور وہ مر جائے۔ تو اس کے ذمہ کچھ نہیں نہ دیت اور نہ قصاص۔ اور اسی طرح جس پر گرا ہے اس کے ذمہ بھی کچھ نہیں۔

مسئلہ ۱۴: اگر کسی پر جادو کرے اور وہ مرجائے اور معلوم ہو کہ جادو ہی مرجانے کا باعث ہوا ہے تو یہ قتل عمدی ہے بشرطیکہ اس کے ذریعہ مار ڈالنے کا ارادہ کیا ہو۔ لیکن اگر ایسا نہ کیا ہو تو عمدی نہیں بلکہ شبہ عمد ہے۔ یہ کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ جادو واقعیت رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر اس قسم کا جادو نوعاً کشندہ ثابت ہوتا ہو تو قتل عمدی ہوگا چاہے اس سے مار ڈالنے کا ارادہ نہ کیا ہو۔

مسئلہ ۱۵: اگر جان بوجھ کر کسی کے ساتھ زیادتی کرے اور وہ سرایت کر کے اس کے مرنے کا باعث بن جائے تو اگر وہ جنایت غالباً سرایت کرنے والی رہی ہو تو یہ جان بوجھ کر قتل کرنا ہوا۔ یا اس نے مار ڈالنے کا

تسري و لا تقتل غالباً و لم يقصد الجاني القتل ففيه إشكال. بل الأقرب عدم القتل بها و ثبوت دية شبه العمد.

مسألة ١٦ - لو قدم له طعاماً مسموماً بما يقتل مثله غالباً أو قصد قتله به فلو لم يعلم الحال فأكل و مات فعليه القود، و لا أثر لمباشرة المجني عليه، و كذا الحال لو كان المجني عليه غير مميز، سواء خلطه بطعام نفسه و قدم إليه أو أهداه أو خلطه بطعام الآكل.

مسألة ١٧ - لو قدم إليه طعاماً مسموماً مع علم الآكل بأن فيه سماً قاتلاً فأكل متعمداً و عن اختيار فلا قود و لا دية، ولو قال كذباً أن فيه سماً غير قاتل و فيه علاج لكذا فأكله فمات فعليه القود، ولو قال فيه سم و أطلق فأكله فلا قود ولا دية.

مسألة ١٨ - لو قدم إليه طعاماً فيه سم غير قاتل غالباً فان قصد قتله ولو رجاء فهو عمد لو جهل الآكل، ولو لم يقصد القتل فلا قود.

مسألة ١٩ - لو قدم إليه المسموم بتخيل أنه مهدور الدم فبان الخلاف لم يكن قتل عمد ولا قود فيه.

مسألة ٢٠ - لو جعل السم في طعام صاحب المنزل فأكله صاحب المنزل من غير علم به فمات فعليه القود لو كان ذلك بقصد قتل صاحب المنزل، و أما لو جعله بقصد قتل كلب مثلاً فأكله صاحب المنزل فلا قود بل الظاهر أنه لا دية أيضاً، ولو علم أن صاحب المنزل يأكل منه فالظاهر أن عليه القود.

مسألة ٢١ - لو كان في بيته طعام مسموم فدخل شخص بلا إذ نه فأكل و مات فلا قود و لا دية، ولو دعاه إلى داره لا لأكل الطعام فأكله بلا إذن منه وعدواناً فلا قود.

مسألة ٢٢ - لو حفر بئراً مما يقتل بوقوعه فيها و دعا غيره الذي جهلها بوجه يسقط فيها بمجيئه فجاء فسقط و مات فعليه القود، ولو كانت البئر في غير طريقه و دعاه لا على وجه يسقط فيها فذهب الجاني على غير الطريق فوقع فيها لا قود و

ارادہ کیا ہو چنانچہ وہ مرجائے تب بھی ایسا ہی ہے۔ لیکن اگر جنایت سرایت کرنے والی جنایتوں میں سے نہ ہو اور نہ غالباً کشندہ ثابت ہوتی ہو اور جانی نے قتل کرنے کا ارادہ بھی نہ کیا ہو تو اس میں اشکال ہے بلکہ اقرب اس کی وجہ سے قتل نہ ہوتا اور شبہ عمد کی دیت ثابت ہوتا ہے۔

مسئلہ ۱۶: اگر ایسا زہریلا کھانا پیش کرے جو غالباً انسان کو مار ڈالتا ہے یا اس کے ذریعہ قتل کرنے کا ارادہ کیا ہو۔ چنانچہ کھانے والا نہ جانتے ہوئے اسے کھالے اور مرجائے تو کھانا دینے والے پر قصاص ہے۔ جس پر ظلم ہوا ہے اس کا خود سے کھالینا فائدہ نہیں رکھتا۔ اسی طرح اگر جس پر ظلم ہوا ہے وہ تمیز نہ کرسکتا ہو۔ چاہے زہر اپنے کھانے میں ملا کر اس کو دے یا کھانا اس کو ہدیہ کرے یا کھانے والے کے کھانے میں ملادے۔

مسئلہ ۱۷: اگر زہریلا کھانا پیش کرے اور کھانے والا جانتا ہو کہ اس میں زہر قاتل ہے لیکن جان بوجھ کر اور اپنے اختیار سے کھالے تو نہ قصاص ہے اور نہ دیت۔ اور اگر جھوٹ بولے کہ اس میں زہر ہے۔ مگر کشندہ نہیں بلکہ اس میں فلاں چیز کا علاج ہے چنانچہ وہ اس کو کھالے اور مرجائے تو اس کا قصاص ہے۔ اور اگر کہے کہ اس میں زہر ہے اور بس چنانچہ وہ اس کو کھالے تو نہ دیت ہے اور نہ قصاص۔

مسئلہ ۱۸: اگر ایسا کھانا دے جس میں ایسا زہر ہو جو غالباً مارنے والا ہو۔ تو اگر رجاء اس نے قتل کرنے کا ارادہ کیا ہو۔ چنانچہ اگر کھانے والا نہ جانتا ہو تو قتل عمدی کہلائے گا۔ لیکن اگر قتل کرنے کا ارادہ نہ کیا ہو تو قصاص نہیں۔

مسئلہ ۱۹: اگر یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس کا خون ہدر ہے اسے زہریلا کھانا کھلائے لیکن بعد میں ظاہر ہو کہ ایسا نہیں تھا تو نہ جان بوجھ کر قتل کرنا کہلائے گا۔ اور اس میں قصاص بھی نہیں۔

مسئلہ ۲۰: اگر صاحب منزل کے کھانے میں زہر ملادے اور وہ لاعلمی میں کھالے اور مرجائے تو اس کو قتل کرنے کے ارادے سے ایسا کئے جانے پر اس کا قصاص ہے لیکن اگر مثلاً کتے کو مارنے کے لئے ایسا کیا ہو لیکن صاحب منزل اس کو کھالے تو اس میں قصاص نہیں بلکہ ظاہراً اس میں دیت بھی نہیں۔ لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ صاحب منزل اس کھانے کو کھاتا ہے تو ظاہراً اس پر قصاص ہے۔

مسئلہ ۲۱: اگر گھر میں زہریلا کھانا رکھا ہو اور کوئی شخص بغیر اجازت داخل ہو اور اسے کھا کر مرجائے تو نہ قصاص ہے اور نہ دیت۔ اور اگر گھر میں بلایا ہو مگر کھانے کی دعوت نہ دی ہو۔ لیکن وہ بغیر اجازت زبردستی کھالے تو اس کا قصاص نہیں۔

مسئلہ ۲۲: اگر کنواں کھودے کہ جس میں گرنے سے موت واقع ہوجاتی ہو اور کسی ناواقف کو اس طرح بلائے کہ وہ آتے ہوئے اس میں گرپڑے۔ چنانچہ وہ آئے اور گرپڑے اور مرجائے تو اس پر قصاص ہے۔ لیکن اگر کنواں اس کے راستے میں نہ ہو اور اس کو اس طرح نہ بلائے کہ وہ اس میں گرپڑے لیکن آنے والا راستہ سے ہٹ کر آئے اور اس میں گرپڑے تو نہ قصاص ہے اور نہ دیت ہے۔

لا دية.

مسألة ٢٣ ـ لو جرحه فداوى نفسه بداوء سمي مجهز بحيث يستند القتل إليه لا إلى الجرح لا قود في النفس، و في الجرح قصاص إن كان مما يوجبه، و إلا فأرش الجناية، ولو لم يكن مجهزاً لكن اتفق القتل به و بالجرح معاً سقط ما قابل فعل المجروح، فللولي قتل الجارح بعد رد نصف ديته.

مسألة ٢٤ ـ لو ألقاه في مسبعة كزبية الأسد و نحو فقتله السباع فهو قتل عمد عليه القود، و كذا لو ألقاه إلى أسد ضار فافترسه إذا لم يمكنه الاعتصام منه بنحو ولو بالفرار، و لو أمكنه ذلك و ترك تخاذلاً و تعمداً لا قود و لا دية، ولو لم يكن الأسد ضاريا فألقاه لا بقصد القتل فاتفق أنه قتله لم يكن من العمد، ولو ألقاه برجاء قتله فقتله فهو عمد عليه القود، ولو جهل حال الأسد فألقاه عنده فقتله فهو عمد إن قصد قتله، بل الظاهر ذلك لو لم يقصده.

مسألة ٢٥ ـ لو ألقاه في أرض مسبعة متكتفاً فع علمه بتردد السباع عنده فهو قتل عمد بلا إشكال، بل هو من العمد مع احتمال ذلك و إلقائه بقصد الافتراس ولو رجاء، نعم مع علمه أو اطمئنانه بأنه لا يتردد السباع فاتفق ذلك لا يكون من العمد، والظاهر ثبوت الدية.

مسألة ٢٦ ـ لو ألقاه عند السبع فعضه بما لا يقتل به لكن سرى فمات فهو عمد عليه القود.

مسألة ٢٧ ـ لو أنهشه حية لها سم قاتل بأن أخذها و ألقمها شيئاً من بدنه فهو قتل عمد عليه القود، و كذا لو طرح عليه حية قاتلة فنهشته فهلك، و كذا لو جمع بينه و بينها في مضيق لا يمكنه الفرار أو جمع بينها و بين من لا يقدر عليه لضعف كمرض أو صغر أو كبر فان في جميعها و كذا في نظائرها قوداً.

مسألة ٢٨ ـ لو أغرى به كلباً عقوراً قاتلاً غالباً فقتله فعليه القود، و كذا لو قصد القتل به ولو لم يكن قاتلاً غالباً أو لم يعلم حاله و قصد ولو رجاء القتل فهو عمد.

مسئلہ ۲۳: اگر کسی کو زخمی کر کے خود ہی ایسی دوا سے اس کا علاج شروع کر دے جو مسموم ہو اور زود کش ہو اور یہ کہا جا سکے کہ اس کی وجہ سے مرا ہے زخم کی وجہ سے نہیں۔ تو نفس کا قصاص نہیں۔ لیکن اگر زخم ایسا ہو کہ جس کا قصاص واجب ہو تو اس کا قصاص ہے۔ اور اگر اتنا بڑا زخم نہ ہو تو جنایت کا تاوان دینا ہوگا۔ لیکن اگر زہریلی دوا زود کش نہ ہو لیکن دوا اور زخم دونوں کی وجہ سے موت واقع ہو جائے تو فعل مجروح کے بدلے میں جو کچھ ہے وہ ساقط ہو جائے گا۔ پس وصی کو حق ہے کہ نصف دیت ادا کرنے کے بعد زخم لگانے والے کو قتل کر دے۔

مسئلہ ۲۴: اگر کسی کو درندوں کے مسکن مثلاً شیر کی شکار گاہ وغیرہ میں پھینک دے چنانچہ درندے اسے مار ڈالیں تو یہ جان بوجھ کر "قتل" کرنا ہے اور اس کا قصاص ہے۔ اسی طرح اگر اس کو موذی شیر کے سامنے ڈال دے اور شیر اس کا شکار کرے۔ بشرطیکہ اس کے پاس شیر سے بھاگ کر یا کسی اور طرف بچنے کا کوئی راستہ نہ ہو۔ لیکن بچنے کا راستہ ہونے کی صورت میں جان بوجھ کر اور سستی میں وہ راستہ اختیار نہ کرے تو نہ قصاص ہے اور نہ دیت۔ لیکن اگر شیر درندہ نہ ہو اور اس کو اس کے سامنے دھکیل دے اور مار ڈالنے کا قصد بھی نہ ہو مگر اتفاقاً شیر اسے مار ڈالے تو یہ جان بوجھ کر قتل کرنا نہیں ہوگا۔ لیکن اگر مار ڈالنے کی امید میں ایسا کرے اور شیر اس کو مار بھی ڈالے تو یہ قتل عمدی ہے اور اس کا قصاص ہے۔ اگر شیر کی خصلت معلوم نہ ہو اور اس کے سامنے دھکیلے تو مار ڈالنے کا ارادہ ہونے پر یہ قتل عمدی ہے۔ بلکہ ظاہراً اگر مار ڈالنے کا ارادہ نہ بھی ہو تب بھی قتل عمدی ہی ہے۔

مسئلہ ۲۵: اگر کسی کو درندوں کی زمین میں ڈال دے اور اس کے ہاتھ بندھے ہوں، تو یہ جانتے ہوئے کہ درندے ادھر سے گذرتے ہیں ایسا کرنا بلا اشکال قتل عمدی ہے، بلکہ درندوں کے گذرنے کا احتمال ہونے کی صورت میں بھی یہ قتل عمدی ہے جبکہ اس نے مار ڈالنے کے ارادے سے ڈالا ہو البتہ درندوں کے ادھر سے نہ گذرنے کا یقین یا اطمینان ہونے کی صورت میں اگر اتفاقاً درندے ادھر سے گذریں تو یہ "عمدی" نہیں ہوگا۔ لیکن ظاہراً دیت ثابت ہے۔

مسئلہ ۲۶: اگر کسی درندے کے آگے ڈالے اور وہ اسے کاٹ لے مگر معمولاً اس سے موت واقع نہ ہوتی ہو لیکن زخم سرایت کر جائے اور اس شخص کی موت واقع ہو جائے تو قتل عمدی ہے اور اس کا قصاص ہے۔

مسئلہ ۲۷: اگر ڈسنے کے لئے ایسا سانپ چھوڑے جو زہریلا ہو، مثلاً سانپ کو پکڑے اور اس شخص کے بدن کا کوئی حصہ سانپ کے منہ میں ڈالے تو یہ قتل جان بوجھ کر ہے اور اسکا قصاص ہے۔ اسی طرح اگر مار ڈالنے والا سانپ اس پر پھینکے کہ جس کے ڈسنے سے آدمی کی موت ہو جائے، اور اسی طرح اگر سانپ اور آدمی کو ایسی تنگ جگہ میں بند کر دے جہاں سے آدمی کا بھاگ جانا ممکن نہ ہو۔ یا ایسے شخص کو سانپ کے ساتھ بند کر دے جو بھاگنے پر کمزوری، بیماری، بچپنے یا بڑھاپے کی وجہ سے قادر نہ ہو، تو ان صورتوں میں اور ان جیسی دوسری صورتوں میں بے شک قصاص ہے۔

مسئلہ ۲۸: اگر پھاڑ کھانے والے کتے کو آدمی پر حملہ کرنے کو دوڑائے کہ جو کتا غالباً مار ڈالتا ہو پس وہ اس آدمی کو مار ڈالے تو اس کا قصاص ہے۔ اسی طرح کتا چاہے غالباً قاتل نہ ہو یا اس کی خصلت معلوم نہ ہو، لیکن اس نے مار ڈالنے کا ارادہ کیا ہو چاہے امید ہی کی ہو تو یہ قتل عمدی ہے۔

مسألة ٢٩ ـ لو ألقاه إلى الحوت فالتقمه فعليه القود، ولو ألقاه في البحر ليقتله فالتقمه الحوت بعد الوصول إلى البحر فعليه القود و إن لم يكن من قصده القتل بالتقام الحوت بل كان قصده الغرق، ولو ألقاه في البحر و قبل وصوله اليه وقع على حجر و نحوه فقتل فعليه الدية، ولو التقمه الحوت قبل وصوله إليه فالظاهر أن عليه القود.

مسألة ٣٠ ـ لو جرحه ثم عضه سبع و سرتا فعليه القود لكن مع رد نصف الدية، ولو صالح الولي على الدية فعليه نصفها إلا أن يكون سبب عضّ السبع هو الجارح فعليه القود، و مع العفو على الدية عليه تمام الدية.

مسألة ٣١ ـ لو جرحه ثم عضه سبع ثم نهشته حية فعليه القود مع ردّ ثلثي الدية، ولو صالح بها فعليه ثلثها و هكذا، و مما ذكر يظهر الحال في جميع موارد اشتراك الحيوان مع الانسان في القتل.

مسألة ٣٢ ـ لو حفر بئراً و وقع فيها شخص بدفع ثالث فالقاتل الدافع لا الحافر، و كذا لو ألقاه من شاهق و قبل وصوله إلى الأرض ضربه آخر بالسيف مثلاً فقدّه نصفين أو ألقاه في البحر و بعد وقوعه فيه قبل موته مع بقاء حياته المستقرة قتله آخر، فان القاتل هو الضارب لا الملقي.

مسألة ٣٣ ـ لو أمسكه شخص و قتله آخر و كان ثالث عيناً لهم فالقود على القاتل لا الممسك، لكن الممسك يحبس أبداً حتى يموت في الحبس و الربيئة تسمل عيناه بميل محمى و نحوه.

مسألة ٣٤ ـ لو أكرهه على القتل فالقود على المباشر إذا كان بالغاً عاقلاً دون المكره و إن أوعده على القتل، ويحبس الآمر به أبداً حتى يموت، ولو كان المكره مجنوناً أو طفلا غير مميز فالقصاص على المكره الآمر، ولو أمر شخص طفلاً مميزاً بالقتل فقتله ليس على واحد منهما القود، و الدية على عاقلة الطفل، ولو أكرهه على ذلك فهل على الرجل المكره القود أو الحبس أبداً؟ الأحوط الثاني.

مسألة ٣٥ ـ لو قال بالغ عاقل لآخر: «اقتلني و إلا قتلتك» لا يجوز له القتل،

مسئلہ ۲۹: اگر مچھلی کے سامنے پھینکے اور وہ نگل لے تو اس پر قصاص ہے۔ اور اگر مار ڈالنے کی نیت سے سمندر میں پھینکے اور سمندر میں پہونچنے کے بعد مچھلی اس کو نگل لے تو اس پر قصاص ہے۔ چاہے اس کا قصد نہ ہو کہ مچھلی کے نگلنے سے اس کی موت ہو جائے۔ بلکہ اس کا مقصد ڈبونا ہو۔ اگر اس کو سمندر میں ڈالے لیکن اس سے پہلے پتھر وغیرہ سے ٹکرا کر اس کی موت واقع ہو جائے تو اس پر دیت واجب الادا ہے لیکن اگر سمندر میں پہونچنے سے پہلے مچھلی نگل لے تو ظاہراً اس کا قصاص ہے۔

مسئلہ ۳۰: اگر کسی آدمی کو زخمی کرے اور پھر اسے درندہ بھی کاٹ لے، دونوں زخم سرایت کریں تو اس پر قصاص ہے لیکن آدھا خون بہا دینا پڑے گا۔ لیکن اگر مقتول کا ولی دیت پر مصالحت کرلے تو قاتل دیت کا نصف ادا کرے گا۔ مگر یہ کہ درندے کے کاٹنے کا سبب بھی زخمی کرنے والا ہی ہو تو اس صورت میں اس پر قصاص ہے۔ اور ولی اگر قصاص معاف کر دے تو اس پر مکمل دیت ہے۔

مسئلہ ۳۱: اگر زخمی کرے اس کے بعد درندہ کاٹ لے اور پھر سانپ سے ڈسوا دے تو دو تہائی دیت قاتل کو دے کر اس سے قصاص لیا جائے۔ اور اگر اس پر مصالحت کرلے تو قاتل ایک تہائی دیت ادا کرے۔ اور یہی حکم تمام ان موارد کا ہے کہ جن میں انسان کے قتل میں انسان کے ساتھ حیوان شریک ہو۔

مسئلہ ۳۲: اگر کنواں کھودے، لیکن کوئی اور شخص کسی کو اس میں ڈال دے تو وہی قاتل ہے۔ کنواں کھودنے والا نہیں۔ اور اسی طرح اگر بلندی سے پھینکے لیکن زمین پر پہونچنے سے پہلے تلوار سے کوئی اور اس کے دو ٹکڑے کر دے، یا سمندر میں پھینک دے اور اس میں گرنے کے بعد مرنے سے پہلے کوئی شخص اس کو قتل کر دے۔ جبکہ اس میں جان باقی ہو، تو اس صورت میں قاتل پھینکنے والا نہیں بلکہ مارنے والا ہے۔

مسئلہ ۳۳: اگر ایک شخص قابو کرے دوسرا قتل کرے اور تیسرا ان کی نگرانی کر رہا ہو تو قصاص قتل کرنے والے پر ہے، قابو کرنے والے پر نہیں۔ لیکن قابو کرنے والے کو عمر قید کی سزا دی جائے گی اور نگرانی کرنے والے کی آنکھوں میں لوہے کی گرم سلائی وغیرہ پھیری جائے گی۔

مسئلہ ۳۴: اگر کسی کو قتل کرنے پر مجبور کرے تو قصاص قتل کرنے والے پر ہے۔ مجبور کرنے والے پر نہیں، بشرطیکہ قتل کرنے والا، بالغ اور عاقل ہو۔ چاہے اس نے اس کو قتل کی دھمکی ہی کیوں نہ دی ہو، اور قتل پر مجبور کرنے والے کو عمر قید کی سزا دی جائے گی۔ اور اگر مجبور کیا گیا شخص دیوانہ یا بے سوجھ بوجھ بچہ ہو تو قصاص مجبور کرنے والے پر ہے۔ اگر کوئی شخص سوجھ بوجھ والے بچے کو قتل کرنے کا حکم دے اور بچہ قتل کر ڈالے تو قصاص کسی پر نہیں۔ بلکہ بچے کے عاقلہ (گھر والے) دیت دیں گے اور اگر اس نے بچے کو قتل پر مجبور کیا ہو تو آیا مجبور کرنے والے شخص سے قصاص لیا جائے یا اسے عمر قید کی سزا دی جائے؟ احتیاط دوسری سزا میں ہے۔

مسئلہ ۳۵: اگر بالغ و عاقل شخص کسی سے کہے کہ مجھے مار ڈالو ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ تو اس کے لئے قتل کرنا جائز نہیں۔ اور اس سے قتل کی حرمت بھی ختم نہیں ہوگی۔ لیکن حکم نہ ماننے پر اگر وہ اس

و لا ترفع الحرمة، لكن لو حمل عليه بعد عدم إطاعته ليقتله جاز قتله دفاعاً بل وجب، و لا شيء عليه، ولو قتله بمجرد الايعاد كان آثماً، و هل عليه القود؟ فيه إشكال و إن كان الأرجح عدمه، كما لا يبعد عدم الدية أيضاً.

مسألة ٣٦ ـ لو قال: «اقتل نفسك» فان كان المأمور عاقلاً مميزاً فلا شيء على الآمر، بل الظاهر أنه لو أكرهه على ذلك فكذلك، و يحتمل الحبس أبداً لإكراهه فيما صدق الاكراه، كما لو قال: «اقتل نفسك و إلا قتلتك شر قتلة».

مسألة ٣٧ ـ يصح الاكراه، بمادون النفس، فلو قال له: «اقطع يد هذا و إلا قتلتك» كان له قطعها و ليس عليه قصاص، بل القصاص على المكره ولو أمره من دون إكراه فقطعها فالقصاص على المباشر، ولو أكرهه على قطع إحدى اليدين فاختار إحداهما أو قطع يد أحد الرجلين فاختار أحدهما فليس عليه شيء، و انما القصاص على المكره الآمر.

مسألة ٣٨ ـ لو أكرهه على صعود شاهق فزلق رجله و سقط فمات فالظاهر أن عليه الدية لا القصاص، بل الظاهر أن الأمر كذلك لو كان مثل الصعود موجباً للسقوط غالباً على إشكال.

مسألة ٣٩ ـ لو شهد إثنان بما يوجب قتلاً كالارتداد مثلاً أو شهد أربعة بما يوجب رجماً كالزنا ثم ثبت أنهم شهدوا زوراً بعد إجراء الحد أو القصاص لم يضمن الحاكم و لا المأمور من قبله في الحد، و كان القود على الشهود زوراً مع ردالدية على حساب الشهود، ولو طلب الولي القصاص كذباً و شهد الشهود زوراً فهل القود عليهم جميعاً أو على الولي أو على الشهود؟ وجوه، أقربها الأخير.

مسألة ٤٠ ـ لو جنى عليه فصيره في حكم المذبوح بحيث لا يبقى له حياة مستقرة فذبحه آخر فالقود على الأول، و هو القاتل عمداً، و على الثاني دية الجناية على الميت، و لو جنى عليه و كانت حياته مستقرة فذبحه آخر فالقود على الثاني، و على الأول حكم الجرح قصاصاً أو أرشاً، سواء كان الجرح مما لا يقتل مثله أو يقتل غالباً.

پر قاتلانہ حملہ کر دے تو اپنے دفاع میں اس کو قتل کر دینا جائز بلکہ واجب ہے۔ اور اس کے ذمے کچھ نہیں۔ لیکن اگر صرف ڈرانے دھمکانے کی وجہ سے اس کو قتل کر دے تو گنہگار ہوگا۔ لیکن آیا اس پر قصاص ہے؟ اس میں اشکال ہے اگرچہ قصاص کا نہ ہونا زیادہ رجحان رکھتا ہے۔ جیسا کہ دیت کا نہ ہونا بھی بعید نہیں ہے۔

مسئلہ ۳۶: جان لینے کے علاوہ دوسری صورتوں میں اکراہ صحیح ہے۔ پس اگر یہ کہے کہ "اس کا ہاتھ کاٹ دو ورنہ میں تمھیں قتل کر دوں گا" تو وہ ہاتھ کاٹ سکتا ہے اور اس پر قصاص نہیں بلکہ مجبور کرنے والے پر ہے۔ لیکن اگر حکم دے مگر مجبور نہ کرے اور وہ ہاتھ کاٹ دے تو قصاص ہاتھ کاٹنے والے پر ہے۔ اور اگر دو میں سے ایک ہاتھ کاٹنے پر مجبور کر دے اور وہ ایک ہاتھ کاٹ دے یا دو میں سے ایک شخص کا ہاتھ کاٹنے پر مجبور کرے اور وہ ایک کا ہاتھ کاٹ دے تو اس کے ذمے کچھ نہیں۔ قصاص مجبور کرنے والے آمر پر ہے۔

مسئلہ ۳۷: اگر کہے کہ "اپنی جان لے لو" تو جس کو حکم دیا گیا ہے اگر وہ عاقل اور سوجھ بوجھ والا ہو تو حکم دینے والے کے ذمے کچھ نہیں۔ بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اگر اس کو ایسا کرنے پر مجبور کرے تب بھی یہی حکم ہے۔ البتہ جہاں اکراہ صادق آتا ہو وہاں اکراہ کی بنا پر اس کی سزا عمر قید ہوگی جیسا کہ اگر یوں کہے "کہ اپنی جان لے لو ورنہ تمھیں برے طریقے سے قتل کروں گا۔"

مسئلہ ۳۸: اگر چڑھائی چڑھنے پر مجبور کرے چنانچہ اس شخص کا پیر پھسل جائے اور گر کر مر جائے تو ظاہراً اس کے ذمے دیت ہے قصاص نہیں۔ بلکہ ظاہراً اس صورت میں بھی یہی حکم ہوگا کہ اگر ویسی چڑھائی غالباً گر پڑنے کا باعث ہوتی ہو۔ البتہ اس میں اشکال ہے۔

مسئلہ ۳۹: اگر دو نفر ایسے گناہ کی گواہی دیں جس کی سزا قتل ہے جیسے مرتد ہونا یا چار آدمی ایسے گناہ کی گواہی دیں جس کی سزا سنگسار کر دینا ہے جیسے زنا، بعد میں پتہ چلے کہ انھوں نے جھوٹی گواہی دی تھی اور حد جاری ہو چکی ہو یا قصاص لیا جا چکا ہو تو نہ حاکم شرع ضامن ہے اور نہ وہ شخص جس کو حد جاری کرنے پر مامور کیا گیا تھا۔ بلکہ قصاص جھوٹے گواہوں سے لیا جائے گا۔ البتہ گواہوں کی تعداد کے حساب سے دیت واپس کرنا پڑے گی۔ اگر ولی جھوٹا قصاص طلب کرے اور گواہ جھوٹی گواہی دیں۔ تو آیا قصاص سب کے ذمے ہے یا صرف ولی کے ذمے یا گواہوں کے ذمے؟ تینوں صورتیں ہیں جن میں اقرب آخری صورت ہے۔

مسئلہ ۴۰: اگر کسی پر اتنا ظلم کرے کہ اس کو ذبح کیے گئے شخص کے مانند کر دے اور اس میں زندگی برقرار نہ ہو، اور کوئی دوسرا آکر اس کو ذبح کر ڈالے تو قصاص پہلے سے لیا جائے گا اور قاتل عمدی وہی کہلائے گا۔ دوسرے سے صرف میت پر جنایت وارد کرنے کی دیت لی جائے گی۔ اور اگر ظلم کا نشانہ بنائے مگر اس کی زندگی ابھی برقرار ہو لیکن دوسرا اس کو ذبح کر ڈالے تو قصاص دوسرے سے لیا جائے گا۔ جبکہ پہلے پر زخمی کرنے کا حکم لاگو ہوگا اور اس سے زخم کا قصاص یا تاوان لیا جائے گا۔ چاہے زخم ایسا ہو جو معمولاً قاتل نہیں ہوتا یا ایسا ہو جو غالباً قاتل ہوتا ہے۔

مسألة ٤١ ـ لو جرحه إثنان فاندمل جراحة أحدهما و سرت الأخرى فمات فعلى من اندملت جراحته دية الجراحة أو قصاصها، و على الثاني القود فهل يقتل بعد رد دية الجرح المندمل أم يقتل بلا رد؟ فيه إشكال و إن كان الأقرب عدم الرد.

مسألة ٤٢ ـ لو قطع أحد يده من الزند و آخر من المرفق فمات فان كان قطع الأول بنحو بقيت سرايته بعد قطع الثاني كما لو كانت الآلة مسمومة و سرى السمّ في الدم و هلك به و بالقطع الثاني كان القود عليهما، كما أنه لو كان القتل مستنداً إلى السم القاتل في القطع و لم يكن في القطع سراية كان الأول قاتلاً، فالقود عليه، و إذا كان سراية القطع الأول انقطع بقطع الثاني كان الثاني قاتلاً.

مسألة ٤٣ ـ لو كان الجاني في الفرض المتقدم واحداً دخل دية الطـرف في دية النفس على تأمل في بعض الفروض، و هل يدخل قصاص الطرف في قصاص النفس مطلقاً أو لا مطلقاً أو يدخل إذا كانت الجناية أو الجنايات بضربة واحدة، فلو ضربه ففقئت عيناه وشج رأسه فمات دخل قصاص الطرف في قصاص النفس، و أما إذا كانت الجنايات بضربات عديدة لم يدخل في قصاصها، أو يفرق بين ما كانت الجنايات العديدة متوالية كمن أخذ سيفاً و قطع الرجل إرباً إرباً حتى مات، فيدخل قصاصها في قصاص النفس، و بين ما إذا كانت متفرقة كمن قطع يده في يوم و قطع رجله في يوم آخر و هكذا إلى أن مات، فلم يدخل قصاصها في قصاصها؟ وجوه، لا يبعد أو جهية الأخير، و المسألة بعد مشكلة، نعم لا إشكال في عدم التداخل لو كان التفريق بوجه اندمل بعض الجراحات، فمن قطع يد رجل فلم يمت و اندملت جراحتها ثم قطع رجله فاندملت ثم قتله يقتص منه ثم يقتل.

مسألة ٤٤ ـ لو اشترك إثنان فما زاد في قتل واحد اقتص منهم إذا أراد الولي، فيرد عليهم ما فضل من دية المقتول، فيأخذ كل واحد ما فضل عن ديته، فلو قتله

مسئلہ ۴۱: اگر دو افراد کسی کو زخمی کریں لیکن ایک کا لگایا ہوا زخم مندمل ہو جائے جبکہ دوسرے کا سرایت کر جائے اور وہ شخص مرجائے تو جس کا زخم مندمل ہوا ہے اس سے جراحت کی دیت یا قصاص لیا جائے گا۔ اور دوسرے سے اس شخص کا قصاص لیا جائے گا۔ لیکن آیا بھر جانے والے زخم کی دیت دینے کے بعد اس کو قتل کیا جائے گا یا بغیر دیئے قتل کر دیا جائے گا؟ اس میں اشکال ہے۔ اگرچہ اقرب نہ دینا ہی ہے۔

مسئلہ ۴۲: اگر ایک شخص کلائی اور دوسرا کہنی سے ہاتھ کاٹ دے جس کی وجہ سے وہ مرجائے۔ تو اگر پہلے کی کاٹ ایسی رہی ہو جس کا اثر دوسرے کی کاٹ کے بعد بھی باقی ہو۔ مثلاً اس کا ہتھیار زہر آلود رہا ہو اور زہر خون میں سرایت کر گیا ہو اور وہ شخص اس سرایت اور دوسرے کی کاٹ کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گیا ہو تو قصاص دونوں پر ہے۔ اور اگر قتل زہر کی وجہ سے ہوا ہو کاٹ میں کوئی سرایت نہ رہی ہو تو پہلا شخص قاتل کہلائے گا۔ اور قصاص بھی اسی پر ہوگا۔ لیکن اگر پہلی کاٹ کا اثر دوسری سے ختم ہو جائے تو دوسرا قاتل ہوگا۔

مسئلہ ۴۳: اگر پہلے فرض میں جنایت کا ایک رہا ہو تو عضو کی دیت بدن کی دیت میں شامل ہو جائے گی جس کے بعض فرضوں میں تامل ہے۔ اور کیا عضو کا قصاص، جان کے قصاص میں مطلقاً شامل ہو جائے گا یا مطلقاً شامل نہیں ہوگا۔ یا اس وقت شامل ہوگا جب جنایت یا جنایتیں ایک ضرب سے ہوں۔ پس اگر ضرب لگانے سے اس کی آنکھیں باہر آ جائیں اور سر ٹوٹ جائے، جس کی وجہ سے موت واقع ہو جائے تو عضو کا قصاص جان کے قصاص میں شامل ہوگا۔ لیکن اگر جنایتیں کئی ضربتوں سے ہوں تو عضو کا قصاص جان کے قصاص میں شامل نہیں ہوگا۔ یا فرق اس اعتبار سے ہوگا کہ اگر کئی جنایتیں پے درپے ہوں جیسا کہ تلوار لے کر سر کے ٹکڑے ٹکڑے کاٹے جس سے موت ہو جائے تو اس کا قصاص، جان کے قصاص میں شامل ہوگا لیکن اگر ضربات متفرق ہوں جیسے ایک دن ہاتھ کاٹے، دوسرے دن پاؤں کاٹ دے اور یوں ہی کرتا رہے۔ یہاں تک وہ شخص مرجائے تو عضو کا قصاص جان کے قصاص میں شامل نہیں ہوگا؟ یہ ساری صورتیں ہیں۔ جن میں آخری صورت کا بہتر ہونا بعید نہیں۔ لیکن اس کے بعد بھی مسئلہ مشکل ہے۔ البتہ عدم تداخل میں اس وقت کوئی اشکال نہیں کہ جب ضربات اس طرح متفرق ہوں کہ پہلی کا زخم مندمل ہو گیا ہو تو دوسری لگائے۔ پس جو شخص کسی کا ہاتھ کاٹے اور وہ نہ مرے بلکہ اس کا زخم بھر جائے، پھر پاؤں کاٹ دے اور اس کا زخم بھی بھر جائے۔ اس کے بعد جان سے مار ڈالے، تو پہلے اس سے ہاتھ پاؤں کا قصاص لیا جائے گا پھر قتل کیا جائے گا۔

مسئلہ ۴۴: ایک قتل میں اگر دو یا اس سے زیادہ شریک ہوں تو اگر ولی چاہے تو ان سے قصاص لیا جائے گا۔ لیکن مقتول کی دیت سے اضافی ان کو واپس کیا جائے گا۔ ان میں سے ہر ایک اضافہ دیت کو لے گا۔ چنانچہ اگر دو نے قتل کیا ہو اور ولی قصاص لینا چاہے تو ہر ایک کو قتل کی آدھی دیت دے گا۔ اور اگر تین ہوں تو ہر ایک کے لئے قتل کی دو تہائی کی دیت ہے اور اسی طرح آخر تک۔ اور ولی کو یہ حق بھی ہے کہ بعض سے قصاص

إثنان و أراد القصاص يؤدي لكل منهما نصف دية القتل، ولو كانوا ثلاثة فلكل ثلثا ديته و هكذا، وللولي أن يقتص من بعضهم و يردّ الباقون المتروكون دية جنايتهم إلى الذي اقتص منه، ثم لو فضل للمقتول أو المقتولين فضل عما ردّه شركاؤهم قام الولي به، و يرده إليهم كما لو كان الشركاء ثلاثة فاقتص من إثنين، فيرد المتروك دية جنايته، و هي الثلث إليهما و يرد الولي البقية إليهما، و هي دية كاملة، فيكون لكل واحد ثلثا الدية.

مسألة ٤٥ ـ تتحقق الشركة في القتل بأن يفعل كل منهم ما يقتل لو انفرد كأن أخذوه جميعاً فألقوه في النار أو البحر أو من شاهق، أو جرحوه بجراحات كل واحدة منها قاتلة لو انفردت، و كذا تتحقق بما يكون له الشركة في السراية مع قصد الجناية، فلو اجتمع عليه عدة فجرحه كل واحد بما لا يقتل منفرداً لكن سرت الجميع فمات فعليهم القود بنحو مامر ولا يعتبر التساوي في عدد الجناية، فلو ضربه أحدهم ضربة و الآخر ضربات والثالث أكثر و هكذا فمات بالجميع فالقصاص عليهم بالسواء، و الدية عليهم سواء، و كذا لا يعتبر التساوي في جنس الجناية، فلو جرحه أحدهما جائفة و الآخر موضحة مثلاً أو جرحه أحدهما وضربه الآخر يقتص منهما سواء، و الدية عليهما كذلك بعد كون السراية من فعلهما.

مسألة ٤٦ ـ لو اشترك إثنان أو جماعة في الجناية على الأطراف يقتص منهم كما يقتص في النفس، فلو اجتمع رجلان على قطع يد رجل فان أحب أن يقطعهما أدى اليهما دية يد يقتسمانها ثم يقطعهما، و إن أحب أخذ منهما دية يد، و إن قطع يد أحدهما ردّ الذي لم يقطع يده على الذي قطعت يده ربع الدية، و على هذا القياس اشتراك الجماعة.

مسألة ٤٧ ـ الاشتراك فيها يحصل باشتراكهم في الفعل الواحد المقتضي للقطع بأن يكرهوا شخصاً على قطع اليد أو يضعوا خنجراً على يده و اعتمدوا عليه أجمع حتى تقطع، و أما لو انفرد كل على قطع جزء من يده فلا قطع في يدهما، و

لے اور جو آزاد ہو گئے ہیں، وہ دیت اس کو دیں جس سے قصاص لیا گیا ہے۔ اس کے بعد اگر مقتول یا مقتولین کے لیے شریکوں کے دے دینے کے بعد کچھ بچ جائے تو وہ ولی کے ذمہ ہے جسے وہ ان کو واپس دے گا۔ جیسا کہ اگر تین شریک ہوں اور دو سے قصاص لیا جائے تو بچ جانے والا اپنی جنایت کی دیت دے گا جو کہ تیسرا حصہ ہے اور بقیہ ولی مقتول ان کو دے گا جو کہ دیت کاملہ ہے۔ درنتیجہ ہر ایک کے لیے دو تہائی دیت ہوگی۔

مسئلہ ۴۵: جب ہر ایک مار ڈالنے والی حرکت کرے تو قتل میں شرکت واقع ہو جائے گی۔ مثلاً سب اس کو پکڑ کر آگ میں جھونک دیں، دریا میں ڈال دیں یا بلندی سے لڑھکا دیں۔ یا ہر ایک ایسا زخم لگائے جو اکیلے جان لیوا ہو۔ اسی طرح قصد جنایت سے ایسا کام کرنے سے بھی شرکت واقع ہو جائے گی جو سرایت میں شریک ہو۔

پس اگر چند افراد اس پر حملہ کریں اور ہر ایک ایسا زخم لگائے جو اکیلا جان لیوا نہ ہو۔ لیکن تمام زخم سرایت کر جائیں اور وہ مر جائے تو جیسا کہ بیان ہو چکا ہے سب پر قصاص ہے۔ عدد جنایت کا مساوی ہونا معتبر نہیں۔ چنانچہ اگر ایک شخص ایک ضرب لگائے دوسرا اکٹھی ضربیں اور تیسرا متعدد ضربیں اور سب کی وجہ سے مر جائے تو قصاص ان سب پر برابر ہے اور دیت بھی برابر۔ اسی طرح جنس جنایت میں بھی تساوی معتبر نہیں۔ پس اگر ایک اندرونی زخم لگائے اور دوسرا بیرونی یا ایک زخمی کرے اور دوسرا مارے تو سب سے برابر قصاص لیا جائے گا اور دیت بھی برابر ہوگی جب کہ سرایت ان کے فعل کی وجہ سے ہوتی ہو۔

مسئلہ ۴۶: اگر اعضا پر جنایت وارد کرنے میں دو یا زیادہ افراد شریک ہوں تو جس طرح جان کا بدلہ لیا جاتا ہے اسی طرح ان سے اعضا کا قصاص بھی لیا جائے گا۔ پس اگر دو شخص کسی کا ہاتھ کاٹنے میں شریک ہوں تو دونوں کا ہاتھ کاٹنے کی صورت میں ایک ہاتھ کی دیت ان کو دے۔ جسے وہ دونوں تقسیم کر لیں اور پھر دونوں کا ہاتھ کاٹ دے۔ اور اگر چاہے تو ان سے ایک ہاتھ کی دیت لے لے۔ اور اگر ایک کا ہاتھ کاٹے تو جس کا ہاتھ نہیں کاٹا گیا ہے وہ ہاتھ کاٹے جانے والے کو ایک چوتھائی دیت دے۔ اسی سے کئی افراد کی شرکت کا حکم بھی نکالا جائے گا۔

مسئلہ ۴۷: کسی ایک کام میں کہ جس سے کوئی عضو کٹ جاتا ہو۔ کئی افراد کے شریک ہونے سے جنایت میں اشتراک حاصل ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کو ہاتھ کاٹ دینے پر مجبور کریں یا اس کے ہاتھ پر خنجر رکھ کر سب دباؤ ڈالیں یہاں تک کہ ہاتھ کٹ جائے۔ لیکن اگر ہر ایک ہاتھ کا ایک حصہ کاٹے تو ان کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح اگر ایک شخص اپنا ہتھیار اس کے ہاتھ کے اوپر رکھے اور دوسرا نیچے رکھے اور ہر ایک اس کے ہاتھ کے کچھ حصے کو کاٹیں یہاں تک کہ دونوں کے ہتھیار آپس میں متصل ہو جائیں اور ہاتھ کٹ جائے تو اس صورت میں نہ جنایت میں شرکت ہوئی اور نہ اس کی سزا قطع ید ہے۔ بلکہ ہر ایک نے الگ الگ جنایت کی ہے اور اس کے ذمہ اس کا قصاص یا خون بہا ہے۔

كذا لو جعل أحدهما آلته فوق يده و الآخر تحتها فقطع كل جزء منها حتى وصل الآلتان و قطعت اليد فلا شركة و لا قطع، بل كل جنى جناية منفردة، و عليه القصاص أو الدية في جنايته الخاصة.

مسألة ٤٨ ـ لو اشترك في قتل رجل امرأتان قتلتا به من غير ردّ شيء، ولو كنّ أكثر فللولي قتلهن وردّ فاضل ديته يقسم عليهن بالسوية فان كن ثلاثاً و أراد قتلهن رد عليهن دية امرأة، و هي بينهن بالسوية، و إن كن أربعاً فدية امرأتين كذلك و هكذا، و إن قتل بعضهن رد البعض الآخر ما فضل من جنايتها، فلو قتل في الثلاث إثنتين ردت المتروكة ثلث ديته على المقتولين بالسوية، و لو اختار قتل واحدة ردت المتروكتان على المقتولة ثلث ديتها و على الولي نصف دية الرجل.

مسألة ٤٩ ـ لو اشترك في قتل رجل رجل و امرأة فعلى كل منهما نصف الدية، فلو قتلهما الولي فعليه ردّ نصف الدية على الرجل، و لا ردّ على المرأة، ولو قتل المرأة فلا ردّ، و على الرجل نصف الدية، ولو قتل الرجل ردّت المرأة عليه نصف ديته لا ديتها.

مسألة ٥٠ ـ قالوا: كل موضع يوجب الرد يجب أولاً الرد ثم يستوفى و له وجه، ثم إن المفروض في المسائل المتقدمة هو الرجل المسلم الحر و المرأة كذلك.

القول في الشرائط المعتبرة في القصاص

وهي أمور:

الأول ـ التساوي في الحرية و الرقية، فيقتل الحرّ بالحرّ و بالحرة لكن مع رد فاضل الدية، و هو نصف دية الرجل الحر، و كذا تقتل الحرة بالحرة و بالحر لكن لا يؤخذ من وليها أو تركتها فاضل دية الرجل.

جو اس خاص جنایت میں ہے۔

مسئلہ ۴۸: اگر دو عورتیں ایک مرد کے قتل میں شریک ہوں تو کچھ واپس لئے بغیر ان دونوں کو قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر ان کی تعداد زیادہ ہو تو ولی مقتول کو حق ہے کہ دیت سے زیادہ آنے والی رقم واپس کرکے سب کو قتل کر دے جو ان پر برابر تقسیم کی جائے گی۔ پس اگر ان کی تعداد تین ہو اور انہیں کیفر کردار تک پہونچانا چاہے تو ایک عورت کی دیت ان کو واپس کرے۔ جو ان کے درمیان برابر تقسیم ہوگی۔ اگر ان کی تعداد چار ہو تو دو عورتوں کی دیت واپس کرے اور اسی طرح تعداد کے ساتھ دیت بھی بڑھتی جائے گی۔ اور اگر کچھ کو قتل کرے۔ تو بچ جانے والی عورتیں مقتول عورتوں کی جنایت سے اضافی دیت واپس کریں۔ پس اگر تین میں سے دو کو قتل کرے تو بچ جانے والی ایک تہائی دیت کو بطور مساوی قتل ہو جانے والیوں کو دے گی۔ اور اگر ایک عورت کو قتل کرے تو آزاد ہو جانے والی دو عورتیں قتل ہو جانے والی کا ایک تہائی خون بہا اور ولی مقتول کو مرد کا آدھا خون بہا دیں گی۔

مسئلہ ۴۹: اگر ایک مرد کے قتل میں ایک مرد اور ایک عورت شامل ہوں تو ہر ایک کے ذمے آدھی دیت ہے۔ پس اگر ولی مقتول دونوں کو قتل کرے تو اس پر لازم ہے کہ آدھی دیت مرد کو واپس کرے جبکہ عورت کو کچھ بھی واپس نہیں دینا ہوگا۔ اور اگر عورت کو قتل کرے تو کچھ نہیں دینا پڑے گا جبکہ مرد کے ذمے آدھی دیت واجب الادا ہے۔ اور اگر مرد کو قتل کرے تو عورت کے ذمے مرد کی آدھی دیت قابل ادا ہے نہ کہ عورت کی آدھی دیت۔

مسئلہ ۵۰: کہتے ہیں کہ جن موارد میں دیت واپس کرنا واجب ہے ان میں پہلے دیت واپس کی جائے اس کے بعد قصاص لیا جائے۔ اور اس کی وجہ بھی ہے۔ گذشتہ تمام مسائل میں مسلمان آزاد مرد اور مسلمان آزاد عورت کو فرض کیا گیا ہے۔

قصاص میں معتبر شرطیں

مندرجہ ذیل شرائط قصاص میں معتبر ہیں۔

پہلی شرط: آزادی اور غلامی میں برابر ہوں۔ پس آزاد مرد کو آزاد مرد اور اضافی دیت واپس کرنے کے بعد آزاد عورت کے عوض قتل کیا جائے گا۔ اضافی دیت سے مراد مرد کی آدھی دیت ہے۔ اسی طرح آزاد عورت، آزاد عورت اور آزاد مرد کے بدلے قتل کی جائے گی لیکن اس کے ولی یا اس کی میراث میں سے مرد کی اضافی دیت نہیں لی جائے گی۔

مسألة ١ ـ لو امتنع ولي دم المرأة عن تأدية فاضل الدية أو كان فقيراً ولم يرض القاتل بالدية أو كان فقيراً يؤخر القصاص إلى وقت الأداء و الميسرة.

مسألة ٢ ـ يقتص للرجل من المرأة في الأطراف، و كذا يقتص للمرأة من الرجل فيها من غير رد، و تتساوى ديتهما في الأطراف ما لم يبلغ جراحة المرأة ثلث دية الحر، فاذا بلغته ترجع إلى النصف من الرجل فيها. فحينئذ لا يتقص من الرجل لها إلا مع رد التفاوت.

الثاني ـ التساوي في الدين، فلا يقتل مسلم بكافر مع عدم اعتياده قتل الكفار.

مسألة ١ ـ لا فرق بين أصناف الكفار من الذمي و الحربي و المستأمن وغيره، ولو كان الكافر محرم القتل كالذمي و المعاهد يعزر لقتله، و يغرم المسلم دية الذمي لهم.

مسألة ٢ ـ لو اعتاد المسلم قتل أهل الذمة جاز الاقتصاص منه بعد رد فاضل ديته، و قيل إن ذلك حد لا قصاص، و هو ضعيف.

مسألة ٣ ـ يقتل الذمي بالذمي و بالذمية مع رد فاضل الدية، و الذمية بالذمية و بالذمي من غير رد الفضل كالمسلمين، من غير فرق بين وحدة ملتهما واختلافهما، فيقتل اليهودي بالنصراني و بالعكس و المجوسي بهما و بالعكس.

مسألة ٤ ـ لو قتل ذمي مسلماً عمداً دفع هو و ماله إلى أولياء المقتول و هم مخيرون بين قتله و استرقاقه، من غير فرق بين كون المال عيناً أو ديناً منقولاً أو لا، و لا بين كونه مساوياً لفاضل دية المسلم أو زائداً عليه أو مساوياً للدية أو زائداً عليها.

مسألة ٥ ـ أولاد الذمي القاتل أحرار لا يسترق واحد منهم لقتل و الدهم، ولو أسلم الذمي القاتل قبل استرقاقه لم يكن لأولياء المقتول غير قتله.

مسألة ٦ ـ لو قتل الكافر كافراً و أسلم لم يقتل به، بل عليه الدية إن كان المقتول ذا دية.

مسئلہ ۱: اگر مقتولہ عورت کا ولی اضافی دیت ادا کرنے سے انکار کر دے یا فقیر ہو اور قاتل خون بہا دینے پر راضی نہ ہو یا وہ بھی فقیر ہو تو ادائیگی اور فراغت حاصل ہونے تک قصاص لینے میں تاخیر کی جائے گی۔

مسئلہ ۲: اعضا میں عورت سے مرد کا قصاص لیا جائے گا اور اسی طرح مرد سے عورت کا قصاص بھی بغیر کچھ واپس کئے لیا جائے گا۔ اعضا میں ان کی دیت مساوی ہے جب تک کہ عورت کا زخم آزاد مرد کے ایک تہائی خون بہا کے برابر نہ ہو جائے۔ چنانچہ جب ایک تہائی کے برابر ہو جائے تو اعضا میں مرد کے آدھے خون بہا کے برابر ہو جائے گا۔ اس بنا پر مرد سے عورت کا قصاص اضافی دیت واپس کئے بغیر نہیں لیا جائے گا۔

دوسری شرط: دین میں مساوی ہوں: پس کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ بشرطیکہ وہ مسلمان کافروں کو قتل کرنے کا عادی نہ ہو۔

مسئلہ ۱: ذمی، حربی، پناہ گزین وغیرہ جیسی کفار کی صنفوں میں کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ اگر کافر کو قتل کرنا حرام ہو، جیسا کہ عہد و پیمان والے اور ذمی کافر کو قتل کرنا حرام ہے۔ تو اس کے قتل پر تعزیر عائد کی جائے گی۔ اور مسلمان کافر ذمی کی دیت ادا کرے گا۔

مسئلہ ۲: اگر مسلمان ذمیوں کو قتل کرنے کا عادی ہو تو اس سے قصاص لینا جائز ہے۔ لیکن اضافی دیت واپس کرنے کے بعد۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ حد ہے قصاص نہیں۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے۔

مسئلہ ۳: ذمی کو ذمی مرد کے عوض اور ذمی عورت کے بدلے ذمی کا اضافی خون بہا واپس کرنے کے بعد قتل کیا جائے گا۔ اور ذمی عورت کو ذمی عورت اور مرد کے بدلے بغیر کچھ لوٹائے ہوئے قتل کیا جائے گا۔ جیسا کہ مسلمانوں میں ہوتا ہے۔ چاہے ایک ہی ملت سے ہوں یا مختلف ملتوں سے ہوں۔ پس یہودی کو نصرانی کے بدلے، نصرانی کو یہودی کے بدلے، مجوسی کو ان دونوں میں سے کسی کے بدلے اور ان میں سے کسی کو مجوسی کے بدلے قتل کیا جائے گا۔

مسئلہ ۴: اگر کوئی ذمی جان کر کسی مسلمان کو قتل کرے تو وہ اور اس کا مال، مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دیے جائیں گے۔ اور ان کو اسے قتل کرنے یا غلام بنا لینے کا اختیار ہوگا۔ چاہے مال شئے موجود ہو یا دین (قرض) کی شکل میں ہو، منقول ہو یا غیر منقول۔ اور چاہے مسلمان کے زائد خون بہا کے مساوی ہو یا اس سے زیادہ، یا دیت کے برابر ہو یا اس سے زیادہ ہو۔

مسئلہ ۵: ذمی قاتل کی اولاد آزاد رہے گی اور باپ کے قتل کرنے کے باعث ان میں سے کسی کو غلام نہیں بنایا جائے گا۔ اور اگر غلام بنائے جانے سے پہلے ذمی قاتل مسلمان ہو جائے تو مقتول کے وارث اسے صرف قتل کر سکتے ہیں اور کچھ نہیں۔

مسئلہ ۶: اگر کافر کسی کافر کو قتل کرے اور مسلمان ہو جائے تو کافر مقتول کے بدلے اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اسے دیت دینی پڑے گی اگر مقتول صاحب دیت ہو تو۔

مسئلہ ۷: حلال زادے کو حرام زادے کے بدلے تب قتل کیا جائیگا کہ اگر وہ حرام زادہ سوجھ بوجھ پیدا ہونے کے

مسألة ٧ ـ يقتل ولد الرشدة بولد الزنية بعد وصفه الاسلام حين تميزه ولو لم يبلغ، و أما في حال صغره قبل التميز أو بعده و قبل إسلامه ففي قتله به و عدمه تأمل و إشكال.

ومن لواحق هذا الباب فروع:

منها ـ لو قطع مسلم يد ذمي عمداً فأسلم و سرت إلى نفسه فلا قصاص في الطرف و لا قود في النفس، و عليه دية النفس كاملة، و كذا لو قطع صبي يد بالغ فبلغ ثم سرت جنايته لا قصاص في الطرف و لا قود في النفس و على عاقلته دية النفس.

و منها ـ لو قطع يد حربي أو مرتد فأسلم ثم سرت فلا قود، و لا دية على الأقوى، و قيل بالدية اعتباراً بحال الاستقرار، و الأول أقوى، ولو رماه فأصابه بعد إسلامه فلا قود و لكن عليه الدية، و ربما يحتمل العدم اعتباراً بحال الرمي، و هو ضعيف، و كذا الحال لو رمى ذمياً فأسلم ثم أصابه فلا قود، وعليه الدية.

و منها ـ لو قتل مرتد ذمياً يقتل به، و إن قتله و رجع إلى الاسلام فلا قود و عليه دية الذمي، ولو قتل ذمي مرتداً ولو عن فطرة قتل به، ولو قتله مسلم فلا قود، و الظاهر عدم الدية عليه و للامام عليه السلام تعزيره.

و منها ـ لو وجب على مسلم قصاص فقتله غير الولي كان عليه القود ولو وجب قتله بالزنا أو اللواط فقتله غير الامام عليه السلام قيل لا قود عليه و لا دية، و فيه تردد.

الشرط الثالث ـ انتفاء الأبوة، فلا يقتل أب بقتل ابنه، و الظاهر أن لا يقتل أب الأب و هكذا.

مسألة ١ ـ لا تسقط الكفارة عن الأب بقتل ابنه و لا الديه، فيؤدي الدية إلى غيره من الوراث، و لا يرث هو منها.

بعد مسلمان کہلائے چاہے بالغ نہ ہوا ہو۔ لیکن حرام زادے کے ممیز ہونے سے پہلے بچپنے کے زمانہ میں یا ممیز ہونے کے بعد مسلمان کہلانے سے پہلے، حلال زادے کو اس کے بدلے قتل کرنے یا نہ کرنے میں تامل اور اشکال ہے۔

فروع

پہلی فرع: اگر مسلمان جان کر ذمی کا ہاتھ کاٹ دے ذمی مسلمان ہو جائے اور سرایت کرنے کے نتیجہ میں مر جائے تو نہ عضو کا قصاص ہے اور نہ جان کے بدلے قتل۔ بلکہ مسلمان دیت کاملہ ادا کرے اسی طرح اگرچہ کسی بالغ کا ہاتھ کاٹ دے اور بالغ ہو جائے۔ اور اس کا ظلم جان لیوا ثابت ہو تو نہ عضو کا قصاص ہے اور نہ جان کے بدلے قتل، بلکہ بچے کے وارثوں پر "دیت نفس" کی ادائیگی لازم ہے۔

دوسری فرع: اگر کسی کافر حربی یا مُرتد کا ہاتھ کاٹنے کے بعد مسلمان ہو جائے چنانچہ اگر وہ حربی یا مرتد مر جائے تو اقوی یہ ہے کہ قصاص نہیں اور نہ دیت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ دیت ہے۔ اس لئے کہ اس وقت کو پیش نظر رکھا جائے گا جب دیت اس پر واجب ہوئی ہے۔ لیکن پہلا قول اقوی ہے۔ اگر تیر چلائے اور مسلمان ہو جانے کے بعد تیر اس کو لگے تو قصاص نہیں لیکن دیت ہے۔ اور یہ احتمال بھی دیا جاتا ہے کہ دیت نہیں اس لئے کہ تیر اندازی کی حالت کو دیکھا جائے گا۔ لیکن یہ ضعیف ہے۔ یہی حکم ہوگا کہ اگر ذمی پر تیر چلائے اور مسلمان ہو جائے اس کے بعد تیر لگے تو قصاص نہیں۔ البتہ دیت ہے۔

تیسری فرع: اگر مُرتد، ذمی کو قتل کر دے تو اسے ذمی کے بدلے قتل کیا جائیگا۔ اور اگر قتل کرنے کے بعد دوبارہ مسلمان ہو جائے تو قصاص نہیں۔ لیکن ذمی کی دیت دینی پڑے گی۔ اور اگر ذمی مُرتد کو قتل کر دے چاہے مُرتد فطری ہی ہو۔ تو ذمی کو اس کے عوض قتل کیا جائے گا۔ اور اگر مسلمان، مُرتد کو قتل کر دے تو قصاص نہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ دیت بھی نہیں۔ البتہ امامؑ اس پر تعزیر عائد کر سکتے ہیں۔

چوتھی فرع: اگر کسی مسلمان پر قصاص واجب ہو لیکن "ولی" کے علاوہ کوئی اور اسے قتل کر دے تو اس کے قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ اور اگر زنا، یا لواط کی وجہ سے اس کا قتل واجب ہو۔ لیکن امامؑ کے علاوہ کوئی اور اسے قتل کر دے تو کہا گیا ہے کہ نہ قصاص ہے اور نہ دیت، لیکن اس میں تردد ہے۔

تیسری شرط: قاتل مقتول کا باپ نہ ہو۔ پس بیٹے کے بدلے باپ کو قتل نہیں کیا جائے گا اور ظاہر یہ ہے کہ دادا پردادا وغیرہ کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ ۱: بیٹے کو قتل کرنے سے کفارہ اور دیت باپ پر سے ساقط نہیں ہوتے۔ پس اپنے علاوہ دوسرے وارثوں

مسألة ٢ ـ لا يقتل الأب بقتل ابنه ولو لم يكن مكافئاً له، فلا يقتل الأب الكافر بقتل ابنه المسلم.

مسألة ٣ ـ يقتل الولد بقتل أبيه، و كذا الأم و إن علت بقتل ولدها، و الولد بقتل أمه، و كذا الأقارب كالأجداد و الجدات من قبل الأم، و الاخوة من الطرفين، و الأعمام والعمات والأخوال والخالات.

مسألة ٤ ـ لو ادعى إثنان ولداً مجهولاً فان قتله أحدهما قبل القرعة فلا قود، ولو قتلاه معاً فهل هو كذلك لبقاء الاحتمال بالنسبة إلى كل منهما أو يرجع إلى القرعة؟ الأقوى هو الثاني، ولو ادعياه ثم رجع أحدهما و قتلاه توجه القصاص على الراجع بعد رد ما يفضل عن جنايته، و على الآخر نصف الدية بعد انتفاء القصاص عنه، ولو قتله الراجع خاصة اختص بالقصاص، ولو قتله الآخر لا يقتص منه، ولو رجعا معاً فللوارث أن يقتص منهما بعد رد دية نفس عليهما، و كذا الحال لو رجعا أو رجع أحدهما بعد القتل، بل الظاهر أنه لو رجع من أخرجته القرعة كان الأمر كذلك بقي الآخر على الدعوى أم لا.

مسألة ٥ ـ لو قتل رجل زوجته يثبت القصاص عليه لولدها منه على الأصح، و قيل لا يملك أن يقتص من والده و هو غير وجيه.

الشرط الرابع و الخامس ـ العقل و البلوغ، فلا يقتل المجنون سواء قتل عاقلاً أو مجنوناً، نعم تثبت الدية على عاقلته، و لا يقتل الصبي بصبي و لا ببالغ و إن بلغ عشراً أو بلغ خمسة أشبار، فعمده خطأ حتى يبلغ حد الرجال في السن أو سائر الأمارات، والدية على عاقلته.

مسألة ١ ـ لو قتل عاقل ثم خولط و ذهب عقله لم يسقط عنه القود سواء ثبت القتل بالبينة أو باقراره حال صحته.

مسألة ٢ ـ لا يشترط الرشد بالمعنى المعهود في القصاص، فلو قتل بالغ غير رشيد فعليه القود.

مسألة ٣ ـ لو اختلف الولي و الجاني بعد بلوغه أو بعد إفاقته فقال الولي: قتلته

کو دیت دے گا۔ اور خود اس دیت میں سے حصّہ نہیں پائے گا۔

مسئلہ ۲: باپ کو بیٹے کے بدلے قتل نہیں کیا جائیگا چاہے وہ بیٹے کا کفو نہ بھی ہو۔ پس کافر باپ کو اپنے مسلمان بیٹے کو قتل کرنے کی بنا پر قتل نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ ۳: باپ کو قتل کرنے کے عوض بیٹے کو قتل کیا جائے گا۔ اور اسی طرح ماں کو بھی چاہے اس کا سلسلہ جہاں تک پہونچے بیٹے کے بدلے قتل کیا جائے گا اور بیٹے کو ماں کے عوض قتل کیا جائے گا۔ اسی طرح دوسرے رشتہ دار جیسے نانے، نانیاں، ماں باپ دونوں کی طرف سے بھائی بہنیں، بھتیجیاں اور اخوال وخالائیں وغیرہ۔

مسئلہ ۴: اگر دو اشخاص فرزند مجہول کا باپ ہونے کے مدعی ہوں اور قرعہ اندازی سے پہلے ان میں سے ایک اسے قتل کردے تو قصاص نہیں۔ لیکن اگر دونوں مل کر اسے قتل کریں۔ تو آیا دونوں کے فرزند ہونے کا احتمال باقی ہونے کی بنا پر عدم قصاص ہی کا حکم رہے گا یا قرعہ اندازی کی جائے گی؟ اقوی دوسری صورت (قرعہ اندازی) ہے اور اگر دعویٰ کرنے کے بعد ایک مُکر جائے اور دونوں مل کر اسے قتل کردیں تو مکرنے والے کو اس کی جنایت سے زیادہ کی مقدار کا خون بہا واپس کرنے کے بعد اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور دوسرے سے قصاص برطرف ہوجانے کے بعد اس کے ذمے آدھی دیت ہے۔ اگر مکرنے والے نے ہی قتل کیا ہو تو قصاص بھی اسی سے لیا جائے گا۔ اور اگر دوسرے نے قتل کیا ہو تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اگر دونوں مکر جائیں تو وارث ایک جان کی دیت واپس کرنے کے بعد دونوں کو قتل کرسکتا ہے۔ یہی حکم ہوگا کہ اگر دونوں یا ایک قتل کرنے کے بعد دعوے سے مکر جائیں۔ بلکہ ظاہراً اگر وہ شخص دعوے سے پھر جائے کہ قرعہ اندازی سے جس کا نام نکلا ہو تب بھی یہی حکم ہوگا، چاہے دوسرا دعویٰ پر باقی رہے یا نہ رہے۔

مسئلہ ۵: اگر کوئی اپنی بیوی کو قتل کردے تو اصح یہ ہے کہ اس کے بیٹے کے لئے باپ سے قصاص لینا ثابت ہے۔ جبکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیٹا اپنے باپ سے قصاص لینے کا مالک نہیں ہوتا۔ لیکن یہ بے وجہ ہے۔

چوتھی اور پانچویں شرط: عاقل اور بالغ ہونا۔ پس دیوانے کو قتل نہیں کیا جائے گا چاہے کسی عاقل کا قاتل ہو یا دیوانے کا۔ البتہ اس کے وارث دیت دیں گے۔ اور بچے کو بچے اور بالغ کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا خواہ وہ دس سال یا پانچ بالشت کا ہو گیا ہو۔ پس سن میں مردوں کی حد یا دوسری علامتوں کے وجود تک پہونچنے سے پہلے اس کا عمدی فعل خطا حساب ہوگا۔ لیکن اس کے وارث دیت ادا کریں گے۔

مسئلہ ۱: اگر عاقل قتل کا مرتکب ہو اس کے بعد اختلاط ہو اور اس کی عقل جاتی رہے تو قصاص اس پر سے ساقط نہیں ہوگا۔ چاہے قتل گواہی سے یا صحت کی حالت میں کئے گئے اس کے اپنے اقرار سے ثابت ہوا ہو۔

مسئلہ ۲: قصاص کے لئے اس معنی میں رشد شرط نہیں۔ جو معمولاً سمجھے جاتے ہیں۔ پس اگر کوئی بالغ کسی غیر رشید کو قتل کرے تو اس پر قصاص ہے۔

مسئلہ ۳: اگر بالغ یا عاقل ہو جانے کے بعد ولی اور جنایت کار میں اختلاف ہو جائے۔ ولی کہے کہ تو نے اسے

حال بلوغك أو عقلك فأنكره الجاني فالقول قول الجاني بيمينه. و لكن تثبت الدية في مالهما باقرار هما لا العاقلة، من غير فرق بين الجهل بتاريخهما أو بتاريخ أحدهما دون الآخر، هذا في فرض الاختلاف في البلوغ و أما في الاختلاف في عروض الجنون فيمكن الفرق بين ما إذا كان القتل معلوم التاريخ و شك في تاريخ عروض الجنون فالقول قول الولي، و بين سائر الصور فالقول قول الجاني، ولو لم يعهد للقاتل حال جنون فالظاهر أن القول قول الولي أيضاً.

مسألة ٤ ـ لو ادعى الجاني صغره فعلاً و كان ممكناً في حقه فان أمكن إثبات بلوغه فهو، و إلا فالقول قوله بلا يمين، و لا أثر لاقراره بالقتل إلا بعد زمان العلم ببلوغه و بقائه على الاقرار به.

مسألة ٥ ـ لو قتل البالغ الصبي قتل به على الأشبه و إن كان الاحتياط أن لا يختار ولي المقتول قتله، بل يصالح عنه بالدية، ولا يقتل العاقل بالمجنون و إن كان أدوارياً مع كون القتل حال جنونه، و تثبت الدية على القاتل إن كان عمداً أو شبهه، و على العاقلة إن كان خطأً محضاً، ولو كان المجنون أراده فدفعه عن نفسه فلا شيء عليه من قود و لا دية، و يعطى ورثته الدية من بيت مال المسلمين.

مسألة ٦ ـ في ثبوت القود على السكران الآثم في شرب المسكر إن خرج به عن العمد و الاختيار تردد، و الأقرب الأحوط عدم القود، نعم لو شك في زوال العمد و الاختيار منه يلحق بالعامد، و كذا الحال في كل ما يسلب العمد و الاختيار، فلو فرض أن في البنج و شرب المرقد حصول ذلك يلحق بالسكران، و مع الشك يعمل معه معاملة العمد، و لو كان السكر و نحوه من غير إثم فلا شبهة في عدم القود، و لا قود على النائم و المغمى عليه، و في الأعمى تردد.

الشرط السادس ـ أن يكون المقتول محقون الدم، فلو قتل من كان مهدور الدم كالساب للنبي صلى الله عليه و آله فليس عليه القود، و كذا لا قود على من قتله بحق كالقصاص و القتل دفاعاً، و في القود على قتل من وجب قتله حداً

بلوغ یا عقل کی حالت میں قتل کیا ہے۔ لیکن جنایت کار اس سے انکار کرے، تو قسم کے ساتھ جنایت کار کی بات مانی جائے گی۔ لیکن ان کے اقرار کی بنا پر دیت ان کے مال میں ثابت ہوگی وارثوں کے ذمے نہیں چاہے دونوں کی تاریخ سے ناواقف ہوں یا ایک کی تاریخ نہ جانتے ہوں۔ یہ اس فرض میں ہے جب بلوغ میں اختلاف ہو۔ لیکن اگر جنون طاری ہونے میں اختلاف ہو تو اس وقت ممکن ہے کہ اس صورت میں کہ جب قتل کی تاریخ معلوم ہو مگر جنون طاری ہونے کی تاریخ مشکوک ہو تو ولی کی بات مانی جائے اور دوسری تمام صورتوں میں "جانی" کی بات مانی جائے۔ اور اگر قاتل کے ذہن میں دیوانگی کی حالت نہ ہو تب بھی ظاہر یہ ہے کہ ولی کی بات مانی جائے گی۔

مسئلہ ۴: اگر جنایت کار اس وقت نابالغ ہونے کا دعویٰ کرے اور اس کا نابالغ ہونا ممکن ہو، تو اگر اس کا بلوغ ثابت کرنا ممکن ہو تو کیا کہنے۔ لیکن ممکن نہ ہونے کی صورت میں قسم کے ساتھ اسی کی بات مانی جائے گی۔ چنانچہ اگر قتل کا اقرار کرے تو اس وقت تک بے سود ہے جب تک اس کے بالغ ہونے کا یقین نہ ہو جائے اور وہ اپنے اقرار پر بھی باقی ہو۔

مسئلہ ۵: اگر بالغ شخص بچے کو قتل کردے تو اشبہ یہ ہے کہ بچے کے بدلے اسے قتل کیا جائے گا، اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ ولی مقتول اس کے قتل کرنے کی صورت کو اختیار نہ کرے بلکہ دیت پر اس سے صلح کرے۔ عاقل کو دیوانے کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا چاہے دیوانہ ادواری ہی ہو لیکن تب جبکہ دیوانے نے اس کو جنون کی حالت میں قتل کیا ہو۔ اور اگر قتل عمدی یا مشابہ عمد ہو تو قاتل کو دیت دینی پڑے گی۔ اور اگر محض خطا کی بنا پر ہو تو اس کے وارثوں کو دیت دینی پڑے گی۔ اور اگر دیوانہ اس پر حملہ کرے اور وہ دفاع کرے تو کچھ بھی نہیں، نہ قصاص اور نہ دیت، البتہ مسلمانوں کے بیت المال سے اس کے وارثوں کو دیت دی جائے گی۔

مسئلہ ۶: نشہ آور چیز استعمال کرنے والا مست و گنہگار اگر اس کی وجہ سے ارادہ و اختیار کھو بیٹھے تو اس پر قصاص ثابت ہونے میں تردد ہے۔ اقرب الی الاحتیاط یہ ہے کہ قصاص نہیں۔ البتہ اگر اس کے ارادہ و اختیار کے زائل ہونے میں شک ہو تو اسے "عامد" (جاننے والے) کے ساتھ ملحق کیا جائے۔ اور ہر چیز جو ارادہ و اختیار سلب کرے اس کا یہی حکم ہے۔ پس اگر فرضاً بھنگ اور نشہ کی گولیاں ارادہ و اختیار سلب کر لیتی ہوں تو اس کا حکم مست کا حکم ہوگا۔ لیکن شک کی صورت میں اس کا حکم وہی ہوگا جو جان بوجھ کر قتل کرنے والے کا ہے۔ اور اگر مستی وغیرہ گناہ کے نتیجے میں نہ ہو تو بلا شبہ قصاص نہیں۔ اسی طرح سوئے ہوئے اور بے ہوش پر بھی قصاص نہیں، لیکن نابینا کے بارے میں تردد ہے۔

چوتھی شرط: مقتول "محفوظ الدم" ہو۔ پس اگر ایسے شخص کو قتل کرے جس کا خون لینا ارزش ہو جیسے نبیؐ کو (معاذ اللہ) گالی دینے والا، تو اس کا قصاص نہیں۔ اسی طرح اس شخص پر بھی قصاص نہیں جو اپنے حق کی خاطر جیسے قصاص میں، یا دفاع کرتے ہوئے قتل کرے۔ لیکن ایسے شخص کو قتل کرنے کا قصاص ہونے میں اگر جس کا قتل کر دینا، حد شرعی کے طور پر واجب ہو جیسے اغلام باز، زانی، مرتد فطری

كاللائط و الزاني و المرتد فطرة بعد التوبة تأمل و إشكال، و لا قود على من هلك بسراية القصاص أو الحد.

القول فيما يثبت به القود

وهو أمور:

الأول الاقرار بالقتل:

و يكفي فيه مرة واحدة، ومنهم من يشترط مرتين، و هو غير وجيه.

مسألة ١ ـ يعتبر في المقر البلوغ و العقل و الاختيار و القصد و الحرية، فلا عبرة باقرار الصبي و إن كان مراهقاً، و لا المجنون، و لا المكره، و لا الساهي و النائم و الغافل و السكران الذي ذهب عقله و اختياره.

مسألة ٢ ـ يقبل إقرار المحجور عليه لسفه أو فلس بالقتل العمدي، فيؤخذ باقراره، و يقتص منه في الحال من غير انتظار لفك حجره.

مسألة ٣ ـ لو أقر شخص بقتله عمداً و آخر بقتله خطأً كان للولي الأخذ بقول صاحب العمد، فيقتص منه، و الأخذ بقول صاحب الخطأ، فيلزمه بالدية، و ليس له الأخذ بقولهما.

مسألة ٤ ـ لو اتهم رجل بقتل و أقر المتهم بقتله عمداً فجاء آخر و أقر أنه هو الذي قتله و رجع المقر الأول عن إقراره درىء عنهما القصاص و الدية و تؤدى دية المقتول من بيت المال على رواية عمل بها الأصحاب، و لا بأس به، لكن يقتصر على موردها و المتيقن من مورد فتوى الأصحاب، فلو لم يرجع الأول عن إقراره عمل على القواعد، ولو لم يكن بيت مال للمسلمين فلا يبعد إلزامهما أو

توبہ کے بعد تامّل اور اشکال ہے۔ اور جو شخص قصاص یا حد کے سرایت کر جانے کی بنا پر ہلاک ہو جائے اس کا قصاص نہیں۔

اثبات قصاص

چند چیزوں سے قصاص ثابت ہوتا ہے

پہلی چیز قتل کا اقرار ہے:

ایک بار اقرار کر لینا کافی ہے۔ بعض نے دو بار اقرار کرنے کو شرط قرار دیا ہے۔ لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں۔

مسئلہ ۱: اقرار کرنے والے کا بالغ، عاقل، با اختیار و با ارادہ اور آزاد ہونا معتبر ہے۔ پس بچے کا اقرار چاہے بلوغ کے قریب ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح، دیوانے مجبور کئے گئے، بھلکڑ، سوتے ہوئے، غافل اور ایسے مست شخص کا اقرار جس کی عقل اور اس کا اختیار رخصت ہو چکے ہوں، بے اعتبار ہوگا۔

مسئلہ ۲: جس شخص کو سفاہت یا مفلسی کی وجہ سے تصرف سے روک دیا گیا ہو اگر وہ قتل عمدی کا اقرار کرے تو اس سے قبول کیا جائے گا، اور اقرار کی بنا پر اسے گرفتار کر کے اس سے پابندی اٹھانے جانے کا انتظار کئے بغیر قصاص لیا جائے گا۔

مسئلہ ۳: اگر ایک شخص مقتول کے عمداً اور دوسرا خطاً کی بنا پر قتل کرنے کا اقرار کرے تو ولی مقتول کو حق ہے کہ عمداً قتل کرنے والے کے اقرار کو قبول کر کے اس سے قصاص لے یا خطاً کی بنا پر قتل کرنے والے کا اقرار قبول کرے اور اس سے دیت لے۔ لیکن دونوں کا اقرار قبول کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

مسئلہ ۴: اگر ایک شخص پر قتل کا الزام ہو اور متہم قتل عمدی کا اقرار کرے اسی اثنا میں دوسرا شخص آئے اور اقرار کرے کہ اس نے قتل کیا ہے۔ یہ دیکھ کر پہلا شخص اپنے اقرار سے مکر جائے تو دونوں کو قصاص و دیت سے بری کر دیا جائے گا اور مقتول کی دیت ایک روایت کی بنا پر کہ جس پر اصحاب امامیہ نے عمل کیا ہے بیت المال سے دی جائے گی اور اس روایت پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن صرف اس کے مورد پر اکتفا کی جائے۔

إلزام أحدهما بالدية، ولو لم يكن لهما مال ففي القود إشكال.

الثاني البينة:

لا يثبت ما يوجب القصاص سواء كان في النفس أو الطرف إلا بشاهدين عدلين، و لا اعتبار بشهادة النساء فيه منفردات و لا منضمات إلى الرجل، و لا توجب بشهادتهنّ الدية فيما يوجب القصاص، نعم تجوز شهادتهن فيما يوجب الدية كالقتل خطأ أو شبه عمد، و في الجراحات التي لا توجب القصاص كالهاشمة و ما فوقها، و لا يثبت ما يوجب القصاص بشهادة شاهد ويمين المدعي على قول مشهور.

مسألة ١ ـ يعتبر في قبول الشهادة بالقتل أن تكون الشهادة صريحة أو كالصريحة نحو قوله «قتله بالسيف» أو «ضربه به فمات» أو «أراق دمه فمات منه» ولو كان فيه إجمال أو احتمال لا تقبل، نعم الظاهر عدم الاعتبار بالاحتمالات العقلية التي لا تنافي الظهور أو الصراحة عرفاً، مثل أن يقال في قوله: «ضربه بالسيف فمات»: يحتمل أن يكون الموت بغير الضرب، بل الظاهر اعتبار الظهور العقلائي، ولا يلزم التصريح بما لا يتخلل فيه الاحتمال عقلاً.

مسألة ٢ ـ يعتبر في قبول الشهادة أن ترد شهادتها على موضوع واحد و وصف واحد، فلو شهد أحدهما أنه قتله غدوة و الآخر عشية أو شهد أحدهما أنه قتله بالسم و الآخر أنه بالسيف أو قال أحدهما: أنه قتله في السوق و قال الآخر في المسجد لم يقبل قولهما، و الظاهر أنه ليس من اللوث أيضاً، نعم لو شهد أحدهما بأنه أقر بالقتل و الآخر بمشاهدته لم يقبل شهادتها، و لكنه من اللوث.

مسألة ٣ ـ لو شهد أحد الشاهدين بالاقرار بالقتل مطلقا و شهد الآخر بالاقرار عمداً ثبت أصل القتل الذي اتفقا عليه، فحينئذ يكلف المدعى عليه بالبيان، فان أنكر أصل القتل لا يقبل منه، و إن أقر بالعمد قبل منه، و إن أنكر العمد و

اور یقینی مورد فتوائے اصحاب ہے۔ لیکن اگر پہلا اپنے اقرار سے نہ پھرے تو قواعد کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور اگر مسلمانوں کا بیت المال نہ ہو تو بعید نہیں کہ ان دونوں کو یا ان میں سے کسی ایک کو دیت ادا کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اور اگر ان دونوں کے پاس مال نہ ہو تو بھی قصاص لینے میں اشکال ہے۔

دوسری چیز: بینہ ہے۔

وہ فعل کہ جس کی وجہ سے قصاص واجب ہوتا ہے چاہے جان کا قصاص ہو یا عضو صرف دو عادل مردوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کے لئے عورتوں کی انفرادی یا انضمامی گواہی معتبر نہیں۔ اور جس فعل کا قصاص واجب ہو عورتوں کی گواہی سے اس کی دیت بھی ثابت نہیں ہوتی۔ البتہ جس فعل سے دیت واجب ہوتی ہے جیسے قتل خطا اور قتل مشابہ عمد اس میں ان کی گواہی جائز ہے اور ان زخموں میں کہ جو موجب قصاص ہوتے ہیں جیسے ہڈی توڑنا یا اس سے بالاتر۔ اور جس فعل سے قصاص واجب ہوتا ہے وہ قول مشہور کی بنا پر ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے ثابت نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۱: قتل کی گواہی قبول کرنے کے لئے گواہی کا صریح یا صریح کے مانند ہونا معتبر ہے۔ مثلاً یہ "اس نے شمشیر سے قتل کیا" یا شمشیر سے مارا اور وہ مر گیا یا اس کا خون بہایا جس سے اس کی موت ہو گئی۔ اگر گواہی میں اجمال یا احتمال ہو تو قبول نہیں کی جائے گی۔ البتہ ظاہر یہ ہے کہ ان احتمالات عقلیہ کا جو عرفاً ظہور یا دلالت سے منافات نہیں رکھتے کوئی اعتبار نہیں۔ مثلاً اگر کہے کہ "اس کو شمشیر سے مارا اور وہ مر گیا" تو اس میں احتمال ہے کہ موت کی وجہ ضرب نہ رہی ہو بلکہ ظاہر ظہور عقلائی کا معتبر ہونا ہے۔ اور ایسی تصریح ضروری نہیں جس میں احتمال عقلی کی گنجائش نہ ہو۔

مسئلہ ۲: گواہی کے قبول ہونے میں اس کا ایک موضوع سے متعلق اور ایک ہی وصف سے متصف ہونا معتبر ہے۔ پس اگر ایک گواہی دے کہ اس نے صبح کے وقت قتل کیا اور دوسرا کہے کہ شام کے وقت یا ایک کہے کہ زہر سے قتل کیا ہے جبکہ دوسرا کہے کہ تلوار سے یا ایک گواہی دے کہ بازار میں قتل کیا ہے جبکہ دوسرا کہے کہ مسجد میں مارا ہے تو ان کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ اور ظاہر یہ ہے کہ "لوث" بھی نہیں ہے لیکن اگر ایک گواہی دے کہ اس نے قتل کا اقرار کیا ہے اور دوسرا مشاہدے کی گواہی دے۔ تو گواہی قبول نہیں ہوگی مگر یہ موارد لوث میں سے ہے۔

مسئلہ ۳: اگر ایک گواہ یہ گواہی دے کہ اس نے مطلقاً قتل کا اقرار کیا ہے اور دوسرا کہے کہ قتل عمدی کا اقرار کیا ہے تو اصل قتل کہ جس پر دونوں متفق ہیں ثابت ہو جائے گا۔ پس اس صورت میں مدعا علیہ کی شرعی ذمہ داری ہوگی کہ حقیقت بیان کرے۔ پس اگر اصل قتل کا انکار کر دے تو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر قتل عمدی کا اقرار

ادعاه الولي فالقول قول الجاني مع يمينه. وإن ادعى الخطأ وأنكر الولي قيل يقبل قول الجاني بيمينه، وفيه إشكال، بل الظاهر أن القول قول الولي. ولو ادعى الجاني الخطأ وادعى الولي العمد فالظاهر هو التداعي.

مسألة ٤ ـ لو شهد أحدهما بمشاهدة القتل عمداً والآخر بالقتل المطلق وأنكر القاتل العمد وادعاه الولي كانت شهادة الواحد لوثاً، فإن أراد الولي إثبات دعواه فلابد من القسامة.

مسألة ٥ ـ لو شهد اثنان بأن القاتل زيد مثلاً وآخران بأنه عمرو دونه قيل: يسقط القصاص، ووجبت الدية عليهما نصفين لو كان القتل المشهود به عمداً أو شبيهاً به، وعلى عاقلتهما لو كان خطأً، وقيل إن الولي مخير في تصديق أيهما شاء، كما لو أقر اثنان كل واحد بقتله منفرداً، والوجه سقوط القود والدية جميعاً.

مسألة ٦ ـ لو شهدا بأنه قتل عمداً فأقر آخر أنه هو القاتل وأن المشهود عليه بريء من قتله ففي رواية صحيحة معمول بها إن أراد أولياء المقتول أن يقتلوا الذي أقر على نفسه فليقتلوه، ولا سبيل لهم على الآخر، ثم لا سبيل لورثة الذي أقر على نفسه على ورثة الذي شهد عليه. وإن أرادوا أن يقتلوا الذي شهد عليه فليقتلوه، ولا سبيل لهم على الذي أقر، ثم ليؤد الذي أقر على نفسه إلى أولياء الذي شهد عليه نصف الدية، وإن أرادوا أن يقتلوهما جميعاً ذاك لهم وعليهم أن يدفعوا إلى أولياء الذي شهد عليه نصف الدية خاصة دون صاحبه ثم يقتلوهما، وإن أرادوا أن يأخذوا الدية فهي بينهما نصفان. والمسألة مشكلة جداً يجب الاحتياط فيها وعدم التهجم على قتلهما.

مسألة ٧ ـ لو فرض في المسألة المتقدمة أن الأولياء ادعوا على أحدهما دون الآخر سقط الآخر، فإن ادعوا على المشهود عليه سقط إقرار المقر، وإن ادعوا على المقر سقطت البينة.

کرے تو قبول کیا جائے گا۔ لیکن اگر قتل عمدی کا انکار کرے مگر ولی مقتول کا دعویٰ ہو کہ اس نے عمداً قتل کیا ہے تو قسم کے ساتھ قاتل کی بات مانی جائے گی۔ اور اگر قتل خطا کا دعویٰ کرے مگر ولی مقتول انکار کردے تو کہا گیا ہے کہ قسم کے ساتھ قاتل کی بات مانی جائے گی۔ لیکن اس میں اشکال ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ بات ولی کی مانی جائے گی۔ اور اگر قاتل خطا کا مدعی ہو اور ولی مقتول "عمد" کا تو ظاہر یہ ہے کہ یہ دو دعوے ہیں۔

مسئلہ ۴: اگر ایک گواہی دے کہ اس نے قتل عمدی کا مشاہدہ کیا ہے اور دوسرا قتل مطلق کی، جبکہ قاتل قتل عمدی کا منکر ہو اور ولی اس کا دعوے دار، تو ایک کی گواہی سے "لوث" پیدا ہوگا۔ پس اگر ولی اپنا دعویٰ ثابت کرنا چاہے تو اس کے لیے "قسامہ" ضروری ہے۔

مسئلہ ۵: اگر دو اشخاص گواہی دیں کہ قاتل مثلاً زید ہے اور دوسرے دو زید کے بجائے عمرو کے قاتل ہونے کی گواہی دیں تو کہا گیا ہے کہ قصاص ساقط ہے۔ اور دونوں پر آدھی آدھی دیت واجب ہے بشرطیکہ گواہی قتل عمدی یا مشابہ عمدی کی ہو۔ اور اگر قتل خطائی ہو تو ان کے عاقلہ پر دیت ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ولی کو اختیار ہے چاہے جس کی تصدیق کردے۔ جیسا کہ اگر دو میں سے ہر ایک منفرد طور پر قتل کرنے کا اقرار کرے، لیکن موجّہ یہ ہے کہ قصاص اور دیت دونوں ساقط ہیں۔

مسئلہ ۶: اگر دونوں گواہی دیں کہ عمداً قتل کیا ہے لیکن دوسرا اقرار کرے کہ وہی قاتل ہے اور جس کے خلاف گواہی دی گئی ہے وہ اس کے قتل سے بری ہے۔ تو ایک روایت صحیحہ کہ جس پر عمل بھی کیا گیا ہے میں ہے کہ اگر اولیائے مقتول چاہیں کہ جس شخص نے قتل کا اقرار کیا ہے اسے قتل کریں تو اسے قتل کرسکتے ہیں۔ لیکن دوسرے پر کوئی حق نہیں رکھتے پھر جس شخص نے قتل کا اقرار کیا تھا اس کے وارثوں کا بھی اس شخص کے وارثوں پر کوئی حق نہیں جس کے خلاف گواہی دی گئی ہے اور اگر اس کو قتل کرنا چاہیں کہ جس کے خلاف گواہی دی گئی ہے۔ تو اسے قتل کردیں۔ چنانچہ جس شخص نے اقرار کیا ہے۔ اس پر کوئی حق نہیں رکھتے۔ پھر جس شخص نے اقرار کیا ہے وہ آدھی دیت اس شخص کے اولیا کو دے کہ جس کے خلاف گواہی دی گئی ہے اور اگر دونوں کو قتل کرنا چاہیں تو یہ بھی کرسکتے ہیں لیکن پہلے اس شخص کے اولیا کو آدھی دیت دیں کہ جس کے خلاف گواہی دی گئی ہے نہ کہ دوسرے کو اور اس کے بعد قتل کریں۔ اور اگر دیت لینا چاہیں تو دونوں آدھی آدھی دیت دیں گے۔ بہرحال مسئلہ بہت مشکل ہے۔ اس میں احتیاط اور ان دونوں کے قتل پر برانگیختہ نہ ہونا واجب ہے۔

مسئلہ ۷: اگر مذکورہ مسئلہ میں فرض کیا جائے کہ اولیائے میت نے ایک کے خلاف دعویٰ کیا ہے دوسرے کے خلاف نہیں۔ تو دوسرا بچ جائے گا۔ اور اگر اس کے خلاف دعویٰ کریں جس کے خلاف گواہی دی گئی ہے۔ تو اقرار کرنے والے کا اقرار ساقط ہوجائے گا۔ اور اگر مُقر کے خلاف دعویٰ کریں تو بینہ ساقط ہوجائے گا۔

الثالث القسامة:

والبحث فيها في مقاصد:

الأول في اللوث

والمراد به أمارة ظنية قامت عند الحاكم على صدق المدعي كالشاهد الواحد أو الشاهدين مع عدم استجماع شرائط القبول، و كذا لو وجد متشحطاً بدمه و عنده ذو سلاح عليه الدم أو وجد كذلك في دار قوم أو في محلة منفردة عن البلد لا يدخل فيها غير أهلها أو في صف قتال مقابل الخصم بعد المراماة، و بالجملة كل أمارة ظنية عند الحاكم توجب اللوث، من غير فرق بين الأسباب المفيدة للظن، فيحصل اللوث باخبار الصبي المميز المعتمد عليه، و الفاسق الموثوق به في إخباره، و الكافر كذلك، و المرأة و نحوهم.

مسألة ١ ـ لو وجد في قرية مطروقة فيها الاياب والذهاب أو محلة منفردة كانت مطروقة فلا لوث إلا إذا كانت هناك عداوة فيثبت اللوث.

مسألة ٢ ـ لو وجد قتيل بين القريتين فاللوث لأقربهما إليه، و مع التساوي فهما سواء في اللوث، نعم لو كان في إحداهما عداوة فاللوث فيها و إن كانت أبعد.

مسألة ٣ ـ لو لم يحصل اللوث فالحكم فيه كغيره من الدعاوي، فلا قسامة و لا تغليظ، و البينة على المدعي و اليمين على المدعى عليه، فللولي مع عدم البينة إحلاف المنكر يميناً واحداً.

مسألة ٤ ـ لو قتل شخص في زحام الناس ليوم جمعة أو عيد أو وجد في فلاة أو سوق أو على جسر و لم يعلم من قتله فديته من بيت مال المسلمين، نعم لو كان

تیسری چیز: قسامہ ہے۔

اس میں بحث چند مقاصد میں ہے

پہلا مقصد: لوث کے بارے میں

لوث سے مراد ایسا ظنی ثبوت ہے جو مدعی کے دعوے کی سچائی پر حاکم شرع کے پاس ہو۔ جیسے ایک گواہ، یا دو گواہ جن میں شرائط قبولیت نہ ہوں۔ اسی طرح اگر وہ خون میں لت پت دیکھے اور اس کے پاس ایک ایسا شخص ہو جس کے پاس خون آلود اسلحہ ہو، یا اسی حالت میں کسی کے گھر میں دیکھے، یا شہر سے کٹے ہوئے کسی محلہ میں دیکھے کہ جس میں اہلِ محلہ کے علاوہ کوئی اور نہ جاتا ہو یا صف قتال میں تیر اندازی کے بعد دشمن کے مقابل میں پائے۔ خلاصہ حاکم شرع کے پاس کسی بھی گمان آور ثبوت کا موجود ہونا لوث پیدا کرتا ہے۔ گمان پیدا کرنے والے اسباب میں کوئی فرق نہیں۔ پس قابلِ اعتماد ممیز بچے اور ایسے فاسق کی کہ جس کی خبریں باوثوق ہوں، اور اسی طرح کے کافر کی، اور عورت وغیرہ کی خبر سے "لوث" پیدا ہو جائے گا۔

مسئلہ ۱: اگر ایسے قریہ میں کہ جس میں رفت و آمد کا راستہ ہو۔ یا تنہا محلے میں کہ جس میں راستہ ہو، کسی کو دیکھے تو اس میں کوئی لوث نہیں۔ مگر یہ کہ ان میں دشمنی ہو کہ جس سے لوث ثابت ہو جائے گا۔

مسئلہ ۲: اگر دو قریوں کے درمیان کوئی مقتول پایا جائے تو جو اس سے زیادہ نزدیک ہے اس کی بابت لوث پیدا ہوگا۔ اور اگر دونوں مساوی ہوں تو لوث بھی دونوں میں ہوگا۔ البتہ اگر ایک محلہ میں اس کی عداوت رہی ہو تو "لوث" بھی اسی میں ہوگا۔ چاہے دور ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ ۳: اگر "لوث" پیدا نہ ہو تو اس کا حکم بھی دوسرے دعوؤں کی مانند ہے، نہ قسامہ ہے اور نہ شدت، بلکہ گواہی مدعی کے ذمہ ہے اور قسم مدعا علیہ کے، چنانچہ گواہ نہ ہونے کی صورت میں ولی منکر کو ایک قسم دینے کا حق رکھتا ہے۔

مسئلہ ۴: اگر جمعہ یا عید کے روز لوگوں کی بھیڑ میں کوئی قتل ہو جائے، یا جنگل میں، یا بازار میں، یا پل پر مقتول پایا جائے۔ اور معلوم نہ ہو کہ کس نے قتل کیا ہے تو اس کی دیت بیت المال سے دی جائے گی۔ البتہ

في الموارد المذكورة أمارة ظنية على كون القتل بفعل شخص معين مثلاً حصل اللوث.

مسألة ٥ - لو تعارضت الأمارات الظنية بطل اللوث، كما لو وجد بالقرب من القتيل ذو سلاح ملطخ بالدم وسبع من شأنه قتل الانسان و لم تكن أمارة لحصول القتل بأيهما و في كل طرف شك محض، فلابد في مثله فصل الخصومة بالطرق المعهودة غير القسامة.

مسألة ٦ - لا يشترط في اللوث وجود أثر القتل على الأقوى بعد قيام الأمارة الظنية على أصل القتل، و لا يشترط في القسامة حضور المدعى عليه كما في سائر المقامات على الأصح.

مسألة ٧ - لو ادعى الولي أن فلاناً من أهل الدار قتله بعد أن وجد مقتولاً فيها حصل اللوث، و ثبتت الدعوى بالقسامة بشرط ثبوت كون المدعى عليه في الدار حين القتل، و إلا فلا لوث بالنسبة إليه، فلو أنكر كونه فيها وقت القتل كان القول قوله مع يمينه.

المقصد الثاني في كمية القسامة

وهي في العمد خمسون يميناً، و في الخطأ و شبهه خمس و عشرون على الأصح.

مسألة ١ - إن كان له قوم بلغ مقدار القسامة حلف كل واحد يميناً و إن نقصوا عنه كررت عليهم الأيمان حتى يكملوا القسامة، ولو كان القوم أكثر فهم مختارون في تعيين خمسين منهم في العمد و خمسة و عشرين في غيره.

مسألة ٢ - لو لم يكن للمدعي قسامة أو كان و لكن امتنعوا كلاً أو بعضاً حلف المدعي و من يوافقه إن كان، و كرر عليهم حتى تتم القسامة، ولو لم يوافقه أحد كرر عليه حتى يأتي بتمام العدد.

مسألة ٣ - لو كان العدد ناقصاً فهل يجب التوزيع عليهم بالسوية فان كان

اگر مذکورہ موارد میں "امارہ ظنیہ" ہو کہ مثلاً فلاں شخص معین نے قتل کیا ہے تو "لوث" حاصل ہو جائے گا۔

مسئلہ ۵: اگر امارات ظنیہ میں تعارض ہو جائے تو "لوث" باطل ہو جائے گا۔ جیسا کہ اگر مقتول کے نزدیک خون آلود اسلحہ بردار شخص اور مار ڈالنے والا درندہ دونوں پائے جائیں اور کسی کے قتل کرنے پر کوئی علامت نہ ہو، دونوں کے بارے میں شک محض ہو۔ چنانچہ اس قسم کے جھگڑوں کو نمٹانے کے لئے معمولی طریقوں سے کام لیا جائے۔

مسئلہ ۶: اصل قتل کا گمان اور ثبوت موجود ہونے کے بعد اقویٰ یہ ہے کہ "لوث" کے لئے اثر قتل کا پایا جانا شرط نہیں۔ اور اصح یہ ہے کہ "قسامہ" میں بھی دوسرے تمام مواقع کی طرح مدعا علیہ کا موجود ہونا شرط نہیں۔

مسئلہ ۷: مقتول کے گھر میں پائے جانے کے بعد اگر ولی یہ دعویٰ کرے کہ اہل خانہ میں سے فلاں نے اس کو قتل کیا ہے تو "لوث" حاصل ہو جائے گا۔ اور دعویٰ قسامہ سے ثابت ہوگا بشرطیکہ قتل کے وقت مدعا علیہ گھر میں موجود رہا ہو۔ اگر نہ رہا ہو تو وہ بے لوث ہوگا۔ چنانچہ اگر قتل کے وقت گھر میں موجود ہونے سے انکار کرے تو بات قسم کے ساتھ اسی کی مانی جائے گی۔

دوسرا مقصد: قسامہ کی مقدار (تعداد)

اصح یہ ہے کہ قتل عمد میں اس کی مقدار پچاس قسمیں اور قتل خطا اور شبہ عمد میں پچیس قسمیں ہیں۔

مسئلہ ۱: اگر اس کی قوم کے افراد قسامہ کی مقدار کے برابر ہوں تو ہر ایک ایک قسم کھائے گا۔ اور کم ہونے کی صورت میں مقدار مکمل ہونے تک ان کو قسمیں دی جاتی رہیں گی۔ لیکن اگر قوم کے افراد زیادہ ہوں تو قتل عمد میں ان کو پچاس اور خطا و شبہ عمد میں پچیس اشخاص معین کرنے کا اختیار ہے۔

مسئلہ ۲: اگر مدعی قسامہ نہ رکھتا ہو یا رکھتا ہو، لیکن سب کے سب یا ان میں سے کچھ انکار کر دیں، تو مدعی اور اس کے موافقین قسمیں کھائیں گے اور قسامہ مکمل ہونے تک ان کو قسمیں دی جاتی رہیں گی۔ اور اگر ایک بھی اس کا موافق نہ ہو تو عدد پورا ہونے تک وہی قسمیں کھاتا رہے گا۔

عددهم عشرة يحلف كل واحد خمسة، أو يحلف كلّ مرة و يتم ولي الدم النقيصة، أو لهم الخيرة بعد يمين كل واحد، فلهم التوزيع بينهم بأي نحو شاؤوا؟ لا يبعد الأخير و إن كان الأولى التوزيع بالسوية، نعم لو كان في التوزيع كسر كما إذا كان عددهم سبعة فبعد التوزيع بقي الكسر واحداً فلهم الخيرة، و الأولى حلف ولي الدم في المفروض، بل لو قيل إن النقيصة مطلقا على ولي الدم أو أوليائه فليس ببعيد، فاذا كان العدد تسعة فالباقي خمسة يحلفها الولي أو الأولياء، فان كان في التوزيع بين الأولياء كسر فهم بالخيار، ولو وقع فيهم تشاح فلا يبعد الرجوع إلى القرعة، و ليس هذا نكولاً.

مسألة ٤ ـ هل يعتبر في القسامة أن تكون من الوراث فعلاً أو في طبقات الارث ولو لم تكن وارثاً فعلاً أو يكفي كونها من قبيلة المدعي و عشيرته عرفاً و إن لم تكن من أقربائه؟ الظاهر عدم اعتبار الوراثة فعلاً، نعم الظاهر اعتبار ذلك في المدعي، و أما سائر الأفراد فالاكتفاء بكونهم من القبيلة و العشيرة غير بعيد، لكن الأظهر أن يكونوا من أهل الرجل و أقربائه، و الظاهر اعتبار الرجولية في القسامة، و أما في المدعي فلا تعتبر فيه و إن كانت أحد المدعين، و مع عدم العدد من الرجال ففي كفاية حلف النساء تأمل و إشكال، فلابد من التكرير بين الرجال، و مع الفقد يحلف المدعي تمام العدد ولو كان من النساء.

مسألة ٥ ـ لو كان المدعي أكثر من واحد فالظاهر كفاية خمسين قسامة، و أما لو كان المدعى عليه أكثر ففي كفاية خمسين قسامة و عدمها إشكال، و الأوجه تعدد القسامة حسب تعدد المدعى عليه ـ فلو كان إثنين يحلف كل منهما مع قومه خمسين قسامة على ردّ دعوى المدعي ـ و إن كان الاكتفاء بالخمسين لا يخلو من وجه لكن الأول أوجه.

مسألة ٦ ـ لو لم يحلف المدعي أو هو و عشيرته فله أن يرد الحلف على المدعى عليه فعليه أيضاً خمسون قسامة، فليحضر من قومه خمسين يشهدون ببرائته، وحلف كل واحد ببرائته، ولو كانوا أقل من الخمسين كررت عليهم الأيمان حتى يكملوا

مسئلہ ۳: اگر "قسامہ" کی تعداد پوری نہ ہو تو کیا قسمیں ان کے درمیان برابر تقسیم کی جائیں گی پس اگر وہ دس ہوں تو ہر ایک پانچ قسمیں کھائے گا۔ یا ان میں سے ہر شخص ایک قسم کھائے گا۔ اور کمی ولی مقتول پوری کرے گا۔ یا ہر ایک کے قسم کھانے کے بعد ان کو اختیار ہوگا کہ جس طرح چاہیں اپنے درمیان قسمیں تقسیم کرلیں؟ آخری وجہ بعید نہیں اگرچہ برابر تقسیم کرلینا زیادہ بہتر ہے۔ البتہ اگر تقسیم میں "کسر" ہو مثلاً ان کی تعداد سات ہو اور تقسیم کرنے کے بعد ایک قسم باقی رہ جائے تو ان کو اختیار ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ اس فرض میں ولی مقتول قسم کھائے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ کمی پوری کرنا مطلقاً ولی یا اولیائے مقتول کی ذمہ داری ہے تو بعید نہیں۔ چنانچہ اگر ان کی تعداد نو ہو تو ولی یا اولیائے مقتول باقی پانچ قسمیں پوری کریں۔

پس اگر اولیاء کے درمیان تقسیم میں کسر واقع ہو جائے تو ان کو اختیار ہے۔ لیکن اگر ان میں اختلاف ہو جائے تو قرعہ کی طرف رجوع کرنا بعید نہیں۔ اور یہ قسم سے انکار محسوب نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۴: آیا "قسامہ" کا موجودہ وارثوں میں سے ہونا معتبر ہے یا طبقاتِ میراث میں سے کوئی بھی ہو چاہے موجودہ وارث نہ ہو۔ یا عرفاً اس کا مدعی کے خاندان و قبیلہ میں سے ہونا کافی ہے چاہے اس کے رشتہ داروں میں سے نہ ہو؟ ظاہر یہ ہے کہ وراثت فعلی معتبر نہیں۔ البتہ مدعی کا وارث فعلی ہونا معتبر ہے۔ دوسرے افراد کا قبیلہ اور خاندان میں سے ہونے کا کافی ہونا بعید نہیں۔ لیکن اظہر یہ ہے کہ مرد کے اہل واقرباء میں سے ہوں۔ اور ظاہراً قسامہ میں "رجولیت" (مرد ہونا) معتبر ہے۔ لیکن مدعی کا مرد ہونا معتبر نہیں۔ اگرچہ مدعیوں میں سے کوئی ایک مرد ہو۔ مردوں کی تعداد پوری نہ ہونے کی صورت میں عورتوں کی قسم کے کافی ہونے میں تامل اور اشکال ہے۔ پس ضروری ہے کہ مردوں ہی کو دوبارہ قسمیں دی جائیں۔ اور نہ ہونے کی صورت میں مدعی قسمیں کھائے گا چاہے مدعی عورتوں میں سے ہی ہو۔

مسئلہ ۵: اگر مدعی ایک سے زیادہ ہوں تو ظاہر یہ ہے کہ پچاس قسمیں کافی ہیں۔ لیکن اگر مدعا علیہ زیادہ ہوں تو پچاس قسموں کے کافی ہونے یا نہ ہونے میں اشکال ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مدعا علیہ کے حساب سے قسموں میں بھی اضافہ کیا جائے۔ پس اگر دو مدعا علیہ ہوں تو ان میں سے ہر ایک اپنی قوم سمیت مدعی کے دعوے کو رد کرنے کی خاطر پچاس قسمیں کھائے گا۔ اگرچہ پچاس ہی کو کافی سمجھنا بے وجہ نہیں۔ لیکن پہلی صورت زیادہ موجّہ ہے۔

مسئلہ ۶: اگر مدعی خود یا وہ اور اس کے خاندان والے قسم نہ کھائیں تو مدعی قسم کو رد کرکے مدعا علیہ پر ڈال سکتا ہے۔ چنانچہ اسے بھی پچاس قسمیں کھانی ہوں گی۔

پس اپنی قوم کے پچاس آدمیوں کو لائے جو اس کے بے گناہ ہونے کی گواہی دیں اور ہر ایک اس کی بے گناہی پر ایک قسم کھائے۔ اگر ان کی تعداد پچاس سے کم ہو تو دو یا تین بار قسمیں کھائیں یہاں تک کہ عدد مطلوب پورا ہو جائے۔ اور قصاص اور دیت سے اس کے بری ہونے کا حکم صادر کیا جائے۔ اور اگر اس کی قوم میں قسم کھانے والے نہ ہوں تو وہ خود پچاس قسمیں کھائے۔ پس جب وہ قسمیں کھا چکے تو

العدد، و حكم ببرائته قصاصاً و دية، و إن لم يكن له قسامة من قومه يحلف هو خمسين يميناً، فاذا حلف حكم ببرائته قصاصاً و دية، و إن لم تكن له قسامة و نكل عن اليمين ألزم بالغرامة، و لا يردّ في المقام اليمين على الطرف.

مسألة ٧ ـ تثبت القسامة في الأعضاء مع اللوث، و هل القسامة فيها خمسون في العمد و خمس و عشرون في غيره فيما بلغت الجناية الدية كالأنف و الذكر و إلا فبنسبتها من خمسين يميناً في العمد و خمس و عشرين في الخطأ و شبهه أو ستة أيمان فيما فيه دية النفس و بحسابه من الست فيما فيه دون الدية؟ الأحوط هو الأول، و الأشبه هو الثاني، وعليه ففي اليد الواحدة أو الرجل الواحدة و كل ما فيه نصف الدية ثلاث أيمان، و فيما فيه ثلثها اثنتان وهكذا و إن كان كسر في اليمين أكمل بيمين. إذ لا تكسر اليمين، فحينئذ في الاصبع الواحدة يمين واحدة، و كذا في الأنملة الواحدة، وكذا الكلام في الجرح، فيجزي الست بحسب النسبة و في الكسر يكمل بيمين.

مسألة ٨ ـ يشترط في القسامة علم الحالف، و يكون حلفه عن جزم و علم، و لا يكفي الظن.

مسألة ٩ ـ هل تقبل قسامة الكافر على دعواه على المسلم في العمد و الخطأ في النفس و غيرها؟ فيه خلاف، والوجه عدم القبول.

مسألة ١٠ ـ لابد في اليمين من ذكر قيود يخرج الموضوع و مورد الحلف عن الابهام و الاحتمال من ذكر القاتل و المقتول ونسبهما و وصفهما بما يزيل الابهام و الاحتمال، و ذكر نوع القتل من كونه عمداً أو خطأ أو شبه عمد، و ذكر الانفراد أو الشركة و نحو ذلك من القيود.

المقصد الثالث في أحكامها

مسألة ١ ـ يثبت القصاص بالقسامة في قتل العمد، و الدية على القاتل في

قصاص اور دیت سے اس کے بری ہونے کا حکم دے دیا جائے۔ اگر قسمیں کھانے والا بھی کوئی نہ ہو اور وہ خود بھی انکار کردے تو غرامت کی ادائیگی اس پر لازمی قرار دی جائے اور اس مقام پر قسموں کی ذمہ داری وہ اپنے حریف پر نہیں ڈال سکتا۔

مسئلہ ۷: "لوث" ہونے کی صورت میں اعضا میں قسامہ ثابت ہے۔ لیکن جان کر ایسا کرنے کی صورت میں آیا پچاس قسمیں ہوں گی۔ اور اگر جان کر نہ کیا ہو تو اگر "جنایت" کا تاوان دیت کے برابر ہوتا ہو جیسے ناک اور عضو تناسل کو کاٹنا، تو اس میں پچیس قسمیں ہوں گی۔ اور تاوان جنایت دیت کے برابر نہ ہو تو جنایت عمدی ہونے ہونے کی صورت میں پچاس میں سے جنایت کے تناسب سے قسمیں ہوں گی۔ اور جنایت کے خطا اور مشابہ عمد ہونے کی بنا پر پچیس سے میں سے اس کے تناسب سے قسمیں کھائی جائیں گی، یا جس جنایت کی دیت نفس کی دیت کے برابر ہو اس کی چھ قسمیں ہوں گی اور دیت نفس سے کم ہونے کی صورت میں چھ سے اس کے تناسب سے قسمیں کھائی جائیں گی؟ احوط پہلی صورت ہے۔ جبکہ اشبہ دوسری صورت۔ بنابریں ایک ہاتھ یا ایک پاؤں اور ہر عضو کہ جس کی دیت نفس کی دیت کی آدھی ہو، اس کی تین قسمیں ہوں گی۔ اور جس کی دیت ایک تہائی کے برابر ہو اس میں دو ہوں گی، علیٰ ہذا القیاس۔ اگر قسم میں کسر واقع ہو تو ایک قسم سے اس کو دور کیا جائے۔ اس لئے کہ قسم کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے۔ پس اس صورت میں ایک انگشت کی ایک قسم ہوگی اور ایک سر انگشت کی بھی ایک قسم ہوگی۔ یہی حکم زخم کا بھی ہے۔ پس چھ قسمیں زخم کی نسبت سے کافی ہیں اور اگر کسر واقع ہو تو ایک قسم سے اس کو پورا کیا جائے۔

مسئلہ ۸: قسامہ میں شرط ہے کہ قسم کھانے والے کو یقین ہو اور اس کی قسم جزم و یقین پر ہو۔ اس کے لئے گمان کافی نہیں۔

مسئلہ ۹: اگر کافر مسلمان پر دعویٰ کرے تو عمدی میں یا خطا میں جان کے بدلے یا اعضا کے بدلے آیا اس کی قسمیں قبول کی جائیں گی؟ اس میں اختلاف ہے۔ قبول نہ کیا جانا موجہ ہے۔

مسئلہ ۱۰: قسم میں "قیود" کا ذکر ضروری ہے جن سے قسم کا موضوع اور مورد احتمال و ابہام سے پاک ہو جائے، یعنی قاتل، مقتول، ان کے نسب اور اوصاف بیان ہوں جن کی وجہ سے کوئی ابہام و احتمال نہ رہ جائے۔ اور نوع قتل بھی مذکور ہو کہ عمدی ہے یا خطا کی بنا پر ہوا ہے یا مشابہ عمد ہے۔ اور یہ کہ تنہا قتل کیا ہے یا کچھ لوگ اس میں شریک ہیں اور اسی قبیل کی دوسری قیود بھی بیان کرے۔

تیسرا مقصد: احکام قصاص

مسئلہ ۱: قتل عمدی ہونے کی صورت میں "قسامہ" سے قصاص اور عمدی کے مشابہ خطا ہونے کی

الخطأ شبيه العمد، و على العاقلة في الخطأ المحض، و قيل: تثبت في الخطأ المحض على القاتل لا العاقلة، و هو غير مرضي.

مسألة ٢ ـ لو ادعى على إثنين و له على أحدهما لوث فبالنسبة إلى ذي اللوث كان الحكم كما تقدم من إثباته بخمسين قسامة، و بالنسبة إلى غيره كانت الدعوى كسائر الدعاوي، اليمين على المدعى عليه ولاقسامة، فلو حلف سقطت دعواه بالنسبة إليه، و إن رد اليمين على المدعي حلف، و هذا الحلف لا يدخل في الخمسين، بل لابد في اللوث من خمسين غير هذا الحلف على الأقوى.

مسألة ٣ ـ لو أراد قتل ذي اللوث بعد الثبوت عليه بالقسامة يرد عليه نصف ديته، و كذا لو ثبت على الآخر باليمين المردودة و أراد قتله يرد عليه نصف الدية.

مسألة ٤ ـ لو كان لوث و بعض الأولياء غائب و رفع الحاضر الدعوى إلى الحاكم تسمع دعواه، و يطالبه خمسين قسامة، و مع الفقد يحلفه خمسين يميناً في العمد، و في غيره نصفها حسب ما عرفت، و يثبت حقه، و لم يجب انتظار سائر الأولياء، و له الاستيفاء ولو قوداً، ثم لو حضر الغائب و أراد استيفاء حقه قالوا حلف بقدر نصيبه، فاذا كان واحداً في العمد خمس وعشرون، و إن كان إثنين فلكل ثلث و هكذا، و في الكسور يجبر بواحدة و يحتمل ثبوت حق الغائب بقسامة الحاضر أو يمينه، ويحتمل التفصيل بين قسامة الحاضر فيقال بثبوت حق الغائب بها ويمينه خمسين يميناً مع فقد القسامة فيقال بعدم ثبوته بها، و يحتمل ثبوت حق الغائب بضم يمين واحدة إلى عدد القسامة، و مع فقدها ويمين الحاظر ضم حصته من الأيمان، و يحتمل عدم ثبوت دعوى الغائب إلا بخمسين قسامة، و مع فقدها يحلف خمسين يميناً كالحاضر، ولو كان الغائب أزيد من واحد و ادعى الجميع كفاهم خمسون قسامة أو خمسون يميناً من جميعهم، أقوى الاحتمالات الأخير سيما إذا ثبت حقه بخمسين يميناً منه، و يأتي الاحتمالات مع قصور بعض الأولياء.

مسألة ٥ ـ لو كذّب أحد الوليين صاحبه لم يقدح في اللوث فيما إذا كانت

صورت میں قاتل کے ذمّہ دیت اور خطا محض ہونے کی صورت میں قاتل کے عاقلہ کے ذمّہ دیت ثابت ہوجاتی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خطا محض میں دیت قاتل کے ذمّہ ثابت ہوتی ہے نہ کہ اس کے عاقلہ کے ذمّہ لیکن یہ قول پسندیدہ نہیں۔

مسئلہ ۲: اگر دو کے خلاف دعویٰ کرے جن میں ایک کے بارے میں "لوث" ہو تو جس کے سلسلہ میں "لوث" ہے۔ اس کا حکم وہی ہے جو بیان ہوچکا کہ اس میں قتل پچاس قسموں سے ثابت ہوگا۔ اور جس کے بارے میں لوث نہ ہو اس پر کیا گیا دعویٰ دوسرے دعوؤں کی مانند ہے۔ قسم مدعا علیہ کھائے گا۔ اور اس میں "قسامہ" نہیں۔ پس اگر قسم کھائے تو اس پر سے دعویٰ ساقط ہوجائے گا۔ اور اگر قسم مدعی پر ڈال دے تو مدعی حلف اٹھائے۔ اور یہ حلف پچاس میں شامل نہیں ہوگا۔ بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ لوث ہونے کی صورت میں اس حلف کے علاوہ پچاس قسمیں ضروری ہیں۔

مسئلہ ۳: اگر صاحب لوث پر قسموں کے ذریعہ قتل ثابت ہوجائے اور اس کو قتل کرنا چاہے تو آدھی دیت اس کو لوٹا دے۔ اسی طرح اگر لوٹائی گئی قسم کے ذریعہ کسی اور کا قاتل ہونا ثابت ہوجائے لہٰذا اسے قتل کرنا چاہے تو آدھی دیت اس کو واپس کردے۔

مسئلہ ۴: اگر لوث ہو اور کچھ اولیا غائب ہوں۔ ان میں جو موجود ہو وہ حاکم شرع کے سامنے دعویٰ پیش کردے تو اس کا دعویٰ سنا جائے گا اور اس سے قسمیں کھانے والے پچاس افراد کا مطالبہ کیا جائے گا۔ نہ ہونے کی صورت میں اگر قتل عمدی ہو تو وہ پچاس اور غیر عمدی ہو تو پچیس قسمیں اس کو کھانی پڑیں گی۔ جیسا کہ آپ جان چکے ہیں۔ چنانچہ اس کا حق ثابت ہوجائے گا۔ دوسرے اولیا کا انتظار واجب نہیں۔ اور وہ اپنا حق لے سکتا ہے۔ چاہے قصاص ہی کیوں نہ ہو۔ پھر اگر غائب آجائے اور اپنا حق لینا چاہے تو علما کا قول ہے کہ اپنے حصّہ کی قسمیں کھائے۔ پس اگر ایک ہو تو قتل عمدی میں پچیس اور اگر دو ہوں تو ہر ایک ایک تہائی قسمیں کھائے۔ علیٰ ھذا القیاس۔ اگر کسر واقع ہو تو ایک قسم سے اس کا جبران ہوگا۔ یہ احتمال بھی ہے کہ جو شخص موجود ہے اس کی "قسامہ" یا اس کی "یمین" (قسم) سے غائب کا حق ثابت ہوجائے گا۔ ایک احتمال یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں فرق رکھا جائے۔ اور یہ کہا جائے کہ اگر شخص موجود قسامہ رکھتا ہو تو اس کے ذریعہ شخص غائب کا حق ثابت ہوجائے گا۔ اور قسامہ نہ رکھنے کی صورت میں اگر وہ خود پچاس قسمیں کھائے تو ثابت نہیں ہوگا۔ احتمال یہ بھی ہے کہ قسامہ کے ساتھ ایک قسم کا اضافہ کرنے سے غائب کا حق ثابت ہوجائے۔ اور "قسامہ" اور شخص حاضر کی قسم نہ ہونے کی صورت میں اس کے حصّہ کی قسمیں اضافہ کرنے سے ثابت ہو۔ اس کے علاوہ احتمال یہ ہے کہ پچاس قسموں کے بغیر شخص غائب کا دعویٰ ثابت ہی نہ ہو۔ اور قسامہ نہ ہونے کی صورت میں وہ بھی حاضر کی طرح پچاس قسمیں کھائے۔ اگر غائب ایک سے زیادہ ہوں اور سبھی دعویٰ کریں تو ان کے لئے پچاس افراد کی قسمیں یا سب کی طرف سے پچاس قسمیں کافی ہیں۔ آخری احتمال سب سے قوی ہے خاص کر جب اس کا حق اس کی پچاس قسموں سے ثابت ہو اور اگر اولیاء میں سے کوئی کم ہو تو وہاں بھی یہی احتمالات ہوں گے۔

آمارات على القتل، نعم لا يبعد القدح إذا كان اللوث بشاهد واحد مثلاً، و المقامات مختلفة.

مسألة ٦ ـ لو مات الولي قبل إقامة القسامة أو قبل حلفه قام وارثه مقامه في الدعوى، فعليه إذا أراد إثبات حقه القسامة، و مع فقدها خمسون أو خمس و عشرون يميناً، و إن مات الولي في أثناء الأيمان فالظاهر لزوم استئناف الأيمان، ولو مات بعد كمال العدد ثبت للوارث حقه من غير يمين.

مسألة ٧ ـ لو حلف المدعي مع اللوث و استوفى الدية ثم شهد إثنان أنه كان غائباً غيبة لا يقدر معها على القتل أو محبوساً كذلك فهل تبطل القسامة بذلك و استعيدت الدية أم لا مجال للبينة بعد فصل الخصومة باليمين؟ فيه تردد، و الأرجح الثاني، نعم لو علم ذلك وجداناً بطلت القسامة و استعيدت الدية، ولو اقتص بالقسامة أو الحلف أخذت منه الدية لو لم يعترف بتعمد الكذب، و إلا اقتص منه.

مسألة ٨ ـ لو استوفى حقه بالقسامة فقال آخر: «أنا قتلته منفرداً» فان كان المدعي حلف وحده أو مع القسامة فليس له الرجوع إلى المقر إلا إذا كذّب نفسه و صدّق المقر، و حينئذ ليس له العمل بمقتضى القسامة، و لابد من رد ما إستوفاه، و إن لم يحلف و قلنا بعدم لزوم حلفه و كفى حلف قومه فاذا ادعى جزماً فكذلك ليس له الرجوع إلى المقر إلا مع تكذيب نفسه، و إن ادعى ظناً و قلنا بسماع دعواه كذلك جاز له الرجوع إلى المقر و جاز العمل بمقتضى القسامة، و الظاهر ثبوت الخيار لو لم يكذّب نفسه و رجع عن جزمه إلى الترديد أو الظن.

مسألة ٩ ـ لو اتهم رجل بالقتل و التمس الولي من الحاكم حبسه حتى يحضر البينة فالظاهر جواز إجابته إلا إذا كان الرجل ممن يوثق بعدم فراره، ولو أخر المدعي إقامة البينة إلى ستة أيام يخلى سبيله.

٭ ٭ ٭

مسئلہ ۵: اگر وارثوں میں سے ایک وارث دوسرے کو جھٹلا دے تو قتل کی علامتیں موجود ہونے کی صورت میں "لوث" برقرار رہے گا۔ البتہ اگر شاہد کی وجہ سے لوث پیدا ہوا ہو تو اس کا ختم ہو جانا بعید نہیں۔ البتہ مقامات و مواقع مختلف ہوتے ہیں۔

مسئلہ ۶: اگر "قسامہ" پیش کرنے یا حلف اٹھانے سے پہلے ولی مر جائے تو دعوے میں اس کا وارث اس کا قائم مقام ہوگا۔ پس جب وہ اثبات حق کرنا چاہے تو قسامہ پیش کرے۔ اور نہ ہونے کی صورت میں پچاس یا چھبیس قسمیں کھائے۔ اگر قسموں کے دوران ولی مر جائے تو ظاہر ا نئے سرے سے قسمیں کھانا لازمی ہے۔ لیکن اگر عدد مکمل ہونے کے بعد مرے تو وارث کا حق بغیر قسم کے ثابت ہو جائے گا۔

مسئلہ ۷: اگر "لوث" کی بنا پر مدعی حلف اٹھائے اور دیت وصول کر لے۔ اس کے بعد دو اشخاص گواہی دیں کہ قاتل تو غائب تھا یا محبوس تھا اور وہ قتل کر ہی نہیں سکتا تھا تو آیا اس گواہی سے "قسامہ" باطل ہو جائے گا۔ اور دیت واپس لی جائے گی۔ یا قسم کے ذریعہ جھگڑا ختم ہو جانے کے بعد گواہی کی کوئی گنجائش نہیں؟ اس میں تردد ہے۔ زیادہ وزنی دوسری صورت ہے۔ البتہ اگر وجداناً اس چیز کا علم ہو جائے تو دیت واپس لی جائے گی۔ اور اگر "قسامہ" یا حلف کی وجہ سے قصاص لے لیا گیا ہو تو مدعی سے دیت لی جائے گی بشرطیکہ وہ یہ قبول نہ کرے کہ اس نے جان کر جھوٹ بولا تھا۔ چنانچہ اگر یہ تسلیم کرے تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔

مسئلہ ۸: اگر "قسامہ" کے ذریعہ مقتول کا حق وصول کر لئے جانے کے بعد ایک شخص کہے کہ میں نے اکیلے اسے قتل کیا تھا۔ تو اگر مدعی نے تنہا حلف اٹھایا ہو یا "قسامہ" پیش کیا ہو، تو اقرار کرنے والے کی طرف رجوع کرنے کا اسے کوئی حق نہیں، مگر یہ کہ اپنے آپ کو جھٹلائے اور اس کی تصدیق کرے۔ پس اس صورت میں قسامہ کے مطابق عمل کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ اور جو کچھ اس نے وصول کیا ہے وہ واپس کرنا ضروری ہے۔ اور اس نے حلف نہ اٹھایا ہو اور ہم اس کے حلف کو لازمی قرار نہ دیں اور اس کی قوم کے حلف کو کافی سمجھیں۔ تو اگر اس نے جزم کے ساتھ دعویٰ کیا ہو تب بھی پہلے کی طرح اقرار کرنے والے کی طرف رجوع نہیں کر سکتا، مگر یہ کہ اپنے آپ کو جھٹلائے۔ لیکن اگر اس کا دعویٰ یقینی نہیں بلکہ گمان پر مبنی ہو اور ہم پہلے کی طرح اس کے دعوے کو قابلِ سماعت قرار دیں تو اقرار کرنے والے سے مطالبہ کرنا جائز ہے اور جائز ہے کہ قسامہ کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور اگر اپنے آپ کو نہ جھٹلائے۔ بلکہ یقین سے تنزل کر کے تردید یا ظن پر آ جائے تو ظاہر یہ ہے کہ اس کے لئے اختیار کا ہونا ثابت ہے۔

مسئلہ ۹: اگر کسی شخص پر قتل کا الزام ہو اور ولی حاکم شرع سے التماس کرے کہ گواہ پیش کرنے تک اسے قید رکھا جائے تو ظاہراً ولی کی بات ماننا جائز ہے۔ مگر یہ کہ وہ شخص ایسا ہو جس کے بھاگ نہ جانے کا وثوق ہو۔ اب اگر مدعی چھ دن تک گواہ پیش کرنے میں تاخیر کرے تو اس شخص کو آزاد کر دیا جائے گا۔

القول في كيفية الاستيفاء

مسألة ١ ـ قتل العمد يوجب القصاص عيناً، و لا يوجب الدية لا عيناً و لا تخييراً، فلو عفا الولي القود يسقط و ليس له مطالبة الدية، ولو بذل الجاني نفسه ليس للولي غيرها، ولو عفا الولي بشرط الدية فللجاني القبول و عدمه، و لا تثبت الدية إلا برضاه، فلو رضي بها يسقط القود و تثبت الدية، ولو عفا بشرط الدية صح على الأصح، ولوكان بنحو التعليق فاذا قبل سقط القود، ولوكان الشرط إعطاء الدية لم يسقط القود إلا باعطائه، ولا يجب على الجاني إعطاء الدية لخلاص نفسه، و قيل يجب لوجوب حفظها.

مسألة ٢ ـ يجوز التصالح على الدية أو الزائد عليها أو الناقص، فلو لم يرض الولي إلا بأضعاف الدية جاز، و للجاني القبول، فاذا قبل صح، و يجب عليه الوفاء.

مسألة ٣ ـ لا يجوز للحاكم أن يقضي بالقصاص ما لم يثبت أن التلف كان بالجناية، فان اشتبه عنده و لم يقم بينة على ذلك ولم يثبت باقرار الجاني اقتصر على القصاص أو الارش في الجناية لا النفس، فاذا قطع يد شخص و لم يعلم ولو بالبينة أو الاقرار أن القتل حصل بالجناية لا يجوز القتل.

مسألة ٤ ـ يرث القصاص من يرث المال عدا الزوج و الزوجة فانهما لا يستحقان قصاصاً، و منهم من قال: لا يرث القصاص الاخوة و الأخوات من الأم و من يتقرب بها، و قيل ليس للنساء قود و لا عفو و إن تقربن بالأب، و الأول أشبه.

مسألة ٥ ـ يرث الدية من يرث المال حتى الزوج و الزوجة، نعم لا يرث منها الاخوة و الأخوات من قبل الأم، بل مطلق من يتقرب بها على الأقوى، لكن الاحتياط في غير الاخوة و الأخوات حسن.

قصاص لینے کی کیفیت

مسئلہ ۱: قتل عمدی کا قصاص واجب عینی ہے۔ اس میں دیت نہ واجب عینی ہے اور نہ تخییری۔ پس اگر ولی قصاص معاف کر دے تو ساقط ہو جائے گا۔ پھر وہ دیت کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اور اگر جنایت کار اپنے کو قصاص کے لئے پیش کر دے تو ولی کے پاس قصاص لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اگر ولی دیت کی شرط کے ساتھ معاف کر دے تو جنایت کار کو اختیار ہے کہ قبول کرے یا نہ کرے۔ دیت جنایت کار کی مرضی کے بغیر ثابت نہیں ہوتی۔ لیکن اگر راضی ہو جائے تو قصاص ساقط ہو کر دیت ثابت ہو جائے گی۔ اور اصح یہ ہے کہ دیت کی شرط کے ساتھ معاف کرنا صحیح ہے۔ اور اگر معلق ہو تو قبول کر لینے پر قصاص ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر شرط دیت کی ادائیگی ہو تو ادائیگی کے بغیر قصاص ساقط نہیں ہوگا۔ رہا اپنی جان بچانے کے لئے دیت دینا تو وہ مجرم پر واجب نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ واجب ہے۔ اس لئے کہ جان بچانا واجب ہے۔

مسئلہ ۲: دیت برابر دیت سے زیادہ یا کم پر مصالحت کر لینا جائز ہے۔ اور اگر ولی دوگنی دیت سے کم پر راضی نہ ہو تو اس کے لئے جائز ہے۔ مجرم بھی اسے قبول کر سکتا ہے۔ لیکن جب وہ قبول کرے تو صحیح ہے اور اسے ادا کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۳: حاکم اس وقت تک قصاص کا حکم نہیں دے سکتا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ تلف مجرم کے جرم کی بنا پر ہوا ہے۔ پس اگر یہ چیز حاکم شرع کے نزدیک مشتبہ ہو اور اس پر گواہ بھی نہ ہوں اور مجرم کے اقرار سے بھی ثابت نہ ہو تو صرف جرم و جنایت کے قصاص یا تاوان پر اکتفا کرے جان کے قصاص کا حکم نہ دے۔ چنانچہ اگر کسی کا ہاتھ کٹ جائے اور گواہی یا اقرار ہی کے ذریعہ سہی مگر یہ معلوم نہ ہو سکے کہ اسی جرم کی وجہ سے قتل ہوا ہے تو اس کا قتل کر دینا جائز نہیں۔

مسئلہ ۴: جو مال کا وارث ہو وہ قصاص کا وارث بھی ہوگا صرف میاں اور بیوی کے علاوہ۔ اس لئے کہ میاں اور بیوی قصاص کے مستحق نہیں ہوتے۔ بعض نے کہا ہے کہ مادری بہن بھائی اور قرابت دار قصاص کے وارث نہیں ہوں گے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عورتیں قصاص لینے یا معاف کرنے کا حق نہیں رکھتیں چاہے باپ کے سبب سے قریب ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن پہلا حکم اشبہ ہے۔

مسئلہ ۵: جو مال کا وارث ہوتا ہے وہ دیت کا وارث بھی ہے حتیٰ کہ میاں اور بیوی بھی۔ البتہ مادری بہن بھائیوں کو دیت سے میراث نہیں ملے گی۔ بلکہ اقویٰ یہ ہے کہ ماں کی طرف سے کسی بھی قرابت دار کو نہیں ملے گی۔ لیکن بھائی بہنوں کے علاوہ میں احتیاط بہتر ہے۔

مسألة ٦ ـ الأحوط عدم جواز المبادرة للولي إذا كان منفرداً إلى القصاص سيما في الطرف إلا مع إذن والي المسلمين، بل لا يخلو من قوة ولو بادر فللوالي تعزيره، ولكن لا قصاص عليه ولا دية.

مسألة ٧ ـ لو كان أولياء الدم أكثر من واحد فالأقوى عدم جواز الاستيفاء إلا باجتماع الجميع و إذن الولي، لا بمعنى ضرب كل واحد إياه، بل بمعنى إذنهم لأحد منهم أو توكيلهم أحداً، وعن جمع أنه يجوز لكل منهم المبادرة، ولا يتوقف على إذن الآخر، لكن يضمن حصص من لم يأذن، و الأول أقوى، نعم لو بادر واستبد فلا قود، بل عليه حصص البقية مع عدم الاذن، و للامام عليه السلام تعزيره.

مسألة ٨ ـ لو تشاح الأولياء في مباشرة القتل و تحصيل الاذن يقرع بينهم، ولو كان بينهم من لا يقدر على المباشرة لكن أراد الدخول في القرعة ليوكل قادراً في الاستيفاء يجب إدخاله فيها.

مسألة ٩ ـ ينبغي لوالي المسلمين أو نائبه أن يحضر عند الاستيفاء شاهدين عدلين فطنين عارفين بمواقعه و شرائطه احتياطاً، ولاقامة الشهادة إن حصلت منازعة بين المقتص و أولياء المقتص منه، و أن يعتبر الآلة لئلا تكون مسمومة موجبة لفساد البدن و تقطعه و هتكه عند الغسل أو الدفن، فلو علم مسموميتها بما يوجب الهتك لا يجوز استعمالها في قصاص المؤمن، و يعزر فاعله.

مسألة ١٠ ـ لا يجوز في قصاص الطرف استعمال الآلة المسمومة التي توجب السراية فان استعملها الولي المباشر ضمن، فلو علم بذلك ويكون السم مما يقتل به غالباً أو أراد القتل ولو لم يكن قاتلاً غالباً يقتص منه بعد رد نصف ديته إن مات بهما، فلو كان القتل لاعن عمد يرد نصف دية المقتول، ولو سرى السم إلى عضو آخر ولم يؤد إلى الموت فانه يضمن ما جنى دية وقصاصاً مع الشرائط.

مسألة ١١ ـ لا يجوز الاستيفاء في النفس و الطرف بالآلة الكالة و ما يوجب تعذيباً زائداً على ما ضرب بالسيف، مثل أن يقطع بالمنشار و نحوه ولو فعل أثم و

مسئلہ ۶: اگر ولی تنہا ہو تو احتیاط یہ ہے کہ حاکم شرع کی اجازت کے بغیر قصاص لینے میں اس کے لئے جلدی کرنا جائز نہیں۔ خاص کر جب قصاص عضو کا ہو۔ بلکہ یہ قوت سے خالی نہیں۔ اگر جلدی کر بیٹھے تو حاکم شرع اس پر تعزیر عائد کر سکتا ہے۔ لیکن اس کی وجہ سے نہ اس پر قصاص ہے اور نہ دیت۔

مسئلہ ۷: اگر اولیائے مقتول ایک سے زیادہ ہوں تو جب تک سب اکٹھے نہ ہو جائیں اور حاکم شرع اجازت نہ دے دے، قصاص لینا جائز نہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر ایک اس کو مارے بلکہ مطلب یہ ہے کہ سب مل کر کسی ایک کو مارنے کی اجازت دیں یا وکیل بنائیں۔ ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ہر ایک کے لئے جلدی کرنا جائز ہے۔ دوسرے کی اجازت پر موقوف نہیں۔ لیکن جس نے اجازت نہیں دی اس کے حصے کا ضامن ہو گا۔ مگر پہلا قول اقویٰ ہے۔ لیکن اگر جلدی کرے اور استبداد سے کام لے تو قصاص نہیں بلکہ دوسروں کی اجازت نہ ہونے کی صورت میں ان کے حصے اس کے ذمے ہوں گے۔ اور امام علیہ السلام اس پر تعزیر عائد کر سکتے ہیں۔

مسئلہ ۸: اگر اولیا میں اختلاف ہو جائے کہ کون قتل کرے اور اجازت لے، تو قرعہ اندازی کی جائے۔ اگر ان کے درمیان ایک ایسا شخص ہو جو خود تو قتل نہ کر سکتا ہو لیکن قصاص لینے کی قدرت رکھنے والے کسی شخص کو وکیل بنانے کے لئے قرعہ اندازی میں شریک ہونا چاہتا ہو تو اس کو شریک کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۹: حاکم مسلمین یا اس کے نائب کو چاہیے کہ قصاص لیتے وقت احتیاطاً دو عادل ہوشیار موقع اور شرائط سے باخبر گواہوں کو بلا لے تاکہ اگر قصاص لینے والے اور جس سے قصاص لیا گیا ہے کے وارثوں میں جھگڑا ہو جائے تو گواہی دے سکیں۔ اور جس ہتھیار سے قصاص لیا جائے اس کو جانچ لے کہ زہریلا نہ ہو کہ جو بدن کے خراب اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر غسل و دفن کے وقت بے حرمتی کا باعث بن جائے۔ اگر معلوم ہو جائے کہ وہ مسموم ہے کہ جس سے بے حرمتی ہو سکتی ہے۔ تو مومن سے قصاص لینے میں اس کا استعمال جائز نہیں اور ایسا کرنے والا لائق تعزیر ہے۔

مسئلہ ۱۰: بدن کے عضو کے قصاص میں ایسے زہریلے ہتھیار کا استعمال جائز نہیں جو سرایت کا موجب ہو۔ چنانچہ اگر ولی قصاص لے رہا ہو اور اسے استعمال کرے تو ضامن ہے۔ پس اگر اس کا علم ہو جائے اور زہر ایسا ہو کہ جو اکثر قاتل ہوتا ہے۔ اور اس نے قتل کا ارادہ بھی کیا ہو چاہے وہ غالباً قاتل نہ ہو تو اگر اس کی وجہ سے مر جائے تو آدھی دیت واپس کرنے کے بعد اس سے قصاص لیا جائے گا۔ لیکن اگر قتل جان کر نہ کیا ہو۔ تو مقتول کی آدھی دیت دے گا۔ اور اگر زہر دوسرے عضو میں سرایت کر جائے لیکن موت کا باعث نہ بنے تو شرائط کے ساتھ مجرم کا ضامن ہے چاہے دیت ہو یا قصاص۔

مسئلہ ۱۱: کند ہتھیار سے جان یا عضو کا قصاص لینا کہ جس سے تلوار سے ماری گئی ضرب سے زیادہ تکلیف ہو جائز نہیں۔ جیسا کہ آری وغیرہ سے کاٹنا۔ اگر ایسا کرے تو گنہگار اور لائق تعزیر ہے۔ لیکن اس پر کوئی جرمانہ نہیں۔ صرف تلوار یا اس جیسی چیز سے قصاص لے۔ بلکہ بعید نہیں کہ تلوار سے زیادہ آسان چیز

عزر لكن لا شيء عليه، و لا يقتص إلا بالسيف و نحوه، و لا يبعد الجواز بما هو أسهل من السيف كالبندقة على المخ بل و بالاتصال بالقوة الكهربائية، ولو كان بالسيف يقتصر على ضرب عنقه ولو كانت جنايته بغير ذلك كالغرق أو الحرق أو الرضخ بالحجارة، و لا يجوز التمثيل به.

مسألة ١٢ ـ أجرة من يقيم الحدود الشرعية على بيت المال، وأجرة المقتص على ولي الدم لو كان الاقتصاص في النفس، و على المجني عليه لو كان في الطرف، و مع إعسارهما استدين عليهما، و مع عدم الامكان فمن بيت المال، و يحتمل أن تكون ابتداء على بيت المال، و مع فقده أو كان هناك ما هو أهم فعلى الولي أو المجني عليه، و قيل هي على الجاني.

مسألة ١٣ ـ لا يضمن المقتص في الطرف سراية القصاص إلا مع التعدي في اقتصاصه، فلو كان متعمداً اقتص منه في الزائد إن أمكن، و مع عدمه يضمن الدية أو الارش، ولو ادعى المقتص منه تعمد المقتص و أنكره فالقول قول المقتص بيمينه، بل لو ادعى الخطأ و أنكر المقتص منه فالظاهر أن القول قول المقتص بيمينه على وجه، ولو ادعى حصول الزيادة باضطراب المقتص منه أو بشيء من جهته فالقول قول المقتص منه.

مسألة ١٤ ـ كل من يجري بينهم القصاص في النفس يجري في الطرف و من لا يقتص له في النفس لا يقتص له في الطرف، فلا يقطع يد والد لقطع يد ولده، و لا يد مسلم لقطع يد كافر.

مسألة ١٥ ـ إذا كان له أولياء شركاء في القصاص فان حضر بعض و غاب بعض فعن الشيخ (قده) للحاضر الاستيفاء بشرط أن يضمن حصص الباقين من الدية، و الأشبه أن يقال: لو كانت الغيبة قصيرة يصبر إلى مجيء الغائب، و الظاهر جواز حبس الجاني إلى مجيئه لو كان في معرض الفرار ولو كان غير منقطعة أو طويلة فأمر الغائب بيد الوالي، فيعمل بما هو مصلحة عنده أو مصلحة الغائب، ولو كان بعضهم مجنوناً فأمره إلى وليه، ولو كان صغيراً ففي رواية انتظروا الذين

جیسے سر میں گولی مارکر یا بجلی کے کرنٹ سے قصاص لینا جائز ہو۔ اور اگر تلوار سے قصاص لیا جائے تو صرف گردن مارنے پر اکتفا کرے چاہے قاتل کا جرم اس کے علاوہ ہو مثلاً اس نے ڈبویا ہو یا جلایا ہو یا پتھر سے مارا ہو۔ قاتل کا مُثلہ کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ ۱۲: حدِ شرعی جاری کرنے والے کی اُجرت بیت المال سے دی جائے۔ جبکہ قصاص لینے والے کی اُجرت ولیِ مقتول دے۔ اگر جان کا قصاص ہو، اور اگر عضو کا قصاص ہو تو جس کو مجرم کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ وہ دے گا، ان کے تنگدست ہونے کی صورت میں ان کے ذمّہ رکھ کر قرض لیا جائے گا۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو بیت المال سے دی جائے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ پہلے ہی سے اُجرت بیت المال سے دی جائے۔ اگر بیت المال نہ ہو یا اس سے اہم ضرورت بیت المال سے پوری کرنا ہو تو اس صورت میں ولی یا جرم کا نشانہ بننے والا ادا کریں، ایک قول یہ بھی ہے کہ مجرم اُجرت ادا کرے۔

مسئلہ ۱۳: عضو کا قصاص لینے والا اگر زیادتی نہ کرے تو سرایت کر جانے کا ضامن نہیں۔ پس اگر جان کر زیادتی کرے تو ممکن ہونے کی صورت میں زیادتی کا اس سے قصاص لیا جائے۔ اور عدم امکان کی حالت میں دیت یا تاوان کا ضامن ہے۔ اور جس شخص سے قصاص لیا گیا ہے اگر چہ دعویٰ کرے کہ قصاص لینے والے نے جان کر اس پر زیادتی کی ہے۔ لیکن قصاص لینے والا انکار کرے تو بات قسم کے ساتھ اسی کی مانی جائے گی۔ بلکہ اگر غلطی سے ایسا کرنے کا دعویٰ کرے لیکن قصاص لینے والا انکار کر دے تو ایک وجہ کی بنا پر قسم کے ساتھ قصاص لینے والے ہی کی بات مانی جائے گی۔ اور اگر یہ دعویٰ کرے کہ زیادتی کی وجہ اس شخص کا اضطراب تھا کہ جس سے قصاص لیا گیا ہے یا کوئی اور وجہ اسی کی طرف سے رہی ہے تو بات اس کی مانی جائے گی جس سے قصاص لیا گیا ہے۔

مسئلہ ۱۴: جن افراد سے جان کا قصاص لیا جاتا ہے ان سے عضو کا قصاص بھی لیا جائے گا۔ اور جن سے جان کا قصاص نہیں لیا جاتا ان سے عضو کا قصاص بھی نہیں لیا جائے گا۔

پس بیٹے کا ہاتھ کاٹنے کے بدلے باپ کا ہاتھ اور کافر کے ہاتھ کے بدلے مسلمان کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

مسئلہ ۱۵: جس شخص کا قصاص لیا جا رہا ہے اگر اس کے کئی وارث قصاص لینے میں شریک ہوں۔ پس اگر ان میں سے کچھ موجود ہوں اور کچھ غائب، تو شیخؒ کے نزدیک شخص حاضر کو قصاص لینے کا حق ہے بشرطیکہ وہ دیت میں سے دوسروں کے حصّے کا ضامن بن جائے۔ لیکن یہ کہنا زیادہ اشبہ ہو گا کہ اگر تھوڑے عرصہ کے لئے غائب ہو اور اس کے آنے تک صبر کیا جا سکتا ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس کے آجانے تک مجرم کو "قید" رکھا جائے، اگر وہ بھاگنے والا ہو لیکن اگر غیبت طولانی اور مسلسل ہو تو غائب کا معاملہ حاکم شرع کے ہاتھ میں ہے۔ پس وہ اپنی مصلحت یا غائب کی مصلحت کو دیکھتے ہوئے عمل کرے۔ اگر ان میں سے کوئی دیوانہ ہو تو اس کی ذمّہ داری اس کے ولی پر ہے۔ اور اگر نابالغ ہو تو ایک روایت میں ہے کہ جن نابالغوں کا باپ قتل کر دیا گیا ہے ان کے بالغ ہونے تک انتظار کیا

قتل أبوهم أن يكبروا، فاذا بلغوا خيّروا، فان أحبوا قتلوا أو عفوا أو صالحوا.

مسألة ١٦ ـ لو اختار بعض الأولياء الدية عن القود فدفعها القاتل لم يسقط القود لو أراد غيره ذلك، فللآخرين القصاص بعد أن يردّوا على الجاني نصيب من فاداه من الدية، من غير فرق بين كون ما دفعه أو صالح عليه بمقدار الدية أو أقل أو أكثر، ففي جميع الصور يرد إليه مقدار نصيبه فلو كان نصيبه الثلث يرد إليه الثلث ولو دفع الجاني أقل أو أكثر، ولو عفا أو صالح بمقدار و امتنع الجاني من البدل جاز لمن أراد القود أن يقتص بعدرد نصيب شريكه، نعم لو اقتصر على مطالبة الدية و امتنع الجاني لا يجوز الاقتصاص إلا باذن الجميع، ولو عفا بعض مجاناً لم يسقط القصاص فللباقين القصاص بعد ردّ نصيب من عفا على الجاني.

مسألة ١٧ـ إذا اشترك الأب والأجنبي في قتل ولده أو المسلم و الذمي في قتل ذمي فعلى الشريك القود، لكن يرد الشريك الآخر عليه نصف ديته أو يرد الولي نصفها و يطالب الآخر به، ولو كان أحدهما عامداً و الآخر خاطئاً فالقود على العامد بعد ردّ نصف الدية على المقتص منه، فان كان القتل خطأً محضاً فالنصف على العاقلة، و إن كان شبه عمد كان الرد من الجاني، ولو شارك العامد سبع و نحوه يقتص منه بعد ردّ نصف ديته.

مسألة ١٨ ـ لا يمنع الحجر لفلس أو سفه من استيفاء القصاص، فللمحجور عليه الاقتصاص، ولو عفا المحجور عليه لفلس على مال و رضي به القاتل قسمّه على الغرماء كغيره من الأموال المكتسبة بعد حجر الحاكم جديداً عنه، و الحجر السابق لا يكفي في ذلك ، وللمحجور عليه العفو مجاناً و بأقل من الدية.

مسألة ١٩ ـ لو قتل شخص و عليه دين فان أخذ الورثة ديته صرفت في ديون المقتول و وصاياه كباقي أمواله، ولا فرق في ذلك بين دية القتل خطأً أو شبه عمد أو ما صولح عليه في العمد، كان بمقدار ديته أو أقل أو أكثر، بجنس ديته أو غيره.

مسألة ٢٠ ـ هل يجوز للورثة استيفاء القصاص للمديون من دون ضمان الدية

جائے۔ پس جب وہ بالغ ہو جائیں تو ان کو اختیار ہے کہ چاہے قتل کر دیں یا معاف کر دیں یا مصالحت کر لیں۔

مسئلہ ۱۶: اگر کوئی وارث قصاص کے بدلے دیت لینا چاہے اور قاتل اس کو دیت دے دے۔ لیکن دوسرا وارث قصاص لینا چاہے تو قصاص ساقط نہیں ہو گا۔ پس دوسرے اولیا، جس کو مجرم نے دیت دی ہے اس کا حصہ مجرم کو واپس کرنے کے بعد قصاص لے سکتے ہیں۔ چاہے جو کچھ اس نے دیا تھا یا جس پر مصالحت کی تھی اس کی مقدار دیت کے برابر رہی ہو یا دیت سے کم یا زیادہ۔ تمام صورتوں میں اس کا حصہ واپس کرنا پڑے گا۔ پس اگر اس کا حصہ ایک تہائی ہو تو ایک تہائی واپس کریں چاہے مجرم نے کم یا زیادہ دیا ہو۔ اگر وہ معاف کر دے یا کچھ مقدار لے کر صلح کرلے اور مجرم اس کا بدل لینے سے انکار کر دے تو قصاص لینے کا ارادہ رکھنے والے کے لئے جائز ہے کہ اپنے شریک کا حصہ قاتل کو دے کر اس سے قصاص لے۔ البتہ اگر وہ صرف دیت کے مطالبہ پر اکتفا کرے لیکن مجرم دیت دینے سے انکار کر دے تو سب کی اجازت کے بغیر قصاص لینا جائز نہیں ہو گا۔ اگر کچھ اولیا مفت میں معاف کر دیں تو قصاص ساقط نہیں ہو گا۔ پس جنھوں نے معاف نہیں کیا وہ معاف کرنے والے کا حصہ مجرم کو دینے کے بعد اس سے قصاص لے سکتے ہیں۔

مسئلہ ۱۷: جب باپ اور اجنبی شخص بیٹے کے قتل میں یا مسلمان اور ذمی، ذمی کے قتل میں شریک ہوں۔ تو جو شریک ہے اس سے قصاص لیا جائے گا۔ لیکن دوسرا شریک آدھی دیت اس کو واپس کرے یا مقتول کا ولی آدھی دیت اس کو دے کر دوسرے شریک سے اس کا مطالبہ کرے۔ اگر ان میں سے ایک نے جان کر اور دوسرے نے غلطی سے قتل میں شرکت کی ہو۔ تو جان کر شرکت کرنے والے پر قصاص ہے۔ لیکن جس سے قصاص لیا جائے اس کو آدھی دیت واپس کی جائے۔ اگر قتل محض خطا کی بنا پر ہو تو آدھی دیت "عاقلہ" دیں گے۔ اور مشابہ عمد ہونے کی صورت میں مجرم دے گا۔ اور اگر جان کر قتل کرنے والے کے ساتھ درندہ وغیرہ شریک ہو تو آدھی دیت قاتل کو دینے کے بعد اس سے قصاص لیا جائے گا۔

مسئلہ ۱۸: مفلسی یا سفاہت کی بنا پر عائد ہونے والی پابندی، قصاص لینے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ پس جس پر پابندی ہو وہ قصاص لے سکتا ہے۔ اور جس پر افلاس کی وجہ سے پابندی ہو اگر وہ مال لے کر معاف کرنا چاہے اور قاتل بھی اس پر راضی ہو جائے۔ تو دوسرے اکتسابی اموال کی طرح اس مال کو بھی قرض خواہوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے۔ لیکن حاکم شرع پہلے اس مال پر پابندی عائد کرے۔ پہلی پابندی اس مال کے لئے کافی نہیں ہو گی۔ اور پابند شخص کو حق ہے کہ مفت میں، یا دیت سے کم مقدار لے کر معاف کر دے۔

مسئلہ ۱۹: اگر کوئی شخص قتل ہو جائے اور اس پر قرض ہو تو اگر اس کے وارث دیت لیں تو اسے بھی باقی اموال کی طرح مقتول کے قرضوں اور وصیتوں میں خرچ کیا جائے۔ اس میں فرق نہیں کہ قتل خطا کی

للغرماء؟ فيه قولان، و الأحوط عدم الاستيفاء إلا بعد الضمان بل الأحوط مع هبة الأولياء دمه للقاتل ضمان الدية للغرماء.

مسألة ٢١ ـ لو قتل واحد رجلين أو أكثر عمداً على التعاقب أو معاً قتل بهم، و لا سبيل لهم على ما له، فلو عفا أولياء بعض لا على مال كان للباقين القصاص من دون ردّ شيء، و إن تراضى الأولياء مع الجاني بالدية فلكل منهم دية كاملة، فهل لكل واحد منهم الاستبداد بقتله من غير رضا الباقين أو لا، أو يجوز مع كون قتل الجميع معاً و أما مع التعاقب فيقدم حق السابق فالسابق، فلو قتل عشرة متعاقباً يقدم حق ولي الأول فجاز له الاستبداد بقتله بلا إذن منهم، فلو عفا فالحق للمتأخر منه و هكذا؟ وجوه، لعل أوجهها عدم جواز الاستبداد و لزوم الاذن من الجميع، لكن لو قتله ليس عليه إلا الاثم، و للحاكم تعزيره و لا شيء عليه و لا على الجاني في ماله، ولو اختلفوا في الاستيفاء و لم يمكن الاجتماع فيه فالمرجع القرعة فان استوفى أحدهم بالقرعة أو بلا قرعة سقط حق الباقين.

مسألة ٢٢ ـ يجوز التوكيل في استيفاء القصاص، فلو عزله قبل استيفائه فان علم الوكيل بالعزل فعليه القصاص، و إن لم يعلم فلا قصاص و لا دية، ولو عفا الموكل عن القصاص قبل الاستيفاء فان علم الوكيل و استوفاه فعليه القصاص، و إن لم يعلم فعليه الدية، و يرجع فيها بعد الأداء على الموكل.

مسألة ٢٣ ـ لا يقتص من الحامل حتى تضع حملها ولو تجدد الحمل بعد الجناية، بل ولو كان الحمل من زنا، ولو ادعت الحمل و شهدت لها أربع قوابل ثبت حملها، و إن تجردت دعواها فالأحوط التأخير إلى اتضاح الحال، ولو وضعت حملها فلا يجوز قتلها إذا توقف حياة الصبي عليها، بل لو خيف موت الولد لا يجوز و يجب التأخير، ولو وجد ما يعيش به الولد فالظاهر أن له القصاص، ولو قتلت المرأة قصاصاً فبانت حاملاً فالدية على الولي القاتل.

مسألة ٢٤ ـ لو قطع يد رجل و قتل رجلاً آخر تقطع يده أولاً ثم يقتل،من غير

دیت ہو یا مشابہ عمد کی، یا وہ مال ہو کہ قتل عمدی میں جس پر صلح کی گئی ہو۔ دیت کے برابر ہو یا اس سے کم یا زیادہ ہو۔ اس کی دیت کی جنس سے ہو یا اس کے علاوہ ہو۔

مسئلہ ۲۰: آیا وارثوں کے لئے، قرض خواہوں کو دیت کی ضمانت دیئے بغیر مقروض شخص کا قصاص لینا جائز ہے۔؟ اس میں دو قول ہیں۔ احتیاط یہ ہے کہ ضمانت دیکر قصاص لیں۔ بلکہ اگر اولیا قاتل کو بخشنا چاہیں تو احتیاط یہ ہے کہ قرض خواہوں کو دیت کی ضمانت دے کر بخشیں۔

مسئلہ ۲۱: اگر ایک شخص، دو افراد کو یا دو سے زیادہ کو یکے بعد دیگرے یا ایک ساتھ قتل کردے۔ تو اس کو سب کے بدلے قتل کیا جائیگا۔ لیکن اسکے مال پر ان کا کوئی حق نہیں۔ اگر کچھ مقتولوں کے اولیا مال لئے بغیر معاف کر دیں تو دوسروں کے وارث کچھ دیئے بغیر اسے قتل کر سکتے ہیں۔ اور اگر اولیاء مقتولین مجرم سے دیت لینے پر راضی ہو جائیں تو ہر ایک کے بدلے پوری دیت دینا ہوگی۔ آیا ان میں سے ہر ایک کو دوسروں کی اجازت کے بغیر اسے قتل کرنے کا اختیار ہے یا نہیں، یا اگر سب کو ایک ساتھ قتل کیا ہو تو ہر ایک کے لئے اس کو قتل کرنا جائز ہے۔ لیکن اگر یکے بعد دیگرے قتل کیا ہو تو پہلے مقتول کے ولی کا حق دوسرے مقتول کے ولی پر مقدم ہو، اسی طرح آخر تک، پس اگر یکے بعد دیگرے دس آدمیوں کو قتل کیا ہو۔ تو پہلے مقتول کے ولی کا حق پہلے ہو۔ پس دوسروں کی اجازت کے بغیر مستقل طور پر اس کے لئے قتل کرنا جائز ہو۔ چنانچہ اگر وہ معاف کردے تو دوسرے کو قتل کرنے کا حق ہو۔ اور یہی سلسلہ آخر تک رہے؟ اس کی کئی صورتیں ہیں۔ شاید سب سے بہتر صورت یہ ہو کہ مستقل طور پر قتل کرنا جائز نہیں بلکہ سب سے اجازت لینا لازمی ہے۔ لیکن اگر قتل کردے تو وہ صرف گنہگار ہوگا اور کچھ نہیں۔ حاکم شرع اس پر تعزیر عائد کر سکتا ہے۔ اسکے علاوہ اسکے ذمے اور مجرم کے ذمے اسکے مال میں سے کچھ نہیں۔ اگر قصاص لینے میں اختلاف ہو جائے اور اتفاق ممکن نہ ہو تو قرعہ اندازی کی جائے۔ پس اگر ان میں سے کوئی قرعہ کے ذریعہ یا بغیر قرعہ کے قصاص لے لے تو دوسروں کا حق ساقط ہو جائے گا۔

مسئلہ ۲۲: قصاص لینے کے لئے وکیل مقرر کرنا جائز ہے۔ چنانچہ اگر قصاص لینے سے پہلے ہی وکیل کو معزول کردے اور وکیل کو اس کا علم بھی ہو جائے، پھر بھی وہ قصاص لے لے تو وکیل سے اس کا قصاص لیا جائے۔ لیکن معزولی کا علم نہ ہونے کی صورت میں وکیل پر قصاص و دیت میں سے کچھ نہیں۔ اگر موکل قصاص لینے سے پہلے معاف کردے اور وکیل کو معلوم ہو جائے پھر بھی وہ قصاص لے لے تو وکیل سے قصاص لیا جائے۔ علم نہ ہونے کی صورت میں وکیل پر صرف دیت ہے قصاص نہیں۔ لیکن دیت ادا کرنے کے بعد موکل سے اس کا مطالبہ کرے۔

مسئلہ ۲۳: وضع حمل سے پہلے حاملہ عورت سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ چاہے ارتکاب جرم کے بعد حاملہ ہوئی ہو۔ بلکہ چاہے حمل زنا سے ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر وہ حاملہ ہونے کا دعویٰ کرے اور چار دائیاں اس کی گواہی دیدیں تو اسکا حمل ثابت ہو جائیگا۔ لیکن اگر صرف اس کا دعویٰ ہی ہو اور گواہ نہ ہوں تو احتیاط یہ ہے کہ اسکی پوزیشن واضح ہو جانے تک قصاص لینے میں تاخیر کی جائے۔ اگر وضع حمل ہو جائے اور بچے کی زندگی اس پر موقوف ہو تو اس کو قتل کرنا جائز نہیں۔ بلکہ اگر بچے کے مر جانے کا خوف ہی ہو تب بھی جائز نہیں اور تاخیر واجب ہے۔ لیکن اگر ایسی چیز مل جائے جس پر بچہ زندہ رہ سکے تو ظاہر یہ ہے کہ اس کو قصاص لینے کا حق ہے۔ اور اگر قصاص کے طور

فرق بين كون القطع أولاً أو القتل، ولو قتله ولي المقتول قبل القطع أثم، و للوالي تعزيره، و لا ضمان عليه، ولو سرى القطع في المجني عليه قبل القصاص يستحق وليه و ولي المقتول القصاص، ولو سرى بعد القصاص فالظاهر عدم وجوب شيء في تركة الجاني، ولو قطع فاقتص منه ثم سرت جراحة المجني عليه فلوليه القصاص في النفس.

مسألة ٢٥ ـ لو هلك قاتل العمد سقط القصاص بل و الدية، نعم لو هرب فلم يقدر عليه حتى مات ففي رواية معمول بها إن كان له مال أخذ منه، و إلا أخذ من الأقرب فالأقرب، و لا بأس به لكن يقتصر على موردها.

مسألة ٢٦ ـ لو ضرب الولي القاتل و تركه ظناً منه أنه مات فبرأ فالأشبه أن يعتبر الضرب، فان كان ضربه مما يسوغ له القتل و القصاص به لم يقتص من الولي، بل جاز له قتله قصاصاً، و إن كان ضربه مما لا يسوغ القصاص به كأن ضربه بالحجر و نحوه كان للجاني الاقتصاص، ثم للولي أن يقتله قصاصاً أو يتتاركان.

مسألة ٢٧ ـ لو قطع يده فعفا المقطوع ثم قتله القاطع فللولي القصاص في النفس، و هل هو بعد رد دية اليد أم يقتص بلا رد؟ الأشبه الثاني، و كذا لو قتل رجل صحيح رجلاً مقطوع اليد قتل به، و في رواية إن قطعت في جناية جناها أو قطع يده و أخذ ديتها تردّ عليه دية يده، و يقتلوه، ولو قطعت من غير جناية ولا أخذ لها دية قتلوه بلا غرم، و المسألة مورد إشكال و تردد، و الأحوط العمل بها، و كذا الحال في مسألة أخرى بها رواية، و هي لو قطع كفاً بغير أصابع قطعت كفه بعد ردّ دية الأصابع، فانها مشكلة أيضاً.

القسم الثاني في قصاص مادون النفس

مسألة ١ ـ الموجب له هيهنا كالموجب في قتل النفس، و هو الجناية العمدية

پر صورت قتل کر دی جائے بعد میں پتہ چلے کہ حاملہ تھی تو حمل کی دیت ولی قاتل کے ذمّہ ہے۔

مسئلہ ۲۴: اگر ایک شخص کا ہاتھ کاٹے اور دوسرے کو قتل کردے تو پہلے اسکا ہاتھ کاٹا جائے پھر قتل کیا جائے چاہے اس نے پہلے ہاتھ کاٹا ہو یا قتل کیا ہو۔ اگر ولی مقتول ہاتھ کاٹنے سے پہلے اسے قتل کردے تو گنہگار ہے۔ اور حاکم شرع اس پر تعزیر عائد کر سکتا ہے، اور وہ ضامن نہیں۔ اور جسکا ہاتھ کاٹا گیا تھا اگر مجرم سے قصاص لئے جانے سے پہلے اسکا زخم سرایت کر جائے تو اسکا ولی اور مقتول کا ولی دونوں قصاص لینے کا حق رکھتے ہیں۔ اور اگر قصاص کے بعد سرایت کرے تو مجرم کے ترکہ میں سے کچھ بھی ادا کرنا واجب نہیں۔ اور اگر ہاتھ کاٹنے کے بعد اس سے قصاص لے لیا جائے اسکے اس شخص کا زخم جیسے جو جرم کا شکار ہوا ہے۔ تو اس کا ولی جان کا قصاص لینے کا حق رکھتا ہے۔

مسئلہ ۲۵: اگر وہ شخص جس نے جان کر قتل کیا تھا۔ ہلاک ہو جائے تو قصاص بلکہ دیت بھی ساقط ہے۔ البتہ اگر بھاگ جائے اور قابو میں نہ آسکے یہاں تک کہ مر جائے تو ایک روایت میں ہے جس پر عمل بھی ہوا ہے کہ اگر اسکا کچھ مال موجود ہو تو اس سے لیا جائے اور اگر نہ ہو تو جو اس کے قرابت داروں میں سب سے زیادہ قریب ہو اس سے لیا جائے۔ اس کے بعد دوسرے سے۔ اس روایت پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اسکے مورد ہی پر اکتفا کی جائے۔

مسئلہ ۲۶: اگر "ولی" قاتل کو مارے اور یہ گمان کرکے کہ مر چکا ہے اسے چھوڑ دے، لیکن وہ ٹھیک ہو جائے تو شبہ یہ ہے کہ ضرب کی جانچ کی جائے۔ پس اگر اس کی ضرب ایسی ہو کہ جس سے اس کے لئے قتل کرنا یا قصاص لینا جائز ہو تو ولی سے قصاص نہیں لیا جائیگا۔ بلکہ اس کے لئے جائز ہے کہ وہ دوبارہ قصاص کے طور پر اسے قتل کردے۔ اور اگر اس کی ضرب ایسی ہو کہ جس سے قصاص لینا اس کے لئے جائز نہ ہو، مثلاً وہ پتھر وغیرہ سے مارے تو مجرم کو اس سے قصاص لینے کا حق ہے۔ پھر ولی کو حق ہے کہ اسے قصاص کے طور پر قتل کردے یا دونوں ایک دوسرے کو چھوڑ دیں۔

مسئلہ ۲۷: اگر کسی کا ہاتھ کاٹ دے، جس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے وہ اسے معاف کردے۔ لیکن اسکے بعد ہاتھ کاٹنے والا اسے قتل کردے تو اسکا ولی جان کے بدلے قصاص لے سکتا ہے۔ لیکن آیا ہاتھ کی دیت دینے کے بعد قصاص لے یا بغیر دیئے لے سکتا ہے؟ اشبہ دوسری صورت ہے۔ اسی طرح اگر صحیح و سالم شخص ایسے شخص کو قتل کردے جس کا ہاتھ کٹا ہو تو اسکے بدلے قتل کیا جائیگا۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی جرم کے بدلے اسکا ہاتھ کاٹا گیا ہو یا اسکا ہاتھ کٹا ہو اور اس نے اسکی دیت لے رکھی ہو۔ تو اسکے ہاتھ کی دیت اسکو دی جائے گی۔ اور پھر اسے قتل کیا جائے گا۔ لیکن اگر بغیر جرم کے کٹا ہو اور دیت بھی اس کی نہ لی گئی ہو تو بغیر غرامت ادا کئے اسکو قتل کیا جائے۔ لیکن مسئلہ میں اشکال و تردد ہے۔ احتیاط اس پر عمل کرنے میں ہے۔ یہی حکم دوسرے مسئلہ کا بھی ہے۔ جس کے بارے میں روایت بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر بغیر انگلیوں کی ہتھیلی کاٹے تو انگلیوں کی دیت دینے کے بعد اسکی ہتھیلی کاٹی جائے۔ اس لئے کہ یہ مسئلہ بھی مشکل ہے۔

دوسری قسم: نفس کے علاوہ بدن کے دوسرے حصّوں کا قصاص

مسئلہ ۱: اس قصاص کا موجب بھی ویسا ہی جرم ہے جیسا کسی کو قتل کرنے کا جرم قصاص کا موجب ہوتا ہے۔ اور

مباشرة أو تسبيباً حسب ما عرفت، فلو جنى بما يتلف العضو غالباً فهو عمد، قصد الاتلاف به أو لا، ولو جنى بما لا يتلف به غالباً فهو عمد مع قصد الاتلاف ولو رجاءً.

مسألة ٢ ـ يشترط في جواز الاقتصاص فيه ما يشترط في الاقتصاص في النفس من التساوي في الاسلام و الحرية و انتفاء الأبوة و كون الجاني عاقلاً بالغاً، فلا يقتص في الطرف لمن لا يقتص له في النفس.

مسألة ٣ ـ لا يشترط التساوي في الذكورة و الأنوثة فيقتص فيه للرجل من الرجل و من المرأة من غير أخذ الفضل، و يقتص للمرأة من المرأة و من الرجل لكن بعد رد التفاوت فيما بلغ الثلث كما مر.

مسألة ٤ ـ يشترط في المقام زائداً على ما تقدم التساوي في السلامة من الشلل و نحوه على ما يجيء أو كون المقتص منه أخفض، و التساوي في الأصالة و الزيادة، و كذا في المحل على ما يأتي الكلام فيه، فلا تقطع اليد الصحيحة مثلاً بالشلاء ولو بذلها الجاني، و تقطع الشلاء بالصحيحة، نعم لو حكم أهل الخبرة بالسراية بل خيف منها يعدل إلى الدية.

مسألة ٥ ـ المراد بالشلل هو يبس اليد بحيث تخرج عن الطاعة و لم تعمل عملها ولو بقي فيها حس و حركة غيراختيارية، و التشخيص موكول إلى العرف كسائر الموضوعات، ولو قطع يداً بعض أصابعها شلاء ففي قصاص اليد الصحيحة تردد، و لا أثر للتفاوت بالبطش و نحوه، فيقطع اليد القوية بالضعيفة، واليد السالمة باليد البرصاء و المجروحة.

مسألة ٦ ـ يعتبر التساوي في المحل مع وجوده، فتقطع اليمين باليمين و اليسار باليسار، ولو لم يكن له يمين و قطع اليمين قطعت يساره، ولو لم يكن له يد أصلاً قطعت رجله على رواية معمول بها، و لا بأس به، و هل تقدم الرجل اليمنى في قطع اليد اليمنى و الرجل اليسرى في اليد اليسرى أو هما سواء؟ و جهان، ولو قطع اليسرى و لم تكن له اليسري فالظاهر قطع اليمنى على إشكال، و مع عدمهما

وہ ہے جان کر قتل کرنے کا جرم چاہے خود قتل کرے یا قتل کا باعث بنے۔ جیسا کہ پہلے آپ جان چکے ہیں۔ اگر ایسا جرم کرے جو غالباً عضو کے ضائع ہو جانے کا باعث ہوتا ہو تو یہ جرم عمدی ہے۔ چاہے اس سے عضو کے ضائع کرنے کا ارادہ رکھے یا نہ رکھے لیکن اگر جرم تو ویسا ہی ہو جو غالباً اتلاف عضو کا باعث ہوتا ہو۔ تو اس وقت وہ جرم عمدی کہلائے گا جب اس سے عضو ضائع کرنے کا ارادہ کیا ہو چاہے رجاءً ہی سہی۔

مسئلہ ۲: قصاص لینے کے جائز ہونے کی اس میں بھی وہی شرطیں ہیں جو نفس کے قصاص کے جواز میں ہیں۔ کہ دونوں مسلمان ہوں، آزاد ہوں۔ جرم باپ نے نہ کیا ہو۔ جرم کرنے والا عاقل و بالغ ہو۔ پس جس کے نفس کا قصاص نہیں لیا جاتا اسکے اعضا کا قصاص بھی نہیں لیا جائے گا۔

مسئلہ ۳: تذکیر و تانیث میں مساوی ہونا شرط نہیں۔ پس مرد کے کسی عضو کا قصاص مرد سے بھی اور عورت سے بھی، اس سے مزید کچھ لئے بغیر لیا جائے۔ اور عورت کا قصاص عورت اور مرد دونوں سے لیا جائے گا۔ لیکن اگر دیت ایک تہائی کے برابر ہو تو جو فرق ہوا ہے اسکو واپس کرنا پڑے گا۔

مسئلہ ۴: گذشتہ شرطوں سے زیادہ اس مقام پر ایک شرط یہ ہے کہ مفلوج وغیرہ ہونے سے سالم ہونے میں دونوں برابر ہوں۔ جیسا کہ آئندہ آئے گا یا جس سے قصاص لیا جا رہا ہے اسکی حالت زیادہ خراب ہو۔ اصلی اور اضافی ہونے کے اعتبار سے مساوی ہونا شرط ہے اور اسی طرح محل کے لحاظ سے بھی جس کی تفصیل آئندہ آئے گی پس صحیح و سالم ہاتھ کو شلول و مفلوج ہاتھ کے بدلے نہیں کاٹا جائیگا۔ چاہے مجرم اسکو کٹوانے کے لئے تیار بھی ہو لیکن مشلول ہاتھ کو صحیح ہاتھ کے بدلے کاٹا جائیگا۔ البتہ اگر ماہرین اس کے سرایت کر جانے کی بات کہیں بلکہ اسکا خوف ہو تو دیت لی جائے گی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

مسئلہ ۵: شل ہونے سے مراد ہاتھ کا اس طرح خشک ہو جانا ہے کہ وہ کنٹرول سے باہر ہو جائے اور جو ہاتھ کا کام ہوتا ہے وہ نہ کرے چاہے اس میں غیر اختیاری حس و حرکت باقی ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرے موضوعات کی طرح اسکی تشخیص بھی عرف عام کے ذمے ہے۔ اگر ہاتھ کاٹے جسکی کچھ انگلیاں مشلول ہوں تو اس کے قصاص میں سالم ہاتھ کاٹنے میں تردد ہے۔ صرف طاقت وغیرہ کے تفاوت سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چنانچہ قوی ہاتھ کو کمزور ہاتھ کے بدلے اور سالم کو مجروح وغیرہ کے عوض کاٹا جائے گا۔

مسئلہ ۶: موجود ہونے کی صورت میں محل و موقع کے لحاظ سے مساوی ہونا معتبر ہے۔ پس داہنے کے بدلے داہنا اور بائیں کے بدلے بایاں ہاتھ کاٹا جائے۔ لیکن اگر داہنا ہاتھ نہ ہو اور وہ کسی کا داہنا ہاتھ کاٹ دے تو اس کا بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور اگر اس کا کوئی ہاتھ نہ ہو تو ایک روایت کے مطابق کہ جس پر عمل کیا گیا ہے اسکا پاؤں کاٹا جائے گا۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ آیا داہنا ہاتھ کاٹنے پر داہنے پیر اور بایاں ہاتھ کاٹنے پر بائیں پیر کو مقدم کیا جائے گا یا دونوں برابر ہیں؟ دونوں صورتیں ہیں۔ اور اگر بایاں ہاتھ کاٹے اور اس کا بایاں ہاتھ نہ ہو تو ظاہر یہ ہے کہ داہنا ہاتھ کاٹا جائے۔ البتہ اس میں اشکال بھی ہے۔ اور دونوں کے نہ ہونے کی صورت میں پیر کاٹا جائے۔ اور جس شخص کا پاؤں نہ ہو اگر وہ کسی کا پاؤں کاٹ دے تو آیا پاؤں کے عوض اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا؟ اس میں ایک وجہ تو ہے مگر اشکال سے خالی نہیں۔ اور اس سے دوسرے تمام اعضا جیسے آنکھ، کان اور ابرو وغیرہ کی طرف تجاوز مشکل ہے۔ اگرچہ وجہ سے خالی نہیں۔ خاص کر ہر ایک کے داہنے عضو کے بدلے میں بایاں عضو۔

قطع الرجل، ولو قطع الرجل من لا رجل له فهل تقطع يده بدل الرجل؟ فيه وجه لا يخلو من إشكال، و التعدي إلى مطلق الأعضاء كالعين و الأذن و الحاجب وغيرها مشكل، و إن لا يخلو من وجه سيما اليسرى من كل باليمنى.

مسألة ٧ ـ لو قطع أيدي جماعة على التعاقب قطعت يداه و رجلاه بالأول فالأول، و عليه للباقين الدية، ولو قطع فاقد اليدين والرجلين يد شخص أو رجله فعليه الدية.

مسألة ٨ ـ يعتبر في الشجاج التساوي بالمساحة طولاً و عرضاً، قالوا و لا يعتبر عمقاً و نزولاً، بل يعتبر حصول اسم الشجة، و فيه تأمل و إشكال والوجه التساوي مع الامكان، ولو زاد من غير عمد فعليه الأرش، ولو لم يمكن إلا بالنقص لا يبعد ثبوت الأرش في الزائد على تأمل، هذا في الحارصة و الدامية و المتلاحمة، و أما في السمحاق و الموضحة فالظاهر عدم اعتبار التساوي في العمق، فيقتص المهزول من السمين إلى تحقق السمحاق والموضحة.

مسألة ٩ ـ لا يثبت القصاص فيمافيه تعزير بنفس أو طرف، و كذا فيما لا يمكن الاستيفاء بلا زيادة و نقيصة كالجائفة و المأمومة، و يثبت في كل جرح لا تعزير في أخذه بالنفس و بالطرف و كانت السلامة معه غالبة فيثبت في الحارصة و المتلاحمة و السمحاق والموضحة، و لا يثبت في الهاشمة و لا المنقلة و لا لكسر شيء من العظام، و في رواية صحيحة إثبات القود في السن و الذراع إذا كسرا عمداً، و العامل بها قليل.

مسألة ١٠ ـ هل يجوز الاقتصاص قبل اندمال الجناية؟ قيل: لا، لعدم الأمن من السراية الموجبة لدخول الطرف في النفس، والأشبه الجواز و في رواية لا يقضى في شيء من الجراحات حتى تبرأ، و في دلالتها نظر، و الأحوط الصبر سيما فيما لا يؤمن من السراية، فلو قطع عدة من أعضائه خطأً هل يجوز أخذ دياتها ولو كانت أضعاف دية النفس أو يقتصر على مقدار دية النفس حتى يتضح الحال فان اندملت أخذ الباقي و إلا فيكون له ما أخذ لدخول الطرف في

مسئلہ ۷: اگر یکے بعد دیگرے ایک گروہ کے ہاتھ کاٹ دے تو اس کے ہاتھ اور پاؤں پہلے بعد دیگرے ہر ایک کے بدلے کاٹے جائیں گے اور جو رہ جائیں ان کو دیت دے گا۔ اور اگر ہاتھ یا پاؤں نہ رکھنے والا شخص کسی کا ہاتھ یا پیر کاٹ دے تو اس پر دیت ہے۔

مسئلہ ۸: زخموں کا لمبائی چوڑائی میں مساوی ہونا معتبر ہے۔ علما نے فرمایا ہے کہ گہرائی اور پستی کے اعتبار سے مساوی ہونا معتبر نہیں۔ بلکہ یہی معتبر ہے کہ اس کو زخم کہا جا سکے۔ جبکہ اس میں تامل و اشکال ہے اور امکان کی صورت میں مساوی ہونا موجہ ہے۔ اگر بغیر جانے ہوئے زیادہ زخمی کردے تو اس کا تاوان ادا کرے۔ اور اگر کم زخمی کیے بغیر ممکن ہی نہ ہو تو زائد میں تاوان کا ثابت ہونا تامل کے ہوتے ہوئے بعید نہیں۔ یہ سطحی خون آور اور گوشت کاٹ دینے والے زخم کا حکم ہے۔ لیکن وہ زخم جو سر کی کھوپڑی کی ہڈی کے اوپر تک پہونچ جائے اور ہڈی شگافتہ کرنے والا زخم ہو تو ظاہر یہ ہے کہ ان کا گہرائی میں مساوی ہونا معتبر نہیں۔ پس دُبلا شخص موٹے شخص سے "سمحاق" اور "موضحہ" کا قصاص لے گا۔

مسئلہ ۹: جس چیز میں نفس یا بدن کے کسی حصہ کی تعزیر ہو اس میں قصاص ثابت نہیں۔ اسی طرح اس میں بھی ثابت نہیں کہ جس کا قصاص لینا زیادتی اور کمی کے بغیر ممکن نہ ہو۔ جیسے اندرونی چوٹ یا مغز کی چوٹ اس کے علاوہ ہر اس زخم کا زخم کا قصاص ثابت ہے کہ جس کا قصاص لینے میں جان اور عضو کی تعزیر نہ ہو۔ اور غالب اس کی وجہ سے آدمی بچ جاتا ہو۔ پس ایسے زخم کا جو سطحی ہو یا خون آور ہو یا جس میں گوشت کٹ گیا ہو یا کھوپڑی کی ہڈی کے اوپر کی نازک جھلی تک پہونچا ہو یا جھلی کٹ گئی ہو۔ قصاص ثابت ہے۔ لیکن ہڈی چُور کرنے والی ضرب، یا ہڈی توڑنے یا کسی ہڈی کے ٹوٹ جانے کا قصاص ثابت نہیں۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ دانت اور بازو کو اگر جان کر توڑا جائے تو اس کا قصاص ثابت ہے۔ لیکن اس پر تھوڑے ہی حضرات نے عمل کیا ہے۔

مسئلہ ۱۰: زخم بھر جانے سے پہلے آیا قصاص لینا جائز ہے؟ کہا گیا ہے کہ نہیں اس لئے کہ زخم کے سرایت کر جانے کی وجہ سے عضو کے قصاص کے نفس کے قصاص میں شامل ہو جانے سے مطمئن نہیں۔ لیکن شبہ یہ ہے کہ جائز ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ٹھیک ہو جانے سے پہلے کسی بھی زخم کا قصاص نہیں لیا جائے گا۔ لیکن اس کی دلالت میں نظر ہے۔ چنانچہ احتیاط یہ ہے کہ صبر کرے، خاص کر اس زخم کا قصاص لینے میں جس کے سرایت نہ کرنے کا اطمینان نہ ہو۔ چنانچہ اگر غلطی سے کسی کے چند اعضا کاٹ دے تو آیا ان کی دیت لینا جائز ہے چاہے نفس کی دیت سے کئی گنا زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ یا صرف نفس کی دیت پر اکتفا کرے یہاں تک کہ اس کی حالت واضح ہو جائے۔ پس اگر زخم مندمل ہو جائیں تو باقی دیت لی جائے۔ اور اگر مندمل نہ ہوں تو جو لے چکا ہے وہی ہے۔ اس لئے کہ دیت کے اعتبار سے عضو نفس میں شامل ہو گئے ہیں؟ اقوی یہ ہے کہ لینا جائز اور دینا واجب، ہاں اگر زخم سرایت کر جائیں تو نفس کی دیت سے زیادہ جتنی دیت لی گئی ہے۔ اس کا واپس کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۱۱: قصاص لینے سے پہلے اس جگہ سے بال کاٹے جائیں۔ بشرطیکہ بال آسانی سے یا حد کے اندر

النفس؟ الأقوى جواز الأخذ و وجوب الاعطاء نعم لو سرت الجراحات يجب إرجاع الزائد على النفس.

مسألة ١١ ـ إذا أريد الاقتصاص حلق الشعر عن المحل إن كان يمنع عن سهولة الاستيفاء أو الاستيفاء بحده، و ربط الجاني على خشبة أو نحوها بحيث لا يتمكن من الاضطراب، ثم يقاس بخيط ونحوه و يعلم طرفاه في محل الاقتصاص، ثم يشق من إحدى العلامتين إلى الأخرى، ولو كان جرح الجاني ذا عرض يقاس العرض أيضاً، و إذا شق على الجاني الاستيفاء دفعة يجوز الاستيفاء بدفعات، و هل يجوز ذلك حتى مع عدم رضا المجني عليه؟ فيه تأمل.

مسألة ١٢ ـ لو اضطرب الجاني فزاد المقتص في جرحه لذلك فلا شيء عليه، ولوزاد بلا اضطراب أو بلا استناد إلى ذلك فان كان عن عمد يقتص منه، و إلا فعليه الدية أو الأرش، ولو ادعى الجاني العمد وأنكره المباشر فالقول قوله، ولو ادعى المباشر الخطأ و أنكر الجاني قالوا: القول قول المباشر، وفيه تأمل.

مسألة ١٣ ـ يؤخر القصاص في الطرف عن شدة الحر و البرد وجوباً إذا خيف من السراية، و إرفاقاً بالجاني في غيرذلك،ولو لم يرض في هذا الفرض المجني عليه ففي جواز التأخير نظر.

مسألة ١٤ ـ لا يقتص إلا بحديدة حادة غير مسمومة و لا كالة مناسبة لاقتصاص مثله، و لا يجوز تعذيبه أكثر مما عذبه، فلوقلع عينه بآلة كانت سهلة في القلع لا يجوز قلعها بآلة كانت أكثر تعذيباً، و جاز القلع باليد إذا قلع الجاني بيده أو كان القلع بها أسهل، و الأولى للمجني عليه مراعاة السهولة، و جاز له المماثلة، ولو تجاوز و اقتص بما هو موجب للتعذيب و كان أصعب مما فعل به فللوالي تعزيره، و لا شيء عليه، ولوجاوز بما يوجب القصاص اقتص منه، أو بما يوجب الأرش أو الدية أخذ منه.

مسألة ١٥ ـ لو كان الجرح يستوعب عضو الجاني مع كونه أقل في المجني عليه لكبر رأسه مثلاً كأن يكون رأس الجاني شبراً و رأس المجني عليه شبرين وجنى عليه

قصاص لیے جانے میں رکاوٹ ہوں۔ اور مجرم کو کسی لکڑی وغیرہ کے ساتھ اتنا کس کے باندھ دیا جائے کہ وہ تڑپ نہ سکے۔ پھر دھاگے وغیرہ سے ناپ کر قصاص لئے جانے کی جگہ میں دونوں طرف نشان لگایا جائے اس کے بعد ایک نشان سے دوسرے نشان تک کاٹ دیں۔ اور اگر مجرم کا زخم چوڑائی والا ہو تو چوڑائی میں بھی ناپا جائے۔ اور اگر ایک ہی دفعہ میں قصاص لینا مجرم پر سخت گذرے تو کئی دفعہ لینا جائز ہے۔ لیکن یہ چیز: جس شخص کو جرم کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر بھی روا جائز ہے؟ اس میں تامل ہے۔

مسئلہ ۱۲: اگر مجرم تڑپے جس کی وجہ سے قصاص لینے والا زیادہ زخم لگا دے تو اس پر کچھ نہیں۔ اور اگر بغیر تڑپے ہوئے یا تڑپنے کو دلیل بنائے بغیر زیادہ زخم لگائے تو جان کر ایسا کرنے پر اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اگر جان کر نہ کیا ہو تو اس پر دیت ہے یا تاوان۔

اگر مجرم جان کر ایسا کئے جانے کا دعویٰ کرے لیکن جس نے قصاص لیا ہے وہ انکار کر دے تو اسی کی بات تسلیم کی جائے گی۔ لیکن اگر قصاص لینے والا خطا ہو جانے کا دعویٰ کرے اور جانی اس کا انکار کر دے۔ تو کہتے ہیں کہ قصاص لینے والے کی بات مانی جائے گی۔ لیکن اس میں تامل ہے۔

مسئلہ ۱۳: سخت گرمی یا جاڑے کی وجہ سے اعضا کے قصاص کو اگر سرایت کر جانے کا خوف ہو تو تاخیر سے لینا واجب ہے۔ خوف نہ ہونے کی صورت میں مجرم پر ارفاق کرتے ہوئے ایسا کیا جائے۔ اس فرض میں اگر وہ شخص جو جرم کا شکار بنا ہے راضی نہ ہو تو تاخیر جائز ہونے میں "نظر" ہے۔

مسئلہ ۱۴: صرف تیز لوہے سے ہی کہ جو مسموم اور کند نہ ہو اور اس جیسوں سے قصاص لینے کے لئے مناسب ہو۔ قصاص لیا جائے۔ جتنی تکلیف اس نے دی اسے اس سے زیادہ اذیت دینا جائز نہیں۔ اگر اس نے ایسے ہتھیار سے آنکھ نکالی ہو کہ جس سے آسانی سے نکل آتی ہو۔ تو اس سے زیادہ دردناک ہتھیار سے اس کی آنکھ نکالنا جائز نہیں۔ اور اگر مجرم نے ہاتھ سے نکالی ہو یا اس سے آسانی سے نکل آئی ہو تو ہاتھ سے اس کی آنکھ نکالنا جائز ہے۔ جرم کا نشانہ بننے والے کے لئے بہتر یہ ہے کہ سہولت کی رعایت کرے۔ اور مجرم کے جیسا سلوک کرنا اس کے لئے جائز ہے۔ لیکن اگر اس سے بڑھ جائے اور ایسی چیز سے قصاص لے جو اذیت کا موجب ہو اور جانی کے جرم سے زیادہ سخت ہو۔ تو حاکم شرع اس پر تعزیر عائد کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس پر کچھ نہیں۔ اور اگر اتنا تجاوز کرے جو قصاص کا موجب ہو تو اس سے قصاص لیا جائے یا دیت اور تاوان کا موجب ہو تو اس سے تاوان لیا جائے۔

مسئلہ ۱۵: اگر زخم مجرم کے پورے عضو کو گھیرے جبکہ جرم کا شکار بننے والے کے پورے عضو کو نہ گھیرا ہو مثلاً اس کا سر بڑا ہونے کی وجہ سے جیسا کہ مجرم کا سر ایک بالشت ہو اور جس پر جرم ہوا ہے اس کا دو بالشت اور ایک بالشت کے برابر اس پر جرم کے آثار ہوں تو اس سے ایک بالشت کا قصاص

بشبر يقتص الشبر، و ان استوعبه. و إن زاد على العضو كأن جنى عليه في الفرض بشبرين لا يتجاوز عن عضو بعضو آخر، فلا يقتص من الرقبة أو الوجه، بل يقتص بقدر شبر في الفرض، و يؤخذ للباقي بنسبة المساحة إن كان للعضو مقدر و إلا فالحكومة، و كذا لا يجوز تتميم الناقص بموضع آخر من العضو، ولو انعكس و كان عضو المجني عليه صغيراً فجنى عليه بمقدار شبر و هو مستوعب لرأسه مثلاً لا يستوعب في القصاص رأس الجاني، بل يقتص بمقدار شبر و إن كان الشبر نصف مساحة رأسه.

مسألة ١٦ ـ لو أوضح جميع رأسه بأن سلخ الجلد و اللحم من جلة الرأس فللمجني عليه ذلك مع مساواة رأسهما في المساحة، وله الخيار في الابتداء بأي جهة، و كذا لو كان رأس المجني عليه أصغر، لكن له الغرامة في المقدار الزائد بالتقسيط على مساحة الموضحة، ولو كان أكبر يقتص من الجاني بمقدار مساحة جنايته، و لا يسلخ جميع رأسه، ولو شجه فأوضح في بعضها فله دية موضحة، ولو أراد القصاص استوفى في الموضحة و الباقي.

مسألة ١٧ ـ في الاقتصاص في الأعضاء غير ما مرّ كل عضو ينقسم إلى يمين و شمال كالعينين و الأذنين و الأنثيين والمنخرين و نحوها لا يقتص إحديهما بالأخرى، فلو فقيء عينه اليمنى لا تقتصّ عينه اليسرى، و كذا في غيرهما، و كل ما يكون فيه الأعلى و الأسفل يراعى في القصاص المحل، فلا يقتص الأسفل بالأعلى كالجفنين والشفتين.

مسألة ١٨ ـ في الأذن قصاص تقتصّ اليمنى باليمنى و اليسرى باليسرى و تستوي أذن الصغير و الكبير، و المثقوبة والصحيحة إذا كان الثقب على المتعارف، و الصغيرة و الكبيرة، والصماء و السامعة، و السمينة و الهزيلة، و هل تؤخذ الصحيحة بالمخرومة و كذا الصحيحة بالمثقوبة على غير المتعارف بحيث تعد عيباً أو يقتص إلى حد الخرم و الثقب والحكومة فيما بقي أو يقتص مع رد دية الخرم؟ وجوه لا يبعد الأخير، ولو قطع بعضها جاز القصاص.

لیا جائے گا۔ چاہے پورے سر کو شامل ہو جائے۔ اور اگر عضو سے زیادہ ہو۔ مثلاً اس نے اس پر دو بالشت کے برابر جرم کیا ہو تو ایک عضو سے قصاص آگے نہیں بڑھے گا۔ پس گردن یا چہرے کو قصاص میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اس فرض میں ایک بالشت ہی کے بقدر قصاص لیا جائے گا۔ اور باقی کے لئے مساحت کے لحاظ سے دیت لی جائے گی۔ اگر اس عضو کے لئے دیت معیّن ہو۔ اگر نہ ہو تو تاوان لیا جائے گا۔ اسی طرح ایک زخم کو عضو کے دوسرے حصّہ پر کامل کرنا جائز نہیں۔ اگر قضیہ برعکس ہو اور جس پر جرم ہوا ہے اس کا عضو بدن چھوٹا ہو۔ لیکن اس پر ایک بالشت کے برابر زخم لگائے اور وہ مثلاً اس کے پورے سر کو شامل ہو۔ تو قصاص میں مجرم کے پورے سر کو شامل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ ایک بالشت کے برابر قصاص لیا جائے گا چاہے بالشت اس کے آدھے سر کے ہی برابر ہو۔

مسئلہ ۱۶: اگر اس کے پورے سر کو واضح کردے یعنی پورے سر کی کھال اور گوشت نوچ ڈالے۔ تو جس پر جرم ہوا ہے اگر اس کا سر بھی اتنا ہی ہو تو وہ بھی ایسا ہی کر سکتا ہے۔ اور اس کو اختیار ہے کہ جس طرف سے چاہے آغاز کرے جس پر جرم کیا گیا ہے اگر اس کا سر چھوٹا ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ لیکن مقدار زائد کی اس کو زخم موضحہ پر تقسیم کر کے غرامت دی جائے گی اور اگر اس کا سر بڑا ہو۔ تو مجرم سے اس کے لگائے گئے زخم کی مساحت کے برابر قصاص لیا جائے گا۔ اس کے پورے سر سے کھال نہیں کھینچی جائے گی۔ اگر اس کا سر چھوڑ دے اور بعض جگہ زخم موضحہ ہو تو اس کو موضحہ کی دیت دی جائے گی۔ اور اگر قصاص لینا چاہے تو موضحہ اور باقی کا قصاص لیا جائے گا۔

مسئلہ ۱۷: اعضا کے قصاص میں، مذکورہ چیزوں کے علاوہ جو اعضا دائیں بائیں پر مشتمل ہوں جیسے آنکھیں کان، بیضتین، ناک کے دو سوراخ وغیرہ۔ ان میں ایک کے بدلے میں دوسرے کو قصاص کے طور پر نہیں کاٹا جائے گا۔ پس اگر داہنی آنکھ نکال دے تو بائیں آنکھ سے قصاص نہیں ہوگا۔ دوسرے اعضا کا بھی یہی حکم ہے اور جو اعضا اوپر نیچے ہوں۔ قصاص میں بھی ان کا وہی محل معتبر ہے۔ پس اوپر والے کے عوض نیچے والے سے قصاص نہیں ہوگا جیسے پلکیں اور ہونٹ۔

مسئلہ ۱۸: کان کا "قصاص" ہے، داہنے کے قصاص میں داہنا اور بائیں کے بدلے بایاں کان ہوگا۔ اور چھوٹے اور بڑے کان میں قصاص کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ اور سوراخ والے اور سالم میں بھی فرق نہیں جبکہ سوراخ معمول کے مطابق ہو اور چھوٹے، بڑے، بہرے اور سننے والے، موٹے اور دُبلے میں کوئی فرق نہیں۔ اور آیا شگاف دار کان کے بدلے سالم اور معمول سے زیادہ سوراخ والے کے بدلے صحیح کو قصاص میں کاٹا جائے گا۔ اگر سوراخ اتنا ہو کہ جس کو عیب شمار کیا جائے۔ یا شگاف اور سوراخ کی حد تک قصاص لیا جائے اور باقی کا تاوان یا شگاف کی دیت دینے کے بعد قصاص لیا جائے؟ اس میں کئی صورتیں ہیں آخری وجہ بعید نہیں۔ اور اگر کان کے کچھ حصّہ کو کاٹے تو اس کا قصاص جائز ہے۔

مسئلہ ۱۹: اگر کسی کا کان کاٹے، لیکن جس کا کان کٹا ہے وہ اس کو دوبارہ جوڑ دے اور وہ جُڑ جائے

مسألة ١٩ ـ لو قطع أذنه فألصقها المجني عليه والتصقت فالظاهر عدم سقوط القصاص، ولو اقتص من الجاني فألصق الجاني أذنه و التصقت ففي رواية قطعت ثانية لبقاء الشين، و قيل يأمر الحاكم بالابانة لحمله الميتة و النجس، وفي الرواية ضعف، ولو صارت بالالصاق حية كسائر الأعضاء لم تكن ميتة، و تصح الصلاة معها، و ليس للحاكم و لا لـ يره إبانتها، بل لو أبانه شخص فعليه القصاص لو كان عن عمد و علم، و إلا فالدية، ولو قطع بعض الأذن و لم يبنها فان أمكنت المماثلة في القصاص ثبت و إلا فلا، و له القصاص ولو مع إلصاقها.

مسألة ٢٠ ـ لو قطع أذنه فأزال سمعه فهما جنايتان، ولو قطع أذناً مستحشفة شلاء ففي القصاص إشكال، بل لا يبعد ثبوت ثلث الدية.

مسألة ٢١ ـ يثبت القصاص في العين، و تقتص مع مساواة المحل، فلا تقلع اليمنى باليسرى و لا بالعكس، ولو كان الجاني أعور اقتص منه و إن عمي، فان الحق أعماه، و لا يرد شيء إليه ولو كانت ديتها دية النفس إذا كان العور خلقة أو بآفة من الله تعالى، و لا فرق بين كونه أعور خلقة أو بجناية أوآفة أوقصاص، ولو قطع أعور العين الصحيحة من أعور يقتص منه.

مسألة ٢٢ ـ لو قلع ذو عينين عين أعور اقتص له بعين واحدة، فهل له مع ذلك الرد بنصف الدية؟ قيل لا، و الأقوى ثبوته، و الظاهر تخيير المجني عليه بين أخذ الدية كاملة و بين الاقتصاص و أخذ نصفها، كما أن الظاهر أن الحكم ثابت فيما تكون لعين الأعور دية كاملة، كما كان خلقة أو بآفة من الله، لا في غيره مثل ما إذا قلع عينه قصاصاً.

مسألة ٢٣ ـ لو قلع عيناً عمياء قائمة فلا يقتص منه، و عليه ثلث الدية.

مسألة ٢٤ ـ لو أذهب الضوء دون الحدقة اقتص منه بالمماثل بما أمكن إذهاب الضوء مع بقاء الحدقة، فيرجع إلى حذاق الأطباء ليفعلوا به ما ذكر و قيل في طريقه يطرح على أجفانه قطن مبلول ثم تحمى المرآة و تقابل بالشمس ثم

تو ظاہر یہ ہے کہ قصاص ساقط نہیں ہوگا۔ اگر مجرم سے قصاص لیا جائے لیکن مجرم اپنے کان کو جوڑے اور وہ جُڑ جائے تو ایک روایت ہے کہ دوبارہ کاٹا جائے تاکہ عیب اس میں باقی رہ جائے۔ اور کہا گیا ہے کہ حاکم شرع اس کو حکم دے تاکہ وہ اسے الگ کرے اس لئے کہ وہ مُردار اور نجس چیز اُٹھائے ہوئے ہے۔ روایت ضعیف ہے۔ اور اگر ملانے سے دوسرے اعضا کی طرح اس میں زندگی آجائے تو مردار نہیں، اور اس کے ساتھ نماز صحیح ہے۔ لہٰذا حاکم شرع اور کسی کو اسے جُدا کرنے کا حق نہیں۔ بلکہ اگر کوئی اسے جُدا کرے تو اس سے قصاص لیا جائے۔ اگر جان بُوجھ کر اس نے ایسا کیا ہو۔ اگر جان کر نہ کیا ہو تو دیت ہے۔ اگر کان کا کچھ حصّہ کاٹے اور اسے جُدا نہ کیا ہو تو اگر اس کے مثل قصاص لینا ممکن ہو تو ثابت ہے۔ ورنہ نہیں، اور اس کو قصاص کا حق ہے چاہے جوڑ ہی دیا ہو۔

مسئلہ ۲۰: اگر کسی کا کان کاٹ کر اس کی سننے کی طاقت ختم کردے تو دو جرم ہوں گے اور اگر سنتے ہوئے مفلوج کان کو کاٹے تو قصاص ثابت ہونے میں اشکال ہے بلکہ بعید نہیں کہ ایک تہائی دیت ثابت ہو۔

مسئلہ ۲۱: آنکھ کا قصاص ثابت ہے۔ اگر دونوں کی جگہ مساوی ہو تو قصاص لیا جائے گا۔ بائیں کے بدلے داہنی اور داہنی کے بدلے بائیں نہیں نکالی جائے گی۔ اگر مجرم کانا ہو تو اس سے قصاص لیا جائے گا چاہے اندھا ہو جائے۔ اس لئے کہ حق (کی ادائیگی) نے اس کو اندھا کیا ہے۔ اور اگر اس کی دیت نفس کی دیت کے برابر ہو اور وہ آفت الٰہی کے نتیجہ میں کانا ہو تو اس کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ پیدائشی کانا ہو یا جرم، آفت یا قصاص کے نتیجہ میں ہوا ہو۔ اور اگر کانا شخص کسی کانے کی سالم آنکھ نکال لے تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔

مسئلہ ۲۲: اگر دو آنکھوں والا کانے کی آنکھ نکال دے تو قصاص میں اس کی آنکھ نکال دی جائے۔ لیکن کیا اس کے ساتھ وہ آدھی دیت بھی دے؟ کہا گیا ہے کہ ''نہیں''، لیکن اقویٰ یہ ہے کہ آدھی دیت اس پر ثابت ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ جس کی آنکھ نکالی گئی ہے۔ اسے اختیار ہے کہ پوری دیت لے۔ یا قصاص لے اور اس کے ساتھ آدھی دیت۔ جیسا کہ ظاہر یہ ہے کہ اس صورت میں بھی حکم ثابت ہے جب کانے کی دیت کامل ہو جیسا کہ پیدائشی کانا ہو یا آفت الٰہی سے ہوا ہو۔ اگر اس کے علاوہ کسی وجہ سے کانا ہوا ہو تو نہیں۔ مثلاً اس کی آنکھ قصاص میں نکالی گئی ہو۔

مسئلہ ۲۳: اگر اپنی ہی حالت پر رکی ہوئی اندھی آنکھ نکالے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ اس سے ایک تہائی دیت لی جائے گی۔

مسئلہ ۲۴: اگر حدقہ چشم نہ نکالے مگر اس کی بینائی ختم کردے تو ممکن ہونے کی صورت میں اس سے اس کے مثل قصاص لیا جائے۔ بینائی ختم کردی جائے مگر حدقہ چشم باقی رہنے دیا جائے۔ پس اس کام کے لئے ماہرین کو بلانا پڑے گا تاکہ اس شخص سے مذکورہ قصاص لیں۔ اس کا طریقہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ گیلی روئی اس کی پلکوں پر رکھی جائے۔ پھر آئینہ گرم کیا جائے اور اسے سورج کے سامنے رکھا جائے۔ اس کے بعد

تفتح عيناه و يكلف بالنظر إليها حتى يذهب النظر وتبق الحدقة ولو لم يكن إذهاب الضوء إلا بايقاع جناية أخرى كالتسميل و نحوه سقط القصاص و عليه الدية.

مسألة ٢٥ ـ تقتص العين الصحيحة بالعمشاء و الحولاء و الخفشاء و الجهراء و العشياء.

مسألة ٢٦ ـ في ثبوت القصاص لشعر الحاجب و الرأس و اللحية و الأهداب و نحوها تأمل و إن لا يخلو من و.ـ، نعم لو جنى على المحل بجرح و نحوه يقتص منه مع الامكان.

مسألة ٢٧ ـ يثبت القصاص في الأجفان مع التساوي في المحل، ولو خلت أجفان المجني عليه عن الاهداب ففي القصاص و جهان، لا يبعد عدم ثبوته، فعليه الدية.

مسألة ٢٨ ـ في الأنف قصاص، و يقتص الأنف الشام بعادمه، و الصحيح بالمجذوم ما لم يتناثر منه شيء، و إلا فيقتص بمقـدار غير المتناثر، و الصغير و الكبير و الأفطس و الأشم و الأقنى سواء، و الظاهر عدم اقتصاص الصحيح بالمستحشف الذي هو كالشلل، و يقتص بقطع المارن و بقطع بعضه و المارن هو ما لان من الأنف، ولو قطع المارن مع بعض القصبة فهل يقتص المجموع أو يقتص المارن و في القصبة حكومة؟ و جهان، و هنا وجه آخر، و هو القصاص ما لم تصل القصبة إلى العظم، فيقتص الغضروف مع المارن، و لا يقتص العظم.

مسألة ٢٩ ـ يقتص المنخر بالمنخر مع تساوي المحل فتقتص اليمنى باليمنى و اليسرى باليسرى، و كذا يقتص الحاجز بالحاجز، ولو قطع بعض الأنف قيس المقطوع إلى أصله و اقتص من الجاني بحسابه، فلو قطع بعض المارن قيس إلى تمامه فان كان نصفاً يقطع من الجاني النصف أو ثلثاً فالثلث، و لا ينظر إلى عظم المارن و صغره، أو قيس إلى تمام الأنف فيقطع بحسابه لئلا يستوعب أنف الجاني إن كان صغيراً.

اس کی آنکھیں کھولی جائیں اور اسے "دیکھنے" پر مجبور کیا جائے تاکہ اس کی بینائی ختم ہوجائے مگر "حدقہ" باقی رہے اور اگر دوسرا جرم کئے بغیر بینائی ختم کرنا ممکن نہ ہو جیسے آنکھ نکالنا وغیرہ تو قصاص ساقط ہے۔ مگر اسے دیت دینی پڑے گی۔

مسئلہ ۲۵: اندھی آنکھ، بھینگی آنکھ، صرف رات کو دیکھنے والی آنکھ، سورج کی روشنی میں چُندھیا جانے والی آنکھ اور رات کو نہ دیکھ سکنے والی آنکھ کے قصاص میں سالم آنکھ نکالی جائے گی۔

مسئلہ ۲۶: ابرو، سر، داڑھی اور پلکوں وغیرہ کے بالوں کا قصاص لینے میں تأمل ہے۔ اگرچہ وجہ سے خالی نہیں البتہ اگر اس جگہ کو زخمی کرے تو امکان کی صورت میں اس سے قصاص لیا جائے گا۔

مسئلہ ۲۷: اگر پلکوں کی جگہ مساوی ہو تو اس میں قصاص ثابت ہے۔ اور جس پر جرم ہوا ہے اگر اس کی پلکوں پر بال نہ ہوں تو قصاص میں دو صورتیں ہیں۔ بعید نہیں کہ قصاص ثابت نہ ہو بلکہ اسے دیت دینا پڑے۔

مسئلہ ۲۸: ناک کا قصاص ہے۔ جس ناک میں حس بویائی نہ ہو اس کا قصاص بویائی رکھنے والی ناک سے لیا جائے گا۔ جذام خوردہ ناک اگر بلحاظ رنگت ہو تو اس کا قصاص بھی صحیح ناک سے لیا جائے گا۔ اور اگر بلحاظ گنتی ہو تو جس مقدار میں باقی ہے اسی کا قصاص ہوگا۔ چھوٹی، بڑی، چپٹی، لمبی اور جھکی ہوئی ناک جس کے نتھنے تنگ ہوں قصاص میں برابر ہیں۔ ظاہراً جو ناک مفلوج کی طرح خشک ہو اس کے قصاص میں صحیح ناک نہیں کاٹی جائے گی۔ "مارن" اور اس کے بعض حصے کا قصاص ہوگا۔ "مارن" ناک کے نرم حصے کو کہتے ہیں۔ اگر نرم حصے کے ساتھ ناک کے نیچے کا کچھ حصہ بھی کاٹ دے تو کیا ساری ناک کا قصاص ہوگا یا نرم حصے کا قصاص ہوگا اور نیچے کا تاوان دینا ہوگا؟ اس میں دونوں وجہیں ہیں۔ یہاں دوسری وجہ بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر نیچے ہڈی تک نہ پہنچے تو قصاص ہے۔ پس ناک کے نیچے مارن کے نیچے کا حصہ کاٹے تو اس کا قصاص ہوگا اور ہڈی کا قصاص نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۲۹: اگر جگہ برابر ہو تو نتھنے کا قصاص ثابت ہے۔ چنانچہ دائیں کے بدلے دایاں اور بائیں کے بدلے بایاں ہوگا۔ اور اسی طرح حاجز کا قصاص جائز ہے۔ اگر ناک کا کچھ حصہ کاٹ دے تو کٹی ہوئی ناک، پوری ناپ کر اسی کے برابر مجرم سے قصاص لیا جائے۔ اگر ناک کے نرم حصے میں سے کچھ حصہ کاٹ دے تو پورے حصے کو ناپ کر جتنا کٹا ہے اس کے برابر مجرم سے قصاص لیا جائے گا۔ اگر آدھا کٹا ہو تو آدھے کا اور ایک تہائی کٹا ہو تو ایک تہائی کا۔ اس کے بڑے یا چھوٹے ہونے کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ یا پوری ناک کو ناپا جائے گا اور اس کے تناسب سے مجرم کی ناک کاٹی جائے تاکہ اگر مجرم کی ناک چھوٹی ہو تو پوری ناک کو شامل نہ ہوجائے۔

مسئلہ ۳۰: اگر محل قصاص برابر ہو تو ہونٹ کا قصاص ہونٹ ہے۔ پس اوپر کے ہونٹ کا قصاص اوپر والا ہونٹ اور نیچے کے ہونٹ کا قصاص نیچے والا ہونٹ ہے۔ قصاص کے لحاظ سے لمبا، بڑا،

مسألة ٣٠ ـ تقتصّ الشفة بالشفة مع تساوي المحل، فالشفة العليا بالعليا و السفلى بالسفلى، و تستوي الطويلة و القصيرة، و الكبيرة و الصغيرة، و الصحيحة و المريضة ما لم يصل إلى الشلل، و الغليظة و الرقيقة، ولو قطع بعضها فبحساب المساحة كما مر، وقد ذكرنا حد الشفة في كتاب الديات.

مسألة ٣١ ـ يثبت القصاص في اللسان و بعضه ببعضه بشرط التساوي في النطق، فلا يقطع الناطق بالأخرس، و يقطع الأخرس بالناطق و بالأخرس، و الفصيح بغيره، و الخفيف بالثقيل، ولو قطع لسان طفل يقتص به إلا مع إثبات خرسه، ولو ظهر فيه علامات الخرس ففيه الدية.

مسألة ٣٢ ـ في ثدي المرأة و حلمته قصاص، فلو قطعت امرأة ثدي أخرى أو حلمة ثديها يقتص منها، و كذا في حلمة الرجل القصاص، فلو قطع حلمته يقتص منه مع تساوي المحل، فاليمنى باليمنى و اليسرى باليسرى، ولو قطع الرجل حلمة ثدي المرأة فلها القصاص من غير رد.

مسألة ٣٣ ـ في السن قصاص بشرط تساوي المحل، فلا يقلع ما في الفك الأعلى بما في الأسفل و لا العكس، و لا ما في اليمين باليسار و بالعكس، و لا يقلع الثنية بالرباعية أو الطاحن أو الناب أو الضاحك و بالعكس، و لا تقلع الأصلية بالزائدة، و لا الزائدة بالأصلية، و لا الزائدة بالزائدة مع اختلاف المحل.

مسألة ٣٤ ـ لو كانت المقلوعة سن مثغر أي أصلي نبت بعد سقوط أسنان الرضاع ففيها القصاص، و هل في كسرها القصاص أو الـديـة و الأرش؟ وجهان، الأقرب الأول، لكن لابد في الاقتصاص كسرها بما يحصل به المماثلة كالآلات الحديثة، و لا يضرب بما يكسرها لعدم حصولها نوعاً.

مسألة ٣٥ ـ لو عادت المقلوعة قبل القصاص فهل يسقط القصاص أم لا؟ الأشبه الثاني، و المشهور الأول، و لا محيص عن الاحتياط بعدم القصاص، فحينئذ لو كان العائدة ناقصة متغيرة ففيها الحكومة، و إن عادت كما كانت، فلا شيء غير التعزير إلا مع حصول نقص، ففيه الأرش.

چھوٹا، صحیح اور بیمار ہونٹ اگر شل نہ ہو تو برابر ہیں اور موٹا اور پتلا ہونٹ بھی مساوی ہے۔ اگر اس کا کچھ حصّہ کاٹے تو اس کی مساحت کے اعتبار سے قصاص ہوگا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا۔ اور ہونٹ کی حد ہم نے کتاب دیات میں بتا دی ہے۔

مسئلہ ۳۱: پوری زبان اور اس کے کچھ حصّہ کا قصاص ہے۔ بشرطیکہ گویائی میں برابر ہوں۔ پس گونگی کے بدلے بولنے والی زبان نہیں کاٹی جائے گی۔ لیکن بولنے والی اور گونگی کے بدلے۔ گونگی اور فصیح کے بدلے غیر فصیح اور موٹی کے بدلے پتلی زبان کاٹی جائے گی۔ اگر بچے کی زبان کاٹ دے تو اس سے قصاص لیا جائے۔ لیکن بچے کا گونگا ہونا ثابت ہو جانے کی صورت میں نہ کاٹی جائے۔ اور اگر اس میں گونگا ہونے کی علامتیں پائی جاتی ہوں تو اس کی دیت ہے۔

مسئلہ ۳۲: عورت کی پستان اور اس کی نوک کا قصاص ہے۔ پس کوئی عورت اگر دوسری کی پستان یا اس کی نوک کاٹ دے تو اس سے قصاص لیا جائے۔ اسی طرح مرد کی پستان کی نوک کا بھی قصاص ہے۔ چنانچہ اسے کاٹ دینے پر جگہ کے برابر ہونے کی صورت میں قصاص لیا جائے۔ دائیں کے بدلے دائیں اور بائیں کے بدلے بائیں ہے۔ اگر کوئی شخص عورت کی پستان کی نوک کاٹ دے تو مرد کو کچھ دیئے بغیر اس سے قصاص لیا جائے۔

مسئلہ ۳۳: دانتوں کا قصاص ہے بشرطیکہ محل قصاص برابر ہو۔ اوپر والے جبڑے کے دانتوں کے عوض نیچے والے جبڑے کے دانت اور نیچے والے جبڑے کے دانتوں کے بدلے اوپر والے جبڑے کے دانت نہیں اکھاڑے جائیں گے۔ داہنے بائیں اور اس کے برعکس کا بھی یہی حکم ہے اور رباعیات، طواحن، ناب اور ضاحک کے بدلے ثنایات نہیں اکھاڑے جائیں گے۔ اور نہ اس کے برعکس کیا جائے گا۔ زائد دانتوں کے عوض اصلی اور اصلی کے عوض زائد اور زائد کے بدلے زائد اگر ان کی جگہ مختلف ہو تو نہیں اکھاڑے جائیں گے۔

مسئلہ ۳۴: اگر اکھاڑا گیا دانت "مثغر" ہو۔ یعنی وہ دانت جو دودھ کے دانت گرنے کے بعد نکلتا ہے تو اس کا قصاص ہے۔ لیکن آیا اس کو توڑنے کا بھی قصاص ہے یا دیت اور تاوان ہے؟ دونوں صورتیں ہیں۔ اقرب پہلی صورت ہے۔ لیکن توڑنے میں قصاص ایسے ہتھیار سے لیا جائے جس سے اس کے مثل توڑا جا سکے جیسے جدید اوزار اور اس طرح نہ مارا جائے کہ جس سے ٹوٹ جائے اس لئے کہ عموماً اس طرح مماثلت نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۳۵: اکھاڑا گیا دانت اگر قصاص سے پہلے دوبارہ نکل آئے تو آیا قصاص ساقط ہے یا نہیں؟ اشبہ یہ ہے کہ ساقط نہیں۔ لیکن مشہور ساقط ہو جاتا ہے۔ لیکن احتیاط یہی ہے کہ قصاص نہ لیا جائے۔ پس دوبارہ اُگنے والا دانت اگر ناقص یا ٹیڑھا ہو تو اس کا تاوان ہے۔ لیکن اگر پہلے جیسا ہو تو تعزیر کے علاوہ کچھ نہیں۔ مگر یہ کہ اس میں کوئی نقص ہو کہ اس کا تاوان ہے۔

مسألة ٣٦ ـ لو عادت بعد القصاص فعليه غرامتها للجاني بناءً على سقوط القصاص إلا مع عود سنّ الجاني أيضاً، و تستعاد الدية لو أخذها صلحاً، ولو اقتص و عادت سن الجاني ليس للمجني عليه إزالتها، ولو عادت سن المجني عليه ليس للجاني إزالتها.

مسألة ٣٧ ـ لو قلع سن الصبي ينتظر به مدة جرت العادة بالانبات فيها. فان عادت ففيها الأرش على قول معروف، و لا يبعد أن يكون في كل سن منه بعير، و إن لم تعد ففيها القصاص.

مسألة ٣٨ ـ يثبت القصاص في قطع الذكر، و يتساوى في ذلك الصغير ولو رضيعاً و الكبير بلغ كبره ما بلغ و الفحل و الذي سلت خصيتاه إذا لم يؤد إلى شلل فيه، و الأغلف و المختون، و لا يقطع الصحيح بذكر العنين و من في ذكره شلل، و يقطع ذكر العنين بالصحيح و المشلول به، و كذا يثبت في قطع الحشفة، فتقطع الحشفة بالحشفة، و في بعضها أو الزائد عليها استوفي بالقياس إلى الأصل، إن نصفاً فنصفاً و إن ثلثاً فثلثاً و هكذا.

مسألة ٣٩ ـ في الخصيتين قصاص، و كذا في إحداهما مع التساوي في المحل، فتقتص اليمنى باليمنى واليسرى باليسرى، ولو خشي ذهاب منفعة الأخرى تؤخذ الدية، و لا يجوز القصاص إلا أن يكون في عمل الجاني ذهاب المنفعة فيقتص، فلو لم تذهب بالقصاص منفعة الأخرى مع ذهابها بفعل الجاني فان أمكن اذهابها مع قيام العين يجوز القصاص، و الا فعليه الدية، و لو قطع الذكر و الخصيتين اقتص منه، سواء قطعهما على التعاقب أولا.

مسألة ٤٠ ـ في الشفرين القصاص، و المراد بهما اللحم المحيط بالفرج احاطة الشفتين بالفم، و كذا في احداهما، و تتساوى فيه البكر و الثيب. و الصغيرة و الكبيرة، و الصحيحة و الرتقاء و القرناء و العفلاء و المختونة و غيرها، و المفضاة و السليمة، نعم لايقتص الصحيحة بالشلاء، و القصاص في الشفرين انما هو فيما جنت عليها المرأة، ولو كان الجاني عليها رجلاً فلا قصاص عليه، و عليه الدية، و

مسئلہ ۳۶: اگر قصاص لئے جا چکنے کے بعد دانت نکل آئے تو اس صورت میں اگر قصاص ہونے کو مان لیا جائے تو مجرم کو غرامت دینا اس کے ذمّہ ہے۔ مگر یہ کہ مجرم کا دانت بھی دوبارہ نکل آئے۔ اور صلح کے ذریعے دی گئی دیت واپس لی جائے۔ اور اگر قصاص لے، مگر مجرم کا دانت دوبارہ نکل آئے تو جس پر جرم ہوا تھا، اسے حق نہیں کہ اس کے دانت کو نکال دے۔ اور اگر جرم کا شکار ہونے والے کا دانت دوبارہ نکل آئے تو جنایت کار کو حق نہیں کہ اسے نکال دے۔

مسئلہ ۳۷: بچے کا دانت اگر اکھاڑ دے تو اتنی دیر انتظار کیا جائے کہ جس میں معمولاً دانت نکل آتے ہیں۔ پس اگر دوبارہ دانت نکل آئے تو قول معروف ہے کہ اس میں تاوان ہے۔ اور بعید نہیں کہ اس کے ہر دانت کا تاوان ایک اونٹ ہو۔ لیکن نہ نکلنے کی صورت میں قصاص ہے۔

مسئلہ ۳۸: عضو تناسل کاٹنے کا قصاص ہے۔ اس حکم میں چھوٹا، خواہ دودھ پیتے بچے کا ہو، اور بڑا چاہے جتنا بڑا ہو اور فحل کا اور اس شخص کا جس کے بیضتین نکال دیئے گئے ہوں بشرطیکہ وہ مفلوج نہ ہو گیا ہو، اور مختون اور غیر مختون کا برابر ہیں نامرد اور جس کا عضو تناسل مفلوج ہو اس کے بدلے صحیح وسالم کا عضو تناسل نہیں کاٹا جائے گا۔ لیکن نامرد کا صحیح اور مشلول کے بدلے کاٹا جائے گا۔ اور اسی طرح حشفہ کاٹنے کا بھی قصاص ہے۔ پس حشفہ کے بدلے حشفہ کو کاٹ جائے گا۔ اگر حشفہ کا کچھ حصّہ یا اس سے زیادہ کاٹے تو اصل پر قیاس کرتے ہوئے قصاص لیا جائے گا۔ پس نصف کا قصاص نصف، ایک تہائی کا ایک تہائی اور اسی طرح جتنا کاٹا ہو اتنا ہی قصاص ہوگا۔

مسئلہ ۳۹: بیضتین کا قصاص ہے۔ اور اسی طرح ایک بیضہ کا بھی اگر جگہ میں برابر ہوں۔ پس داہنے بیضے کے بدلے داہنا اور بائیں کے عوض بایاں کاٹا جائے۔ اور اگر اس سے دوسرے فائدے کے ضایع ہو جانے کا خوف ہو تو دیت لی جائے گی قصاص جائز نہیں ہوگا۔ مگر یہ کہ مجرم کے جرم سے بھی دوسری منفعت ضایع ہوئی ہو تو اس سے قصاص لیا جائے۔ لیکن اگر قصاص سے وہ منفعت ختم نہ ہوئی ہو، مگر مجرم کے فعل سے ایسا ہو چکا ہو، تو اصل کو باقی رکھتے ہوئے اگر اس کو ختم کر دینا ممکن ہو تو قصاص جائز ہے۔ وگرنہ اس پر دیت ہے۔ اور اگر عضو تناسل اور بیضتین، دونوں کو کاٹ دے تو اس سے قصاص لیا جائے۔ چاہے ان کو یکے بعد دیگرے کاٹا ہو یا نہ۔

مسئلہ ۴۰: "شفرین" کا قصاص ہے۔ ان سے مراد وہ گوشت ہے جو عورت کی شرمگاہ کا اس طرح احاطہ کئے ہوتا ہے جیسے دو ہونٹ منہ کا احاطہ کئے ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح ایک "شفر" کا بھی قصاص ہے اور اس حکم میں باکرہ، غیر باکرہ، چھوٹی، بڑی، سالم، رتقاء، قرناء، عفلا، مختونہ، غیر مختونہ، افضاشدہ، اور سالم برابر ہیں۔ البتہ مشلول کے بدلے صحیح وسالم کو نہیں کاٹا جائے گا۔ اور شفرین کا قصاص اس وقت ثابت ہے کہ یہ جرم عورت سے سرزد ہوا ہو۔ اگر مرد نے یہ جرم اس پر کیا ہو تو اس پر قصاص نہیں۔ بلکہ اس پر دیت ہے۔ اور ایک ناقابل اعتماد روایت میں ہے کہ اگر دیت نہ دے تو عورت کی خاطر اس کی شرمگاہ کاٹ

في رواية غير معتمد عليها إن لم يؤد إليها الدية قطع لها فرجه، و كذا لو قطعت المرأة ذكر الرجل أو خصيته لاقصاص عليها، و عليها الدية.

مسألة ٤١ ـ لو أزالت بكر بكارة أخرى فالظاهر القصاص، و قيل بالدية، و هو وجيه مع عدم إمكان المساواة، و كذا تثبت الدية في كل مورد تعذر المماثلة و المساواة.

وهنا فروع:

الأول ـ لو قطع من كان يده ناقصة باصبع أو أزيد يداً كاملة صحيحة فللمجني عليه القصاص، فهل له بعد القطع أخذ دية مانقص عن يد الجاني؟ قيل: لا، وقيل: نعم فيما يكون قطع إصبعه بجناية و أخذ ديتها أو استحقها، و أما إذا كانت مفقودة خلقة أو بآفة لم يستحق المقتص شيئاً، و الأشبه أن له الدية مطلقا، ولو قطع الصحيح الناقص عكس ما تقدم فهل تقطع يد الجاني بعد أداء دية ما نقص من المجني عليه أو لا يقتص و عليه الدية أو يقتص ما وجد و في الباقي الحكومة؟ وجوه، و المسألة مشكلة مرّ نظيرها.

الثاني ـ لو قطع إصبع رجل فسرت إلى كفه بحيث قطعت ثم اندملت ثبت القصاص فيهما، فتقطع كفه من المفصل، ولو قطع يده من مفصل الكوع ثبت القصاص، ولو قطع معها بعض الذراع اقتص من مفصل الكوع، و في الزائد يحتمل الحكومة و يحتمل الحساب بالمسافة، ولو قطعها من المرفق فالقصاص و في الزيادة ما مرّ، و حكم الرجل حكم اليد، ففي القطع من المفصل قصاص، و في الزيادة ما مرّ.

الثالث ـ يشترط في القصاص التساوي في الأصالة و الزيادة، فلا تقطع أصلية بزائدة ولو مع اتحاد المحل، و لا زائدة بأصلية مع اختلاف المحل، و تقطع الأصلية بالأصلية مع اتحاد المحل، و الزائدة بالزائدة كذلك ، و كذا الزائدة

دی جائے۔ اور اسی طرح اگر کوئی عورت مرد کے عضو تناسل کو کاٹ دے یا بیضے نکال دے تو اس پر قصاص نہیں بلکہ دیت ہے۔

مسئلہ ۱۴: اگر ایک باکرہ دوسری کی بکارت توڑ دے تو ظاہر یہ ہے قصاص ہوگا۔ جبکہ ایک قول یہ ہے کہ دیت ہے اور مساوات ممکن ہونے کی صورت میں یہ قول موجہ ہے۔ اسی طرح ہر ایسا مورد کہ جس میں مماثلت اور مساوات ممکن نہ ہو اس میں دیت ثابت ہے۔

فروعات

پہلی فرع: جبکہ ہاتھ کی انگلیوں میں سے ایک یا ایک سے زیادہ انگلیاں کم ہوں اگر وہ کسی کے صحیح و کامل ہاتھ کو کاٹ دے۔ تو جس پر جرم ہوا ہے وہ قصاص لے سکتا ہے۔ لیکن ہاتھ کاٹنے کے بعد مجرم کے ہاتھ میں موجود کمی کے عوض دیت لینے کا حق ہے یا نہیں؟ کہا گیا ہے کہ "نہیں" اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف اسے حق ہے جبکہ انگلی مجرم کا نشانہ بنی ہو اور اسکی دیت لے چکا ہو یا اسکا حق رکھتا ہو۔ لیکن اگر پیدائشی طور پر نہ ہو یا کسی آفت کے نتیجہ میں مفقود ہوئی ہو تو قصاص لینے والا مزید کوئی حق نہیں رکھتا۔ مگر اشبہ یہ ہے کہ مطلقاً اسے دیت لینے کا حق ہے۔ اس کے برعکس اگر سالم ہاتھ والا ناقص ہاتھ والے کے ہاتھ کو کاٹ دے۔ تو مجنی علیہ پر جو کم جرم ہوا ہے اس کی دیت لینے کے بعد آیا مجرم کا ہاتھ کاٹا جائے۔ یا اس سے قصاص نہیں بلکہ دیت لی جائے۔ یا جتنا ہے اس کو قصاص کے طور پر کاٹا جائے اور باقی کا تاوان لیا جائے؟ کئی صورتیں ہیں۔ لیکن مسئلہ بہت مشکل ہے۔ جس کی نظیر گذر چکی ہے۔

دوسری فرع: اگر کسی کی انگلی کاٹے۔ جس کا زخم ہتھیلی میں سرایت کر جائے اور جب ہتھیلی کاٹ دی جائے تب وہ زخم بھرے تو دونوں کا قصاص ہے۔ پس جوڑ سے اسکی ہتھیلی کاٹ دی جائے۔ اور اگر ہتھیلی کے جوڑ سے کسی کا ہاتھ کاٹے تو قصاص ثابت ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اگر کچھ حصہ بازو کا بھی کاٹے تو ہتھیلی کے جوڑ تک قصاص لیا جائے۔ جبکہ باقی میں احتمال یہ ہے کہ تاوان ہو اور یہ احتمال بھی ہے کہ فاصلہ ناپ کر کاٹا جائے۔ اگر کہنی سے ہاتھ کاٹ دے تو اس کا قصاص ہے اور اس سے زیادہ کا حکم بیان شدہ حکم کے مانند ہے۔ پاؤں کا حکم وہی ہے جو ہاتھ کا ہے۔ پس جوڑ سے کاٹنے پر قصاص ہے اور اس سے زیادہ کا وہی حکم ہے جو بیان ہو چکا ہے۔

تیسری فرع: قصاص کے لئے اصلی اور اضافی ہونے میں مساوات شرط ہے۔ پس اضافی کے بدلے اصلی کو نہ کاٹا جائے چاہے دونوں کا محل ایک ہی ہو۔ اسی طرح اختلاف محل کی صورت میں اصلی کے بدلے اضافی کو نہ کاٹا جائے۔ اگر دونوں کا محل ایک ہو تو اصلی کے بدلے اصلی کو کاٹا جائے۔ اور اسی طرح اضافی کے عوض اضافی کو اور ایسے ہی اگر

بالأصلية مع اتحاد المحل، و فقدان الأصلية، و لا تقطع اليد الزائدة اليمنى بالزائدة اليسرى و بالعكس، و لا الزائدة اليمنى بالأصليةاليسرى، و كذا العكس.

الرابع - لو قطع كفه فان كان للجاني و المجني عليه إصبعاً زائدة في محل واحد كالابهام الزائدة في يمينها و قطع اليمين من الكف اقتص منه، ولو كانت الزائدة في الجاني خاصة فان كانت خارجة عن الكف يقتص منه وتبقى الزائدة، و إن كانت في سمت الأصابع منفصلة فهل يقطع الكف و يؤتى دية الزائدة أو يقتص الأصابع الخمس دون الزائدة و دون الكف و في الكف الحكومة؟ و جهان، أقربها الثاني، ولو كانت الزائدة في المجني عليه خاصة فله القصاص في الكف، و له دية الاصبع الزائدة، و هي ثلث دية الأصلية، ولو صالح بالدية مطلقا كان له دية الكف و دية الزائدة، ولو كان للمجني عليه أربع أصابع أصلية و خامسة غير أصلية لم تقطع يد الجاني السالمة،و للمجني عليه القصاص في أربع و دية الخامسة و أرش الكف.

الخامس - لو قطع من واحد الأنملة العليا و من آخر الوسطى فان طالب صاحب العليا يقتص منه، و للآخر اقتصاص الوسطى، و إن طالب صاحب الوسطى بالقصاص سابقاً على صاحب العليا أخر حقه إلى اتضاح حال الآخر، فان اقتص صاحب العليا اقتص لصاحب الوسطى، و إن عفا أو أخذ الدية فهل لصاحب الوسطى القصاص بعد رد دية العليا أو ليس له القصاص بل لابد من الدية؟ و جهان، أو جهها الثاني، ولو بادر صاحب الوسطى و قطع قبل استيفاء العليا فقد أساء، و عليه دية الزائدة على حقه وعلى الجاني دية أنملة صاحب العليا.

السادس - لو قطع يميناً مثلاً فبذل شمالاً للقصاص فقطعها المجني عليه من غير علم بأنها الشمال فهل يسقط القود أو يكون القصاص في اليمنى باقياً؟ الأقوى هو الثاني، ولو خيف من السراية يؤخر القصاص حتى يندمل اليسار، و لا دية لو بذل الجاني عالماً بالحكم و الموضوع عامداً، بل لا يبعد عدمها مع البذل جاهلاً بالموضوع أو الحكم، ولو قطعها المجني عليه مع العلم بكونها اليسار ضمنها مع جهل

دونوں کا محل ایک ہو اور اصلی نہ ہو تو اصلی کے بدلے اضافی کو کاٹا جائے۔ داہنا اضافی ہاتھ بائیں اضافی ہاتھ کے بدلے نہیں کاٹا جائے گا اور نہ اس کے برعکس کیا جائے گا۔ اور نہ داہنا اضافی ہاتھ، اصلی بائیں ہاتھ کے بدلے کاٹا جائے اور اسی طرح اس کے برعکس بھی نہ کیا جائے۔

چوتھی فرع: اگر ہاتھ کی ہتھیلی کاٹے اور اتفاق سے مجرم کی اور جس پر جرم ہوا ہے اس کی ایک ہی جگہ ایک ایک انگلی اضافی ہو، مثلاً دونوں کے داہنے ہاتھ میں انگوٹھا اضافی ہو اور مجرم نے داہنا ہاتھ کاٹا ہو تو اس سے قصاص لیا جائے۔ اور اگر صرف مجرم کی انگلی اضافی ہو تو ہتھیلی سے الگ ہونے کی صورت میں اس سے قصاص لیا جائے اور اس انگلی کو باقی رکھا جائے۔ لیکن اگر انگلیوں کی طرف ہو اور جدا گانہ طور پر ہو تو آیا ہتھیلی کو کاٹ کر اضافی انگلی کی دیت دی جائے گی یا صرف پانچ انگلیاں کاٹی جائیں گی اور اضافی انگلی اور ہتھیلی کو چھوڑ کر ہتھیلی کی دیت لی جائے گی؟ دونوں وجہیں ہیں مگر اقرب دوسری وجہ ہے۔ اور اگر اضافی انگلی جس پر جرم ہوا ہے اس کے ہاتھ میں ہو تو ہتھیلی کا قصاص لے اور اضافی انگلی کی دیت جس کی مقدار اصلی کی دیت کا تیسرا حصہ ہوگی۔ اور اگر دیت پر ہتھیلی کے قصاص نہ لے تو ہتھیلی اور اضافی انگلی کی دیت اسے دی جائے۔ اور جس پر جرم ہوا ہے اگر اس کی چار انگلیاں اصلی اور پانچویں غیر اصلی ہو تو مجرم کا سالم ہاتھ نہ کاٹا جائے بلکہ جس پر جرم ہوا ہے اسے حق ہے کہ چار انگلیوں کا قصاص لے۔ پانچویں کی دیت اور ہتھیلی کا تاوان۔

پانچویں فرع: اگر ایک شخص کی انگلیوں کے اوپر والے جوڑ اور دوسرے کی انگلیوں کے درمیانی جوڑ کاٹ دے۔ تو جس کی انگلیوں کے اوپری جوڑ کٹے ہیں اگر وہ مطالبہ کرے تو کاٹنے والے سے قصاص لیا جائے۔ اور دوسرا درمیانی جوڑ کاٹ کر قصاص لے۔ لیکن جس کے درمیانی جوڑ کٹے ہیں اگر وہ مطالبہ کرے کہ جس کی انگلیوں کے اوپری جوڑ کٹے ہیں اس سے پہلے وہ قصاص لے تو دوسرے کی پوزیشن واضح ہونے تک اس کا حق تاخیر میں ڈالا جائے گا۔ چنانچہ جس کی انگلیوں کے اوپری جوڑ کٹے ہیں جب وہ قصاص لے چکے تو پھر اس کا قصاص لیا جائے۔ جس کی انگلیوں کے درمیانی جوڑ کٹے ہیں۔ لیکن اگر معاف کر دے یا دیت وصول کرے۔ تو آیا درمیانی جوڑوں والا مجرم کے اوپری جوڑوں کی دیت دینے کے بعد قصاص لینے کا حق رکھتا ہے یا اس کو قصاص کا حق نہیں صرف دیت لے سکتا ہے؟ دونوں وجہیں ہیں۔ زیادہ بہتر دوسری وجہ ہے۔ لیکن جس کے درمیان جوڑ کٹے ہیں اگر وہ جلدی کرے اور اوپری جوڑوں والے کا حق وصول ہونے سے پہلے ہی مجرم سے قصاص لے لے۔ تو اس نے برا کیا۔ اور اپنے حق سے زیادہ کی دیت اسے دینی پڑے گی۔ اور مجرم کو اوپری جوڑوں والے کے جوڑوں کی دیت ادا کرنی پڑے گی۔

چھٹی فرع: اگر داہنا ہاتھ کاٹ کر بایاں ہاتھ قصاص کے لئے پیش کر دے اور جس پر جرم ہوا ہے وہ اس ہاتھ کے بایاں ہونے کے بارے میں نہ جانتے ہوئے اسے کاٹ دے تو آیا قصاص ساقط ہو جائے گا یا داہنے ہاتھ میں قصاص باقی رہے گا؟ اقویٰ یہ ہے کہ باقی رہے گا۔ چنانچہ اگر سرایت کر جانے کا خطرہ ہو تو بائیں کا زخم ٹھیک ہو جانے تک قصاص میں تاخیر کرے اور مجرم نے اگر حکم اور موضوع کا علم رکھتے ہوئے جان کر ایسا کیا ہو تو دیت نہیں۔ بلکہ خود سے ہاتھ پیش کرنے کی صورت میں چاہے حکم اور موضوع سے باخبر بھی ہو تب بھی بعید نہیں کہ دیت نہ ہو اور جس پر جرم ہوا ہے۔ اگر یہ جانتے ہوئے کاٹ دے کہ یہ بایاں ہاتھ ہے۔ تو مجرم کے

الجاني، بل عليه القود، و أما مع علمه و بذله فلا شبهة في الاثم، لكن في القود و الدية إشكال.

السابع - لو قطع إصبع رجل من يده اليمنى مثلاً ثم اليد اليمنى من آخر اقتص للأول، فيقطع إصبعه ثم يقطع يده للآخر، و رجع الثاني بدية إصبع على الجاني، ولو قطع اليد اليمنى من شخص ثم قطع إصبعاً من اليد اليمنى لآخر اقتص للأول، فتقطع يده، و عليه دية إصبع الآخر.

الثامن - إذا قطع إصبع رجل فعفا عن القطع قبل الاندمال فان اندملت فلا قصاص في عمده، و لا دية في خطئه و شبه عمده، ولو قال: عفوت عن الجناية فكذلك، ولو قال في مورد العمد: عفوت عن الدية لا أثر له، ولو قال: عفوت عن القصاص سقط القصاص و لم يثبت الدية و ليس له مطالبتها، ولو قال: عفوت عن القطع أو عن الجناية ثم سرت إلى الكف خاصة سقط القصاص في الاصبع. و هل له القصاص في الكف مع رد دية الاصبع المعفو عنها أو لابد من الرجوع إلى دية الكف؟ الأشبه الثاني مع أنه أحوط، ولو قال: عفوت عن القصاص ثم سرت إلى النفس فللولي القصاص في النفس، و هل عليه رد دية الاصبع المعفو عنها؟ فيه إشكال بل منع و إن كان أحوط، و لو قال: عفوت عن الجناية ثم سرت إلى النفس فكذلك، ولو قال: عفوت عنها و عن سرايتها فلا شبهة في صحته فيما كان ثابتاً، و أما فيما لم يثبت ففيه خلاف، و الأوجه صحته.

التاسع - لو عفا الوارث الواحد أو المتعدد عن القصاص سقط بلا بدل فلا يستحق واحد منهم الدية رضي الجاني أو لا، ولو قال: عفوت إلى شهر أو إلى سنة لم يسقط القصاص و كان له بعد ذلك القصاص، ولو قال: عفوت عن نصفك أو عن رجلك فان كنى عن العفو عن النفس صح و سقط القصاص، و إلا ففي سقوطه إشكال بل منع، ولو قال: عفوت عن جميع أعضائك إلا رجلك مثلاً لا يجوز له قطع الرجل، و لا يصح الاسقاط.

العاشر - لو قال: عفوت بشرط الدية و رضي الجاني وجب دية المقتول لا دية القاتل.

جاہل ہونے کی صورت میں اس کا ضامن ہے۔ بلکہ اس پر قصاص ہے۔ لیکن مجرم کے باخبر ہونے کے باوجود اگر وہ پیش کردے اور یہ کاٹ دے تو گناہ گار ہونے میں کوئی شبہ نہیں لیکن قصاص اور دیت میں اشکال ہے۔

ساتویں فرع: مثلاً اگر کسی کے داہنے ہاتھ کی انگلی کاٹے اور پھر کسی اور کا داہنا ہاتھ کاٹ دے۔ تو پہلے کا قصاص لیا جائے گا۔ اور اصلی انگلی کاٹ دی جائے گی۔ پھر دوسرے کے قصاص میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور یہ شخص ایک انگلی کی دیت کا مجرم سے مطالبہ کر سکتا ہے۔ اور اگر کسی کا داہنا ہاتھ کاٹ کر دوسرے کے داہنے ہاتھ کی انگلی کاٹ دے، تو پہلے کے قصاص میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور دوسرے کی انگلی کی دیت ادا کرے۔

آٹھویں فرع: اگر کسی کی انگلی کاٹے مگر وہ زخم بھرنے سے پہلے ہی اسے معاف کر دے۔ تو اگر زخم ٹھیک ہو جائے تو نہ ہی جان کرایسا کرنے کا قصاص ہے اور نہ خطا یا شبہ عمد کی دیت ہے۔ اور اگر یہ کہے "میں نے تمہارا جرم معاف کیا" تو یہی حکم ہے اور اگر عمداً ایسا کئے جانے کے مورد میں کہے "میں نے قصاص کو معاف کیا" تو قصاص ساقط ہے اور دیت بھی ثابت نہیں۔ چنانچہ دیت کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر کہے "میں نے تمہاری انگلی کاٹے جانے کو معاف کیا" یا جرم کو معاف کیا اور زخم صرف ہتھیلی میں سرایت کرے تو انگلی کا قصاص ساقط ہو گا مگر آیا معاف شدہ انگلی کی دیت دینے کے بعد ہتھیلی کا قصاص لینے کا حق رکھتا ہے یا اس کے لئے لازمی ہے کہ ہتھیلی کی دیت ہی لے؟ اشبہ دوسری صورت ہے اور احوط بھی یہی ہے۔ اگر کہے "میں قصاص سے درگذر کرتا ہوں" لیکن زخم سرایت کر کے جان لیوا ثابت ہو تو اس کا ولی جان کا قصاص لینے کا حق رکھتا ہے۔ لیکن آیا معاف شدہ انگلی کی دیت واپس کرنا پڑے گی؟ اس میں اشکال ہے بلکہ ممنوع ہے اگرچہ احوط ہے۔ اگر کہے کہ "میں نے تمہارا جرم بخش دیا" پھر زخم سرایت کرے اور اس کی جان چلی جائے۔ تب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر کہے "میں نے جرم بھی معاف کیا اور اس کی سرایت بھی" تو معاف کرنے وقت جتنا سرایت کر چکا ہو اس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن جو سرایت اس وقت تک نہیں ہوئی اس میں اختلاف ہے۔ زیادہ بہتر یہی ہے کہ صحیح ہے۔

نویں فرع: اگر ایک وارث یا کئی وارث قصاص معاف کر دیں تو بلا عوض ساقط ہو جائے گا اور ان میں سے کوئی بھی دیت لینے کا حق نہیں رکھتا۔ چاہے مجرم راضی ہو یا نہ۔ اور اگر کہے کہ "ایک ماہ یا ایک سال تک قصاص سے درگذر کی" تو ساقط نہیں ہو گا چنانچہ اس مدت کے بعد قصاص لینے کا حق رکھتا ہے۔ اور اگر کہے کہ میں نے تمہارے نصف بدن یا تمہارے پاؤں کو معاف کیا تو اگر یہ جان بخشی کا کنایہ ہو تو صحیح ہے اور قصاص ساقط ہے۔ ورنہ اس کے ساقط ہونے میں اشکال ہے بلکہ ممنوع ہے۔ اور اگر کہے کہ میں نے پاؤں کے علاوہ تمہارے تمام اعضا کو معاف کیا تو پاؤں کاٹنا جائز نہیں۔ اور اس طرح معاف کرنا صحیح نہیں۔

دسویں فرع: اگر کہے کہ اگر دیت ادا کر دو تو میں نے معاف کیا اور مجرم بھی راضی ہو جائے تو مقتول کی دیت واجب ہو گی قاتل کی نہیں۔

كتاب الديات

وهي جمع الدية بتخفيف الياء، وهي المال الواجب بالجناية على الحر في النفس أو ما دونها، سواء كان مقدراً أولا، وربما يسمى غير المقدر بالأرش و الحكومة، و المقدر بالدية، و النظر فيه في أقسام القتل و مقادير الديات و موجبات الضمان و الجناية على الأطراف و اللواحق.

القول في اقسام القتل

مسألة ١ ـ القتل إما عمد محض أو شبيه عمد أو خطأ محض.

مسألة ٢ ـ يتحقق العمد بلا إشكال بقصد القتل بفعل يقتل بمثله نوعاً، و كذا بقصد فعل يقتل به نوعاً و إن لم يقصد القتل، بل الظاهر تحققه بفعل لا يقتل به غالباً رجاء تحقق القتل كمن ضرب بالعصا برجاء القتل فاتفق ذلك.

مسألة ٣ ـ إذا قصد فعلاً لا يحصل به الموت غالباً و لم يقصد به القتل كما لو ضربه بسوط خفيف أو حصاة و نحوهما فاتفق القتل فهل هو عمد أولا؟ فيه قولان، أشبههما الثاني.

مسألة ٤ ـ لو ضربه بعصا و لم يقلع عنه حتى مات فهو عمد و إن لم يقصد به

کتابِ دیات

دیات، دیت کی جمع ہے۔ دیت کی "ی" مشدد نہیں بلکہ مخفف ہے۔ کسی آزاد شخص کو جانی نقصان یا اس سے کم، اعضا کا نقصان پہونچانے سے اس کو کچھ مال دینا پڑتا ہے جسکو دیت کہتے ہیں۔ یا ہے معین ہو یا نہ ہو۔ کبھی غیر معین ہونے کی صورت میں اس کو ارش اور حکومت (تاوان) اور جو معین ہو اس کو دیت کہتے ہیں۔ اس کتاب میں بحث کے عنوانات یہ ہیں۔ اقسام قتل، مقادیر دیات، موجبات ضمان، اعضا پر جنایت اور ملحقات۔

اقسامِ قتل

مسئلہ ۱: قتل یا (عمد محض) جان بوجھ کر ہوگا یا (خطا محض) غلطی سے ہوگا یا (مشابہ عمد) یعنی جان بوجھ کر جیسے جیسا ہوگا۔

مسئلہ ۲: کسی ایسے فعل کے ذریعہ قتل کا ارادہ کرنے سے جس سے معمولاً قتل ہو جاتا ہو، بلا اشکال قتل عمدی ہو جائے گا۔ اور اسی طرح ایسے فعل کا ارادہ کرنے سے جو معمولاً قاتل ہو، اگرچہ قتل کا ارادہ نہ کرے، قتل عمدی متحقق ہو جائے گا۔ بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ایسے فعل سے بھی متحقق ہو جائے گا جس سے غالباً قتل نہ ہوتا ہو لیکن اسے قتل ہونے کی امید ہو۔ جیسے قتل کرنے کی امید میں لاٹھی مارے اور قتل ہو جائے۔

مسئلہ ۳: اگر ایسے فعل کا ارادہ کرے جس سے غالباً موت واقع نہ ہوتی ہو اور قتل کرنے کا ارادہ بھی نہ ہو۔ مثلاً ہلکے کوڑے سے یا کنکری وغیرہ سے مارے اور قتل ہو جائے۔ تو آیا قتل عمدی کہلائے گا یا نہیں؟ دونوں قول ہیں۔ جس میں اشبہ دوسرا قول ہے۔

مسئلہ ۴: اگر لاٹھی سے مارے اور اس کے مرنے تک اس سے الگ نہ کرے تو یہ قتل عمدی کہلائے گا یا ہے

القتل، و كذا لو منعه من الطعام أو الشراب في مدة لا يحتمل فيها البقاء، ولو رماه فقتله فهو عمد و إن لم يقصده.

مسألة ٥ ـ شبيه العمد ما يكون قاصداً للفعل الذي لا يقتل به غالباً غير قاصد للقتل، كما ضربه تأديباً بسوط و نحوه فاتفق القتل، و منه علاج الطبيب إذا اتفق منه القتل مع مباشرته العلاج، و منه الختان إذا تجاوز الحد و منه الضرب عدواناً بما لا يقتل به غالباً من دون قصد القتل.

مسألة ٦ ـ يلحق بشبيه العمد لو قتل شخصاً باعتقاد كونه مهدور الدم أو باعتقاد القصاص فبان الخلاف أو بظن أنه صيد فبان إنساناً.

مسألة ٧ ـ الخطأ المحض المعبر عنه بالخطأ الذي لا شبهة فيه هو أن لا يقصد الفعل و لا القتل كمن رمى صيداً أو ألقى حجراً فأصاب إنساناً فقتله، و منه ما لو رمى إنساناً مهدور الدم فأصاب إنساناً آخر فقتله.

مسألة ٨ ـ يلحق بالخطأ محضاً فعل الصبي والمجنون شرعاً.

مسألة ٩ ـ تجري الأقسام الثلاثة في الجناية على الأطراف أيضاً، فمنها عمد، و منها شبه عمد، و منها خطأ محض.

القول في مقادير الديات

مسألة ١ ـ في قتل العمد حيث تتعين الدية أو يصالح عليها مطلقا مأة إبل أو مأتا بقرة أو ألف شاة أو مأتا حلة أو ألف دينار أو عشرة آلاف درهم.

مسألة ٢ ـ يعتبر في الابل أن تكون مسنة، و هي التي كملت الخامسة و دخلت في السادسة، و أما البقرة فلا يعتبر فيها السن و لا الذكورة و الأنوثة و كذا الشاة، فيكفي فيهما ما يسمى البقرة أو الشاة، و الأحوط اعتبار الفحولة في الابل و إن كان عدم الاعتبار لا يخلو من قوة.

مسألة ٣ ـ الحلة ثوبان، و الأحوط أن تكون من برود اليمن، و الدينار و

اس سے قتل کرنے کا ارادہ نہ کیا ہو۔ اسی طرح اگر اتنے عرصے تک کھانے پینے سے روک دے جس میں زندہ رہنے کا احتمال نہیں ہوتا اور اگر تیر کا نشانہ بنا کر قتل کرے تو یہ قتل عمدی ہوگا چاہے قتل کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

مسئلہ ۵: مشابہ عمد اس قتل کو کہتے ہیں جس میں ایسے فعل کا ارادہ کیا ہو جس سے غالباً قتل واقع نہیں ہوتا اور نہ قتل کرنے کا ارادہ ہو۔ مثلاً تادیب کے لئے کوڑے وغیرہ سے مارے اور قتل ہوجائے۔ ڈاکٹر اگر علاج خود کر رہا ہو اور بیمار مرجائے تو یہ قتل بھی اسی قبیل سے ہے۔ ختنہ میں اگر حد سے زیادہ کاٹ دے تو اسی قبیل سے ہے۔ اسی طرح اگر دشمنی میں ایسی ضرب لگائے جس سے غالباً قتل واقع نہ ہوتا ہو اور قتل کرنے کا ارادہ بھی نہ ہو۔

مسئلہ ۶: اگر کسی شخص کو یہ اعتقاد رکھتے ہوئے قتل کرے کہ اس کا خون معاف ہے یا قصاص کے خیال سے قتل کرے اور اس کے برخلاف ظاہر ہو۔ یا شکار سمجھتے ہوئے مارے اور پتہ چلے کہ وہ انسان تھا تو مشابہ عمد کے حکم میں ہے۔

مسئلہ ۷: خطا محض کا مطلب ایسی خطا ہے جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔ اس کی صورت یہ ہے کہ نہ فعل کا ارادہ کرے اور نہ قتل کرنے کا، مثلاً شکار پر گولی چلائے یا پتھر پھینکے اور وہ انسان کو لگے جس سے وہ مر جائے۔ اسی طرح اگر کسی کو یہ خیال کرتے ہوئے گولی مارے کہ اس کا خون معاف ہے، مگر وہ دوسرے شخص کو لگے اور وہ اسے قتل کردے۔

مسئلہ ۸: بچے اور دیوانے کا فعل شرعاً خطا محض کے حکم میں ہے۔

مسئلہ ۹: اعضا پر جنایت کی بھی یہی تین صورتیں ہیں۔ ان میں کبھی جنایت عمدی ہوتی ہے کبھی مشابہ عمد اور کبھی محض خطا کی بنا پر ہوتی ہے۔

مقادیر دیات (دیتوں کی مقداریں)

مسئلہ ۱: قتل عمدی میں اگر دیت معین ہوجائے یا اس پر صلح ہوجائے تو اس کی مقدار سو اونٹ یا سو گائیں یا سو بکریاں، یا سو حلّے یا ہزار دینار یا دس ہزار درہم ہے۔

مسئلہ ۲: اونٹ کا مُسِنّہ ہونا ضروری ہے۔ مُسِنّہ سے مراد وہ اونٹ ہے جو پانچ سال پورے کرکے چھٹے سال میں داخل ہو۔ لیکن گائے میں عمر اور تذکیر و تانیث معتبر نہیں اسی طرح بکری میں بھی بس ان دونوں کا بکری یا گائے کہلانا ہی کافی ہے۔ اور احتیاطاً اونٹ کا فحل (نر) ہونا معتبر ہے۔ اگرچہ عدم اعتبار قوت سے خالی نہیں۔

مسئلہ ۳: ایک "حلّہ" دو لباس پر مشتمل ہوتا ہے اور احتیاطاً بُرد یمنی کا ہونا چاہیے، دینار اور درہم وہ

الدرهم هما المسكوكان، و لا يكفي ألف مثقال ذهب أو عشرة آلاف مثقال فضة غير مسكوكين.

مسألة ٤ ـ الظاهر أن الستة على سبيل التخيير، و الجاني مخير بينها، و ليس للولي الامتناع عن قبول بذله، لا التنويع بأن يجب على أهل الابل الابل و على أهل الغنم الغنم و هكذا، فلأهل البوادي أداء أيّ فرد منها، و هكذا غيرهم و إن كان الأحوط التنويع.

مسألة ٥ ـ الظاهر أن الستة أصول في نفسها، و ليس بعضها بدلاً عن بعض و لا بعضها مشروطاً بعدم بعض، و لا يعتبر التساوي في القيمة و لا التراضي، فالجاني مخير في بذل أيها شاء.

مسألة ٦ ـ يعتبر في الأنعام الثلاثة هنا و في قتل شبيه العمد و الخطأ المحض السلامة من العيب و الصحة من المرض، ولا يعتبر فيها السمن، نعم الأحوط أن لا تكون مهزولة جداً و على خلاف المتعارف، بل لا يخلو ذلك من قوة، و في الثلاثة الأخر السلامة من العيب، فلا تجزي الحلة المعيوبة. و لا الدينار و الدرهم المغشوشان أو المكسوران، و يعتبر في الحلة أن لا تقصر عن الثوب، فلا تجزي الناقصة عنه بأن يكون كل من جزئيها بمقدار ستر العورة، فانه لا يكفي.

مسألة ٧ ـ تستأدى دية العمد في سنة واحدة، و لا يجوز له التأخير إلا مع التراضي، و له الاداء في خلال السنة أو آخرها، و ليس للولي عدم القبول في خلالها، فدية العمد مغلظة بالنسبة إلى شبه العمد و الخطأ المحض في السن في الابل و الاستيفاء كما يأتي الكلام فيهما.

مسألة ٨ ـ للجاني أن يبذل من إبل البلد أو غيرها، أو يبذل من إبله أو يشتري أدون أو أعلى مع وجدان الشرائط من الصحة والسلامة و السن فليس للولي مطالبة الأعلى أو مطالبة الابل المملوك له فعلاً.

مسألة ٩ ـ لا يجب على الولي قبول القيمة السوقية عن الأصناف لو بذلها الجاني مع وجود الأصول، و لا على الجاني أداؤها لو طالبها الولي مع وجودها،

معتبر ہیں جو سکہ دار ہوں۔ ہزار مثقال سونا یا دس ہزار مثقال غیر مسکوک چاندی کافی نہیں۔

مسئلہ ۴: ظاہراً یہ چھ چیزیں ترتیبی نہیں بلکہ تخییری ہیں۔ اور مجرم کو کوئی بھی چیز دینے کا اختیار ہے۔ ولی مقتول کو حق نہیں کہ اس کی طرف سے دی جانے والی چیز لینے سے انکار کر دے۔ اور اس سے مراد تخریج بھی نہیں یعنی جس کے پاس اونٹ ہوں، اس پر اونٹ، جس کے پاس گوسفند ہو اس پر گوسفند ہی واجب ہوں علی ہذا القیاس۔ پس صحرانشینوں کو حق ہے کہ جونسی جنس دینا چاہیں دے سکتے ہیں۔ دوسروں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ اگرچہ احوط "تنویع" ہے۔

مسئلہ ۵: ظاہر یہ ہے کہ مذکورہ چھ قسم کی دیتیں اصلی ہیں۔ ان میں ایک چیز دوسری کا بدل نہیں۔ اور نہ یہ شرط ہے کہ اگر ایک چیز نہ ہو تو دوسری دے۔ قیمت میں مساوات اور رضایت طرفین معتبر نہیں پس مجرم کو اختیار ہے کہ جو چیز چاہے دے۔

مسئلہ ۶: قتل شبہ عمد، قتل خطائے محض اور یہاں یعنی قتل عمدی میں، تین طرح کے جانوروں کا، عیب اور بیماری سے پاک و سالم ہونا معتبر ہے۔ لیکن فربہ ہونا ضروری نہیں۔ البتہ یہ احتیاط ہے کہ بہت زیادہ اور خلاف معمول لاغر نہ ہو بلکہ یہ چیز قوت سے خالی نہیں۔ تیسری تین چیزوں کا بے عیب ہونا ضروری ہے۔

پس عیب دار "حلہ" کافی نہیں اور ملاوٹ والے یا ٹوٹے ہوئے درہم و دینار بھی کافی نہیں اور حلہ کے لئے معتبر ہے کہ لباس سے کم نہ ہو۔ پس لباس سے کم ہو تو کافی نہیں۔ مثلاً اس کا ہر ٹکڑا صرف شرمگاہ چھپانے کے کام آسکے۔ اس لئے کہ یہ کافی نہیں۔

مسئلہ ۷: قتل عمدی کی دیت ایک سال کے اندر اندر دی جائے گی اور بغیر دونوں کی مرضی کے اس کے لئے تاخیر کرنا جائز نہیں اور اسے حق ہے کہ دوران سال یا آخر سال میں جب مرضی ہو ادا کرے۔ اور درمیان سال میں ولی کو قبول نہ کرنے کا حق نہیں، قتل عمدی کی دیت میں اونٹ کی عمر اور وصول کرنے کے بارے میں مشابہ عمد اور خطائے محض کی بہ نسبت زیادہ شدت ہے۔ جس کی بحث انشاء اللہ آئے گی۔

مسئلہ ۸: مجرم کو اختیار ہے کہ اسی شہر کے اونٹ دے یا دوسرے شہر سے لا کر دے۔ اپنے اونٹوں میں سے دے۔ یا ان سے کمتر یا بہتر خرید کر دے جبکہ ان میں صحت، سلامتی اور عمر کے شرائط پائے جاتے ہوں۔ ولی کو اعلیٰ اونٹوں یا اس کے مملوکہ اونٹوں کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں۔

مسئلہ ۹: مقتول کے ولی پر واجب نہیں کہ وہ ان اصناف کی بازاری قیمت قبول کرے جبکہ مجرم کے پاس یہ چیزیں موجود ہوں — اور وہ قیمت دے رہا ہو۔ اور نہ مجرم پر واجب ہے کہ اگر ولی قیمت کا مطالبہ کرے مگر اس کے پاس اصل چیزیں موجود ہوں تو قیمت ادا کرے۔ البتہ اگر کوئی بھی چیز میسر نہ ہو اور ولی مقتول قیمت مانگے تو ان میں سے ایک چیز کی قیمت دینا واجب ہے۔ اس میں مجرم کو اختیار ہے۔ ولی کو کسی معین چیز کی قیمت کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں۔

نعم لو تعذر جميع الأصناف و طالب الولي القيمة تجب أداء قيمة واحدة منها، و الجاني مخير في ذلك، و ليس للولي مطالبة قيمة أحدها المعين.

مسألة ١٠ ـ الظاهر عدم إجزاء التلفيق بأن يؤدي مثلاً نصف المقدر ديناراً و نصفه درهماً، أو النصف من الابل و النصف من غيرها.

مسألة ١١ ـ الظاهر جواز النقل إلى القيمة مع تراضيهما، كما أن الظاهر جواز التلفيق بأن يؤدي نصف المقدر أصلاً و عن نصفه الآخر من المقدر الآخر قيمة عنه لا أصلاً.

مسألة ١٢ ـ هذه الدية على الجاني، لا على العاقلة و لا على بيت المال سواء تصالحا على الدية و تراضيا بها أو وجبت ابتداء كما في قتل الوالد ولده و نحوه مما تعينت الدية.

مسألة ١٣ ـ دية شبيه العمد هي الأصناف المتقدمة، و كذا دية الخطأ، ويختص العمد بالتغليظ في السن في الابل و الاستيفاء كما تقدم.

مسألة ١٤ ـ اختلفت الأخبار و الآراء في دية شبيه العمد، ففي رواية أربعون خلفة أي الحامل، وثنية، وهي الداخلة في السنة السادسة، و ثلاثون حقة، وهي الداخلة في السنة الرابعة، و ثلاثون بنت لبون، وهي الداخلة في السنة الثالثة، وفي أخرى ثلاث و ثلاثون حقة و ثلاث و ثلاثون جذعة، وهي الداخلة في السنة الخامسة و أربع و ثلاثون ثنية كلها طروقة، أي البالغة ضراب الفحل أو ما طرقها الفحل فحملت، و في ثالثة بدل كلها طروقة كلها خلفة، و في رابعة جمع بينهما فقال كلها خلفة من طروقة الفحل إلى غير ذلك، فالقول بالتخيير للجاني بينها غير بعيد، لكن لايخلو من إشكال، فالأحوط التصالح، و للجاني الأخذ بأحوطها.

مسألة ١٥ ـ هذه الدية أيضاً من مال الجاني لا العاقلة، فلو لم يكن له مال استسعى أو أمهل إلى الميسرة كما في سائر الديون، ولو لم يقدر عليها ففي كونها على بيت المال احتمال.

مسئلہ ۱۰: ظاہر یہ ہے کہ تلفیق کافی نہیں۔ تلفیق کا مطلب یہ ہے کہ معین شدہ چیزوں سے آدھے درہم اور آدھے دینار یا آدھے اونٹ اور آدھے اس کے علاوہ میں سے ادا کرے۔

مسئلہ ۱۱: ظاہر یہ ہے کہ اگر دونوں راضی ہوں تو اصل چیز سے قیمت پر آسکتے ہیں۔ جیسا کہ ظاہر یہ ہے کہ اس میں تلفیق بھی جائز ہے۔ یعنی معیّن شدہ میں سے آدھی دیت کو اصل چیز اور باقی ماندہ آدھی دیت کو کسی دوسری معیّن شدہ چیز کی قیمت کی شکل میں ادا کرے۔ اصل چیز نہ دے۔

مسئلہ ۱۲: اس دیت کی ادائیگی مجرم کے ذمہ ہے، مجرم کے عاقلہ اور بیت المال کے ذمہ نہیں۔ چاہے طرفین مصالحت کے ذریعہ دیت پر راضی ہوئے ہوں، یا ابتداء سے دیت ہی واجب رہی ہو۔ جیسے باپ کا بیٹے کو قتل کرنے وغیرہ جیسے موارد میں دیت ہی متعین ہوتی ہے۔

مسئلہ ۱۳: مشابہ عمد کی دیت بھی مذکورہ اصناف ہی ہیں۔ اسی طرح قتل خطا کی دیت بھی۔ قتل مشابہ عمد کی دیت میں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اونٹ کی عمر اور وصول کرنے میں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے شدت برتی جاتی ہے۔

مسئلہ ۱۴: مشابہ عمد کی دیت میں روایات و نظریات مختلف ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ "چالیس خلفہ" یعنی شکم دار اور "ثنیہ" یعنی جو چھٹے سال میں داخل ہوں، اور تیس "حقہ" یعنی جو چوتھے سال میں داخل ہوں۔ تیس "بنت لبون" یعنی جو تیسرے سال میں داخل ہوں۔ جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ "تینتیس "حقہ" اور تینتیس "جذعہ" یعنی جو پانچویں سال میں داخل ہوں۔ چونتیس "ثنیہ" کہ جو سب کی سب "حمل" قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں یا "نر" کی آمیزش کے نتیجہ میں حاملہ ہوں۔ تیسری روایت میں "طروقہ" کے بجائے "خلفہ" ہے یعنی جو حاملہ ہوں۔ چوتھی روایت میں "دونوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے" کہ سب "نر" کے ذریعہ حاملہ ہوں۔ اس کے علاوہ اور روایتیں بھی ہیں۔ ان کے درمیان مجرم کو اختیار دینا غیر بعید ہے۔ لیکن اشکال سے خالی نہیں۔

پس احتیاط صلح کر لینے میں ہے۔ مجرم وہی چیز اختیار کرے جس میں زیادہ احتیاط ہو۔

مسئلہ ۱۵: اس دیت کی ادائیگی بھی مجرم کے مال سے ہوگی، عاقلہ کے مال سے نہیں۔ پس اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو وہ کوشش کرکے دے۔ یا اس کو مال ہاتھ آجانے تک مہلت دی جائے۔ جیسا کہ تمام قرضوں میں دی جاتی ہے۔ اور اگر اس پر قادر نہ ہو تو بیت المال سے اس کی ادائیگی کئے جانے کا احتمال ہے۔

مسئلہ ۱۶: مجرم کیلئے احتیاط ہے کہ اس دیت کی ادائیگی میں دو سال سے زیادہ تاخیر نہ کرے۔ اور ولی کے لئے احتیاط یہ ہے کہ دو سال کی اسے فرصت دے۔ اور یہ قول بھی بعید نہیں

مسألة ١٦ ـ الأحوط للجاني أن لا يؤخر هذه الدية عن سنتين، و الأحوط للولي أن يمهله إلى سنتين، و إن لا يبعد أن يقال تستأدى في سنتين.

مسألة ١٧ ـ لو قلنا بلزوم إعطاء الحوامل لو اختلف الولي و من عليه الدية في الحمل فالمرجع أهل الخبرة، و لا يعتبر فيه العدالة، و تكفي الوثاقة و اعتبار التعدد أحوط و أولى، ولو تبين الخطأ لزم الاستدراك ، ولو سقط الحمل أو وضع الحامل أو تعيب ما يجب أداؤه فان كان قبل الاقباض يجب الابدال، و إلا فلا.

مسألة ١٨ ـ في دية الخطأ روايتان: أولىٰهما ثلا ثون حقة و ثلا ثون بنت لبون و عشرون بنت مخاض ـ وهي الداخلة في السنة الثانية ـ و عشرون ابن لبون، و الأخرى خمس و عشرون بنت مخاض و خمس و عشرون بنت لبون و خمس و عشرون حقة و خمس وعشرون جذعة، و لا يبعد ترجيح الأولى و يحتمل التخيير، و الأحوط التصالح.

مسألة ١٩ ـ دية الخطأ المحض مخففة عن العمد وشبيهه في سن الابل وصفتها لو اعتبرنا الحمل في شبهه، وفي الاستيفاء فانها تستأدى في ثلاث سنين في كل سنة ثلثها، و في غير الابل من الأصناف الأخر المتقدمة لا فرق بينها و بين غيرها.

مسألة ٢٠ ـ تستأدى الدية في سنة أو سنتين أو ثلاث سنين على اختلاف أقسام القتل، سواء كانت الدية تامة كدية الحر المسلم، أو ناقصة كدية المرأة و الذمي و الجنين أو دية الأطراف.

مسألة ٢١ ـ قيل: إن كانت دية الطرف قدر الثلث أخذ في سنة واحدة في الخطأ، و إن كان أكثر حل الثلث بانسلاخ الحول، و حل الزائد عند انسلاخ الثاني إن كان ثلثاً آخر فا دون، وإن كان أكثر حل الثلث عند انسلاخ الثاني و الزائد عند انسلاخ الثالث، و فيه تأمل و إشكال، بل الأقرب التوزيع إلى ثلاث سنين.

مسألة ٢٢ ـ دية قتل الخطأ على العاقلة بتفصيل يأتي إن شاء الله تعالى و لا

کہ دو سال میں اس سے دیت وصول کی جائے۔

مسئلہ ۱۷: اگر ہم یہ کہیں کہ صرف حاملائیں دی جانا لازمی ہے۔ تو اگر "ولی" مقتول اور جس کے ذمہ دیت ہے کے درمیان حمل کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو فیصلہ اہلِ خبرہ یعنی ماہرین کریں گے۔ اس میں ان کا عادل ہونا معتبر نہیں۔ باوثوق ہونا ہی کافی ہے۔ اور ان کا متعدد ہونا احوط واولیٰ ہے۔ اور اگر ان کی خطا آشکار ہو جائے تو اس کا تدارک لازمی ہے اور اگر حمل گر جائے، یا وضع حمل کر دے، یا جس کا ادا کرنا واجب ہو وہ معیوب ہو جائے، تو اگر اس کے قبضہ میں دینے سے پہلے ہو تو اس کا بدل دینا واجب ہے۔ لیکن اگر بعد میں ہو تو واجب نہیں۔

مسئلہ ۱۸: دیتِ خطا کے بارے میں دو روایتیں ہیں، پہلی روایت میں ہے کہ "تیس حقے، تیس بنت لبون، بیس "بنت مخاض" یعنی جو تیسرے سال میں داخل ہو اور بیس "ابن لبون" دے اور دوسری روایت میں ہے کہ "پچیس بنت مخاض" "پچیس" بنت لبون "پچیس" حقہ "اور پچیس" جذعہ "دے پہلی روایت کو ترجیح دینا بعید نہیں۔ جبکہ تخییر کا احتمال بھی ہے۔ لہٰذا بہتر، مصالحت کر لینا ہے۔

مسئلہ ۱۹: "خطائے محض" کی دیت میں، عمدی اور شبہ عمد کے مقابلہ میں اونٹ کے سن اور خصوصیت میں جبکہ ہم "حمل" کو شبہ عمد میں معتبر جانیں تخفیف ہے۔ اور وصول کئے جانے میں بھی آسانی ہے۔ اس لئے کہ اس کو تین سال میں، سالانہ ایک تہائی کر کے وصول کیا جاتا ہے اور اونٹ کے علاوہ دوسری مذکورہ اصناف میں اس "دیت"، اور دوسری دیتوں میں کوئی فرق نہیں۔

مسئلہ ۲۰: قتل کی مختلف قسموں کے لحاظ سے دیت کی وصولی ایک سال، دو سال اور تین سال میں کی جاتی ہے۔ چاہے دیت، دیت تامہ ہو۔ جیسے کسی آزاد مسلمان کی دیت یا ناقصہ ہو جیسے عورت، ذمی، جنین اور اعضا کی دیت۔

مسئلہ ۲۱: کہا گیا ہے کہ اگر عضو کی دیت ایک تہائی ہو تو قتل خطا میں اس کی وصولی ایک سال میں ہوگی اور اگر زیادہ ہو تو ایک سال گذرنے پر ایک تہائی کا وقت ہو جائے گا۔ اور بقیہ اگر ایک تہائی ہو یا اس سے کم ہو تو اس کا وقت دوسرے سال کے اختتام پر ہوگا۔ اور اگر ایک تہائی سے زیادہ ہو تو ایک تہائی کا وقت دوسرے سال کے اختتام پر ہوگا۔ اور اس سے جو بچ جائے اس کا وقت تیسرے سال کے اختتام پر ہوگا۔ لیکن اس میں تامل اور اشکال ہے۔ اقرب یہ ہے کہ اس کو تین سال پر تقسیم کر دیا جائے۔

مسئلہ ۲۲: قتل خطا کی دیت عاقلہ کے ذمہ ہے، جس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ آئے گی۔ مجرم اس کا ضامن نہیں۔ اور "عاقلہ" بھی قاتل سے مطالبہ نہیں کر سکتے۔

مسئلہ ۲۳: اگر حرمت والے مہینوں میں قتل کا مرتکب ہو، یعنی رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم میں تو اس پر شدت و سختی کرتے ہوئے، ایک دیت اور اس کا ایک تہائی واجب الادا ہے۔ اس طرح ہے اگر حرمِ مکہ معظمہ میں اس جرم کا مرتکب ہو۔ حرمِ مدینہ منورہ اور دوسرے مشاہد مشرفہ کا یہ حکم نہیں۔ اور اعضا

يضمن الجاني منهاشيئاً، و لا ترجع العاقلة على القاتل.

مسألة ٢٣ ـ لو ارتكب القتل في أشهر الحرم: رجب و ذي القعدة و ذي الحجة و المحرم فعليه الدية و ثلث من أي الأجناس كان تغليظاً، و كذا لو ارتكبه في حرم مكة المعظمة، و لا يلحق بها حرم المدينة المنورة و لا سائر المشاهد المشرفة، ولا تغليظ في الأطراف و لا في قتل الأقارب.

مسألة ٢٤ ـ لو رمى و هو في الحل بسهم و نحوه إلى من هو في الحرم فقتله فيه لزمه التغليظ، و لو رمى و هو في الحرم إلى من كان في الحل فقتله فيه فالظاهر أنه لم يلزمه، و كذا لو رماه في الحل فذهب إلى الحرم و مات فيه أو العكس لم يلزمه، كان الرامي في الحل أو الحرم.

مسألة ٢٥ ـ لو قتل خارج الحرم و التجأ إليه لا يقتص منه فيه، لكن ضيق عليه في المأكل و المشرب إلى أن يخرج منه، فيقاد منه، ولو جنى في الحرم اقتص منه فيه، و يلحق به المشاهد المشرفة على رأي.

مسألة ٢٦ ـ ما ذكر من التقادير دية الرجل الحر المسلم، و أما دية المرأة الحرة المسلمة فعلى النصف من جميع التقادير المتقدمة، فمن الابل خمسون ومن الدنانير خمسمأة، و هكذا.

مسألة ٢٧ ـ تتساوى المرأة و الرجل في الجراح قصاصاً و دية حتى تبلغ ثلث دية الحر، فينتصف بعد ذلك ديتها، فما لم تبلغ الثلث يقتص كل من الآخر بلا رد، فاذا بلغته يقتص للرجل منها بلا ردّ، و لها من الرجل مع الرد، و لا يلحق بها الخنثى المشكل.

مسألة ٢٨ ـ جميع فرق المسلمين المحقة والمبطلة متساو ية في الدية إلا المحكوم منهم بالكفر كالنواصب والخوارج و الغلاة مع بلوغ غلوهم الكفر.

مسألة ٢٩ ـ دية ولد الزنا إذا أظهر الاسلام بعد بلوغه بل بعد بلوغه حد التميز دية سائر المسلمين، و في ديته قبل ذلك تردّد.

مسألة ٣٠ ـ دية الذمي الحر ثمانمأة درهم يهودياً كان أو نصرانياً أو مجوسياً، و

اور رشتہ داروں کے قتل کی دیت میں شدت نہیں۔

مسئلہ ۲۴: اگر "حل" یعنی حرم کے باہر سے کسی شخص پر گولی چلائے جو حرم میں ہو اور اسے قتل کردے تو سختی برتنا لازمی ہے۔ لیکن اگر حرم سے گولی چلا کر ایسے شخص کو قتل کرے جو حرم کے باہر ہو تو ظاہر یہ ہے سختی کرنا لازمی نہیں۔ اسی طرح اگر باہر گولی چلائے اور وہ شخص حرم میں جاکر مرجائے یا اس کے برعکس ہو تو سختی برتنا ضروری نہیں چاہے گولی چلانے والا حرم میں ہو یا حرم کے باہر ہو۔

مسئلہ ۲۵: اگر حرم کے باہر کسی کو قتل کرکے حرم میں پناہ لے لے، تو حرم میں اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ لیکن کھانے پینے میں سختی کی جائے گی تاکہ وہ وہاں سے نکلے، پھر اس سے قصاص لیا جائے۔ اور اگر حرم میں جرم کا مرتکب ہو تو وہیں اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور ایک نظریہ کے مطابق مشاہد مشرفہ کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۲۶: جو مقداریں ذکر ہوئی ہیں یہ آزاد مرد مسلم کی "دیت" کی ہیں۔ آزاد مسلمان عورت کی دیت" بیان شدہ مقداروں کی آدھی مقداریں ہیں۔ پس اونٹ پچاس اور دینار پانچ سو ہونگے اسی طرح دوسری مقداریں بھی آدھی ہوجائیں گی۔

مسئلہ ۲۷: زخموں کے قصاص اور دیت میں مرد و عورت برابر ہیں۔ یہاں تک کہ دیت کی مقدار آزاد مرد کی دیت کی ایک تہائی کے برابر ہوجائے۔ کہ اس کے بعد عورت کی دیت آدھی ہوجائے گی پس جب تک ایک تہائی نہ ہو ہر ایک ایک دوسرے سے بغیر کچھ واپس کئے دیت لے گا۔ لیکن جب ایک تہائی ہوجائے تو عورت سے مرد کا قصاص بغیر کچھ دیئے لیا جائے گا۔ جبکہ مرد سے عورت کا قصاص اضافی مقدار واپس کرکے لیا جائے گا اور خنثائے مشکل کا حکم عورت جیسا نہیں۔

مسئلہ ۲۸: مسلمانوں کے تمام فرقے چاہے حق پر ہوں یا باطل پر "دیت" میں مساوی ہیں۔ مگر وہ فرقے جن پر کفر کے احکام لاگو ہوتے ہیں جیسے نواصب، خوارج اور اہل غلو کہ جن کا غلو کفر پر منتہی ہوتا ہو۔

مسئلہ ۲۹: ولد زنا، اگر بالغ ہونے کے بعد، بلکہ حد تمیز تک پہونچنے کے بعد اسلام کا اظہار کرے تو اس کی دیت، تمام مسلمانوں کی طرح ہے۔ لیکن اس سے پہلے اس کی دیت میں تردد ہے۔

مسئلہ ۳۰: آزاد ذمی کی دیت آٹھ سو درہم ہے چاہے یہودی ہو یا نصرانی یا مجوسی اور ان کی آزاد عورت کی "دیت" کی مقدار مرد کی دیت کے نصف کے برابر ہے۔ بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ان کی دیت میں سے اعضا اور زخموں کی دیت بھی اسی طرح ہوگی جس طرح مسلمان کی دیت میں اعضا اور اس کے زخموں کی ہوتی ہے۔ اور اسی طرح ظاہراً یہ بھی ہے کہ ان کے مرد و عورت کی "دیت" ایک تہائی تک برابر ہوگی۔ جیسے مسلمانوں میں ہوتی ہے۔ بلکہ جس شدت برتنے کا حکم مسلمانوں کے سلسلہ میں ہے بعید نہیں کہ ان کے سلسلہ میں بھی ایسا ہی ہو۔

دية المرأة الحرة منهم نصف دية الرجل، بل الظاهر أن دية أعضائها و جراحاتها من ديتها كدية أعضاء المسلم و جراحاته من ديته، كما أنّ الظاهر أن دية الرجل و المرأة منهم تتساوى حتى تبلغ الثلث مثل المسلم، بل لا يبعد الحكم بالتغليظ عليهم بما يغلظ به على المسلم.

مسألة ٣١ ـ لا دية لغير أهل الذمة من الكفار، سواء كانوا ذوي عهد أم لا، و سواء بلغتهم الدعوة أم لا، بل الظاهر أن لا دية للذمي لو خرج عن الذمة، و كذا لا دية له لو ارتد عن دينه إلى غير أهل الذمة، ولو خرج ذمي من دينه إلى دين ذمي آخر ففي ثبوتها إشكال و إن لا يبعد ذلك.

القول في موجبات الضمان

وفيه مباحث:

المبحث الأول في المباشر

مسألة ١ ـ المراد بالمباشرة أعم من أن يصدر الفعل منه بلا آلة كخنقه بيده أو ضربه بها أو برجله فقتل به أو بآلة كرميه بسهم ونحوه أو ذبحه بمدية أو كان القتل منسوباً إليه بلا تأول عرفاً كالقائه في النار أو غرقه في البحر أو إلقائه من شاهق إلى غير ذلك من الوسائط التي معها تصدق نسبة القتل إليه.

مسألة ٢ ـ لو وقع القتل عمداً يثبت فيه القصاص، و الكلام ها هنا فيما لا يقع عمداً، نحو أن يرمي غرضاً فأصاب إنساناً أو ضربه تأديباً فاتفق الموت و أشباه ذلك مما مر الكلام فيها في شبيه العمد و الخطأ المحض.

مسألة ٣ ـ لو ضرب تأديباً فاتفق القتل فهو ضامن، زوجاً كان الضارب أو ولياً للطفل أو وصياً للولي أو معلماً للصبيان، و الضمان في ذلك في ما له.

مسئلہ ۳۱: ذمیوں کے علاوہ دوسرے کفار کی کوئی "دیت" نہیں چاہے ان سے معاہدہ ہو یا نہ ہو۔ اور چاہے ان تک اسلام کا پیغام پہونچا ہو یا نہ پہونچا ہو۔ بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اگر ذمّی عہدِ ذمّہ سے خارج ہو جائے تو اس کی بھی دیت نہیں۔ اسی طرح اگر وہ اپنے دین سے پھر کر دوسرے کفار میں شامل ہو جائے تو بھی دیت نہیں۔ اور اگر ایک ذمّی اپنے دین سے خارج ہو کر دوسرے ذمّی کے دین میں شامل ہو جائے تو دیت کے "ثابت" ہونے میں اشکال ہے۔ اگرچہ بعید نہیں کہ ثابت ہو۔

موجباتِ ضمان

اس میں چند موضوعات پر بحث کی گئی ہے

پہلی بحث : مُباشر کے بارے میں

مسئلہ ۱: "مباشرت" سے مُراد اعم ہے۔ چاہے کسی شخص سے بغیر ہتھیار کے فعل صادر ہو جیسے ہاتھ سے گلا دبا دے یا ہاتھ یا پاؤں کی ضرب سے قتل کرے، یا کسی ہتھیار جیسے گولی وغیرہ کے ذریعہ مار ڈالے یا چاقو سے ذبح کرے۔ یا عرف میں بغیر کسی تاویل کے قتل کو اس کی طرف نسبت دی جائے۔ مثلاً آگ میں جھونکنا یا دریا میں ڈبونا یا بلندی سے لڑھکانا" وغیرہ جیسے افعال جن کی وجہ سے اس پر قتل کرنا صادق آتا ہو۔

مسئلہ ۲: اگر عمداً قتل واقع ہو تو اس میں قصاص ثابت ہے لیکن یہاں گفتگو غیر عمدی کے بارے میں ہے۔ جیسے کسی چیز کو نشانہ بنا کر گولی چلائے اور وہ انسان کو لگ جائے یا تادیب کے عنوان سے مارے اور اس سے موت واقع ہو جائے اور اس طرح کے دوسرے کام جن کا ذکر مشابہ عمد اور خطائے محض کے ذیل میں ہو چکا ہے۔

مسئلہ ۳: اگر تادیب کے عنوان سے مارنے کی وجہ سے قتل واقع ہو جائے تو ضامن ہے چاہے مارنے والا شوہر ہو یا بچے کا سرپرست دل کا وصی ہو یا بچوں کا استاد اس کی ضمانت اس کے مال میں سے ہے۔

مسألة ٤ ـ الطبيب يضمن ما يتلف بعلاجه إن كان قاصراً في العلم أو العمل ولو كان مأذوناً، أو عالج قاصراً بدون إذن وليه أو بالغاً بلا إذنه و إن كان عالماً متقناً في العمل. ولو أذن المريض أو وليه الحاذق في العلم و العمل قيل: لا يضمن. و الأقوى ضمانه في ما له، و كذا البيطار هذا كله مع مباشرة العلاج بنفسه، و أما لو وصف دواءً و قال: إنه مفيد للمرض الفلاني أو قال إن دواءك كذا من غير أمر بشربه فالأقوى عدم الضمان، نعم لا يبعد الضمان في التطبيب على النحو المتعارف.

مسألة ٥ ـ الختان ضامن إذا تجاوز الحد وإن كان ماهراً، و في ضمانه إذا لم يتجاوزه كما إذا أضر الختان بالولد فمات إشكال، و الأشبه عدم الضمان.

مسألة ٦ ـ الظاهر براءة الطبيب و نحوه من البيطار، و الختان بالابراء قبل العلاج، والظاهر اعتبار إبراء المريض إذا كان بالغاً عاقلاً فيما لا ينتهي إلى القتل، والولي فيما ينتهي إليه، و صاحب المال في البيطار، والولي في القاصر، ولا تبعد كفاية إبراء المريض الكامل العقل حتى فيما ينتهي إلى القتل، و الأحوط الاستبراء منهما.

مسألة ٧ ـ النائم إذا أتلف نفساً أو طرفاً بانقلابه أو سائر حركاته على وجه يستند الاتلاف إليه فضمانه في مال العاقلة، و في الظئر إذا انقلبت فقتلت الطفل رواية بأن عليها الدية كاملة من مالها خاصة إن كانت انما ظأرت طلباً للعز و الفخر، و إن كانت انما ظأرت من الفقر فان الضمان على عاقلتها، و في العمل بها تردد، ولو كان ظئرها للفقر و الفخر معاً فالظاهر أن الدية على العاقلة، و الأم لا تلحق بالظئر.

مسألة ٨ ـ لو أعنف الرجل بزوجته جماعاً فماتت يضمن الدية في ماله، و كذا و أعنف بها ضماً، و كذا الزوجة لو اعنفت بالرجل ضماً، و كذا الأجنبي و لأجنبية مع عدم قصد القتل.

مسألة ٩ ـ من حمل شيئاً فأصاب به إنساناً ضمن جنايته عليه في ماله.

مسئلہ ۴: ڈاکٹر کے علاج سے اگر کوئی مرجائے تو وہ اس کا ضامن ہے۔ بشرطیکہ علم یا عمل میں اس نے کوتاہی کی ہو چاہے اس کو اجازت حاصل رہی ہو۔ یا کسی محتاج کا علاج کرے اور اس کے ولی کی اجازت نہ ہو یا بالغ کا علاج ولی کی اجازت کے بغیر کرے چاہے اتفاقاً جان کار اور ماہر معالج ہی کیوں نہ ہو۔ اگر ولی مریض یا بعض ایسے ڈاکٹر کو علاج کی اجازت دے چکے ہوں جو علم و عمل طبابت میں ماہر ہو تو بعض نے کہا ہے کہ ضامن نہیں۔ لیکن اقوی یہ ہے کہ اپنے مال میں سے ضامن ہے۔ یہی حکم جانوروں کے ڈاکٹر کا بھی ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب بہ نفس نفیس علاج کرے۔ لیکن اگر دوا تجویز کرے اور کہے کہ یہ فلاں مرض کے لئے مفید ہے یا کہے کہ تمہارے لئے فلاں دوا ہے اور پینے کا حکم نہ دے تو اقوی یہ ہے کہ ضامن نہیں البتہ معمول کے مطابق انجام پانے والے علاج میں ضامن ہونا بعید نہیں۔

مسئلہ ۵: ختنہ کرنے والا اگر حد سے زیادہ کاٹ دے تو ضامن ہے چاہے ماہر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر حد سے زیادہ نہ کاٹا ہو۔ تو اس کے ضامن ہونے میں اشکال ہے۔ جیسے ختنہ بچہ کو نقصان دے جس کی وجہ سے وہ لقمۂ اجل بن جائے۔

مسئلہ ۶: اگر علاج سے پہلے طبیب یا حیوانوں کے ڈاکٹر کو ضمانت سے بری کر دیا جائے تو ظاہر یہ ہے کہ وہ بری ہوں گے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ مریض کا بری کرنا، جبکہ وہ عاقل و بالغ ہو، صرف اس صورت میں معتبر ہے کہ علاج قتل کا باعث نہ بنے اور "ولی" قتل سے بھی بری کر سکتا ہے۔ صاحب مال جانوروں کے ڈاکٹر کو اور جو قاصر ہو اس کی طرف سے ولی کا بری کرنا معتبر ہے۔ البتہ جو مریض عقل کے لحاظ سے کامل ہو تو بعید نہیں کہ اس کا قتل سے بری کر دینا کافی ہو۔ لیکن احتیاط یہ ہے کہ دونوں سے بری قرار دیئے جانے کا مطالبہ کیا جائے۔

مسئلہ ۷: سویا ہوا شخص اگر کروٹ بدلنے کی وجہ سے یا دوسری حرکات کی بنا پر کسی کی جان یا کوئی عضو ضائع کر دے اور یہ کہا جا سکے کہ یہ اسی کی وجہ سے ہوا ہے تو اس کی ضمانت "عاقلہ" کے مال میں ہوگی۔ اور "دائی" کہ جو بچے کو دودھ دیتی ہے اگر لوٹ پوٹ کر بچے کو مار ڈالے۔ تو روایت میں ہے کہ اس کے خاص مال میں سے اس پر کامل دیت واجب الادا ہے۔ اگر عزت و فخر کی غرض سے دائی بنی ہو۔ لیکن اگر ناداری کی وجہ سے ایسا کیا ہو تو ضمانت اس کے عاقلہ کے ذمے ہے۔ لیکن اس روایت پر عمل کرنے میں تردد ہے۔ اور اگر فقر و فخر دونوں کی وجہ سے دائی بنی ہو تو ظاہر یہ ہے کہ دیت عاقلہ کے ذمے ہے۔ یہ حکم ماں پر لاگو نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۸: اگر مرد زبردستی اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرے جس کی وجہ سے وہ مر جائے تو اپنے مال میں سے اس کی دیت کا ضامن ہے۔ اسی طرح اگر زوجہ زبردستی اپنے شوہر کو آغوش میں لے کر بھینچے۔ یہی حکم اجنبی اور اجنبیہ کا بھی ہے۔ بشرطیکہ قتل کا ارادہ نہ ہو۔

مسئلہ ۹: جو شخص کوئی چیز اٹھائے ہوئے ہو اگر اس کے ساتھ کسی انسان سے ٹکرا جائے۔ تو اس پر وارد ہونے والی جنایت کا اپنے مال میں سے ضامن ہے۔

مسألة ١٠ ـ من صاح ببالغ غير غافل فمات أو سقط فمات فلادية إلا مع العلم باستناد الموت إليه، فحينئذ إن كان قاصداً لقتله فهو عمد يقتص منه، و إلا شبيه عمد فالدية من ماله، فلو صاح بطفل أو مريض أو جبان أو غافل فمات فالظاهر ثبوت الدية إلا أن يثبت عدم الاستناد، فمع قصد القتل بفعله فهو عمد، و إلا فشبيهه مع عدم الترتب نوعاً أو غفلته عنه، و من هذا الباب كل فعل يستند إليه القتل، ففيه التفصيل المتقدم، كمن شهر سيفه في وجه إنسان أو أرسل كلبه إليه فأخافه إلى غير ذلك من أسباب الاخافة.

مسألة ١١ ـ لو أخافه فهرب فأوقع نفسه من شاهق أو في بئر فمات فان زال عقله و اختياره بواسطة الاخافة فالظاهر ضمان المخيف، و إلا فلا ضمان، ولو صادفه في هربه سبع فقتله فلا ضمان.

مسألة ١٢ ـ لو وقع من علو على غيره فقتله فمع قصد قتله فهو عمد و عليه القود، و إن لم يقصده وقصد الوقوع و كان مما لا يقتل به غالباً فهو شبيه عمد يلزمه الدية في ما له، و كذا لو وقع إلجاءً و اضطراراً مع قصد الوقوع، ولو ألقته الريح أو زلق بنحو لا يسند الفعل إليه فلا ضمان عليه و لا على عاقلته، ولو مات الذي وقع فهو هدر على جميع التقادير.

مسألة ١٣ ـ لو دفعه دافع فمات فالقود في فرض العمد و الدية في شبيهه على الدافع، ولو دفعه فوقع على غيره فمات فالقود أو الدية على الدافع أيضاً، و في رواية صحيحة أنها على الذي وقع على الرجل، فقتله لأولياء المقتول، و يرجع المدفوع بالدية على الذي دفعه، و يمكن حملها على أن الدفع اضطره الى الوقوع بحيث كان الفعل منسوباً إليه بوجه.

مسألة ١٤ ـ لو صدمه فمات المصدوم فان قصد القتل أو كان الفعل مما يقتل غالباً فهو عمد يقتص منه، و إن قصد الصدم دون القتل و لم يكن قاتلاً غالباً فديته في مال الصادم، ولو مات الصادم فهدر لو كان المصدوم في ملكه أو محل مباح أو طريق واسع، ولو كان واقفاً في شارع ضيق فصدمه بلا قصد يضمن

مسئلہ ۱۰: اگر کوئی شخص کسی بالغ کے سر پر جو غافل نہ ہو، زور سے چلائے جس کے نتیجہ میں وہ مر جائے یا گر کر مر جائے تو دیت نہیں۔ مگر یہ پتہ چل جائے کہ موت چلانے ہی کی وجہ سے ہوئی ہے تو ایسی صورت میں اگر اس کو قتل کرنا چاہتا ہو تو یہ قتل عمدی ہے لہٰذا اس سے قصاص لیا جائے۔ لیکن قتل کرنے کا ارادہ نہ ہونے کی صورت میں مشابہ عمد ہے۔ پس اس کے مال سے دیت واجب ہے۔ اور اگر بچے، مریض، بزدل یا غافل شخص کے سر پر چلائے جس کی وجہ سے وہ مر جائے تو ظاہر یہ ہے کہ دیت ثابت ہے۔ مگر یہ معلوم ہو جائے کہ موت اس چلانے کی وجہ سے نہیں ہوئی۔ پس اگر اس نے اپنے اس فعل سے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہو تو یہ قتل عمدی ہوگا۔ ورنہ اگر اس طرح کے چلانے سے معمولاً موت واقع نہ ہوتی ہو یا وہ اس سے غافل ہو تو مشابہ عمد ہوگا۔ اور ہر فعل کہ جس کی طرف قتل کو نسبت دی جاتی ہو، اسی باب سے ہے۔ اور اس کی تفصیل بھی یہی ہے جو بیان ہو چکی۔ جیسا کہ کوئی کسی کے سامنے تلوار کھینچے یا گھیرے کو اس پر دوڑائے اور وہ اسے خوفزدہ کر دے۔ یا اس کے علاوہ خوفزدہ کرنے والے دوسرے اسباب اختیار کرے۔

مسئلہ ۱۱: اگر کسی کو خوف زدہ کرے۔ وہ بھاگے اور اپنے کو بلندی سے گرا دے یا کنویں میں کود جائے اور اس کی موت واقع ہو جائے۔ تو اگر خوف زدہ کرنے سے اس کی عقل اور اس کا اختیار زائل ہو گیا ہو تو ظاہراً ڈرانے والا ضامن ہے۔ لیکن اگر نہ ہوا ہو تو ضامن نہیں اور اگر بھاگنے کے دوران درندے کے چنگل میں پھنس جائے اور درندہ اسے ہلاک کر دے تو ضامن نہیں۔

مسئلہ ۱۲: اگر بلندی سے کسی دوسرے پر گر کر اسے مار ڈالے تو قتل کا قصد ہونے کی صورت میں قتل عمدی ہوگا اور اس پر قصاص ہے۔ لیکن اگر قتل کرنے کا قصد نہ ہو صرف گرنے کا ارادہ کیا ہو اور اس طرح کا گرنا غالباً موجب قتل بھی نہ ہوتا ہو تو یہ مشابہ عمد ہے۔ اور اس کے مال میں دیت کی ادائیگی واجب ہے۔ اسی طرح اگر مجبوری اور ناچاری کی وجہ سے اس پر گرے اور ارادہ بھی اس پر گرنے کا ہو۔ لیکن اگر ہوا اس کو گرا دے یا اس طرح پھسل جائے کہ گرنے کو اس کا اپنا فعل نہ کہا جا سکے تو اس پر ضمانت نہیں اور نہ اس کے عاقلہ پر ہے۔ اور اگر جو شخص گرا ہے وہی مر جائے تو ہر صورت میں اس کا مرنا رائیگاں ہے۔

مسئلہ ۱۳: اگر کوئی شخص کسی کو اٹھا کر پھینکے اور وہ مر جائے تو جان کر ایسا کرنے کی صورت میں قصاص ہے اور مشابہ عمد کی صورت میں پھینکنے والے پر دیت ہے۔ اور اگر پھینکا گیا شخص کسی اور پر جا گرے جس سے وہ شخص مر جائے تو اس میں قصاص یا دیت کا ذمہ دار پھینکنے والا ہے۔ جبکہ ایک روایت صحیحہ میں ہے کہ دیت کا ذمہ دار وہ شخص ہے جو دوسرے پر جا کر گرا ہے۔ پس اولیائے مقتول اسے قتل کر سکتے ہیں اور جس کو پھینکا گیا ہے وہ پھینکنے والے سے اپنی دیت کا مطالبہ کرے۔ اور ممکن ہے کہ اس روایت کو اس پر حمل کیا جائے کہ پھینکے جانے کی وجہ سے وہ گرنے پر مجبور ہوا تھا کہ جس کی وجہ سے اس کام کو اس کی طرف نسبت دی جا سکے۔

مسئلہ ۱۴: اگر کسی کو ٹکر ماری ہو کہ جس کی وجہ سے وہ مر جائے تو اگر قتل کا ارادہ کیا ہو یا ٹکر ایسی ہو کہ جس سے غالباً قتل واقع ہو جاتا ہو تو یہ قتل عمدی ہے جس کا اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور اگر قتل نہیں بلکہ صرف

المصدوم ديته، و كذا لو جلس فيه فعثر به إنسان، نعم لو كان قاصداً لذلك و له مندوحة فدمه هدر، و عليه ضمان المصدوم.

مسألة ١٥ - إذا اصطدم حران بالغان عاقلان فماتا فان قصدا القتل فهو عمد، و إن لم يقصدا ذلك و لم يكن الفعل مما يقتل غالباً فهو شبيه العمد يكون لورثة كل منهما نصف ديته، و يسقط النصف الآخر، و يستوي فيهما الراجلان و الفارسان و الفارس و الراجل، وعلى كل واحد منهما نصف قيمة مركوب الآخر لو تلف بالتصادم، من غير فرق بين اتحاد جنس المركوب واختلافه و إن تفاوتا في القوة و الضعف، و من غير فرق بين شدة حركة أحدهما دون الآخر أو تساويهما في ذلك إذا صدق التصادم، نعم لو كان أحدهما قليل الحركة بحيث لا يصدق التصادم بل يقال صدمه الآخر فلا ضمان على المصدوم، فلو صادمت سيارة صغيرة مع سيارة كبيرة كان الحكم كما ذكر، فيقع التقاص في الدية و القيمة، و يرجع صاحب الفضل إن كان على تركة الآخر.

مسألة ١٦ - لو لم يتعمد الاصطدام بأن كان الطريق مظلماً أو كانا غافلين أو أعميين فنصف دية كل منهما على عاقلة الآخر، و كذا لو كان المصطدمان صبيين أو مجنونين أو أحدهما صبياً و الآخر مجنوناً لو كان الركوب منهما أو من وليهما فيما إذا كان سائغاً له، و لو أركبهما أجنبي أو الولي في غير مورد الجواز أي مورد المفسدة فدية كل منهما تماماً على الذي ركبهما، و كذا قيمة دابتهما لو تلفتا.

مسألة ١٧ - لو اصطدم حران فمات أحدهما و كان القتل شبيه عمد يضمن الحي نصف دية التالف، و في رواية يضمن الباقي تمام دية الميت، و فيها ضعف، ولو تصادم حاملان فأسقطتا و ماتتا سقط نصف دية كل واحدة منهما و ثبت النصف، و ثبت في مالهما نصف دية الجنين مع كون القتل شبيه العمد، ولو كان خطأً فعلى العاقلة.

مسألة ١٨ - لو دعا غيره فأخرجه من منزله ليلاً فهو له ضامن حتى يرجع إليه، فان فقد و لم يعلم حاله فهو ضامن لديته، وإن وجد مقتولاً و ادعى على

ٹکر مارنے کا ارادہ رہا ہو اور وہ ٹکر غالباً قاتل بھی نہ ہو تو اسکی دیت ٹکر مارنے والے کے مال سے واجب الادا ہوگی۔ لیکن اگر ٹکر مارنے والا ہی مرجائے تو اسکی موت رائیگاں ہوگی۔ بشرطیکہ جسکو ٹکر ماری جائے وہ اپنی ملکیت میں یا مباح مقام پر یا کھلے راستے میں ہو۔ لیکن اگر کسی تنگ راستے میں کھڑا ہو اور بغیر قصد کے اس سے ٹکرا جائے تو جس سے ٹکرایا ہے وہ اس کی دیت کا ضامن ہے۔ اسی طرح اگر تنگ راستے میں بیٹھا ہو جس کی وجہ سے کسی کا پاؤں اس سے الجھ کر گر جائے۔ البتہ اس کا ارادہ رہا ہو اور اسکے علاوہ اسکے سامنے راستہ ہو تو اسکا خون رائیگاں ہوگا۔ جبکہ جس کو ٹکر ماری گئی ہے اس کی ضمانت ٹکر مارنے والے کے ذمّہ ہے۔

مسئلہ ١٥: اگر دو بالغ و عاقل اور آزاد اشخاص ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور دونوں مرجائیں تو اگر دونوں نے قتل کرنے کا ارادہ کیا ہو تو یہ قتل عمدی ہوگا۔ لیکن اگر ارادۂ قتل نہ ہو اور فعل بھی ایسا نہ ہو کہ جس سے اکثر و بیشتر قتل واقع ہوجاتا ہو تو یہ قتل "قتل شبہ عمد" کہلائے گا۔ اور ہر ایک کے وارث کے لئے آدھی دیت ہوگی۔ اور بقیہ آدھی دیت ساقط ہوجائے گی۔ اس میں دونوں کا سواری پر ہونا یا پیدل ہونا یا ایک کا سواری پر اور دوسرے کا پیدل ہونا برابر ہے اور سواری تلف ہوجانے کی صورت میں ہر ایک کے ذمّے دوسرے کی سواری کی آدھی قیمت ہوگی۔ چاہے سواری کی جنس ایک ہی ہو یا مختلف چاہے قوت وضعف میں فرق ہی کیوں نہ ہو۔ اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ ایک کی سواری تیزی سے چل رہی ہو اور دوسرے کی تیزی سے نہ چل رہی ہو یا دونوں کی رفتار برابر ہو۔ بشرطیکہ تصادم صادق آرہا ہو۔ البتہ اگر ایک کی رفتار اتنی دھیمی ہو کہ جس سے تصادم صادق نہ آئے بلکہ یہ کہا جائے کہ دوسرے نے اسے ٹکر ماری ہے تو جس کو ٹکر ماری گئی ہے وہ ضامن نہیں۔ پس اگر چھوٹی گاڑی بڑی گاڑی سے ٹکرا جائے تو حکم وہی ہے جو ذکر ہوچکا۔ چنانچہ دیت اور قیمت میں "تقاص" واقع ہوگا۔ پس اگر کچھ اضافہ ہو تو جس کا ہے وہ دوسرے سے لے گا۔

مسئلہ ١٦: اگر ٹکراؤ جان کر نہ ہو۔ مثلاً راستہ تاریک ہو، یا دونوں بے خبر ہوں یا اندھے ہوں۔ تو ہر ایک کی آدھی دیت دوسرے کے عاقلہ کے ذمّے ہے۔ اسی طرح اگر ٹکرانے والے بچے یا دیوانے ہوں یا ایک بچہ اور دوسرا دیوانہ ہو۔ جبکہ خود سوار ہوتے ہوں، یا جائز ہونے کی صورت میں ان کے ولی نے ان کو سوار کیا ہو۔ لیکن اگر کسی غیر شخص نے یا ولی نے سوار کیا ہو اگر اس کے لئے جائز نہ ہو بلکہ مفسدہ ہو تو ہر ایک کی پوری دیت سوار کرنے والے کے ذمّے ہے۔ اور اسی طرح ان کی سواریاں بھی اگر تلف ہوجائیں تو ان کی قیمت بھی۔

مسئلہ ١٧: اگر دو آزاد اشخاص ٹکرا جائیں پس ان میں سے ایک مرجائے اور قتل شبہ عمد ہو تو جو زندہ ہے وہ مرجانے والے کی آدھی دیت کا ضامن ہے۔ جبکہ ایک روایت میں ہے کہ بچ جانے والا میت کی پوری دیت کا ضامن ہے۔ لیکن اس میں "ضعف" ہے۔ اگر دو حاملہ عورتیں آپس میں ٹکرا جائیں دونوں کے حمل ساقط ہوجائیں اور دونوں مرجائیں۔ تو ہر ایک کی آدھی دیت ساقط ہوجائے گی۔ اور آدھی ثابت رہے گی۔ اور اگر قتل شبہ عمد رہا ہو تو ان کے مال میں سے جنین کی آدھی دیت دی جائے گی لیکن اگر قتل خطا کی بنا پر ہو تو یہ دیت عاقلہ کو دینا پڑے گی۔

مسئلہ ١٨: اگر رات کے وقت کسی کو آواز دے کر گھر سے باہر لائے تو جب تک وہ واپس نہ چلا جائے اس کا ضامن ہے۔ پس اگر وہ مفقود ہوجائے اور اس کا پتہ نہ چل سکے تو اسکی دیت کا ضامن ہے۔ اور اگر مقتول پایا جائے۔

غيره و أقام بينة فقد برىء، و إن عدم البينة فعليه الدية و لا قود عليه على الأصح، و كذا لو لم يقر بقتله و لا ادعاه على غيره، و إن وجد ميتاً فان علم أنه مات حتف أنفه أو بلدغ حية أو عقرب و لم يحتمل قتله فلا ضمان، و مع احتمال قتله فعليه الضمان على الأصح.

المبحث الثاني في الأسباب

والمراد بها هاهنا كل فعل يحصل التلف عنده بعلة غيره بحيث لولاه لما حصل التلف كحفر البئر و نصب السكين و إلقاء الحجر و إيجاد المعاثر و نحوها.

مسألة ١ ـ لو وضع حجراً في ملكه أو ملك مباح أو حفر بئراً أو أوتد و تداً أو ألقى معاثر و نحو ذلك لم يضمن دية العاثر، ولو كان في طريق المسلمين أو في ملك غيره بلا إذنه فعليه الضمان في ما له، و لو حفر في ملك غيره فرضي به المالك فالظاهر سقوط الضمان من الحافر، ولو فعل ذلك لمصلحة المارة فالظاهر عدم الضمان، كمن رش الماء في الطريق لدفع الحر أو لعدم نشر الغبار و نحو ذلك.

مسألة ٢ ـ لو حفر بئراً مثلاً في ملكه ثم دعا من لم يطلع كالأعمى أو كان الطريق مظلماً فالظاهر ضمانه، ولو دخل بلا إذنه أو باذنه السابق قبل حفر البئر و لم يطلع الآذن فلا يضمن.

مسألة ٣ ـ لو جاء السيل بحجر فلا ضمان على أحد و إن تمكن من إزالته، ولو رفع الحجر و وضعه في محل آخر نحو المحل الأول أو أضرمنه فلا إشكال في الضمان، و أما لو دفعه عن وسط الطريق إلى جانبه لمصلحة المارة فالظاهر عدم الضمان.

مسألة ٤ ـ لو حفر بئراً في ملك غيره عدواناً فدخل ثالث فيه عدواناً و وقع في البئر ضمن الحافر.

مسألة ٥ ـ من الاضرار بطريق المسلمين إيقاف الدواب فيه و إلقاء الأشياء

اور وہ شخص دوسرے پر قتل کا دعویٰ کرے اور گواہ بھی پیش کردے تو خود بری ہو جائے گا۔ لیکن اگر گواہ نہ ہوں تو اصح یہ ہے کہ اس پر دیت ہے قصاص نہیں۔ اور اسی طرح اگر اس کے قتل کا اقرار نہ کرے اور نہ ہی کسی کے خلاف دعویٰ کرے۔ پس اگر وہ مردہ پایا جائے چنانچہ یہ معلوم ہو جائے کہ دم گھٹنے یا سانپ یا بچھو کے ڈسنے سے مرا ہے اور قتل کئے جانے کا احتمال نہ ہو تو ضامن نہیں لیکن اگر قتل کا احتمال ہو تو اصح یہ ہے کہ ضامن ہے۔

دوسری بحث

اسباب کے بیان میں

اسباب سے مراد ہر وہ کام ہے کہ جس کی وجہ سے کوئی چیز ضائع ہو اس معنی میں کہ اگر وہ کام نہ کیا جاتا تو وہ چیز ضائع نہ ہوتی۔ جیسے کنواں کھودنا، چھری نصب کرنا اور الجھنے اور ٹھوکر کھانے کی غرض سے روڑے ڈالنا وغیرہ۔

مسئلہ ۱: اپنی ملکیت میں، یا ملکیت مباح میں پتھر ڈالے یا کنواں کھودے یا کیل گاڑھے یا روڑے ڈالے یا ایسا ہی کوئی اور کام کرے تو گرنے والے کا ضامن نہیں۔ لیکن مسلمانوں کے راستوں یا دوسرے کی ملکیت میں اسکی اجازت کے بغیر ایسا کرنے پر اپنے مال میں سے اس کی دیت کا ضامن ہے۔ اور اگر غیر کی ملکیت میں کنواں کھودے لیکن مالک اس پر راضی ہو جائے تو ظاہراً کھودنے والا ضامن نہیں رہ جاتا، اور اگر راستہ چلنے والوں کی مصلحت کے تحت ایسا کیا ہو تو ظاہر یہ ہے کہ ضامن نہیں، مثلاً گرمی کم کرنے یا غبار نہ اٹھنے دینے کے لئے راستہ میں پانی چھڑکے یا کوئی اور ایسا ہی کام کرے۔

مسئلہ ۲: مثلاً اپنی ملکیت میں کنواں کھودے اور پھر ایسے شخص کو بلائے جو بے خبر ہو جیسے نابینا، یا راستہ تاریک ہو تو ظاہر یہ ہے کہ ضامن ہے۔ اور اگر اس کی بغیر اجازت کے یا کنواں کھودے جانے سے پہلے کی اجازت کی بنا پر داخل ہو اور اجازت دینے والا خبر نہ رکھتا ہو تو ضامن نہیں۔

مسئلہ ۳: اگر سیلاب کے ساتھ کوئی پتھر بہہ کر آ جائے تو کوئی ضامن نہیں چاہے وہ اسے راستے سے ہٹا دینے پر قادر ہی کیوں نہ ہو اور اگر پتھر کو ایک جگہ سے ہٹائے، لیکن پہلے کی مانند دوسری جگہ میں رکھ دے یا اس سے زیادہ نقصان دہ پوزیشن میں رکھے۔ تو بلا اشکال ضامن ہے۔ لیکن اگر مسافروں کی مصلحت کے تحت راستے کے بیچ میں سے ہٹا کر ایک طرف کر دے تو ظاہر یہ ہے کہ ضامن نہیں۔

مسئلہ ۴: اگر زبردستی دوسرے کی ملکیت میں کنواں کھودے اور تیسرا شخص زبردستی اس کی ملکیت میں داخل ہو اور کنویں میں گر پڑے تو کھودنے والا ضامن ہے۔

مسئلہ ۵: جانور کھڑے کرنا، یا بیچنے کے لئے راستہ میں سامان رکھنا، مسلمانوں کا راستہ بند کرنے کے حکم میں ہے یا

للبيع، و كذا إيقاف السيارات إلا لصلاح المارة بمقدار يتوقف عليه ركوبهم و نقلهم.

مسألة ٦ ـ و من الاضرار إخراج الميازيب بنحو يضر بالطريق، فان الظاهر فيه الضمان، و مع عدم الاضرار لو اتفق إيقاعها على الغير فأهلكه فالظاهر عدم الضمان، و كذا الكلام في إخراج الرواشن و الأجنحة، و لعل الضابط في الضمان و عدمه إذن الشارع و عدمه، فكل ما هو مأذون فيه شرعاً ليس فيه ضمان ما تلف لأجله، كاخراج الرواشن غير المضرة و نصب الميازيب كذلك و كل ما هو غير مأذون فيه ففيه الضمان، كالاضرار بطريق المسلمين بأيّ نحو كان، فلو تلف بسببه فالضمان ثابت و إن لا تخلو الكلية في الموضعين من كلام و إشكال.

مسألة ٧ ـ لو اصطدم سفينتان فهلك ما فيهما من النفس و المال فان كان ذلك بتعمد من القيّمين لهما فهو عمد، و إن لم يكن عن تعمد و كان الاصطدام بفعلهما أو بتفريط منهما مع عدم قصد القتل و عدم غلبة التصادم للتسبب إليه فهو شبيه عمد أو من باب الأسباب الموجبة للضمان، فلكل منهما على صاحبه نصف قيمة ما أتلفه، و على كل منهما نصف دية صاحبه لو تلفا، و على كل منهما نصف دية من تلف فيهما، ولو كان القيمان غير مالكين كالغاصب و الأجير ضمن كل نصف السفينتين و ما فيهما، فالضمان في أموالهما نفساً كان التالف أو مالاً، ولو كان الاصطدام بغير فعلهما و من غير تفريط منهما بأن غلبتهما الرياح فلا ضمان، ولو فرّط أحدهما دون الآخر فالمفرّط ضامن، ولو كان إحدى السفينتين واقفة أو كالواقفة و لم يفرط صاحبها لا يضمن.

مسألة ٨ ـ لو بنى حائطاً في ملكه أو ملك مباح على اساس يثبت مثله عادة فسقط من دون ميل و لا استهدام بل على خلاف العادة كسقوطه بزلزلة و نحوها لا يضمن صاحبه ما تلف به و إن سقط في الطريق أو في ملك الغير، و كذا لو بناه مائلاً إلى ملكه، ولو بناه مائلاً إلى ملك غيره أو إلى الشارع ضمن، و كذا لو

اسی طرح گاڑیاں کھڑی کرنا مگر ایسا کرنا ان کے فائدے میں ہو صرف اس حد تک کہ مسافر سوار ہوں اور دوسری جگہوں پہ جائیں۔

مسئلہ ۶: اس طرح پرنالے نکالنا کہ جو راستہ کے لئے باعث ضرر ہوں نقصان پہونچاتا ہے۔ پس ظاہراً اس میں ضمانت ہے، اور نقصان نہ ہونے کی صورت میں اگر اتفاقاً پرنالہ کسی پہ گر پڑے اور اسے ہلاک کر دے تو ظاہر یہ ہے کہ ضامن نہیں۔ روشن دان اور کھڑکیوں کے اوپر کے پردے باہر نکالنے کی بھی یہی صورت ہے۔ اور شاید ضمانت یا عدم ضمانت کا ضابطہ شارع کی اجازت اور عدم اجازت ہے۔ پس جس چیز کی شرعاً اجازت ہو اس کی بنا پر تلف ہو جانے سے ضامن نہیں جیسے بے ضرر روشن دان نکالنا اور ایسے ہی پرنالے نصب کرنا اور جس چیز کی شرعی اجازت نہ ہو اس کا ضامن ہے۔ مثلاً کسی طرح سے بھی راستہ کو نقصان دہ بنانا۔ پس اگر اس کی وجہ سے تلف ہو جائے تو ضمانت ثابت ہے۔ اگرچہ یہ قاعدہ کلیہ دونوں مواضع میں بحث و اشکال سے خالی نہیں۔

مسئلہ ۷: اگر دو کشتیاں آپس میں ٹکرا جائیں اور ان میں موجود نفوس و اموال ہلاک و برباد ہو جائیں۔ تو اگر دونوں مالکوں نے جان کر ایسا کیا ہو تو یہ قتل عمدی ہوگا۔ لیکن اگر جان کر نہ کیا ہو بلکہ ان کے کسی فعل کی وجہ یا دونوں کی کوتاہی سے ٹکر ہو گئی ہو اور قتل کرنے کا ارادہ بھی نہ ہو اور ٹکر اکثر و بیشتر قتل کا باعث نہ بنتی ہو تو یہ قتل شبہ عمد ہوگا۔ یا ان اسباب کے حکم میں ہے جو موجب ضمانت ہوتے ہیں۔ پس ان میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے کے ذمہ اس کے ضائع کئے گئے اموال کی آدھی قیمت ہے۔ اور اگر دونوں مر گئے ہوں تو ہر ایک پہ دوسرے کی آدھی دیت۔ اور اگر کوئی اور اس میں موت کا شکار ہوا ہو تو ہر ایک پر اس کی آدھی دیت ہوگی۔ لیکن اگر وہ مالک نہ ہوں مثلاً غاصب یا اجیر ہوں تو ہر ایک آدھی آدھی کشتی اور ان میں موجود ہر چیز کے نصف کا ضامن ہے۔ پس ضمانت ان کے اموال میں ہوگی۔ چاہے جان ضائع ہوئی ہو یا مال۔ لیکن اگر ٹکر ان کے کسی فعل یا کوتاہی کی وجہ سے نہ ہوئی ہو۔ مثلاً تیز و تند آندھی کی وجہ سے ہوئی ہو تو ضمانت نہیں۔ اور اگر ایک کوتاہی کرے جبکہ دوسرے نے نہ کی ہو تو جس کی طرف سے کوتاہی ہو وہی ضامن ہوگا اور اگر ایک کشتی کھڑی ہو یا کھڑی ہونے جیسی ہو اور اس کے مالک نے کوتاہی نہ کی ہو تو وہ ضامن نہیں۔

مسئلہ ۸: اگر اپنی ملکیت یا کسی مباح ملکیت میں دیوار تعمیر کرے جس کی بنیاد معمول کے مطابق مضبوط ہو لیکن وہ خلاف معمول بغیر کجی کے ہوتے ہوئے یا بغیر گر پڑ جانے کے مثلاً زلزلے یا کسی اور حادثہ کی بنا پر گر پڑے تو جو کچھ اس کی وجہ سے تلف ہوا ہو، دیوار تعمیر کرنے والا اس کا ضامن نہیں۔ چاہے وہ راستہ میں یا کسی اور کی ملکیت میں ہی کیوں نہ گرے۔ اگر اس کا جھکاؤ اپنی ملکیت کی طرف رکھ کر تعمیر کرے تب بھی یہی حکم ہوگا۔ لیکن اگر غیر کی ملکیت کی طرف یا سڑک کی طرف جھکاؤ رکھ کر تعمیر کرے تو ضامن ہوگا۔

چنانچہ دوسرے کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تعمیر کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اپنی ملکیت میں بالکل سیدھی تعمیر کرے۔ لیکن وہ دوسرے کی ملکیت کی طرف جھک جائے۔ اور اس کی کجی دور کرنے کی فرصت ہاتھ آنے سے پہلے ہی گر جائے تو ضامن نہیں۔ لیکن اگر اس کی کجی کے برطرف کرنے پر قادر ہو تو ضامن ہونے کی وجہ بن سکتی ہے۔ اگر کوئی اور شخص اس کو جھکا دے۔ تو ضامن نہیں۔

بناه في غير ملكه بلا إذن من المالك، ولو بناه في ملكه مستو ياً فال إلى غير ملكه فان سقط قبل تمكنه من الازالة فلا ضمان و إن تمكن منها فـللضمان وجه، ولو أماله غيره فالضمان عليه إن لم يتمكن المالك من الازالة، و إن تمكن فالضمان لا يرفع عن الغير، فهل عليه ضمان فيرجع الورثة إليه و هو يرجع إلى المتعدي أو لا ضمان إلا على المتعدي؟ لا يبعد الثاني.

مسألة ٩ ـ لو أجج ناراً في ملكه بمقدار حاجته مع عدم احتمال التعدي لم يضمن لو اتفق التعدي فأتلفت نفساً أو مالاً بلا إشكال، كما لا إشكال في الضمان لو زاد على مقدار حاجته مع علمه بالتعدي، والظاهر ضمانه مع علمه بالتعدي و إن كان بمقدار الحاجة، بل الظاهر الضمان لو اقتضت العادة التعدي مع الغفلة عنه فضلاً عن عدمها، ولو أجج زائداً على مقدار حاجته فلو اقتضت العادة عدم التعدي فاتفق بأمر آخر على خلاف العادة و لم يظن التعدي فالظاهر عدم الضمان، ولو كان التعدي بسبب فعله ضمن ولو كان التأجيج بقدر الحاجة

مسألة ١٠ ـ لو أججها في ملك غيره بغير إذنه أو في الشارع لا لمصلحة المارة ضمن ما يتلف بها بوقوعه فيها من النفوس و الأموال و إن لم يقصد ذلك، نعم لو ألق آخر مالاً أو شخصاً في النار لم يضمن مؤججها، بل الضمان على الملقي، ولو وقعت الجناية بفعله التوليدي كما أججها و سرت إلى محل فيه الأنفس و الأموال يكون ضامناً للأموال، و أما الأنفس فمع العمد و تعذر الفرار فعليه القصاص، و مع شبيهه الدية في ما له، و مع الخطأ المحض فعلى العاقلة، ثم إنه يأتي في فتح المياه ما ذكرنا في إضرام النار.

مسألة ١١ ـ لو ألق فضولات منزله المزلقة كقشور البطيخ في الشارع أو رش الدرب بالماء على خلاف المتعارف لا لمصلحة المارة فزلق به انسان ضمن، نعم لو وضع المار العاقل متعمداً رجله عليها فالوجه عدم الضمان، ولو تلف به حيوان أو مجنون أو غير مميز ضمن.

ہے۔ بشرطیکہ مالک کبھی دور کرنے پر قادر نہ رہا ہو۔ البتہ قادر ہونے کی صورت میں بھی دوسرے کی گردن سے ضمانت ساقط نہیں ہوگی۔

لیکن آیا مالک بھی ضامن ہے کہ وارث اس سے مطالبہ کریں اور وہ جھکانے والے سے مطالبہ کرے، یا صرف جھکانے والے پر ضمانت ہے؟ دوسری صورت بعید نہیں۔

مسئلہ ۹: اگر اپنی ضرورت کے مطابق اپنی ملکیت میں آگ جلائے اور اس کے پھیل جانے کا احتمال نہ ہو لیکن اگر اتفاق سے آگ پھیل کر کسی شخص یا مال کو جلا دے تو بلا اشکال ضامن نہیں۔ جیسا کہ اگر ضرورت سے زیادہ آگ جلائے اور پھیل جانے کے بارے میں جانتا ہو تو ضامن ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔ ظاہراً آگ کے پھیل جانے کا علم ہونے پر ضامن ہے چاہے ضرورت کے اندر ہی جلائی ہو۔ بلکہ اگر مقتضائے عادت آگ کا پھیل جانا ہو اور وہ اس سے غافل بھی ہو تب بھی ظاہر یہ ہے کہ ضامن ہے۔ چہ جائیکہ غافل نہ ہو۔ اگر ضرورت سے زیادہ آگ جلائے اور عادتاً آگ نہ پھیلتی ہو لیکن برخلاف عادت کسی وجہ سے پھیل جائے اور اسے پھیل جانے کا گمان بھی نہ ہو تو ظاہراً ضامن نہیں۔ اور اگر اپنے کسی فعل سے پھیلی ہو تو ضامن ہے چاہے ضرورت کے اندر ہی جلائی ہو۔

مسئلہ ۱۰: اگر دوسرے کی ملکیت میں بغیر اجازت یا سڑک پر آگ جلائے جس سے چلنے والوں کی کوئی مصلحت وابستہ نہ ہو تو جو نفوس و اموال اس میں گر کر ہلاک و برباد ہوں ان کا ضامن ہے چاہے اس کا ارادہ ایسا کرنے کا نہ ہو۔ ہاں اگر کوئی اور شخص کسی شخص یا مال کو آگ میں ڈال دے تو آگ جلانے والا ضامن نہیں۔ بلکہ اس کی ضمانت ڈالنے والے کی گردن پر ہے۔ اگر اس کے کسی اختراعی کام کی وجہ سے حادثہ ہو جائے۔

مثلاً آگ جلائے اور وہ بھڑک کر ایسی جگہ کو لپیٹ میں لے لے جس میں اشخاص و اموال ہوں تو اموال کا ضامن ہے۔ لیکن اشخاص کے مسئلہ میں اگر جان کر ایسا کیا ہو اور ان کے لئے بھاگنا ممکن نہ ہو تو اس پر قصاص ہے۔ اور اگر مشابہ عمد ہو تو اس کے مال میں سے دیت ہے اور اگر محض خطا کے نتیجہ میں ایسا ہوا ہو تو عاقلہ کے مال میں دیت ہوگی۔ اس کے علاوہ اگر پانی چھوڑ دے تو جو کچھ آگ جلانے کے بارے میں ہم نے بتایا ہے وہ اس کے بارے میں بھی آئے گا۔

مسئلہ ۱۱: اگر اپنے گھر کا کوڑا جو پھسلنے والا ہو جیسے خربوزے کے چھلکے سڑک پر ڈال دے یا خلافِ معمول دروازے کے سامنے چھڑکاؤ کرے جس میں راستہ چلنے والوں کا کوئی فائدہ بھی نہ ہو، چنانچہ کوئی شخص اس کی وجہ سے پھسل جائے تو ضامن ہے۔" ہاں" اگر راستہ چلنے والا عقلمند شخص جان کر اپنا پاؤں اس پر رکھے تو ضامن نہ ہونا ہی موجّہ ہے۔ اور اگر اس سے کوئی حیوان یا دیوانہ یا سوجھ بوجھ نہ رکھنے والا تلف ہو جائے تو ضامن ہے۔

مسئلہ ۱۲: اگر اپنی دیوار یا کسی چیز پر کوئی برتن وغیرہ رکھے۔ جس کے گرنے سے جان یا مال ضائع ہو جائے تو ضامن

مسألة ١٢ ـ لو وضع على حائطه إناءاً أو غيره فسقط و تلف به نفس أو مال لم يضمن إلا أن يضعه مائلا إلى الطريق أو وضعه بنحو تقتضي العادة سقوطه على الطريق، فانه يضمن حينئذ.

مسألة ١٣ ـ يجب حفظ دابته الصائلة كالبعير المغتلم و الفرس العضوض و الكلب العقور لو اقتناه، فلو أهمل حفظها ضمن جنايتها ولو جهل حالها أو علم و لم يقدر على حفظها و لم يفرط فلا ضمان، ولو صالت على شخص فدفعها بمقدار يقتضي الدفاع ذلك فماتت أو وردت عليها جناية لم يضمن بل لو دفعها عن نفس محترمة أو مال كذلك لم يضمن، فلو أفرط في الدفاع فجنى عليها مع إمكان دفعها بغير ذلك أو جنى عليها لغير الدفاع ضمن، و الظاهر جريان الحكم في الطيور الضارية و الهرة كذلك حتى في الضمان مع التعدي عن مقدار الدفاع.

مسألة ١٤ ـ لو هجمت دابة على أخرى فجنت الداخلة فان كان بتفريط المالك في الاحتفاظ ضمن، و إن جنت المدخول عليها كان هدراً.

مسألة ١٥ ـ من دخل دار قوم فعقره كلبهم ضمنوا إن دخل باذنهم، و إلا فلا ضمان، من غير فرق بين كون الكلب حاضراً في الدار أو دخل بعد دخوله، و من غير فرق بين علم صاحب الدار بكونه يعقره و عدمه.

مسألة ١٦ ـ راكب الدابة يضمن ما تجنيه بيديها و إن لم يكن عن تفريط لا برجليها، و لا يبعد ضمان ما تجنيه برأسها أو بمقاديم بدنها، ولو ركبها على عكس المتعارف ففي ضمان ما تجنيه برجليها دون يديها وجه لا يخلو من الاشكال، و إن كان كلتا رجليه إلى ناحية واحدة لا يبعد ضمان جناية يديها، و في ضمان جناية رجليها تردد، و هل يعتبر في الضمان التفريط؟ فيه وجه لا يخلو من إشكال، نعم لو سلبت الدابة اختياره مع عدم علمه بالواقعة و عدم كون الدابة شموساً فالوجه عدم الضمان لا برجلها و لا بيدها و مقاديم بدنها، و كذا الكلام في القائد في التفصيل المتقدم أي ضمان ما تجنيه بيدها و مقاديمها و رجلها، ولو وقف بها ضمن ما تجنيه بيدها و مقاديمها و رجلها و إن لم يكن عن تفريط،

نہیں۔ مگر یہ کہ اس کو راستے کی جانب جھکا کر رکھے یا اس طرح رکھے کہ جس سے وہ راستے کی طرف گر پڑا ہو۔ پس ایسی صورت میں ضامن ہے۔

مسئلہ ۱۳: وحشی چوپائے جیسے مست اونٹ، کاٹنے والے گھوڑے اور چیر پھاڑ کھانے والے کتے کو اگر اپنے لئے پال رکھا ہو تو ان کی حفاظت واجب ہے۔ پس اگر ان کی حفاظت میں سستی کرے تو ان کی جنایت کا ضامن ہے۔ لیکن اگر ان کی حالت معلوم نہ ہو یا معلوم ہو مگر حفاظت پر قادر نہ ہو اور کوئی کوتاہی بھی نہ کی ہو تو ضامن نہیں۔ اگر وہ جانور کسی شخص پر حملہ کرے، اور وہ شخص ضرورت کے مطابق اپنا بچاؤ کرے جس کی وجہ سے جانور مر جائے۔ یا اس کو کچھ نقصان پہونچے تو ضامن نہیں۔ بلکہ اگر کسی محترم شخص یا مال کا بچاؤ کرے تب بھی ضامن نہیں۔ لیکن اگر بچاؤ میں زیادتی کرے جس کی وجہ سے جانور کو نقصان پہونچے۔ جبکہ اس کے علاوہ بچاؤ کرنا ممکن رہا ہو یا بغیر بچاؤ کے اس کو نقصان پہونچائے تو ضامن ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ نقصان دینے والے پرندے اور بلی کا بھی یہی حکم ہے۔ حتیٰ اگر مقدار دفاع سے تجاوز کیا ہو تو ضامن ہونے کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۱۴: اگر ایک جانور دوسرے پر حملہ کرے تو اگر حملہ کرنے والا نقصان پہونچائے اور مالک کی کوتاہی رہی ہو تو ضامن ہے۔ لیکن جس پر حملہ ہوا ہے اگر وہ نقصان پہونچائے تو رائیگاں جائے گا۔

مسئلہ ۱۵: کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل ہو اور ان کا کتا اسے کاٹ لے تو وہ ضامن ہیں اگر ان کی اجازت سے ہی آیا ہو۔ اور اگر بلا اجازت آیا ہو تو کوئی ضامن نہیں۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ کتا پہلے سے گھر میں رہا ہو یا اس کے آنے کے بعد آیا ہو۔ اور چاہے گھر والے کو معلوم رہا ہو کہ کتا اسے کاٹ لے گا یا معلوم نہ رہا ہو۔

مسئلہ ۱۶: جانور اگر اپنے اگلی ٹانگوں سے کسی کو کوئی نقصان پہونچائے تو سوار ضامن ہے۔ چاہے اس نے کوتاہی نہ کی ہو۔ پچھلی ٹانگوں سے نقصان پہونچانے میں نہیں اور سر یا بدن کے اگلے حصّہ سے نقصان پہونچانے پر ضامن ہونا بعید نہیں۔ لیکن اگر وہ خلاف معمول دُم کی طرف منہ کرکے بیٹھا ہو تو اگلے پاؤں سے نہیں بلکہ پچھلے پاؤں سے نقصان پہونچانے پر ضامن ہونے کی ایک وجہ ہے جو اشکال سے خالی نہیں۔ لیکن اگر سوار کے دونوں پاؤں جانور کے ایک پہلو کی طرف ہوں تو اگلے پاؤں کی جنایت کا ضامن ہونا بعید نہیں لیکن پچھلے پاؤں کی جنایت کی ضمانت میں تردد ہے۔ اور آیا ضامن ہونے میں کوتاہی معتبر ہے؟ اس کی ایک وجہ ہے جو اشکال سے خالی نہیں۔ البتہ اگر جانور اس کے اختیار سے باہر ہو جائے اور واقعہ کا اس کو علم نہ ہو اور نہ جانتا ہو کہ جانور سرکش ہے۔ تو وجہ یہ ہے کہ ضامن نہیں نہ اگلے پاؤں نہ پچھلے پاؤں اور نہ بدن کے سامنے والے حصّہ کی جنایت کا! اور یہی بحث اس شخص کے بارے میں بھی ہے کہ جو لگام پکڑے ہو۔ یعنی اگلے پاؤں بدن کے اگلے حصّے اور پچھلے پاؤں کی جنایت کا ضامن ہے۔ اور اس کو روک رکھا ہو تو اگلے اور پچھلے پاؤں اور بدن کے اگلے اور پچھلے پاؤں اور بدن کے اگلے حصّے کی جنایت کا ضامن ہے۔ چاہے اس نے کوتاہی نہ کی ہو۔ اور ظاہر

والظاهر عدم الفرق بين الطريق الضيق و الواسع، و كذا السائق يضمن ما تجنيه مطلقا، ولو ضربها فجنت لأجله ضمن مطلقا، و كذا لو ضربها غيره فجنت لأجله ضمن ذلك الغير إلا أن يكون الضرب دفاعاً عن نفسه، فانه لا يضمن حينئذ الصاحب و لا غيره.

مسألة ١٧ ـ لو كان للدابة راكب و سائق و قائد أو إثنان منها فالظاهر الاشتراك فيما فيه الاشتراك و الانفراد فيما فيه كذلك، من غير فرق بين المالك و غيره، و قيل لو كان صاحب الدابة معها ضمن دون الراكب، و هو كذلك لو كان الراكب قاصراً.

مسألة ١٨ ـ لو ركبها رديفان تساو يا في الضمان إلا إذا كان أحدهما ضعيفاً لمرض أو صغر، فالضمان على الآخر.

المبحث الثالث في تزاحم الموجبات

مسألة ١ ـ إذا اجتمع السبب والمباشر فمع مساواتهما أو كان المباشر أقوى ضمن المباشر، كاجتماع الدافع و الحافر، و اجتماع واضع المعاثر و ناصب السكين و الدافع، و اجتماع مؤجج النار مع الملقي، و اجتماع الباني لحائط مائل مع مسقطه، ولوكان المباشر ضعيفاً و السبب قو ياً فالضمان على السبب، كما لو حفر بئراً في الشارع و غطاها فدفع غيره ثالثاً مع جهله بالواقعة فسقط في البئر فان الضمان على الحافر.

مسألة ٢ ـ لو اجتمع السببان فالظاهر أن الضمان على السابق تأثيراً و إن كان حدوثه متأخراً كما لو حفر بئراً في الشارع و جعل آخر حجراً على جنبها فسقط العاثر بالحجر في البئر فالضمان على الواضع، ولو نصب سكيناً في البئر فسقط في البئر على السكين فالضمان على الحافر، ولو وضع حجراً و وضع آخر حجراً خلفه فعثر بحجر و سقط على آخر فالضمان على الواضع الذي عثر بحجره، و

یہ ہے راستہ کشادہ یا تنگ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور اسی طرح اس جانور کو ہانکنے والا اس کی جنایت کا ضامن ہے۔ اور اگر اس کو مارے جس کی وجہ سے وہ نقصان پہونچادے تو ہر صورت ضامن ہے۔ اسی طرح اگر کوئی اور اس کو مارے جس کی وجہ سے وہ نقصان کردے تو وہی ضامن ہے جس نے مارا تھا۔ مگر یہ کہ اپنے بچاؤ کے لئے مارا ہو تو اس صورت میں نہ مالک اور نہ وہ شخص کوئی بھی ضامن نہیں۔

مسئلہ ۱۷: اگر ایک جانور کے ساتھ ایک ہانکنے والا، ایک سوار اور ایک لگام پکڑے ہو یا دو ہوں تو ظاہر یہ ہے کہ جس کام میں شریک ہیں اس کی جنایت کے ضامن ہونے میں بھی شریک ہیں اور جس میں تنہا ہیں اس کی جنایت کی ضمانت میں بھی تنہا ہوں گے۔ اس میں مالک و غیر مالک میں کوئی فرق نہیں۔ جبکہ کہا گیا ہے کہ اگر جانور کا مالک ساتھ ہو تو وہ ضامن ہے نہ کہ سوار اور اگر مالک کی کوتاہی ہو تو حکم یہی ہے۔

مسئلہ ۱۸: اگر دو سوار ہوں تو ضامن ہونے میں برابر ہوں گے مگر یہ کہ ان میں سے ایک بیماری یا بچپنے کی وجہ سے کمزور ہو تو اس صورت میں دوسرا ضامن ہوگا۔

تیسری بحث

تزاحم موجبات

مسئلہ ۱: اگر سبب قتل اور مباشر قتل (یعنی جس نے قتل کیا ہو) یکجا ہو جائیں تو اگر دونوں مساوی ہوں یا جس نے قتل کیا ہے وہ زیادہ قوی ہو تو، قتل کرنے والا ضامن ہوگا۔ جیسے کنویں میں دھکا دے کر گرانے والے اور کنواں کھودنے والے کا یکجا ہونا اور پھسلنے والی چیزیں رکھنے والے اور چھری نصب کرنے والے اور چھینکنے والے کا اکٹھا ہونا اور آگ جلانے والے اور آگ میں ڈالنے والے کا ایک ہونا جھکی ہوئی دیوار تعمیر کرنے والے اور اس کو گرانے والے کا یکجا ہونا اگر قتل کرنے والا کمزور اور سبب قتل قوی ہو۔ تو ضامن، سبب ہوگا۔ جیسا کہ راستہ میں کنواں کھود کر اس کو اوپر سے ڈھانپ دے۔ کوئی شخص کسی کو حقیقت سے بے خبر ہونے پر دھکا دے اور وہ کنویں میں گر پڑے تو ضامن، کھودنے والا ہوگا۔

مسئلہ ۲: اگر دو سبب جمع ہوں تو ظاہر یہ ہے کہ ضامن وہ ہے جس نے پہلے اثر کیا ہو چاہے بعد میں سرزد ہوا ہو۔ جیسا اگر راستہ میں کنواں کھودے اور ایک دوسرا شخص اس کے کنارے پتھر رکھ دے جس سے ٹھوکر کھا کر کوئی اس میں گر پڑے تو ضامن پتھر رکھنے والا ہوگا۔ اگر کنویں میں چھری گاڑھ دے اور گرنے والا اس پر گرے تو ضامن، کنواں کھودنے والا ہوگا۔ اگر ایک شخص پتھر رکھے، دوسرا اس کے پیچھے ایک اور پتھر رکھ دے، وہ پتھر سے ٹکرا کر دوسرے

هكذا. هذا مع تساويهما في العدوان، ولو كان أحدهما عادياً فالضمان عليه خاصة، كما لو وضع حجراً في ملكه و حفر المتعدي بئراً فعثر بالحجر و سقط في البئر فالضمان على الحافر المتعدي.

مسألة ٣ ـ لو حفر بئراً قليل العمق فعمقها غيره فهل الضمان على الأول للسبق أو على الثاني أو عليهما؟ إحتمالات، أرجحها الأول.

مسألة ٤ ـ لو اشترك إثنان أو أكثر في وضع حجر مثلاً فالضمان على الجميع، و الظاهر أنه بالسوية و ان اختلف قواهم.

مسألة ٥ ـ لو سقط إثنان في البئر فهلك كل منهما باصطدام الآخر فالضمان على الحافر.

القول في الجناية على الأطراف

وفيه مقاصد:

المقصد الأول في ديات الأعضاء

إعلم أن كل ما لا تقدير فيه شرعاً ففيه الأرش المسمى بالحكومة، فيفرض الحر عبداً قابلاً للتقويم و يقوم صحيحه و معيبه و يؤخذ الأرش، و لابد من ملاحظة خصوصيات الصحيح و المعيب حتى كونه معيباً في أمد كما في شعر الرأس الذي ينبت في مدة، و أما التقدير ففي موارد:

الأول: الشعر

مسألة ١ ـ في شعر رأس الذكر صغيرا كان أو كبيرا كثيفاً أو خفيفاً، الدية

پر گرے تو جس کے پتھر سے ٹکرایا ہے، ضامن وہ ہے۔ علی ہذا القیاس یہ اس صورت میں ہے جب دونوں زیادتی کرنے میں برابر ہوں۔ لیکن اگر زیادتی صرف ایک کی ہو تو وہی ضامن ہوگا۔ مثلاً اپنی ملکیت میں پتھر رکھے اور ایک شخص زیادتی کرتے ہوئے کنواں کھود ڈالے پتھر سے ٹکرا کر کوئی شخص کنویں میں گر پڑے تو جس نے کنواں کھود کر زیادتی کی ہے وہ ضامن ہوگا۔

مسئلہ ۳: اگر کنواں کھودے جو زیادہ گہرا نہ ہو لیکن کوئی اور اسے گہرا کر دے تو پہلا ضامن ہوگا یا دوسرا یا دونوں ضامن ہوں گے؟ تینوں احتمال ہیں۔ پہلا احتمال زیادہ وزنی ہے۔

مسئلہ ۴: اگر پتھر رکھنے میں مثلاً دو یا دو سے زیادہ افراد شریک ہوں تو سبھی ضامن ہوں گے اور ظاہر یہ ہے کہ وہ برابر کے ضامن ہوں گے۔ چاہے ان کی توانائیاں مختلف ہوں۔

مسئلہ ۵: اگر دو اشخاص کنویں میں گر پڑیں اور ایک دوسرے سے ٹکرا کر دونوں مر جائیں تو ضامن کنواں کھودنے والا ہوگا۔

اعضا پر وارد ہونے والی جنایتوں کا بیان

اس میں چند مقاصد ہیں:

پہلا مقصد

اعضا کی دیت

جان لیجئے کہ ہر وہ عضو جسکی دیت شرع میں معین نہیں اس کا "ارش" یعنی تاوان ہے جس کو "حکومت" کہتے ہیں، اس میں شخص آزاد کو غلام فرض کر کے اسکی قیمت لگائی جائے گی۔ اور صحیح و سالم اور معیوب کی قیمت معین کر کے تاوان لیا جائیگا۔ اور صحیح و معیوب کے خصوصیات کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ حتیٰ اس کا حساب بھی لگایا جائے جو وقتی طور پر معیوب ہو، جیسا کہ سر کے بالوں کا عیب ہوتا ہے جو بعد میں نکل آتے ہیں۔ البتہ جن موارد میں دیت معین ہے وہ درج ذیل ہیں۔

پہلا مورد: بالوں کی دیت

مسئلہ ۱: مرد کے بالوں کی دیت چاہے بالغ ہو یا نابالغ، بال گھنے ہوں یا باریک اگر نہ اگیں تو پوری دیت ہے جیسا کہ

كاملة إن لم ينبت، كما لو صب على رأسه ماءً حاراً فسقط شعره ولم ينبت أو أذهب شعره بأيِّ و جه كان، و كذا في اللحية إذا حلقت أو نتفت مثلاً و لم تنبت،الدية كاملة، و إن نبتا ففي اللحية ثلث الدية على الأقوى و في شعر الرأس الأرش، و أما الأنثى ففي شعرها ديتها كاملة إن لم ينبت، ولو نبت ففيه مهر نسائها، من غير فرق بين الصغيرة و الكبيرة.

مسألة ٢ ـ لو نبت بعضه دون بعض فهل فيه الأرش أو أخذ من الدية بالحساب فيلاحظ نسبة غير النابت إلى الجميع فيؤخذ نصف الدية إن كان نصفاً و ثلثها إن كان ثلثاً و هكذا و لا يلاحظ خفة الشعر و كثافته؟ الثاني أرجح في غير النابت، و في النابت لا يسقط الأرش على الظاهر.

مسألة ٣ ـ تشخيص عدم نبات الشعر أبداً موكول إلى أهل الخبرة فان حكم أهل الخبرة بعدم النبات تؤخذ الدية، ولو نبت بعد ذلك فالظاهر رجوع ما فضل من الدية.

مسألة ٤ ـ لو زاد مهر مثل المرأة على مهر السنة يؤخذ مهر المثل، نعم لو زاد على الدية الكاملة فليس لها إلا الدية، و يحتمل الرجوع إلى الأرش.

مسألة ٥ ـ في شعر الحاجبين معاً خمسمأة دينار، و في كل واحد نصف ذلك، و في بعض منه على حساب ذلك، هذا إذا لم ينبت، و إلا ففيه الأرش، فلو نبت بعض و لم ينبت بعض ففي غير النابت بالحساب، و في النابت الأرش ظاهراً.

مسألة ٦ ـ في الأهداب الأربعة أي الشعور النابتة على الأجفان أقوال أقربها الأرش، و أحوطها الدية كاملة مع عدم النبت.

مسألة ٧ ـ لا تقدير في غير ما تقدم من الشعر، لكن يثبت له الأرش إن قلع منفرداً، و لا شيء فيه لو انضم إلى العضو إذا قطع أو إلى الجلد إذا كشط، فلا شيء للأهداب إذا قطع الأجفان، ولا في شعر الساعد أو الساق إذا قطعا زائداً على دية العضو.

مسألة ٨ ـ يثبت الأرش في لحية الخنثى المشكل و كذا في لحية المرأة لو فرض

گرم پانی سر پر ڈال دے جس سے بال گر جائیں اور دوبارہ نہ اگیں یا کسی اور طریقہ سے بالوں کو نابود کر دے۔ یہی حکم داڑھی کا بھی ہے۔ اس صورت میں کہ اس کو مثلاً اس طرح مونڈا یا نوچا جائے کہ دوبارہ نہ اگے۔ اس میں بھی پوری دیت ہے۔ اور اگر سر اور داڑھی کے بال دوبارہ نکل آئیں تو اقویٰ یہ ہے کہ داڑھی کی دیت پوری دیت کا ایک تہائی اور سر کے بالوں کا تاوان ہو گا۔ رہ گئی عورت تو اگر اس کے بال نہ اگیں تو ان کی دیت پوری ہو گی۔ لیکن اگر نکل آئیں تو اس میں مہر المثل ہو گا۔ چھوٹی اور بڑی میں کوئی فرق نہیں۔

مسئلہ ۲: اگر کچھ بال اگ آئیں اور کچھ نہ اگیں تو آیا نہ اگنے والے بالوں کا تاوان لیا جائے گا یا دیت۔ پس کل بالوں کا حساب لگا کر جس مقدار میں نہیں اگے ہیں اس کی دیت لی جائے گی۔ اگر نصف نہ اگے ہوں تو آدھی دیت اور ایک تہائی نہ اگے ہوں تو ایک تہائی دیت اور اسی طرح آخر تک حساب لگایا جائے اور بالوں کے گھنے یا باریک ہونے کا لحاظ نہ کیا جائے۔ نہ اگنے والے بالوں کے لئے دوسری صورت زیادہ قوی ہے اور اگنے والوں میں ظاہر یہ ہے کہ تاوان ساقط نہیں ہو گا۔

مسئلہ ۳: بالوں کے نہ اگنے کی تشخیص دینا ہمیشہ ماہرین پر موقوف ہے۔ پس اگر ماہرین کہہ دیں کہ بال نہیں اگیں گے تو دیت لی جائے گی۔ اور اگر بعد میں اگ آئیں تو ظاہر یہ ہے کہ اضافی دیت واپس کی جائے گی۔

مسئلہ ۴: اگر مہر مثل سنتی مہر سے زیادہ ہو تو مہر المثل لیا جائیگا۔ البتہ اگر دیت کاملہ سے بھی زیادہ ہو تو اس کے لئے صرف دیت ہے۔ اور احتمال یہ بھی ہے کہ یہاں تاوان کی نوبت آ جائے۔

مسئلہ ۵: دو ابروؤں کے بالوں کے بدلے پانچ سو دینار اور کسی بھی ایک کے بالوں کے بدلے اس کا آدھا حصہ اور ابرو کے کچھ حصہ کے بالوں کا اسی حساب سے ہے۔ اس صورت میں کہ جب نہ اگیں۔ اگر اگ جائیں تو اس میں تاوان ہے۔ اگر بعض اگ جائیں اور کچھ نہ اگیں تو جو نہ اگیں ان کے حساب سے تاوان ہو گا۔ اور اگے والوں کا ظاہر یہ ہے کہ تاوان ہے۔

مسئلہ ۶: چار پلکوں یعنی ان پر اگنے والے بالوں کے بارے میں کئی قول ہیں۔ ان میں اقرب یہ ہے کہ تاوان ہو گا اور احوط یہ ہے کہ نہ اگنے کی صورت میں دیت کاملہ ہو گی۔

مسئلہ ۷: مذکورہ مقامات کے بالوں کے علاوہ کسی اور جگہ کے بالوں کے لئے معین کچھ نہیں۔ لیکن اگر صرف بال نوچ ڈالے تو ان کا تاوان ثابت ہے۔ لیکن اگر عضو کے ساتھ جبکہ اسے کاٹ دے یا جلد کے ساتھ ہوں جبکہ اسے کھینچ لے تو بالوں کے عوض کچھ نہیں۔ پس اگر پلکیں کاٹ دے تو ان کے بالوں کے عوض کچھ نہیں اور بازو اور پنڈلی اگر کاٹ دے تو عضو کی دیت کے علاوہ کچھ نہیں۔

مسئلہ ۸: خنثائے مشکل کی داڑھی عورت کی داڑھی اور ہر ایسی جگہ کے بال نوچنا کہ جس کے لئے کچھ معین نہیں کیا ہے۔ اگر عیب میں شمار ہوتا ہو تو اس کا تاوان ہے۔ اور اگر یہ فرض کر لیں کہ غلام یا کنیز کے بال زائل کر دینا ان کی قیمت بڑھ جانے کا باعث ہے یا اس سے قیمت کم نہیں ہوتی تو تعزیر کے

النقص و في كل مورد مما لا تقدير فيه، ولو فرض أن إزالة الشعر في العبد أو الأمة تزيد في القيمة أو لا ينقص منها لا شيء عليه إلا التعزير، ولو فرض التعييب بذلك وجب الأرش.

الثاني: العينان

مسألة ١ ـ في العينين معاً الدية، و في كل واحدة منها نصفها ، و الأعمش والأحول و الأخفش و الأعشى و الأرمد كالصحيح، ولو كان على سواد عينه بياض فان كان الابصار باقياً بأن لا يكون ذلك على الناظر فالدية تامة، و إلا سقطت بالحساب من الدية لو أمكن التشخيص، و إلا ففيه الأرش.

مسألة ٢ ـ في العين الصحيحة من الأعور الدية كاملة إن كان العور خلقة أو بآفة من الله تعالى، ولو أعورها جان و استحق ديتها منه كان في الصحيحة نصف الدية، سواء أخذ ديتها أم لا، و سواء كان قادراً على الأخذ أم لا، بل وكذا النصف لو كان العور قصاصاً.

مسألة ٣ ـ في العين العوراء ثلث الدية إذا خسفها أو قلعها، سواء كانت عوراء خلقة أو بجناية جان.

مسألة ٤ ـ في الأجفان الدية، و في تقدير كل جفن خلاف ، فمن قائل في كل واحد ربع الدية، و من قائل في الأعلى ثلثاها و في الأسفل الثلث، و من قائل في الأعلى ثلث الدية و في الأسفل النصف، و هذا لا يخلو من ترجيح، لكن لا يترك الاحتياط بالتصالح.

الثالث: الأنف

مسألة ١ ـ في الأنف إذا قطع من أصله الدية كاملة، و كذا في مارنه، و هو ما

علاوہ کچھ نہیں۔ لیکن اس کی وجہ سے معیوب ہو جانا فرض کر لیا جائے تو تاوان واجب ہے۔

دوسرا مورد: آنکھوں کی دیت

مسئلہ ۱: دونوں آنکھوں کی دیت، دیت کاملہ ہے۔ اور ایک کی دیت، دیت کاملہ کی آدھی ہے اور اندھے، چندھے (دن میں اور رات میں نہ دیکھ سکنے والے) اور آشوب چشم رکھنے والے کی آنکھ کی دیت صحیح آنکھ والے کی آنکھ کی دیت کے مانند ہے۔ اگر اس کی آنکھ کی پتلی میں سفیدی ہو تو اگر بینائی باقی ہو یعنی وہ سفیدی آنکھ کی پتلی پر نہ ہو کہ جس سے دیکھتا ہے تو اس میں دیت کاملہ ہے۔ ورنہ اس کے حساب سے دیت ساقط ہو جائے گی۔ اگر تشخیص ممکن ہو۔ اگر ممکن نہ ہو تو تاوان ہو۔

مسئلہ ۲: "اعور" کی صحیح آنکھ کی دیت، دیت کاملہ ہے۔ اگر اس کا یہ عیب یعنی "عورا" پیدائشی یا خدائی آفت کی وجہ سے ہو۔ اگر کسی مجرم نے اس کو "اعور" کیا ہو اور اس سے اس کی دیت لینے کا حق رکھتا ہو تو صحیح آنکھ کی آدھی دیت ہو گی چاہے اس کی دیت لے چکا ہو یا نہ لی ہو۔ اور چاہے لینے پر قادر ہو یا نہ ہو۔ بلکہ اگر یہ عیب قصاص کی وجہ سے ہوا ہو تو اس وقت بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۳: "عورا" والی آنکھ کی دیت اگر اس کو دھنسا دیا ہو یا نکال لیا ہو تو ایک تہائی ہو گی چاہے پیدائشی طور سے ایسی ہی ہو چاہے کسی مجرم نے ایسا کیا ہو۔

مسئلہ ۴: پلکوں کی دیت ہے۔ لیکن ہر ایک کے لئے کتنی مقدار رکھی گئی ہے اس میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ہر ایک میں ایک چوتھائی دیت ہے۔ جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ اوپر والے پلکوں کی دیت دو تہائی اور نیچے والے پلکوں کی ایک تہائی ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اوپری پلکوں کی دیت ایک تہائی اور نچلے پلکوں کی آدھی ہے۔ یہ قول ترجیح سے خالی نہیں۔ لیکن مصالحت کر کے احتیاط ترک نہ کی جائے۔

تیسرا مورد: ناک کی دیت

مسئلہ ۱: ناک اگر جڑ سے کاٹی گئی ہو تو اس کی دیت، دیت کاملہ ہے۔ اسی طرح اس کے مارن۔

لان منه و نزل عن قصبته، ولو قطع المارن و بعض القصبة دفعة فالدية كاملة، ولو قطع المارن ثم بعض القصبة فالدية كاملة فى المارن و الأرش في القصبة، ولو قطع المارن ثم قطع جميع القصبة ففي المارن الدية، فهل للقصبة الدية أو الأرش، فيه تأمل، ولو قطع بعض المارن فبحساب المارن.

مسألة ٢ ـ لوفسد الأنف و ذهب بكسر أو إحراق أو نحو ذلك ففيه الدية كاملة، و لو جبر على غير عيب فأة دينار على قول مشهور.

مسألة ٣ ـ في شلل الأنف ثلثا ديته صحيحاً، و إذا قطع الأشل فعليه ثلثها.

مسألة ٤ ـ في الروثة نصف الدية إذا قطعت، فهل هي طرف الأنف أو الحاجز بين المنخرين أو مجمع المارن؟ احتمالات، ويحتمل أن ترجع الاحتمالات إلى أمر واحد، و هو طرف الأنف الذي يقطر منه الدم و هو مجمع المارن و هو محل الحاجز فاذا قطع الحاجز من حيث يرى من الأعلى إلى الأسفل قطع طرف الأنف، و هو مجمع المارن و إن لا يخلو من تأمل.

مسألة ٥ ـ في أحد المنخرين ثلث الدية، و قيل نصفها، و الأول أرجح، ولو نفذت في الأنف نافذة على وجه لا تفسد كرمح أو سهم فخرقت المنخرين و الحاجز فثلث الدية، و كذا لو ثقبته، فان جبر و صلح فخمس الدية على الأحوط.

الرابع: الأذن

مسألة ١ ـ في الأذنين إذا استوصلا الدية كاملة، و في استيصال كل واحدة منها نصفها، و في بعضها بحساب ديتها إن كان نصفاً فنصف أو ثلثاً فثلث و هكذا.

مسألة ٢ ـ في خصوص شحمة الأذن ثلث دية الأذن، و في بعضها فبحسابها، و في خرم الأذن ثلث ديتها على الأحوط بل الأظهر.

کی دیت بھی پوری ہوگی۔ مارن سے مُراد وہ حصّہ ہے جو نرم ہوتا ہے اور ہڈی سے نیچے کی طرف ہوتا ہے۔ اگر "مارن" اور ناک کے "نیچے" یعنی ہڈی والے کچھ حصّے کو ایک ساتھ کاٹ دے تو پوری دیت دینا ہوگی۔ اور اگر پہلے "مارن" کو کاٹے اس کے بعد ہڈی والے کچھ حصّے کو تو مارن کی دیت پوری ہوگی۔ جبکہ ہڈی والے حصّہ کا تاوان ہوگا۔ اگر مارن کو کاٹ کر پوری ہڈی کو کاٹ دے تو "مارن" کی دیت ہوگی۔ لیکن آیا "قصبہ" یعنی ہڈی والے حصّہ کی دیت ہوگی یا تاوان؟ اس میں تامّل ہے۔ اگر مارن کے کچھ حصّہ کو کاٹے تو مارن کا حساب لگا کر اس کی دیت لی جائے گی۔

مسئلہ ۲: اگر توڑنے یا جلانے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے ناک خراب ہو کر نابود ہو جائے تو اس کی پوری دیت ہوگی اور اگر اس طرح اس کا تدارک ہو جائے کہ اس میں کوئی عیب نہ رہے تو قول مشہور یہ ہے کہ اس کی دیت سو دینار ہے۔

مسئلہ ۳: ناک کو مفلوج کرنے کی دیت، سالم ناک کی دیت کے دوتہائی کے برابر ہے۔ اور اگر مشلول ناک کو کاٹ دے تو اس کی دیت، سالم ناک کی ایک تہائی کے برابر ہوگی۔

مسئلہ ۴: "روثہ" اگر کاٹ دے تو اس کی آدھی دیت ہے۔ "روثہ" سے مُراد آیا ناک کی نوک ہے یا دو نتھنوں کے درمیان کا پردہ ہے یا مارن کا جوڑ ہے؟ تینوں احتمال ہیں۔ ایک احتمال یہ ہے کہ تینوں احتمالوں کی بازگشت ایک ہی چیز کی طرف ہو اور وہ چیز ناک کا وہ کنارہ ہے جس سے خون کے قطرے ٹپکا کرتے ہیں وہ مارن کا جوڑ ہے اور وہی نتھنوں کے درمیانی پردے کی جگہ ہے۔ پس اگر اس پردے کو ایسی جگہ سے کاٹ دیا جائے کہ جہاں اوپر سے نیچے کا حصّہ دیکھا جاتا ہے۔ تو ناک کی نوک بھی کٹ جائے گی۔ کہ جو مارن کا جوڑ ہے۔ اگرچہ یہ تامّل سے خالی نہیں۔

مسئلہ ۵: ایک نتھنے کی ایک تہائی دیت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آدھی ہے۔ لیکن پہلا قول زیادہ وزنی ہے۔ اور اگر نیزے کی نوک یا تیر کی مانند کوئی چیز ناک میں اس طرح گھس جائے کہ اس سے ناک خراب نہ ہو لیکن دونوں نتھنے اور بیچ کا پردہ پھٹ جائے تو اس کی دیت ایک تہائی ہوگی۔ اور اسی طرح اگر اس میں سوراخ کر دے تو، لیکن اگر اس کا علاج کرے جس سے وہ صحیح ہو جائے تو احتیاط یہ ہے کہ دیت پانچواں حصّہ ہوگی۔

چوتھا مورد: کانوں کی دیت

مسئلہ ۱: اگر دونوں کان نابود کر دیئے جائیں تو ان کی دیت، دیتِ کاملہ ہوگی اور ایک کو نابود کرنے کی دیت، دیتِ کاملہ کا نصف ہوگی۔ اس کے کچھ حصّہ کی دیت پوری دیت کے تناسب سے ہوگی، پس آدھے کی آدھی، ایک تہائی کی تہائی اسی طرح آخر تک حساب کیا جائے۔

مسئلہ ۲: کان کی ہیڑی کی دیت، کان کی دیت کے ایک تہائی کے برابر ہوگی اور اس کے کچھ حصّہ کی دیت اسی کے تناسب سے ہوگی۔ اور کان کو چیرنے کی دیت، احتیاط یہ ہے کہ کان کی دیت کا تیسرا حصّہ ہے، بلکہ یہ اظہر ہے۔

مسألة ٣ ـ لو ضربها فاستحشفت أي يبست فعليه ثلثا ديتها ولو قطعها بعد الشلل فثلثها على الأحوط في الموضعين، بل لا يخلو ان من قرب.

مسألة ٤ ـ الأصم فيما مرّ كالصحيح، ولو قطع الأذن مثلاً فسرى إلى السمع فأبطله أو نقص منه ففيه مضافاً إلى دية الأذن دية المنفعة من غير تداخل، و كذا لو قطعها بنحو أوضح العظم وجب مع دية الأذن دية الموضحة من غير تداخل.

الخامس: الشفتان

مسألة ١ ـ في الشفتين الدية كاملة، و في كل واحدة منهما النصف على الأقوى، و الأحوط في السفلى ستمأة دينار، و في قطع بعضها بنسبة مساحتها طولاً و عرضاً.

مسألة ٢ ـ حد الشفة في العليا ما تجافى عن اللثة متصلة بالمنخرين و الحاجز عرضاً، و طولها طول الفم، وحد السفلى ما تجافى عن اللثة عرضاً و طولها طول الفم، و ليست حاشية الشدقين منهما.

مسألة ٣ ـ لو جنى عليها حتى تقلصت فلم تنطبق على الأسنان ففيه الحكومة، ولو استرختا بالجناية فلم تنفصلا عن الأسنان بضحك و نحوه فثلثا الدية على الأحوط، ولو قطعت بعد الشلل فثلثها.

مسألة ٤ ـ لو شق الشفتين حتى بدت الأسنان فعليه ثلث الدية، فان برأت فخمس الدية، و في إحداهما ثلث ديتها ان لم تبرأ. وإن برأت فخمس ديتها على قول معروف في الجميع.

السادس: اللسان

مسألة ١ ـ في لسان الصحيح إذا استوصل الدية كاملة، و في لسان الأخرس

مسئلہ ۳: اگر ایسی چوٹ مارے جس سے کان سوکھ جائے تو اس پر کان کی ایک تہائی دیت ہوگی اور اگر مفلوج ہوجانے کے بعد اسے کاٹ دے تو دونوں مواضع میں احتیاط یہ ہے کہ ایک تہائی دیت ہوگی بلکہ یہ دونوں قرب سے خالی نہیں۔

مسئلہ ۴: بہرا جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ صحیح کی مانند ہے۔ پس مثال کے طور پر اگر کاٹے اور وہ سماعت پر اثر انداز ہو جس سے سماعت ختم ہوجائے یا اس میں کمی ہوجائے۔ تو اس میں کان کی دیت کے علاوہ اس منفعت کی دیت بھی ہے۔ جبکہ دونوں دیتیں ایک دوسرے میں شامل نہیں ہوں گی۔

پانچواں مورد: ہونٹوں کی دیت

مسئلہ ۱: دونوں ہونٹوں کی پوری دیت ہے۔ اور ہر ایک کی اقویٰ یہ ہے کہ آدھی دیت ہوگی۔ جبکہ احتیاط یہ ہے کہ نچلے ہونٹ کی دیت چھ سو دینار ہے۔ چنانچہ اس کا کچھ حصہ کاٹنے پر لمبائی چوڑائی میں اس کی مساحت کے تناسب سے ہوگی۔

مسئلہ ۲: اوپر والے ہونٹ کی حدود یہ ہیں کہ چوڑائی میں مسوڑوں سے الگ اور ناک کے نتھنوں اور پردے سے ملا ہوا ہو اور لمبائی میں منہ کی لمبائی کے برابر ہے۔ اور نچلے ہونٹ کے حدود یہ ہیں کہ چوڑائی میں مسوڑوں سے الگ ہو اور لمبائی میں منہ کی لمبائی کے برابر ہے۔ منہ کے دونوں طرف کے حاشیے ہونٹوں میں شامل نہیں۔

مسئلہ ۳: اگر ہونٹوں پر جنایت کرے جس سے سکڑ جائیں اور دانتوں کو نہ چھپا سکیں تو اس کا تاوان ہے اور اگر جنایت کے نتیجہ میں ڈھیلے پڑ جائیں اور ہنسنے وغیرہ کی حالت میں دانتوں سے جدا نہ ہوں تو احتیاط یہ ہے کہ دو تہائی دیت دے۔ اور اگر مفلوج ہوجانے کے بعد کاٹ دے تو ایک تہائی دیت دے۔

مسئلہ ۴: اگر ہونٹوں کے اس طرح ٹکڑے کرے کہ دانت ظاہر ہوجائیں تو اسے ایک تہائی دیت دینا ہوگی۔ لیکن اگر وہ ٹھیک ہوجائیں تو اس کا پانچواں حصہ دینا ہوگا دونوں میں سے ایک کے ساتھ ایسا کرنے پر اگر وہ ٹھیک نہ ہو تو اس کی ایک تہائی دیت دینا ہوگی۔ لیکن ٹھیک ہوجانے پر دیت کا پانچواں حصہ دینا ہوگا۔ ان تمام صورتوں میں یہی قول مشہور ہے۔

چھٹا مورد: زبان کی دیت

مسئلہ ۱: صحیح شخص کی زبان کی دیت اگر جڑ سے کاٹ دے تو پوری ہوگی۔ جبکہ گونگے شخص کی زبان کی دیت جڑ سے کاٹے جانے پر ایک تہائی ہوگی۔

ثلث الدية مع الاستيصال.

مسألة ٢ - لو قطع بعض لسان الأخرس فبحساب المساحة، و أما الصحيح فيعتبر قطعه بحروف المعجم، و تبسط الدية على الجميع بالسوية، من غير فرق بين خفيفها و ثقيلها، واللسنية و غيرها، فان ذهبت أجمع فالدية كاملة. و إن ذهب بعضها وجب نصيب الذاهب خاصة.

مسألة ٣ - حروف المعجم في العربية ثمانية و عشرون حرفاً، فتجعل الدية موزعة عليها، و أما غير العربية فان كان موافقاً لهافبهذاالحساب، ولو كان حروفه أقل أو أكثر فالظاهر التقسيط عليها بالسوية كل بحسب لغته.

مسألة ٤ - الاعتبار في صحيح اللسان بما يذهب الحروف لا بمساحة اللسان، فلو قطع نصفه فذهب ربع الحروف فربع الدية، ولو قطع ربعه فذهب نصف الحروف فنصف الدية.

مسألة ٥ - لو لم يذهب الحرف بالجناية لكن تغيربما يوجب العيب فصار ثقيل اللسان أو سريع النطق بما يعد عيباً أو تغير حرف بحرف آخر ولو كان الثاني صحيحاً لكن يعد عيباً فالمرجع الحكومة.

مسألة ٦ - لو قطع لسانه جان فأذهب بعض كلامه ثم قطع آخر بعضه فذهب بعض الباقي أخذ بنسبة ما ذهب بعد جناية الأولى إلى ما بقي بعدها، فلو ذهب بجناية الأول نصف كلامه فعليه نصف الدية، ثم ذهب بجناية الثاني نصف ما بقي فعليه نصف هذا النصف أي الربع و هكذا.

مسألة ٧ - لو أعدم شخص كلامه بالضرب على رأسه و نحوه من دون قطع فعليه الدية، ولو نقص من كلامه فبالنسبة كما مرّ، ولو قطع آخر لسانه الذي أخرس بفعل السابق فعليه ثلث الدية و إن بقيت للسان فائدة الذوق و العون بعمل الطحن، من غير فرق بين قدرة المجني عليه على الحروف الشفوية و الحلقية أم لا.

مسألة ٨ - لو قطع لسان طفل قبل بلوغه حدّ النطق فعليه الدية كاملة، ولو

مسئلہ ۲: اگر گونگے کی زبان کا کچھ حصہ کاٹ دے تو جتنا حصہ کاٹا ہے اسی تناسب سے اس کی دیت ہوگی۔ لیکن صحیح کی زبان کی مقدار کو حروف تہجی کے اعتبار سے پرکھا جائے گا۔ اور تمام حروف پر دیت کو برابر تقسیم کیا جائے گا۔ چاہے حروف خفیف ہوں یا ثقیل زبان سے مخصوص ہوں یا نہ ہوں۔ پس اگر تمام حروف کے تلفظ ختم ہو جائیں تو پوری دیت دینا ہوگی۔ لیکن اگر کچھ حروف کے تلفظ ختم ہوئے ہوں تو صرف انہی حروف کی دیت دینا ہوگی۔

مسئلہ ۳: عربی میں حروف تہجی اٹھائیس ہیں اور دیت کو ان سب پر تقسیم کیا جائے گا۔ عربی کے علاوہ کسی زبان کے حروف اگر عربی کے برابر ہوں تو یہی حساب رہے گا۔ لیکن اگر اس زبان کے حروف کم یا زیادہ ہوں تو ظاہر یہ ہے کہ ہر زبان کے حروف کے لحاظ سے دیت کو حروف پر برابر تقسیم کیا جائے گا۔

مسئلہ ۴: صحیح اللسان میں دیت کا معیار معتبر حروف کے تلفظ کا ختم ہو جانا ہے۔ زبان کی مساحت معتبر نہیں۔ پس اگر آدھی زبان کاٹے لیکن ایک چوتھائی حروف ختم ہوئے ہوں تو دیت ایک چوتھائی ہوگی۔ لیکن اگر زبان کا چوتھا حصہ کاٹے مگر آدھے حروف ختم ہو جائیں تو آدھی دیت دینا ہوگی۔

مسئلہ ۵: اگر جنایت کی وجہ سے حروف کا تلفظ تو ختم نہ ہو لیکن اتنا تبدیل ہو جائے جو عیب کا موجب ہو چنانچہ اس کی زبان موٹی ہو جائے یا اتنا تیز بولنے لگے جو عیب شمار ہوتا ہو یا ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جائے۔ چاہے دوسرا حرف صحیح ہی ہو۔ لیکن اسے عیب کہا جاتا ہو تو اس میں تاوان ہے۔

مسئلہ ۶: اگر کوئی مجرم کسی کی زبان کاٹ دے اور اس کی بعض گفتگو کو ختم کر دے۔ پھر دوسرا شخص باقی حصہ کو کاٹ کر سارے تکلم کو ضائع کر دے تو پہلی جنایت سے جتنا تکلم ختم ہوا ہے اور اس کے بعد جتنا باقی رہا ہے اس کی نسبت سے دیت لی جائے گی۔

پس اگر پہلی جنایت سے اس کا آدھا تکلم ضائع ہو گیا ہو تو اس پر آدھی دیت ہے۔ پھر دوسری جنایت سے باقی تکلم کا آدھا ختم ہو جائے تو اس پر باقی آدھے تکلم کی آدھی دیت ہوگی یعنی دیت کا ایک چوتھائی۔ اور اسی طرح آخر تک حساب کیا جائے گا۔

مسئلہ ۷: اگر کوئی شخص سر یا کسی اور حصے پر ضرب لگانے سے کسی کی گویائی ختم کر دے جبکہ زبان نہ کاٹی ہو تو اسے دیت دینا ہوگی۔ اور اگر گویائی میں کمی واقع ہو جائے تو جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ اسی کے تناسب سے دیت ہوگی۔ اور اگر کوئی شخص اس شخص کی زبان کو کہ جو پہلے کی کارستانی سے گونگا ہو گیا تھا کاٹ دے تو اسے ایک تہائی دیت دینا ہوگی۔ چاہے چکھنے یا چبانے میں مددگار ہونے کا فائدہ اب بھی زبان میں باقی ہو۔ اس میں فرق نہیں پڑتا کہ مجنی علیہ، ہونٹ یا حلق سے تعلق رکھنے والے حروف بولنے پر قادر ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ ۸: اگر بچے کے قوت گویائی تک پہونچنے سے پہلے اس کی زبان کاٹ دے تو اس کی پوری دیت ہے۔ لیکن اگر وہ اس حد تک پہونچ جائے مگر نہ بول سکتا ہو تو اس کے کاٹنے سے صرف ایک

بلغ حدّه و لم ينطق فبقطعه لا يثبت إلا الثلث، ولو انكشف الخلاف يؤخذ ما نقص من الجاني.

مسألة ٩ ـ لو جنى عليه بغير قطع فذهب كلامه ثم عاد فالظاهر أنه تستعاد الدية، و أما لو قلع سنه فعادت فلا تستعاد ديتها.

السابع: الأسنان

مسألة ١ ـ في الأسنان الدية كاملة، وهي موزعة على ثمان و عشرين سناً، إثنتا عشرة في مقاديم الفم ثنيتان و رباعيتان و نابان من أعلى ومثلها من أسفل، ففي كل واحدة منها خمسون ديناراً، فالجميع ستمأة دينار، وست عشرة في مآخر الفم، في كل جانب من الجوانب الأربعة أربعة ضواحك و أضراس ثلاثة، في كل واحدة منها خمسة و عشرون ديناراً، فالجميع أربعمأة دينار، و لا يلحظ النواجد في الحساب و لا الأسنان الزائدة.

مسألة ٢ ـ لو نقصت الأسنان عن ثمان و عشرين نقص من الدية بازائه، كان النقص خلقة أو عارضاً.

مسألة ٣ ـ ليس للزائد على ثمان و عشرين دية مقدرة، و الظاهر الرجوع إلى الحكومة، سواء كانت الزيادة من قبيل النواجد التي هي في رديف الأسنان أو نبت الزائد جنبها داخلاً أو خارجاً، ولو لم يكن في قلعها نقص أو زاد كمالاً فلا شيء و إن كان الفاعل ظالماً آثماً، و للحاكم تعزيره.

مسألة ٤ ـ لا فرق في الأسنان بين أبيضها و أصفرها و أسودها إذا كان اللون أصلياً لا لعارض و عيب، ولو اسودت بالجناية و لم تسقط فديتها ثلثا ديتها صحيحة على الأقوى، ولو قلع السن السوداء بالجناية أو لعارض فثلث الدية على الأحوط، بل لا يخلو من قرب، و في انصداع السن بلا سقوط الحكومة على الأقوى.

تہائی دیت ثابت ہوگی۔ لیکن اگر اس کے برخلاف ظاہر ہو تو مجرم سے دیت کی باقی مقدار لی جائے گی۔

مسئلہ ۹: اگر کاٹنے کے بغیر کوئی اور جنایت کرے جس سے قوت گویائی ختم ہوجائے لیکن پھر پلٹ آئے تو ظاہر یہ ہے کہ دیت بھی واپس کرلی جائے گی لیکن اگر اس کے دانت اکھاڑ دے اور وہ دوبارہ نکل آئیں تو دیت واپس نہیں لی جائے گی۔

ساتواں مورد: دانتوں کی دیت

مسئلہ ۱: دانتوں کی دیت، دیتِ کاملہ ہے۔ جسے اٹھائیس دانتوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ بارہ منہ کے اگلے حصہ میں ہیں۔ جن کو ثنایا، رباعیات اور ناب کہتے ہیں، اوپر کی طرف بھی ہیں اور نیچے کی طرف بھی چنانچہ ان میں ہر ایک کی دیت پچاس دینار ہے۔ اور کل ملاکر چھ سو دینار ہوں گے۔ اور سولہ دانت منہ کے آخری حصوں میں ہوتے ہیں۔ ہر چار اطراف میں ایک ایک ضواحک میں سے ہے اور تین تین اضراس میں سے ہیں، جن میں ہر ایک کی دیت پچیس دینار ہے۔ اور سب کی چار سو دینار۔ نواجذ، عقل کے دانت اور اضافی دانتوں کو حساب میں نہیں رکھا جائے گا۔

مسئلہ ۲: اگر دانت اٹھائیس سے کم ہوں تو اسی حساب سے دیت بھی کم ہوجائے گی۔ چاہے پیدائشی طور پر کم ہوں یا کسی اور وجہ سے کم ہوئے ہوں۔

مسئلہ ۳: اٹھائیس سے زیادہ دانتوں کی دیت کی مقدار معین نہیں۔ لہٰذا ظاہر یہ ہے کہ اس میں تاوان لیا جائے گا۔ چاہے زیادہ عقل کے دانت ہوں جو دانتوں کی لائن میں نکل آئے ہوں یا ان کے پہلو میں اندر یا باہر کی طرف نکلے ہوں۔ اگر ان کو نکالنے سے نقص نہ ہوتا ہو یا کمال زیادہ ہوتا ہو تو ان کی کوئی دیت نہیں اگرچہ نکالنے والا ظالم و گنہگار ہوگا۔ جس پر حاکم شرع تعزیر عائد کرسکتا ہے۔

مسئلہ ۴: دانت سفید، چھوٹے اور کالے ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بشرطیکہ وہ رنگ اصلی ہو اور کسی عارض یا عیب کی وجہ سے نہ ہو اور اگر جرم کے نتیجہ میں سیاہ ہوگئے ہوں لیکن گرے نہ ہوں تو اقویٰ یہ ہے کہ ان کی دیت صحیح دانتوں کی دیت کا ایک تہائی ہوگی۔ اور اگر سیاہ دانت کو جو جرم کی وجہ سے یا کسی بیماری سے سیاہ ہوا اکھاڑ دے تو احتیاطاً اس کی دیت ایک تہائی ہوگی۔ بلکہ یہ قرب سے خالی نہیں۔ اور دانتوں کو گرائے بغیر توڑنے میں اقویٰ یہ ہے کہ تاوان ہے۔

مسألة ٥ ـ لو كسر ما برز عن اللثة خاصة و بقي السنخ أي أصله المدفون فيها فالدية كالسن المقلوعة، ولو كسر شخص ما برز عنها ثم قلع الآخر السنخ فالحكومة للسنخ، سواء كان الجاني شخصين أو شخصاً واحداً في دفعتين.

مسألة ٦ ـ لو قلع سن الصغير غير المثغر انتظر إلى مضي زمان جرت العادة بنباتها، فان نبتت فالأرش على قول، و لا يبعد أن تكون دية كل سن بعيراً، و إن لم تنبت فديتها كسن البالغ.

مسألة ٧ ـ لو قلعت سن فأثبتت في محلها فنبتت كما كانت ففي قلعها الدية كاملة، ولو جعلت في محلها سن فصارت كالسن الأصلية حية نابتة فالأحوط في قلعها دية الأصلية كاملة، بل لا يخلو من وجه.

الثامن: العنق

مسألة ١ ـ في العنق إذا كسر فصار الشخص أصعر ـ أي مال عنقه و يثنى في ناحية ـ الدية كاملة على الأحوط، و كذا لو جنى عليه على وجه يثني عنقه و صعر، و كذا لو جنى عليه بما يمنع عن الازدراد و عاش كذلك بايصال الغذاء إليه بطريق آخر، و قيل في الموردين بالحكومة، و لا يبعد هذا القول.

مسألة ٢ ـ لو زال العيب ـ أي تمايل العنق و بطلان الازدراد ـ فلا دية، و عليه الأرش، و كذا لو صار بنحو يمكنه الازدراد و إقامة العنق و الالتفات بعسر.

التاسع: اللحيان

مسألة ١ ـ في اللحيين إذا قلعا الدية كاملة، و في كل واحد منهما نصفها خمسمأة دينار، و هما العظمان اللذان ملتقاهما الذقن، و في جانب الأعلى يتصل طرف كل واحد منهما بالأذن من جانبي الوجه، وعليهما نبات الأسنان السفلى.

مسئلہ ۵: اگر مسوڑے سے اوپر والا حصہ توڑ دے اور جڑ اس میں باقی رہے تو اس کی دیت وہی ہے جو اکھاڑے گئے دانت کی ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی شخص اس حصہ کو توڑ دے جو مسوڑے سے باہر ہے پھر کوئی دوسرا شخص اس کی جڑ اکھاڑ دے تو تاوان جڑ کا ہوگا چاہے مجرم دو ہوں یا ایک ہی نے دو بار جرم کیا ہو۔

مسئلہ ۶: اگر بچے کے دودھ کے دانت اکھاڑ دے تو اتنی دیر انتظار کیا جائے جس میں عموماً دانت نکل آتے ہیں۔ پس اگر نکل آئیں تو ایک قول کے مطابق تاوان دینا ہوگا۔ اور بعید نہیں کہ ہر دانت کی دیت ایک اونٹ ہو۔ اور اگر نہ اگیں تو اس کی دیت، شخص بالغ کی دیت کے برابر ہوگی۔

مسئلہ ۷: اگر دانت اکھاڑا جائے پھر اس کی جگہ رکھ دیا جائے اور وہ پہلے کی مانند لگ جائے تو اس کے اکھاڑنے کی دیت پوری دی جائے گی اور اگر اس کی جگہ دوسرا دانت رکھا جائے جو اصلی دانت کی طرح زندہ ہو اور لگ جائے تو احتیاط یہ ہے کہ اس کے اکھاڑنے کی دیت اصلی دانت کی طرح ہوگی بلکہ یہ وجہ سے خالی نہیں۔

آٹھواں مورد: گردن کی دیت

مسئلہ ۱: گردن اگر ٹوٹ جائے اور اس شخص کا قد چھوٹا ہو جائے یعنی گردن ایک طرف جھک جائے تو احتیاطاً اس کی دیت، دیتِ کاملہ ہوگی۔ اسی طرح اگر اس پر ایسا جرم کرے جس کی وجہ سے گردن جھک جائے اور اس کا قد چھوٹا ہو جائے۔ اسی طرح اگر ایسا جرم کرے جس کی وجہ سے وہ غذا نہ نگل سکے بلکہ دوسرے طریقہ سے اسے غذا دی جائے اور وہ زندہ رہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان دونوں موارد میں تاوان ہے، اور یہ قول بعید نہیں۔

مسئلہ ۲: اگر عیب زائل ہو جائے۔ یعنی گردن ٹیڑھی نہ رہے اور نگلنے پر بھی قادر ہو جائے تو دیت نہیں۔ بلکہ اس پر تاوان ہے۔ اور اسی طرح اگر ایسی ہو جائے کہ نگلنا اور گردن سیدھی رکھنا اور ادھر ادھر دیکھنا مشکل سے اس کے لئے ممکن ہو۔

نواں مورد: لحیان۔ یعنی منہ کے نچلے جبڑوں کی ہڈیوں کی دیت

مسئلہ ۱: منہ کے نچلے دونوں جبڑوں کی ہڈیوں کی دیت، دیتِ کاملہ ہوگی۔ اور ہر ایک کی دیت، دیتِ کاملہ کی آدھی ہوگی یعنی پانچ سو دینار۔ ان سے مراد وہ دو ہڈیاں ہیں جن کا جوڑ ٹھوڑی ہے۔ اور اوپر کی جانب چہرے کے دونوں طرف یہ کان سے متصل ہوتی ہیں نیچے والے دانت انہی پر اُگتے ہیں۔

مسألة ٢ ـ لو قلع بعض من كل منهما أو من أحدهما فبالحساب مساحة، ولو قلع واحد منهما و بعض من آخر فنصف الدية للمقلوع، و بالحساب للبعض الآخر.

مسألة ٣ ـ ما ذكرناه ثابت فيما إذا قلعا منفردين عن الأسنان، كقلعهما عمن لا سن له، و أما لو قلعا مع الأسنان فتزاد دية الأسنان ولا تتداخلان.

مسألة ٤ ـ لو جني عليهما و نقص المضغ أو حصل نقص فيهما ففيه الحكومة.

العاشر: اليدان

مسألة ١ ـ في اليدين الدية كاملة، و في كل واحدة نصفها، من غير فرق بين اليمنى و اليسرى، و من كانت له يد واحدة خلقة أو لعارض فلها نصف الدية.

مسألة ٢ ـ حدّ اليد التي فيها الدية المعصم ـأي المفصل الذي بين الكف و الذراع ـ فلو قطعت إحداهما من المفصل ففيها نصف الدية، و إن كانت فيها الأصابع فلا دية للأصابع في الفرض، ولو قطعت الأصابع منفردة ففيها خمسمأة دينار نصف الدية.

مسألة ٣ ـ في قطع الكف مع فقد الأصابع الحكومة، سواء كان بلا أصابع خلقة أم بآفة أم بجناية جان.

مسألة ٤ ـ لو قطعت الكف ذات الأصابع مع زيادة من الزند ففي اليد خمسمأة دينار، و كذا لو قطعها مع مقدار من الذراع، فهل في الزيادة حكومة أو الاعتبار بحساب المساحة؟ فيه تردد.

مسألة ٥ ـ في قطع اليد من المرفق خمسمأة دينار كان لها كف أولا، و من المنكب كذلك كان لها مرفق أو لا، ولو قطعت من فوق المرفق فيحتمل في الزيادة الحكومة و يحتمل الحساب مساحة.

مسألة ٦ ـ لو كانت له يدان على زند أو على مرفق أو على منكب ففي الأصلية

مسئلہ ۲: اگر دونوں میں سے ہر ایک کا کچھ حصّہ یا ایک کا کچھ حصّہ اکھاڑ دے تو دیت مساحت کے حساب سے ہوگی اور اگر ایک جبڑے کی ہڈی پوری اور دوسرے کی ہڈی کا کچھ حصّہ اکھاڑا جائے تو اس ایک کی آدھی دیت ہوگی جبکہ دوسری کا جتنا حصّہ اکھاڑا ہے اسی کے حساب سے ہوگی۔

مسئلہ ۳: مذکورہ دیت جو ہم نے بیان کی ہے یہ اس صورت میں ہے کہ دانتوں کے بغیر صرف جبڑے کی ہڈی اکھاڑی جائے مثلاً اس شخص کے جبڑے اکھاڑتا جس کے دانت نہ ہوں لیکن اگر دانتوں سمیت اکھاڑی جائیں تو دانتوں کی دیت کا اضافہ ہو جائے گا اور دونوں ایک دوسری میں شامل نہیں ہوں گی۔

مسئلہ ۴: اگر دونوں ہڈیوں پر جنایت کرے جس سے چبانے میں کمی ہو جائے یا دونوں معیوب ہو جائیں تو اس کا تاوان دینا ہوگا۔

دسواں مورد: ہاتھوں کی دیت

مسئلہ ۱: دونوں ہاتھوں کی دیت دیت کاملہ اور ہر ایک کی آدھی دیت ہے۔ دائیں اور بائیں میں کوئی فرق نہیں۔ اور جس کا پیدائشی طور پر یا کسی عارضہ کی وجہ سے ایک ہی ہاتھ ہو اس کی دیت آدھی ہوگی۔

مسئلہ ۲: ہاتھ کی حد کہ جس کی دیت ہوتی ہے۔ ہتھیلی اور بازو کے درمیان کا جوڑ ہے۔ پس اگر اس جوڑ سے ایک ہاتھ کاٹا جائے تو اس کی آدھی دیت ہے۔ اور اگر اس میں انگلیاں بھی ہوں تو اس فرض میں انگلیوں کی دیت نہیں۔ اور اگر صرف انگلیاں کاٹی جائیں تو اس کی آدھی دیت یعنی پانچ سو دینار دینا ہوں گے۔

مسئلہ ۳: بغیر انگلیوں کی ہتھیلی کاٹنے کا تاوان ہے۔ چاہے پیدائشی ہی انگلیوں کے بغیر ہو یا کسی آفت یا مجرم کی جنایت کی وجہ سے انگلیاں مفقود ہوئی ہوں۔

مسئلہ ۴: اگر انگلیوں والی ہتھیلی کلائی سے زیادہ کاٹ دے تو ہاتھ کی دیت پانچ سو دینار ہے۔ اور اسی طرح اگر اس کے ساتھ بازو کا کچھ حصّہ بھی کاٹ دے۔ تو آیا اس مقدار اضافی میں ارش ہے یا مساحت کے لحاظ سے دیت ہے؟ اس میں تردد ہے۔

مسئلہ ۵: کہنی سے ہاتھ کاٹنے کی دیت پانچ سو دینار ہے چاہے اس کے ساتھ ہتھیلی ہو یا نہ ہو۔ کندھے کا بھی یہی حکم ہے۔ چاہے اس کے ساتھ کہنی ہو یا نہ ہو۔ لیکن اگر کہنی سے اوپر کاٹا جائے تو اضافی مقدار میں احتمال یہ ہے کہ تاوان دینا ہوگا اور یہ احتمال بھی ہے کہ مساحت کے حساب سے دیت دینا ہوگی۔

مسئلہ ۶: اگر کلائی، کہنی یا کندھے پر اس کے دو ہاتھ ہوں، تو اصلی ہاتھ کی دیت، دیت کاملہ ہوگی اور اضافی کا تاوان ہوگا۔ ان کو تشخیص دینا عرف کے ذمّہ ہے یا ماہرین پر منحصر ہے۔ لیکن شبہ ہونے اور

دية اليد كاملة و في الزائدة الحكومة، و التشخيص بينهما عرفي أو موكول إلى أهل الخبرة، و مع الاشتباه و عدم التميز لو قطعهما معاً شخص واحد فعليه الدية و الأرش، و مع تعدد القاطع فالظاهر الحكومة بالنسبة إلى كل منهما، ولو كان القاطع واحداً لكن قطع الثاني بعد دفع الحكومة فالظاهر لزوم دية كاملة عليه.

الحادى عشر: الأصابع

مسألة ١ - في أصابع اليدين الدية كاملة، وكذا في أصابع الرجلين و في كل واحدة منها عشر الدية من غير فرق بين الابهام وغيره.

مسألة ٢ - دية كل إصبع مقسومة على ثلاث عقد في كل عقدة ثلثها و في الابهام مقسومة على اثنتين في كل منهما نصفها.

مسألة ٣ - في الاصبع الزائدة إذا قطعت من أصلها ثلث الأصلية، و لا يبعد جريان الحكم بالنسبة إلى الأنملة الزائدة.

مسألة ٤ - لو كان عدد الأصابع الأصلية في بعض الطوائف و كذا عدد أناملهم الأصلية زائداً على القدر المتعارف لا يبعد أن يكون التقسيط على حسبها

مسألة ٥ - في شلل كل واحدة من الأصابع ثلثا ديتها، و في قطعها بعد الشلل ثلثها.

مسألة ٦ - في الظفر إذا لم ينبت أو نبت أسود فاسداً عشرة دنانير على الأحوط، و إن نبت أبيض فخمسة دنانير.

الثاني عشر: الظهر

مسألة ١ - في كسر الظهر الدية كاملة إذا لم يصلح بالعلاج و الجبر و كذا لو

تمیز نہ ہونے کی صورت میں اگر ایک شخص دونوں کو ایک ساتھ کاٹ دے تو اس پر دیت بھی ہے اور تاوان بھی لیکن اگر کاٹنے والے متعدد ہوں تو ظاہراً ہر ایک کا تاوان ہوگا۔ اگر کاٹنے والا ایک ہی ہو لیکن دوسرے ہاتھ کو تاوان دینے کے بعد کاٹے تو ظاہراً اس کی پوری دیت دینا لازمی ہے۔

گیارہواں مورد : انگلیوں کی دیت

مسئلہ ۱: دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی دیت دیت کاملہ ہے۔ یہی حکم پاؤں کی انگلیوں کا بھی ہے۔ اور دونوں میں سے ہر ایک کی ایک انگلی کی دیت پوری دیت کا دسواں حصہ ہوگی، چاہے انگوٹھا ہو یا انگلی۔

مسئلہ ۲: ہر انگلی کی دیت تین جوڑوں پر منقسم ہوگی اور ہر جوڑ کی ایک تہائی دیت ہوگی جبکہ انگوٹھے کی دیت دو جوڑوں پر منقسم ہوگی اور ہر جوڑ میں انگلی کی آدھی دیت ہوگی۔

مسئلہ ۳: اضافی انگلی اگر جڑ سے کاٹی جائے تو اس کی دیت اصلی انگلی کی دیت کا تیسرا حصہ ہوگی اور بعید نہیں کہ یہ حکم اضافی جوڑ کے سلسلے میں بھی جاری ہو۔

مسئلہ ۴: اگر بعض طائفوں میں اصلی انگلیوں کی تعداد اور اسی طرح اصل جوڑوں کی تعداد معمول سے زیادہ ہو تو دیت کا ان کے حساب سے تقسیم کیا جانا بعید نہیں۔

مسئلہ ۵: ہر مفلوج انگلی کی دیت اس کی ایک تہائی دیت کے برابر ہے۔ اور مفلوج ہونے کے بعد اس کو کاٹنے کی دیت ایک تہائی ہے۔

مسئلہ ۶: ناخن اگر نہ اگیں یا سیاہ اور خراب اگیں تو احتیاط یہ ہے کہ اس کی دیت دس دینار ہوگی اور اگر سفید اگیں تو پانچ دینار ہوگی۔

بارہواں مورد : کمر کی دیت

مسئلہ ۱: کمر توڑنے کی دیت اگر علاج سے اور باندھنے سے ٹھیک نہ ہو تو دیت کاملہ ہوگی۔ یہی حکم ہوگا اگر جنایت کی وجہ سے کمر ٹیڑھی ہو کر باہر نکل آئے اور سطح سے بلند ہو جائے۔

احدودب بالجناية فخرج ظهره و ارتفع عن الاستواء أو صار بحيث لا يقدر على القعود أو المشي.

مسألة ٢ ـ لو عولج و بقي على الاحديداب فالدية كاملة، و كذا لو بقي من آثار الكسر شيء بأن لا يقدر على المشي إلا بعصا أو ذهب بذلك جماعه أو ماؤه أو حدث به سلس و نحو ذلك.

مسألة ٣ ـ لو عولج فصلح و لم يبق من أثر الجناية شيء فمأة دينار.

مسألة ٤ ـ المراد بالظهر هو العظم الذي ذوفقار ممتد من الكاهل إلى العجز وهو الصلب، و كسره يوجب الدية.

مسألة ٥ ـ لو كسر فشلت الرجلان فدية لكسر الظهر، و ثلثا الدية لشلل الرجلين.

الثالث عشر: النخاع

مسألة ١ ـ في قطع النخاع دية كاملة، و في بعضه الحساب بنسبة المساحة.

مسألة ٢ ـ لو قطع النخاع فعيب به عضو آخر فان كان فيه الدية المقدرة يثبت مضافاً إلى دية النخاع دية أخرى، و إن لم تكن فيه الدية فالحكومة.

الرابع عشر: الثديان

مسألة ١ ـ الثديان من المرأة فيهما ديتها، و في كل واحدة منهما نصف ديتها.

مسألة ٢ ـ لو قطعتا أو قطعت واحدة منهما مع شيء من جلد الصدر ففي الثدي ديتها بما مر، و في الجلد الحكومة، ولو أجاف الصدر لزم مع ذلك دية الجائفة.

مسألة ٣ ـ لو أصيب الثدي و انقطع لبنها مع بقائها أو تعذر نزول اللبن مع

یا ایسی ہوجائے کہ بیٹھ یا چل نہ سکے۔

مسئلہ ۲: اگر علاج ہوجائے لیکن کبی باقی رہے تو دیت کاملہ ہوگی اور یہی حکم ہوگا اگر شکستگی کے آثار باقی ہوں مثلاً وہ لاٹھی کے بغیر چلنے پر قادر نہ ہو یا جماع کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ یا اس کی منی زائل ہوگئی ہو یا مسلسل پیشاب نکلنے رہنے کی بیماری لگ گئی ہو۔

مسئلہ ۳: اگر علاج سے ٹھیک ہوجائے اور جرم کا اثر باقی نہ ہو تو اس کی دیت سو دینار ہوگی۔

مسئلہ ۴: کمر سے مراد وہ ہڈی ہے جس میں حلقے ہوتے ہیں اور پیٹھ کے اوپر سے کولہے تک ہے جسے صلب کہتے ہیں۔ اس کا توڑنا موجب دیت ہے۔

مسئلہ ۵: اگر کمر توڑے اور پاؤں مفلوج ہوجائیں تو ایک دیت کمر توڑنے کی اور پاؤں مفلوج ہونے کی ایک تہائی دیت ہوگی۔

تیرھواں مورد: حرام مغز کی دیت

مسئلہ ۱: حرام مغز کاٹنے کی دیت، دیت کاملہ ہے اور اس کے کچھ حصہ کی دیت اسی کے حساب سے ہوگی۔

مسئلہ ۲: اگر حرام مغز کاٹ دے جس سے کوئی اور عضو معیوب ہوجائے تو اگر اس عضو کی دیت معین ہو تو حرام مغز کے علاوہ اس کی دیت بھی دینا ہوگی۔ اور اگر دیت معین نہ ہو تو اس کا تاوان دے گا۔

چودہواں مورد: پستانوں کی دیت

مسئلہ ۱: عورت کے دونوں پستانوں کی دیت، دیت کاملہ ہے۔ اور ہر ایک کی دیت، پوری دیت کا آدھا حصہ ہے۔

مسئلہ ۲: اگر دونوں کے ساتھ یا کسی ایک کے ساتھ سینے کی جلد بھی کاٹی جائے تو پستان کی دیت وہی ہے جو بتائی جا چکی ہے۔ اور جلد کا "تاوان" ہے۔ اور اگر سینے میں گہرا زخم لگائے تو اس کے ساتھ گہرے زخم کہ جس کو جائفہ کہتے ہیں، کی دیت بھی دینا ہوگی۔

مسئلہ ۳: اگر پستان زخمی ہوجائے۔ مگر باقی رہے لیکن اس کا دودھ خشک ہوجائے یا دودھ

كونه فيها أو تعذر نزوله في وقته مع عدم كونه فعلاً فيها أو قل لبنها أو عيّب كما إذا در مختلطاً بالدم أو القيح ففيه الحكومة.

مسألة ٤ - لو قطع الحلمتين من المرأة قيل فيه الدية، و فيه إشكال ويحتمل الحكومة، و يحتمل الحساب بالمساحة، و الأخير لا يخلو من رجحان.

مسألة ٥ - في حلمة ثدي الرجل ثمن الدية مأة و خمسة و عشرون ديناراً، و فيهما معاً الربع، و في قول إن فيهما الدية، و الأول أقوى.

الخامس عشر: الذكر

مسألة ١ - في الحشفة فما زاد الدية كاملة و إن استوصل إذا كان بقطع واحد، من غير فرق بين ذكر الشاب و الشيخ والصبي والخصي خلقة و من سلت أو رضت خصيتاه وغيره إذا لم يكن موجباً للشلل.

مسألة ٢ - لو قطع بعض الحشفة كانت دية المقطوع بنسبة الدية من مساحة الحشفة حسب لا جميع الذكر.

مسألة ٣ - لو انخرم مجرى البول من دون قطع ففيه الحكومة، ولو قطع بعض الحشفة و كان القطع ملازماً لخرم المجرى فلا شيء إلا ما للحشفة، و إن لم يكن ملازماً و كان الخرم جناية زائدة فله الحكومة، و للحشفة ما تقدم.

مسألة ٤ - لو قطع الحشفة و قطع آخر أو هو بقطع آخر مابقي فالدية لقطعها و الحكومة لقطع الباقي، و لو قطع بعض الحشفة و الآخر ما بقي منها فعلى كل منهما بحساب المساحة.

مسألة ٥ - لو قطع بعض الحشفة وقطع آخر الذكر باستيصال ففي قطع بعضها الحساب بالمساحة، و في قطع الباقي وجوه: الحكومة أو الحساب بالنسبة إلى الحشفة و الحكومة فيما بقي أو الدية كاملة، أو جهها الأول و أحوطها الأخير.

مسألة ٦ - في ذكر العنين ثلث الدية، و كذا في قطع الأشل، وفي قطع بعضه

اس میں ہو لیکن اثر نہ رہا ہو۔ یا اس وقت دودھ اس میں نہ ہو مگر جب ہو تو نہ اُتر سکے۔ یا اس کا دودھ کم ہو جائے یا معیوب ہو جائے۔ مثلاً اس کے ساتھ خون یا میل آنے لگے تو اس کا تاوان ہے۔

مسئلہ ۴: اگر عورت کے پستانوں کی نوکیں کاٹ دے تو کہا گیا ہے کہ اس میں "دیت" ہے۔ لیکن اس میں اشکال ہے۔ تاوان کا احتمال ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ مساحت کا حساب لگا کر دیت دی جائے۔ اور یہ احتمال رجحان سے خالی نہیں۔

مسئلہ ۵: مرد کے پستان کی ایک نوک کے عوض دیت کی قیمت یعنی ایک سو پچیس دینار دیئے جائیں اور ایک ساتھ دونوں کے عوض ایک چوتھائی دیت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ دونوں کی دیت دیت کاملہ ہے۔ لیکن پہلا قول اقویٰ ہے۔

پندرھواں مورد: مرد کے عضو تناسل کی دیت

مسئلہ ۱: حشفہ یا اس سے زیادہ مقدار کو اگر اس طرح کاٹے کہ اس میں کچھ بھی باقی نہ بچے اور ایک ہی مرتبہ میں کاٹا ہو تو اس کی دیت، دیت کاملہ ہوگی۔ اس میں جوان، بوڑھے، بچے، پیدائشی خصی یا جس کے بیضتین نکال دیئے گئے ہوں یا مَل دیئے گئے ہوں، بشرطیکہ مفلوج ہو جانے کا موجب نہ بنا ہو۔ کے عضو تناسل میں کوئی فرق نہیں۔

مسئلہ ۲: اگر حشفہ کے کچھ حصّہ کو کاٹے، تو پورے عضو تناسل کی نہیں بلکہ کاٹے گئے حصّہ کی مقدار کے تناسب کے حساب سے دیت دی جائے گی۔

مسئلہ ۳: اگر پیشاب نکلنے کی جگہ کو کاٹے نہیں بلکہ چیر دے تو اسکا تاوان دینا ہوگا۔ اور حشفہ کے کچھ حصّہ کو کاٹے جس کے نتیجہ میں مقام پیشاب پارہ ہو جائے تو حشفہ کی دیت کے علاوہ کچھ نہیں۔ لیکن اگر کاٹنے کی وجہ سے مقام پیشاب پارہ نہ ہو۔ بلکہ پارہ ہونا دوسری جنایت ہو تو اس کا تاوان ہے اور حشفہ کی دیت ہے جسکی بات بتایا جا چکا ہے۔

مسئلہ ۴: اگر حشفہ کو کاٹے اور کوئی شخص یا وہی شخص دوسری مرتبہ باقی حصّے کو کاٹ دے تو حشفہ کاٹنے کی دیت اور باقی حصّہ کاٹنے کا تاوان ہوگا۔ اگر حشفہ کا کچھ حصّہ کاٹے اور کوئی شخص باقی حصّہ کاٹ دے تو جس نے جتنا کاٹا ہے اس پر اتنی ہی دیت ہوگی۔

مسئلہ ۵: اگر ایک شخص حشفے کے کچھ حصّے کو کاٹے اور دوسرا عضو تناسل کو جڑ سے کاٹ دے تو اس کے بعض حصّے کو کاٹنے کی دیت اس کی مساحت کے حساب سے ہوگی اور باقی حصّے کو کاٹنے کی دیت یا تاوان میں چند وجہیں ہیں۔ یا تاوان ہے یا حشفے کا جو حصّہ رہ گیا تھا اس کی دیت مساحت کے اعتبار سے ہوگی اور باقی حصّے کا تاوان ہوگا۔ یا اس میں دیت کاملہ ہوگی۔ پہلی وجہ "اوجہ" ہے جبکہ آخری وجہ "احوط" ہے۔

مسئلہ ۶: نامرد کے عضو تناسل کی دیت ایک تہائی ہوگی۔ یہی حکم مفلوج عضو تناسل کو کاٹنے کا ہے۔ اور اس کا کچھ حصّہ کاٹنے کی دیت اسی کے حساب سے ہوگی اور بعید نہیں ہے کہ حساب پورے عضو تناسل سے کیا جائے۔ صرف حشفہ کا حساب نہ کیا جائے۔

بحسابه، و لا يبعد أن يكون الحساب بالنسبة إلى المجموع لا خصوص الحشفة.

مسألة ۷ ـ لو قطع نصف الذكر طولاً و لم يحصل في النصف الآخر خلل من شلل و نحوه فنصف الدية، و إن أحدث في الباقي شللاً فنصف الدية للقطع و ثلثا دية النصف الآخر للشلل، فعليه خمسة أسداس.

مسألة ۸ ـ في ذكر الخنثى المشكل أو المعلوم أنوثته الحكومة.

السادس عشر: الخصيتان

مسألة ۱ ـ في الخصيتين الدية كاملة، فهل لكل واحدة نصفها أو لليسرى ثلثان و لليمنى الثلث؟ الأوجه الثاني، و الأحوط الثلثان في اليسرى و النصف في اليمنى لو قلعتا دفعتين.

مسألة ۲ ـ لا فرق في الحكم بين الصغير و الكبير و الشيخ و الشاب، و مقطوع الذكر و غيره، و أشله و غيره، و العنين وغيره.

مسألة ۳ ـ في أدرة الخصيتين وهي انتفاخهما أربع مأة دينار، فان فحج فلم يقدر على مشي ينفعه ففيه ثمانمأة دينار أربعة أخماس دية النفس.

السابع عشر: الفرج

مسألة ۱ ـ في شفري المرأة أي اللحم المحيط بالفرج إحاطة الشفتين بالفم ديتها كاملة، وفي إحداهما نصفها، سواء كانت كبيرة أو صغيرة، ثيباً أو بكراً، مختونة أو غيرها، قرناء أو رتقاء أو سليمة، مفضاة أو غيرها.

مسألة ۲ ـ لو شلتا بالجناية فالظاهر ثلثا ديتها، ولو قطع ما بهما الشلل ففيه الثلث.

مسألة ۳ ـ في الركب و هو في المرأة موضع العانة من الرجل الحكومة قطعه

مسئلہ ۷: اگر لمبائی میں آدھا عضوِ تناسل کاٹ دے اور باقی آدھے حصے میں فالج وغیرہ جیسا کوئی عیب پیدا نہ ہو تو اس کی دیت آدھی ہوگی۔ لیکن اگر باقی آدھے حصے میں فالج ہو جائے تو کاٹنے کی آدھی دیت اور دو تہائی دیت باقی آدھے حصے کے مفلوج ہو جانے کے عوض ہوگی۔ پس اس پر چھ میں سے پانچ حصے دیت ہوگی۔

مسئلہ ۸: خنثیٰ نے مشکل یا جس کا مونث ہونا معلوم ہو اس کے عضوِ تناسل کا "تاوان" دینا ہوگا۔

سولھواں مورد: بیضتین کی دیت

مسئلہ ۱: بیضتین کی دیت، دیتِ کاملہ ہے۔ لیکن آیا ہر ایک کی دیت، دیتِ کاملہ کا نصف ہوگی، یا بائیں بیضے کی دو تہائی اور داہنے کی ایک تہائی ہوگی؟ زیادہ بہتر یعنی وجہ جیسا احوط یہ ہے کہ اگر دو مرتبہ دونوں کو نکالا جائے تو بائیں کی دو تہائی اور داہنے کی ایک تہائی ہوگی۔

مسئلہ ۲: اس حکم میں بالغ، نابالغ، بوڑھے، جوان، مقطوع الذکر یا غیر مقطوع الذکر یا جس کا عضوِ تناسل مفلوج ہو یا نہ ہو اور مرد یا نامرد کے بیضتین میں کوئی فرق نہیں۔

مسئلہ ۳: بیضتین میں ایسی بیماری ایجاد کرنے کی دیت کہ جس سے پھول جب ئیں چارسو دینار ہے اور اس کے نتیجہ میں ٹانگیں پھیل جائیں اور وہ بعد مفید راستہ نہ چل سکے تو اس کی دیت آٹھ سو دینار یعنی دیتِ نفس کا $\frac{4}{5}$ ہے۔

سترہواں مورد: عورت کی شرمگاہ کی دیت

مسئلہ ۱: عورت کی شرمگاہ کے دونوں کناروں کے اس گوشت کو کاٹنے کی دیت جو اس طرح اس کا احاطہ کئے ہوتا ہے جیسے ہونٹ منہ کا احاطہ کئے ہوتے ہیں، دیتِ کاملہ ہے اور ایک کنارے کے گوشت کو کاٹنے کی دیت، دیتِ کاملہ کا نصف ہے۔ چاہے عورت بالغ ہو یا نابالغ، شادی شدہ ہو یا باکرہ، مختونہ ہو یا غیر مختونہ، اس کی شرمگاہ میں ہڈی یا گوشت وغیرہ ہو یا اس عیب سے سالم ہو۔ اس کا افضا ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

مسئلہ ۲: اگر جنایت کی وجہ سے وہ دونوں کنارے مفلوج ہو جائیں تو ظاہراً اس کی دیت، دیتِ کاملہ کے دو تہائی کے برابر ہے اور اگر ایسے کناروں کو کاٹے جو مفلوج ہوں تو اس کی دیت ایک تہائی ہے۔

مسئلہ ۳: مرد کے زیرِ ناف جو جگہ ہوتی ہے عورت کی اس جگہ کو کاٹنے کے عوض کہ جسے "رکب" کہتے ہیں تاوان

منفرداً أو منضماً إلى الفرج، وكذا في عانة الرجل الحكومة.

مسألة ٤ ـ في إفضاء المرأة ديتها كاملة، و هو أن يجعل مسلكي البول و الحيض واحداً، و كذا لو جعل مسلكي الحيض و الغائط واحداً على الأحوط في هذه الصورة، من غير فرق بين الأجنبي و الزوج إلا في صورة واحدة و هي ما إذا كان ذلك من الزوج بالوطء بعد البلوغ، و أما قبل البلوغ فعليه ديتها مع مهرها.

مسألة ٥ ـ لو كانت المرأة مكرهة من غير زوجها فلها مهرالمثل مع الدية، ولو كانت مطاوعة فلها الدية دون المهر، ولو كانت المكرهة بكراً هل يجب لها أرش البكارة زائداً على المهر والدية؟ فيه تردّد، والأحوط ذلك.

مسألة ٦ ـ المهر و الأرش على القول به في ما له، و كذا الدية.

الثامن عشر: الأليان

مسألة ١ ـ في الأليين الدية كاملة، و في كل واحدة منهما نصفها، و كذا في المرأة ديتها، و في كل واحدة منهما نصف ديتها. و في بعض كل منهما بحساب المساحة.

مسألة ٢ ـ الظاهر أن الألية عبارة عن اللحم المرتفع بين الفخذ و الظهر حتى انتهى إلى العظم، فلو لم يبلغ العظم فالظاهر الحساب بالمساحة، و إن كان الأحوط الدية في القطع بنحو ينتهي إلى مساواة الظهر و الفخذ و إن لم يصل إلى العظم.

التاسع عشر: الرجلان

مسألة ١ ـ في الرجلين الدية كاملة، و في كل منهما نصفها، و حدّهما مفصل الساق.

ہے۔ چاہے صرف اس کو کاٹے یا اس کے ساتھ شرمگاہ کو بھی کاٹے اور اسی طرح مرد کے زیرِ ناف کی جگہ کو کاٹنے کا بھی تاوان ہے۔

مسئلہ ۴: عورت کا افضا کرنے کی دیت، دیتِ کاملہ ہے۔ افضا سے مراد یہ ہے کہ حیض و پیشاب کے مقام کو ایک کر دے۔ اسی طرح اگر حیض اور پاخانے کے مقام کو ایک کر دے تو اس صورت میں احتیاطاً یہی حکم ہے عورت کے اجنبی یا بیوی ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا صرف ایک صورت میں اور وہ یہ ہے کہ عورت کے بالغ ہونے کے بعد شوہر کے وطی کرنے سے افضا ہوا ہو۔ لیکن اگر بالغ ہونے سے پہلے ہوا ہو تو مرد پر اس کی دیت کے علاوہ مہر بھی واجب الادا ہے۔

مسئلہ ۵: اگر عورت پر شوہر کے علاوہ کسی اور نے زبردستی کی ہو تو دیت کے ساتھ مہرِ مثل بھی اس کا حق ہے۔ لیکن اگر اس کی مرضی سے وطی ہوئی ہو تو صرف دیت ہے مہر نہیں۔ اور جس کے ساتھ زبردستی کی گئی ہو اگر وہ باکرہ رہی ہو تو آیا مہر اور دیت کے علاوہ بکارت کا تاوان بھی ہے؟ اس میں تردد ہے۔ احتیاط یہ ہے کہ بکارت کا تاوان ہے۔

مسئلہ ۶: مہر اور تاوان کے اگر ہم قائل ہو جائیں تو اس کی مرد کے مال میں سے ہوگی اور اسی طرح دیت بھی۔

اٹھارہواں مورد: کولہوں کی دیت

مسئلہ ۱: کولہوں کی دیت، دیتِ کاملہ ہے۔ اور ہر ایک کولہے کی دیت، کاملہ کا نصف ہے۔ اسی طرح عورت کے کولہوں کی دیت، بھی عورت کی دیت کے برابر ہے۔ اور اس کے کسی ایک کولہے کی دیت، اس کا نصف ہے۔ اور کولہے کے کچھ حصے کی دیت اس کی مساحت کے حساب سے ہوگی۔

مسئلہ ۲: ظاہراً "الیۃ" یعنی کولہے سے مراد وہ گوشت ہے جو ران اور کمر کے درمیان میں ہڈی کی انتہا تک ہوتا ہے۔ پس اگر اس کی کاٹ ہڈی تک نہ پہونچے تو ظاہراً مساحت کے لحاظ سے دیت ہوگی۔ اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ اگر اس طرح کاٹا ہو کہ کمر اور ران کے مساوی ہو جائے تو اس کی دیت ہے چاہے ہڈی تک نہ کاٹا ہو۔

انیسواں مورد: دونوں پاؤں کی دیت

مسئلہ ۱: دونوں پاؤں کی دیت، دیتِ کاملہ ہے۔ اور ہر ایک کی اس کا نصف اور پاؤں کی حد پنڈلی کا جوڑ ہے۔

مسألة ٢ ـ البحث هاهنا كالبحث في اليدين في القطع من مفصل الركبة أو من أصل الفخذين، و في كل واحدة منهما، و في قطع بعض الساق مع مفصله، و كذا في قطع شخص من مفصل الساق و آخر بعض الساق، فالكلام فيهما واحد.

مسألة ٣ ـ في أصابع الرجلين منفردة دية كاملة، و في كل واحدة منها عشرها، و دية كل إصبع مقسومة على ثلاث أنامل بالسوية إلا الابهام فانها مقسومة فيها على اثنين.

مسألة ٤ ـ الكلام في الرجل الزائدة كالكلام في اليد الزائدة، و كذا في الأصابع.

العشرون: الأضلاع

مسألة ١ ـ عن كتاب ظريف بن ناصح «و في الأضلاع فيما خالط القلب من الأضلاع إذا كسر منها ضلع فديته خمسة و عشرون ديناراً ـ إلى أن قال ـ: و في الأضلاع ممايلي العضدين دية كل ضلع عشرة دنانير إذا كسر» و بمضمونه أفتى الأصحاب، ولا بأس بذلك، لكن لم يظهر المراد منه، فهل التفصيل بين الجانب الذي يلي القلب و الجانب الذي يلي العضد أو التفصيل بين الضلع الذي يحيط بالقلب و غيره أو التفصيل بين الأضلاع في جانب الصدر و القدام و غيرها ممايلي العضدين إلى الخلف؟ و يحتمل التصحيف و كان الأصل «فيما حاط القلب» من حاطه يحوطه: أي حفظه و حرسه، أو كان الأصل «فيما أحاط بالقلب» فالأقوى في الأضلاع التي تحيط بالقلب من الجانب الأيسر في كل منها خمسة و عشرون، و أما في غير ها فالاحتياط بالصلح لا يترك سيما بالنسبة إلى ما يجاور المحيط بالقلب في جانب الأيمن، و إن كان القول بعدم وجوب الزائد على عشرة دنانير في غير الضلع المحيط لا يخلو من قرب.

* * *

مسئلہ ۲: پاؤں کے بارے میں بحث کا انداز وہی ہے جو ہاتھوں کو کاٹنے کے بارے میں ہے کہ آیا ٹخنے کے جوڑ سے کاٹنے پر دیت ہے، یا ران کی جڑ سے۔ ان میں سے ایک کی دیت، اور پنڈلی کے کچھ حصّہ کو جوڑ کے ساتھ کاٹنے کی دیت، اسی طرح ایک شخص کے پنڈلی کے جوڑ سے اور دوسرے کے پنڈلی کا باقی حصّہ کاٹنے کی دیت کے بارے میں ہاتھوں اور پاؤں کے بارے میں ایک جیسی بحث ہے۔

مسئلہ ۳: صرف پاؤں کی انگلیاں کاٹنے کی دیت، دیت کاملہ ہے۔ اور ان میں سے ایک انگلی کی دیت، دیت کا دسواں حصّہ ہے۔ اور ہر ایک انگلی کی دیت کو تین جوڑوں پر برابر تقسیم کیا جائے گا صرف انگوٹھوں کی دیت کے علاوہ کہ اسکو دو جوڑوں پر تقسیم کیا جائے۔

مسئلہ ۴: اضافی پاؤں کا حکم وہی ہے جو اضافی ہاتھ کا ہے۔ اور یہی حکم پاؤں کی اضافی انگلیوں کا بھی ہے۔

بیسواں مورد: پسلیوں کی دیت

مسئلہ ۱: کتاب ظریف بن ناصح میں ہے "جن پسلیوں کے ساتھ دل کا اتصال ہوتا ہے۔ اگر ان میں سے کسی پسلی کو توڑا جائے تو اس کی دیت پچیس دینار ہوگی"۔ یہاں تک کہنے کے بعد لکھتے ہیں "دونوں بازوؤں کے پہلوؤں میں جو پسلیاں ہوتی ہیں اگر ان سے کسی ایک کو توڑ دے تو اس کی دیت دس دینار ہے"۔ اسی مضمون کے مطابق اصحاب امامیہ نے فتویٰ دیا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ان کی مراد کیا ہے؟ یہ واضح نہیں ہے۔ پس آیا دل کی جانب والی دل سے ملی ہوئی پسلیوں اور بازوؤں کی سمت والی پسلیوں میں فرق ہوگا؟ یا جو پسلیاں دل کا احاطہ کئے ہیں ان میں اور ان کے علاوہ میں فرق ہوگا؟ یا سینے اور آگے کی جانب والی پسلیوں اور ان کے علاوہ میں فرق ہوگا۔ کہ جو پشت کی طرف، بازوؤں کے قریب ہیں۔؟ احتمال ہے کہ "متن" میں غلطی ہوگئی ہو۔ اور اصل "احاط القلب" احاطہ چھوٹ سے ہو۔ یعنی دل کی محافظ پسلیاں یا اصل میں "فیما احاط بالقلب" ہو۔ یعنی جو پسلیاں دل کا احاطہ کئے ہوتے ہیں۔ اقویٰ یہ ہے کہ جو پسلیاں بائیں جانب، دل کا احاطہ کئے ہوئے ہیں ان میں سے ایک کی دیت پچیس دینار ہے۔ اور ان کے علاوہ میں مصالحت کی احتیاط کو ترک نہ کیا جائے۔ خاص کر ان پسلیوں کی بہ نسبت، جو دل پر احاطہ کرنے والی بائیں جانب والی پسلیوں کے ساتھ، دائیں جانب ہوں۔ اگرچہ یہ کہنا کہ جو پسلیاں دل پر محیط نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک کی دیت دس دینار سے زیادہ واجب نہیں، قرب سے خالی نہیں ہے۔

الواحد والعشرون: الترقوة

مسألة ١ ـ في الترقوتين الدية، و في كل واحدة منهما إذا كسرت فجبرت من غير عيب أربعون ديناراً.

مسألة ٢ ـ لو كسرت واحدة منهما و لم تبرأ فالظاهر أن فيها نصف الدية، ولو برأت معيوباً فكذلك على الأحوط لو لم يكن الأقوى، و قيل فيهما بالحكومة.

خاتمة وفيها فروع:

الأول ـ لو كسر بعصوص شخص فلم يملك غائطه ففيه الدية كاملة و هو إما عظم الورك أو العصعص: أي عجب الذنب أو عظم دقيق حول الدبر، و إذا ملك غائطه و لم يملك ريحه فالظاهر الحكومة.

الثاني ـ لو ضرب عجانه فلم يملك بوله و لا غائطه ففيه الدية كاملة، و العجان ما بين الخصيتين و حلقة الدبر، ولو ملك أحدهما و لم يملك الآخر فلا يبعد فيه الدية أيضاً، و يحتمل الحكومة، و الأحوط التصالح، ولو ضرب غير عجانه فلم يملكهما فالظاهر الدية، ولو لم يملك أحدهما فيحتمل الحكومة و الدية، والأحوط التصالح.

الثالث ـ في كسر كل عظم من عضو له مقدر خمس دية ذلك العضو، فان جبر على غير عيب فأربعة أخماس دية كسره، و في موضحته ربع دية كسره، و في رضه ثلث دية ذلك العضو إن لم يبرأ، فان برأ على غير عيب فأربعة أخماس دية رضه، و في فكه من العضو بحيث يتعطل ثلثا دية ذلك العضو، فان جبر على غير عيب فاربعة أخماس دية فكه، كل ذلك على قول مشهور، و الأحوط فيها التصالح.

اکیسواں مورد: ہنسلیوں کی دیت

مسئلہ ۱: دونوں ہنسلیوں کی دیت، دیت کاملہ ہے۔ اور ان میں سے ایک کو توڑنے کی دیت چالیس دینار ہے۔ بشرطیکہ اسے جوڑ دیا جائے اور ٹھیک ہوجائے اور کوئی عیب اس میں نہ رہے۔

مسئلہ ۲: اگر ان میں سے ایک کو توڑا جائے اور وہ ٹھیک نہ ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس کی آدھی دیت ہے۔ لیکن اگر ٹھیک تو ہوجائے مگر عیب باقی رہ جائے، تو اگر اقویٰ نہ ہو تو بھی احوط یہ ہے کہ اس کا بھی یہی حکم ہے۔ جبکہ ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ دونوں کا تاوان ہے۔

خاتمہ: جس میں چند فرعیں ہیں

فرع اوّل: اگر کسی شخص کی "عصعص" یعنی مقعد کی ہڈی توڑ دے جس کی وجہ سے وہ پاخانہ نہ روک سکے، تو اس کی دیت، دیت کاملہ ہے۔ "عصعص" یا تو پچھلی ہڈی یا دُم کی ہڈی یعنی دُم کے آخر کی ہڈی ہے یا دُبر کے اطراف کی باریک ہڈی ہے۔ اور اگر وہ پاخانہ کو روک سکے لیکن ریح کو روک نہ سکے تو ظاہراً اس کا تاوان ہوگا۔

فرع دوم: اگر کسی شخص کے "عجان" پر ضرب لگائے جس کی وجہ سے وہ پیشاب پاخانہ نہ روک سکے تو اس کی دیت، دیت کاملہ ہوگی۔ "عجان"، "خصیتین" اور "دُبر" کے حلقہ کے درمیانی حصّہ کو کہتے ہیں۔ اور اگر پیشاب یا پاخانہ میں سے ایک کو روک سکتا ہو لیکن دوسرے کو نہ روک سکے تو بعید نہیں کہ اس کی بھی دیت ہو۔ اور تاوان کا احتمال بھی ہے۔ لیکن احتیاط مصالحت کر لینے میں ہے۔ اور اگر "عجان" کے علاوہ کہیں اور ضرب لگائے جس کی وجہ سے وہ پیشاب پاخانہ کو روک نہ سکے تو ظاہراً اس کی دیت ہے۔ اور ایک کو نہ روک پا رہا ہو تو اس میں تاوان اور دیت، دونوں کا احتمال دیا گیا ہے۔ لیکن احتیاط آپس میں مصالحت کر لینے میں ہے۔

فرع سوم: جس عضو کی دیت معین ہو اس کی ہڈی توڑنے کی دیت، معینہ دیت کا پانچواں حصّہ ہے پس اگر ٹھیک ہوجائے اور عیب نہ رہے تو اس کی دیت، اس کو توڑنے کی دیت کا ۴/۵ ہوگی اور ایسا زخم لگانے کی دیت جس سے گوشت پھٹ جائے اس کے توڑنے کی دیت کا چوتھا حصّہ ہوگی۔ اور اس کو جوڑ جوڑ کرنے کی دیت، اگر ٹھیک نہ ہو تو اس عضو کی دیت کا ایک تہائی ہوگی۔ اور اگر ٹھیک ہوجائے اور کوئی عیب نہ رہے تو اس کی دیت اس کو جوڑ کرنے کی دیت کا ۴/۵ ہوگی۔ اور ہڈی کو عضو سے جدا کرنے کی دیت کہ جس سے وہ بیکار ہوجائے اس عضو کی دیت کا ۲/۳ ہوگی۔ چنانچہ اس صورت میں اگر ٹھیک ہوجائے اور معیوب نہ رہے تو اس کی دیت اس کو لگی زخم کی دیت کا پانچواں حصّہ ہوگی۔ یہ ساری دیتیں قول مشہور کے مطابق ہیں۔ جبکہ ان میں احتیاط یہ ہے کہ آپس میں مصالحت کر لیں۔

الرابع - من داس بطن إنسان حتى أحدث ديس بطنه حتى يحدث أو يغرم ثلث الدية، و الظاهر أن الحدث بول أو غائط ،فلو أحدث بالريح ففيه الحكومة.

الخامس - من افتض بكراً باصبعه فخرق مثانتها فلم تملك بولها ففيه ديتها و مهر مثل نسائها.

المقصد الثاني في الجناية على المنافع

وهي في موارد:

الأول - العقل، و فيه الدية كاملة، و في نقصانه الأرش، و لا قصاص فى ذهابه و لا نقصانه.

مسألة ١ - لا فرق في ذهابه أو نقصانه بين كون السبب فيهما الضرب على رأسه أو غيره و بين غير ذلك من الأسباب، فلو أفزعه حتى ذهب عقله فعليه الدية كاملة و كذا لو سحره.

مسألة ٢ - لو جنى عليه جناية كما شج رأسه أو قطع يده فذهب عقله لم تتداخل دية الجنايتين، و في رواية صحيحة إن كان بضربة واحدة تداخلتا، لكن أعرض أصحابنا عنها، و مع ذلك فالاحتياط بالتصالح حسن.

مسألة ٣ - لو ذهب العقل بالجناية و دفع الدية ثم عاد العقل ففي ارتجاع الدية تأمل، و إن كان الارتجاع و الرجوع إلى الحكومة أشبه.

مسألة ٤ - لو اختلف الجاني و ولي المجني عليه في ذهاب العقل أو نقصانه فالمرجع أهل الخبرة من الأطباء، و يعتبر التعدد و العدالة على الأحوط و يمكن اختباره في حال خلواته و غفلته، فان ثبت اختلاله فهو، و إن لم يتضح لا من أهل الخبرة لاختلافهم مثلاً و لا من الاختبار فالقول قول الجاني مع اليمين.

الثاني - السمع، و في ذهابه من الأذنين جميعاً الدية، و في سمع كل أذن

فرع چہارم: اگر کسی شخص کے پیٹ کو اتنا دبائے کہ اس سے حدث سرزد ہو جائے۔ تو اس شخص کا پیٹ بھی دبایا جائے یہاں تک کہ اس کا بھی پاخانہ نکل آئے۔ یا وہ ایک تہائی دیت ادا کرے۔ اور ظاہراً حدث سے مراد پیشاب یا پاخانہ ہے۔ پس اگر ہوا نکل آئے تو اس کا تاوان ہے۔

فرع پنجم: اگر انگلی کے ذریعہ کسی باکرہ لڑکی کا افضا کرے اور اس کا مثانہ پھٹ جائے جس کی وجہ سے وہ پیشاب نہ روک سکتی ہو تو وہ اس لڑکی کی دیت اور اس کا مہر مثل ادا کرے۔

دوسرا مقصد

منافع پر جنایت وارد کرنا

ایسا چند موارد میں ہوتا ہے:

پہلا مورد: عقل ہے۔ اس کی دیت، دیت کاملہ ہے اور اس کو نقصان پہونچانے کا تاوان ہے لیکن عقل زائل کرنے اور اسے نقصان پہونچانے کا قصاص نہیں۔

مسئلہ ۱: عقل زائل کرنے یا اس کو نقصان پہونچانے میں فرق نہیں کہ دونوں کا سبب سر پر پڑنے والی ضرب ہو یا اس کے علاوہ کہیں اور ضرب لگی ہو یا کوئی اور سبب ہو۔ پس اگر اتنا خوف زدہ کرے کہ اس کی عقل جاتی تو اس پر پوری دیت ہے۔ یہی حکم جادو کا بھی ہے۔

مسئلہ ۲: اگر کوئی جنایت وارد کرے، مثلاً سر توڑ دے یا ہاتھ کاٹ دے جس کی وجہ سے عقل جاتی رہے۔ تو دونوں جنایتوں کی دیت الگ الگ ہوگی۔ لیکن روایت صحیحہ میں ہے کہ اگر ایک ضرب سے ایسا ہوا ہو تو دیت ایک ہی ہوگی۔ مگر اصحاب امامیہ نے اس روایت پر عمل نہیں کیا ہے۔ اس کے باوجود آپس میں مصالحت کے ذریعہ احتیاط سے کام لینا بہتر ہے۔

مسئلہ ۳: اگر جنایت کی وجہ سے عقل زائل ہو جائے اور دیت ادا کر دے اس کے بعد عقل عود کر آئے تو دیت واپس لینے میں تامل ہے۔ اگرچہ دیت واپس لے کر تاوان دینا اشبہ ہے۔

مسئلہ ۴: اگر جانی اور مجنی علیہ میں عقل زائل ہونے یا اس کو نقصان پہونچنے کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو اس کا فیصلہ ماہر ڈاکٹر کریں گے۔ جن کا متعدد اور عادل ہونا احتیاطاً معتبر ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ غفلت و خلوت کی حالت میں اس کو آزمایا جائے۔ پس اگر خلل ثابت ہو جائے تو اس کا حکم جاری ہوگا۔ لیکن اگر صورت واضح نہ ہو یا نہ ڈاکٹروں کے ذریعہ ان کے اختلاف کی وجہ سے مثلاً اور نہ اختبار و جانچ پرکھ کے ذریعہ تو قسم دیکر جانی کی بات مانی جائے گی۔

دوسرا مورد: قوت سماعت ہے۔ اور دونوں کانوں کے ساتھ قوت سماعت نابود کرنے کی دیت دیت کاملہ ہے اور ایک کان کی سماعت کی آدھی دیت ہے۔

نصف الدية.

مسألة ١ ـ لا فرق في ثبوت النصف بين كون إحدى الأذنين أحدّ من الأخرى أم لا، ولو ذهب سمع إحداهما بسبب من الله تعالى أو بجناية أو مرض أو غيرها ففي الأخرى النصف.

مسألة ٢ ـ لو علم عدم عود السمع أو شهد أهل الخبرة بذلك استقرت الدية، و إن أمّل أهل الخبرة العود بعد مدة متعارفة يتوقع انقضاؤها فان لم يعد استقرت، ولو عاد قبل أخذ الدية فالأرش، و إن عاد بعده فالأقوى أنه لا يرتجع، ولو مات قبل أخذها فالأقرب الدية.

مسألة ٣ ـ لو قطع الأذنين و ذهب السمع به فعليه الديتان، ولو جنى عليه بجناية أخرى فذهب سمعه فعليه دية الجناية و السمع، ولو قطع إحدى الأذنين فذهب السمع كله من الأذنين فدية و نصف.

مسألة ٤ ـ لو شهد أهل الخبرة بعدم فساد القوة السامعة لكن وقع في الطريق نقص حجبها عن السماع فالظاهر ثبوت الدية لا الحكومة، و إن ذهب بسمع الصبي فتعطل نطقه فالظاهر بالنسبة إلى تعطل النطق الحكومة مضافاً إلى الدية.

مسألة ٥ ـ لو أنكر الجاني ذهاب سمع المجني عليه أو قال لا أعلم صدقه اعتبرت حاله عند الصوت العظيم و الرعد القوي و صيح به بعد استغفاله، فان تحقق ما ادعاه أعطي الدية، و يمكن الرجوع إلى الحذاق و المتخصصين في السمع مع الثقة بهم، و الأحوط التعدد و العدالة، و إن لم يظهر الحال أحلف القسامة للوث و حكم له.

مسألة ٦ ـ لو ادعى نقص سمع إحداهما قيس إلى الأخرى، و تلزم الدية بحساب التفاوت، و طريق المقايسة أن تسد الناقصة سداً شديداً و تطلق الصحيحة و يضرب له بالجرس مثلاً حيال وجهه و يقال له: اسمع فاذا خفي الصوت عليه علم مكانه ثم يضرب به من خلفه حتى يخفى عليه فيعلم مكانه، فان تساوى المسافتان فهو صادق و إلا كاذب، و الأحوط الأولى تكرار العمل في

مسئلہ ۱: آدھی دیت ثابت ہونے میں فرق نہیں کہ ایک کان سننے میں زیادہ تیز ہو یا نہ ہو۔ اور اگر ایک کان کی سماعت کسی الٰہی سبب یا جنایت یا بیماری یا کسی اور وجہ سے ختم ہو گئی ہو تو دوسرے کی آدھی دیت ہوگی۔

مسئلہ ۲: اگر معلوم ہو جائے کہ سماعت بحال نہیں ہوگی یا ماہرین اس کی گواہی دے دیں تو دیت واجب ہو جائے گی لیکن اگر ماہرین کو کچھ عرصے کے بعد بحال ہو جانے کی امید ہو تو اتنا عرصہ گذرنے کا انتظار کیا جائے۔ پس اگر بحال نہ ہو تو دیت واجب ہو جائے گی۔ لیکن اگر دیت لینے سے پہلے بحال ہو جائے تو تاوان لیا جائے گا۔ مگر بعد میں بحال ہونے پر اقویٰ یہ ہے کہ دیت واپس نہیں کی جائے گی۔ اور اگر دیت لینے سے پہلے مر جائے تو اقرب یہ ہے کہ دیت دینا ہوگی۔

مسئلہ ۳: اگر دونوں کان کاٹ ڈالے جس کی وجہ سے سماعت ختم ہو جائے تو اس پر دو دیتیں ہوں گی۔ اور اگر کوئی اور جنایت اس پر روا رکھے جس کی وجہ سے اس کی سماعت ختم ہو جائے تو جنایت و سماعت، دونوں کی دیت دینا ہوگی۔ اگر ایک کان کاٹے لیکن سماعت دونوں کی ختم ہو جائے تو ایک کی پوری دیت اور ایک کی آدھی دیت دینا ہوگی۔

مسئلہ ۴: اگر ماہرین گواہی دیں کہ قوتِ سماعت خراب نہیں ہوئی لیکن سماعت کے راستہ میں ایسا نقص پیدا ہو گیا ہے جو سننے سے مانع ہے تو ظاہراً دیت ثابت ہے۔ تاوان نہیں۔ اور اگر بچہ کی سماعت زائل کرے اور اس کی قوتِ گویائی بھی بیکار ہو جائے تو ظاہر یہ ہے کہ دیت کے ساتھ قوتِ گویائی بیکار ہونے کا تاوان بھی دینا ہوگا۔

مسئلہ ۵: اگر جانی، مجنی علیہ کی قوتِ سماعت ختم کرنے کا منکر ہو، یا یہ کہے کہ مجھے علم نہیں کہ وہ سچا ہے۔ تو بھیانک اور گرجدار آواز کے ذریعہ اس کا امتحان لیا جائے۔ اور اسے غافل کرنے کے بعد اس کے سر پر جا کر اچانک زور سے چیخا جائے۔ پس اگر اس کا دعویٰ ثابت ہو جائے تو اس کو دیت دی جائے۔ اور ممکن ہے کہ قوتِ سماعت کے ماہرین اور متخصصین کی طرف رجوع کیا جائے اگر ان پر بھروسہ ہو اور احتیاط یہ ہے کہ وہ متعدد اور عادل ہوں۔ اگر پھر بھی حالت واضح نہ ہو تو اس کو پچاس قسمیں دی جائیں۔ کیونکہ اس میں "لوث" ہے۔ اس کے بعد اس کے حق میں حکم صادر کیا جائے۔

مسئلہ ۶: اگر ایک کان کی قوتِ سماعت کم ہو جانے کا دعویٰ کرے تو اس کو دوسرے کے مقابلے میں پرکھا جائے گا۔ چنانچہ جتنا فرق ہو اتنی ہی دیت لازمی ہوگی۔ پرکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو کان ناقص ہو اسے بالکل بند کر دیا جائے۔ اور جو صحیح ہو اس کو بند نہ کیا جائے۔ اس کے بعد مثال کے طور پر اس کے سامنے گھنٹی بجائی جائے اور اس سے سننے کو کہا جائے۔ جس جگہ سے وہ گھنٹی کی آواز نہ سنے وہاں علامت لگا دی جائے۔ اس کے بعد اس کے پیچھے گھنٹی بجائی جائے۔ اور جہاں سے آواز نہ سنائی دے وہاں نشان لگایا جائے۔ پھر دونوں علامتوں کے درمیان کا فاصلہ ناپا جائے اگر فاصلہ برابر ہو تو وہ اپنے دعوے میں سچا ہے ورنہ جھوٹا ہے۔ اور احوط اولیٰ یہ ہے کہ یہی طریقہ اس کے داہنی اور بائیں جانب بھی استعمال کیا جائے۔ پھر جو کان ٹھیک ہو اس کو کس کر باندھ دیا جائے اور دوسرے کو کھلا چھوڑ کر اس کے سامنے کی جانب گھنٹی بجاتے ہوئے

اليمين واليسار أيضاً، ثم تسد الصحيحة سداً جيداً و تطلق الناقصة فيضرب بالجرس من قدامه ثم يعلم حيث يخفى الصوت يصنع بها كما صنع بأذنه الصحيحة أولاً، ثم يقاس بين الصحيحة و المعتلة فيعطى الأرش بحسابه و لابد في ذلك من توخي سكون الهواء و لا يقاس مع هبوب الرياح، و كذا يقاس في المواضع المعتدلة.

الثالث ـ البصر، و في ذهاب الابصار من العينين الدية كاملة، و من إحداهما نصفها.

مسألة ١ ـ لا فرق بين أفراد العين المختلفة حديدها وغيره حتى الحولاء و العشواء و الذي في عينه بياض لا يمنعه عن الابصار والعمشاء بعد كونها باصرة.

مسألة ٢ ـ لو قلع الحدقة فليس عليه إلادية واحدة و يكون الابصار تبعا لها، ولو جنى عليه بغير ذلك كما لو شج رأسه فذهب إبصاره عليه دية الجناية مع دية الابصار.

مسألة ٣ ـ لو قامت العين بحالها و ادعى المجني عليه ذهاب البصر و أنكر الجاني فالمرجع أهل الخبرة، فان شهد شاهدان عدلان من أهلها أو رجل و امرأتان ثبت الدية، فان قالا لا يرجى عوده استقرت، ولو قالا يرجى العود من غير تعيين زمان تؤخذ الدية، و إن قالا بعد مدة معينة متعارفة فانقضت و لم يعد استقرت.

مسألة ٤ ـ لو مات قبل مضي المدة التي أجلت استقرت الدية، و كذا لو قلع آخر عينه، نعم لو ثبت عوده فقلعت فالظاهر الأرش، كما أنه لو عاد قبل استيفاء الدية عليه الأرش، و أما بعده فالظاهر عدم الارتجاع.

مسألة ٥ ـ لو اختلفا في عوده فالقول قول المجني عليه.

مسألة ٦ ـ لو ادعى ذهاب بصره و عينه قائمة و لم يكن بينة من أهل الخبرة أحلفه الحاكم القسامة و قضى له.

مسألة ٧ ـ لو ادعى نقصان إحداهما قيست إلى الأخرى و أخذت الدية بالنسبة

پیچھے ہٹتے جائیں جہاں سے آواز نا بند ہو جائے وہاں نشان لگا دیا جائے۔ بالکل وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو تمام کان کے بارے میں اختیار کیا تھا۔ اس کے بعد سالم اور ناقص کان کا حساب لگایا جائے۔ اور جتنا فرق ہو اس کے حساب سے تاوان دیا جائے۔ اس کام کے لئے ضروری ہے کہ ہوا آہستہ چل رہی ہو۔ اگر ہوا تیز ہو تو یہ طریقہ اختیار نہیں کیا جائے گا۔ اور اسی طرح معتدل مقامات پر ایسا کیا جائے۔

تیسرا مورد: آنکھوں کی بینائی ہے۔ چنانچہ دونوں آنکھوں کی بینائی ختم کر دینے کی دیت دیت کامل ہے اور ایک کی اس کا نصف ہے۔

مسئلہ ۱: آنکھ کی مختلف قسموں میں کوئی فرق نہیں۔ چاہے تیز بینی ہو یا نہ ہو۔ اس میں بھینگا پن ہو یا رتوندھی ہو یا اس میں ایسی سفیدی ہو جو دیکھنے سے مانع نہ ہو۔ یا اس میں سے پانی چلتا رہتا ہو مگر دیکھ لیتی ہو۔

مسئلہ ۲: اگر حدقہ چشم نکال دے تو اس کے ذمے صرف ایک دیت ہو گی بینائی کی الگ سے دیت نہیں ہو گی۔ اگر اس کے علاوہ کوئی جنایت وارد کرے مثلاً اس کے سر پر ضربت لگائے اور اس کی بینائی ختم کر دے تو بینائی کی دیت کے علاوہ جنایت کی دیت بھی دینا ہو گی۔

مسئلہ ۳: اگر آنکھ اپنی حالت پر باقی ہو مگر مجنی علیہ بینائی رخصت ہو جانے کا دعویٰ کرے اور جانی اس کا منکر ہو تو ماہرین فیصلہ کریں گے۔ پس اگر ماہرین میں سے دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عورتیں گواہی دیں کہ بینائی رخصت ہو گئی ہے تو دیت ثابت ہے۔

پس اگر یہ کہیں کہ بینائی لوٹ آنے کی اُمید نہیں تو ادائیگی واجب ہو جائے گی۔ لیکن اگر لوٹنے کی اُمید کا اظہار کریں مگر مدت معین نہ کریں تو دیت لی جائے گی اور اگر عرف کے مطابق معمولی مدت میں لوٹنے کی بابت کہیں۔ چنانچہ وہ مدت گذر جائے اور بینائی نہ لوٹی ہو تو دیت واجب ہو جائے گی۔

مسئلہ ۴: اگر معین کی گئی مدت سے پہلے مر جائے تو دیت واجب ہے۔ اسی طرح اگر کوئی اور شخص اس مدت کے اندر اس کی آنکھ نکال دے تو بھی واجب ہے۔ البتہ اگر بینائی کا لوٹ آنا ثابت ہو جانے کے بعد آنکھ نکالی جائے تو ظاہراً تاوان دینا ہوگا۔ جیسا کہ اگر دیت وصول کرنے سے پہلے لوٹ آئے تو تاوان دینا ہوتا ہے۔ لیکن دیت وصول کرنے کے بعد لوٹ آئے تو ظاہر یہ ہے کہ دیت واپس نہیں کی جائے گی۔

مسئلہ ۵: اگر بینائی کے لوٹ آنے میں اختلاف کریں تو مجنی علیہ کی بات تسلیم کی جائے گی۔

مسئلہ ۶: اگر آنکھ اپنی جگہ پر ہو اور وہ بینائی ختم ہونے کا دعویٰ کرے اور ماہرین میں سے کوئی گواہ بھی نہ ہو۔ تو حاکم شرع اس کو پچاس قسمیں دے کر اس کے حق میں فیصلہ دے گا۔

مسئلہ ۷: اگر ایک کی بینائی کم ہونے کا دعویٰ کرے تو دوسری آنکھ سے مقایسہ کیا جائیگا۔ اور فرق کے لحاظ سے دیت لی جائے گی۔ لیکن اظہار حال کے لئے پچاس قسمیں دینے کے بعد! اور اگر دونوں کی بینائی کم ہونے

بعد القسامة استظهاراً، ولو ادعى نقصانهما قيستا إلى من هو من أبناء سنه، و ألزم الجاني التفاوت بعد الاستظهار بالأيمان إلا مع العلم بالصحة، فيسقط الاستظهار.

مسألة ٨ ـ طريق المقايسة ها هنا كما في السمع، فتشد عينه الصحيحة و يأخذ رجل بيضة مثلاً و يبعد حتى يقول المجني عليه ما أبصرها فيعلم عنده ثم يعتبر في جهة أخرى أو الجهات الأربع فان تساوت صدق، و إلا كذب، و في فرض الصدق تشد المصابة و تطلق الصحيحة فتعتبر بالجهتين أو الجهات و يؤخذ من الدية بنسبة النقصان، و هذه المقايسة جارية في إصابة العينين و دعوى نقصانهما، لكن تعتبر مع العين الصحيحة من أبناء سنه.

مسألة ٩ ـ لابد في المقايسة من ملاحظة الجهات من حيث كثرة النور و قلته و الأراضي من حيث الارتفاع و الانخفاض، فلا تقاس مع ما يمنع عن المعرفة، و لا تقاس في يوم غيم.

الرابع ـ الشم، و في إذهابه عن المنخرين الدية كاملة، و عن المنخر الواحد نصفها على إشكال في الثاني، فلا يترك الاحتياط بالتصالح.

مسألة ١ ـ لو ادعى ذهابه و أنكر الجاني امتحن بالروائح الحادة و المحرقة في حال غفلته، فان تحقق الصدق تؤخذ الدية، و إلا فليستظهر عليه بالقسامة و يقضى له، و إن أمكن الاستكشاف في زماننا بالوسائل الحديثة يرجع إلى أهل الخبرة مع اعتبار التعدد و العدالة احتياطاً، فمع قيام البينة يعمل بها.

مسألة ٢ ـ لو ادعى نقص الشم فان أمكن إثباته بالآلات الحديثة وشهادة العدلين من أهل الخبرة فهو، و إلا فلا يبعد الاستظهار بالأيمان، و يقضي بما يراه الحاكم من الحكومة أو الأرش.

مسألة ٣ ـ لو أمكن إثبات مقدار النقص بالامتحان والمقايسة بشامة أبناء سنه كما في البصر والسمع لا يبعد القول به.

مسألة ٤ ـ لو عاد الشم قبل أداء الدية فالحكومة، ولو عاد بعده ففيه إشكال

کا دعوے دار ہو تو اس کے ساتھ مقایسہ کیا جائے گا۔ جو عمر میں اس کے برابر ہو۔ اور قسموں کے ذریعہ پوزیشن واضح ہونے کے بعد بینائی کے فرق کی قیمت مجرم کو دینا پڑے گی۔ مگر یہ کہ اس کی بات صحیح ہونے کا یقین ہو تو اس صورت میں قسمیں ساقط ہو جائیں گی۔

مسئلہ ۸: مقایسہ کا طریقہ آنکھوں میں بھی وہی ہے جو کانوں کے بارے میں استعمال کیا گیا ہے۔ پس اس کی سالم آنکھ کو باندھ کر ایک شخص مثلاً انڈا اپنے ہاتھ میں لے کر اس سے دور ہوتا جائے۔ جہاں مجنی علیہ کہہ دے کہ اب دکھائی نہیں دے رہا ہے وہاں نشان لگا دیں۔ پھر دوسری سمت یا چاروں سمتوں میں ایسا کریں۔ اگر فاصلہ برابر ہو تو اس کی بات صحیح ہے ورنہ جھوٹ ہے۔ اور اس کی بات کو اگر سچ مان لیا جائے تو اس صورت میں جس آنکھ کو صدمہ پہونچا ہے اسے باندھا جائے گا۔ اور سالم آنکھ کو آزاد چھوڑ کر دو اطراف یا چار اطراف میں اس کو پرکھا جائے گا۔ اور دونوں میں جتنا فرق ہو اس کے حساب سے دیت لی جائے گی۔ یہ مقایسہ دونوں آنکھوں کو صدمہ پہونچنے اور ان کی بینائی کم ہو جانے کے دعوے میں بھی استعمال ہوگا۔ لیکن اس صورت میں اس کے ہم عمر کسی سالم آنکھوں والے کے ساتھ مقایسہ کیا جائے گا۔

مسئلہ ۹: مقایسہ کرنے وقت اطراف میں روشنی کی قلت اور کثرت اور زمینوں کی پستی اور بلندی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ جہاں صحیح پتہ نہ چل سکتا ہو وہاں مقایسہ نہ کیا جائے۔ اور جس روز بادل چھائے ہوں اس روز بھی مقایسہ نہ کیا جائے۔

چوتھا مورد: قوت بویائی ہے۔ اگر دونوں نتھنوں سے سونگھنے کی طاقت ختم کر دے تو اس کی دیت، دیت کاملہ ہے۔ اور ایک سے ختم کرنے کی دیت، کاملہ کا نصف ہے۔ البتہ دوسری صورت میں اشکال ہے۔ لہٰذا مصالحت کر کے احتیاط ترک نہ کی جائے۔

مسئلہ ۱: اگر وہ سونگھنے کی طاقت ختم ہو جانے کا دعویٰ کرے جبکہ مجرم اس کا منکر ہو تو تیز اور جلا دینے والی بو کے ذریعہ بے خبری میں اس کی آزمائش کی جائے گی۔ پس اگر سچائی ثابت ہو جائے تو دیت لی جائے گی۔ اور اگر ثابت نہ ہو سکے تو پچاس قسمیں دے کر اس کی پوزیشن واضح کی جائے گی اور اس کے حق میں فیصلہ دیا جائے گا۔ اگر ہمارے زمانہ میں جدید وسائل سے پتہ چل جانا ممکن ہو تو ماہرین کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور احتیاطاً ان کے متعدد اور عادل ہونے کا لحاظ رکھا جائے۔ پس گواہی ہو جانے پر اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

مسئلہ ۲: اگر قوت شامہ کم ہو جانے کا دعویٰ کرے تو اگر جدید آلات اور ماہرین کی گواہی سے اثبات ہو جائے تو مسئلہ حل ہے۔ اگر نہ ہو سکے تو بعید نہیں کہ قسموں کے ذریعہ مسئلہ حل کیا جائے۔ اس کے بعد حاکم شرع "حکومت یا ارش" میں سے جو مناسب سمجھے اس پر عائد کرے۔

مسئلہ ۳: اگر اس کے ہم سن و سال افراد کی قوت شامہ کے ساتھ مقایسہ اور امتحان کے ذریعہ کمی کی مقدار ثابت کرنا ممکن ہو جیسا کہ بینائی اور سماعت میں ہوتا ہے تو اس کا قائل ہونا بعید نہیں۔

مسئلہ ۴: اگر دیت ادا کرنے سے پہلے قوت شامہ لوٹ آئے تو تاوان دینا ہوگا۔ اور اگر بعد میں لوٹے تو

لابد من التخلص بالتصالح، ولو مات قبل انقضاء المدة و لم يعد فالدية ثابتة.

مسألة ٥ ـ لو قطع الأنف فذهب الشم فديتان، و كذا لو جنى عليه جناية ذهب بها الشم فعليه مع دية ذهابه دية الجناية، ولو لم يكن لها دية مقدرة فالحكومة.

الخامس ـ الذوق، قيل: فيه الدية، و هو و إن لم يكن ببعيد لكن الأقرب فيه الحكومة.

مسألة ١ ـ لو أمكن التشخيص بالوسائل الحديثة يرجع إلى شاهدين عدلين من أهل الخبرة، و إلا فان اختلفا و لا أمارة توجب اللوث فالقول قول الجاني، و مع حصوله يستظهر بالأيمان.

مسألة ٢ ـ لو تحقق النقصان يرجع إلى الحاكم ليحسم مادة النزاع بالتصالح أو بالحكم، والأحوط لهما التصالح.

مسألة ٣ ـ لو قطع لسانه فليس إلا الدية للسان، و الذوق تبع، ولو جنى عليه جناية أخرى ذهب بذوقه ففي الذوق ما عرفت و في الجناية ديتها، ولو لم يكن دية مقدرة فالحكومة.

مسألة ٤ ـ لو جنى على مغرس لحيته فلم يستطع المضغ فالحكومة، وقيل بالدية.

مسألة ٥ ـ لو عاد الذوق تستعاد الدية، و الأحوط التصالح.

السادس ـ قيل: لو أصيب بجناية فتعذر عليه الانزال ففيه الدية، و كذا لو تعذر عليه الاحبال، و كذا لو تعذر عليه الالتذاذ بالجماع، و في الجميع إشكال، و الأقرب الحكومة، نعم لا يترك الاحتياط في انقطاع الجماع أي تكون الجناية سبباً لانقطاع أصل الجماع و عدم نشر الآلة.

السابع ـ في سلس البول الدية كاملة إن كان دائماً على الأقوى، و الأحوط ذلك إن دام تمام اليوم، كما أن الأحوط فيما كان إلى نصف النهار ثلثا الدية و إلى ارتفاعه ثلثها، و في سائر أجزاء الزمان الحكومة، و المراد من الدوام أو تمام اليوم

اس میں اشکال ہے ضروری ہے کہ مصالحت کے ذریعہ جان خلاصی کی جائے۔ اگر مدت ختم ہونے سے پہلے مرجائے اور قوت شامہ نہ لوٹی ہو تو دیت ثابت ہے۔

مسئلہ ۵: اگر ناک کاٹ دے جس کی وجہ سے قوت شامہ ختم ہوجائے تو اس پر دو دیتیں ہیں۔ اسی طرح اگر اس پر جنایت وارد کرے جس کی وجہ سے شامہ ختم ہوجائے تو اس کی دیت کے ساتھ جنایت کی دیت بھی دینا ہوگی۔ اگر اس جنایت کی دیت معین نہ ہو تو تاوان دینا ہوگا۔

پانچواں مورد: قوت ذائقہ کہا گیا ہے کہ اس کی دیت کامل ہے۔ اور یہ اگرچہ بعید نہیں میں اس میں تاوان اقرب ہے۔

مسئلہ ۱: اگر جدید وسائل سے اس کی تشخیص ممکن ہو تو ماہرین میں سے دو عادل گواہوں سے پوچھا جائے گا۔ اور اگر تشخیص ممکن نہ ہو اور جانی و مجنی علیہ میں اختلاف ہوجائے۔ اور کوئی ایسی علامت نہ ہو جس سے لوٹ پیدا ہوتا ہو تو جنایت کار کا قول سنا جائے گا۔ لیکن لوث حاصل ہونے پر قسموں کے ذریعہ اس کی حالت کا پتہ لگایا جائے گا۔

مسئلہ ۲: اگر نقصان ہوجائے تو حاکم شرع کی طرف رجوع کیا جائے گا تاکہ وہ مصالحت یا حکم کے ذریعہ فساد کی جڑیں کاٹ دے۔ اور دونوں کے لئے احتیاط یہ ہے کہ آپس میں مصالحت کرلیں۔

مسئلہ ۳: اگر زبان کاٹ دے تو صرف زبان کی دیت دینا ہوگی، قوت ذائقہ کی دیت الگ سے دینا ہوگی۔ لیکن اگر کوئی اور جنایت وارد کرے اور اس کی قوت ذائقہ ختم ہوجائے تو ذائقہ کا حکم آپ جان چکے ہیں اور جنایت کی دیت ادا کرنا ہوگی اور اگر دیت معین نہ ہو تو تاوان دینا ہوگا۔

مسئلہ ۴: اگر داڑھی اُگنے کے محل پر جنایت وارد کرے اور وہ کچھ چبا نہ سکے تو تاوان دینا ہوگا۔ جبکہ ایک قول ضعیف یہ ہے کہ دیت دینا ہوگی۔

مسئلہ ۵: اگر قوت ذائقہ لوٹ آئے تو دیت واپس لی جائے گی۔ لیکن احتیاطاً مصالحت کرلینے میں ہے۔

چھٹا مورد: کہا گیا ہے کہ اگر ایسی جنایت کا شکار ہو جس سے انزال ہونا بند ہوجائے تو اس کی دیت ہے۔ اسی طرح اگر اس کے لئے عورت کو حاملہ کرنا مشکل ہوجائے۔ اور یہی حکم ہوگا اگر جماع کی لذت سے بھی محروم ہوجائے۔ لیکن ان سب میں اشکال ہے۔ اقرب یہ ہے کہ ان کا تاوان دینا ہوگا۔ البتہ اگر جماع سے محروم ہوجائے تو احتیاط ترک نہ کی جائے۔ یعنی جنایت ایسی ہو جو بالکل ہی جماع سے محروم کردے اور عضو تناسل میں اس کی وجہ سے ایستادگی نہ آتی ہو۔

ساتواں مورد: سلس بول میں اقویٰ یہ ہے کہ اگر دائمی ہوجائے تو دیت کاملہ ہے۔ اور احتیاط بھی یہی ہے بشرطیکہ اگر پورا دن پیشاب چلتا رہے۔ جیسا کہ اگر آدھا دن پیشاب چلتا رہے تو احتیاط یہ ہے کہ دو تہائی دیت ہوگی، اور اگر دن چڑھنے تک چلے تو ایک تہائی ہوگی۔

اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں چلتے رہنے پر تاوان ہوگا۔ دوام: پورے دن یا دن کے کچھ حصے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا ہر روز ہو۔ اگر کچھ روز اس میں مبتلا رہنے کے بعد ٹھیک ہوجائے

أو بعضه هو كونه كذلك في جميع الأيام، و إن صار كذلك في بعض الأيام و برأ ففيه الحكومة.

الثامن - في ذهاب الصوت كله الدية كاملة، و إذا ورد نقص على الصوت كما غن أو بح فالظاهر الحكومة، و المراد بذهاب الصوت أن لا يقدر صاحبه على الجهر، و لا ينا في قدرته على الاخفات.

مسألة ١ - لو جنى عليه فذهب صوته كله و نطقه كله فعليه الديتان.

مسألة ٢ - لو ذهب صوته بالنسبة إلى بعض الحروف و بقي بالنسبة إلى بعض يحتمل فيه الحكومة، و يحتمل التوزيع كما مر في أصل التكلم، و الأحوط التصالح.

مسألة ٣ - في ذهاب المنافع التي لم يقدر لهادية الحكومة، كالنوم و اللمس وحصول الخوف و الرعشة و العطش و الجوع و الغشوة و حصول الأمراض على أصنافها.

مسألة ٤ - الأرش و الحكومة التي بمعناه انما يكون في موارد لو قيس المعيب بالصحيح يكون نقص في القيمة، فقدار التفاوت هو الأرش و الحكومة التي بمعناه، و أما لو فرض في مورد لا توجب الجناية نقصاً بهذا المعنى و لا تقدير له في الشرع كما لو قطع إصبعه الزائدة أو جنى عليه و نقص شمه و لم يكن في التقويم بين مورد الجناية و غيره فرق فلابد من الحكومة بمعنى آخر، وهي حكومة القاضي بما يحسم مادة النزاع إما بالأمر بالتصالح أو تقديره على حسب المصالح أو تعزيره.

المقصد الثالث في الشجاج والجراح

الشجاج بكسر الشين جمع الشجة بفتحها، وهي الجراح المختصة بالرأس و قيل تطلق على جراح الوجه أيضاً، و لا ثمرة بعد وحدة حكم الرأس و الوجه، و

تو اس کا تاوان دینا ہوگا۔

آٹھواں مورد: آواز کل کی کل ختم کر دینے کی دیت، دیت کاملہ ہے۔ اور اگر آواز میں خرابی پیدا ہو جائے مثلاً گنگناہٹ پیدا ہو جائے یا آواز بھاری ہو جائے تو ظاہراً اس کا تاوان دینا ہوگا۔ آواز ختم کرنے سے مراد یہ ہے کہ صاحب آواز بلند آواز سے نہ بول سکے، آہستہ بولنے پر قادر ہونا اس سے منافات نہیں رکھتا۔

مسئلہ ۱: اگر جنایت وارد کرے جس سے اس کی آواز اور گویائی بالکل ختم ہو جائے تو اسے دو دیتیں دینا ہوں گی۔

مسئلہ ۲: اگر کچھ حرفوں کی آواز ختم ہو جائے اور کچھ حرفوں کی باقی ہو تو ایک احتمال یہ ہے کہ اس کا تاوان دینا ہوگا۔ اور ایک احتمال یہ ہے کہ دیت کو حرفوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ جیسا کہ اصل تکلم نابود کرنے کے بیان میں بتایا جا چکا ہے۔ لیکن احتیاط یہ ہے کہ آپس میں مصالحت کر لیں۔

مسئلہ ۳: ایسی منفعتیں ختم کرنے کا کہ جن کی دیت معین نہیں، تاوان دینا ہوگا۔ جیسے نیند چھوٹنے کی طاقت، خوف پیدا ہو جانا، رعشہ طاری ہو جانا۔ بھوک لگنا، پیاس محسوس کرتے رہنا، بے ہوشی کا شکار ہو جانا اور طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جانا۔

مسئلہ ۴: "ارش" یعنی تاوان اور "حکومت" کہ جس کے معنی "ارش" کے ہیں۔ ان موارد میں ہوں گے کہ جہاں معیوب کو سالم سے مقابلہ کرنے پر قیمت میں کمی واقع ہوئی ہو۔ جتنا فرق ہو اس مقدار کو ارش اور حکومت لیتے ہیں کہ جس کے معنی ارش ہیں۔ لیکن اگر ایسے مورد میں ان کو فرض کیا جائے۔ جس میں جنایت اس معنی میں نقص کا موجب نہ ہوئی ہو اور شریعت میں اس کے لئے کچھ معین بھی نہ ہو۔ مثلاً اس کی زائد انگلی کاٹ دے یا جنایت وارد کرے جس سے قوت شامہ میں کمی واقع ہو جائے اور قیمت لگنے پر مورد جنایت اور اس کے علاوہ میں کوئی فرق ہی نہ ہو تو وہاں "حکومت" سے دوسرے معنی مراد لینا لازمی ہے۔ اور وہ ہے قاضی کا فیصلہ جس کے ذریعہ وہ مجرم کی جرمانہ کاٹ دے یا صلح کرنے کا حکم دے یا مصلحت کے مطابق کچھ معین کرے یا تعزیر عائد کرے۔

تیسرا مقصد

شجاج اور جراح یعنی سر پھوڑنے اور زخمی کرنے کے بیان میں

شجاج: شین کے نیچے زیر، شجہ، ش پر زبر۔ کی جمع ہے۔ سر کے زخم کو شجاج کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ چہرے کے زخم کو بھی کہتے ہیں۔ لیکن چہرے اور سر کا حکم ایک ہونے کے بعد اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور شجاج کی چند قسمیں ہیں۔

للشجاج أقسام.

الأول ـ الحارصة بالمهملات المعبر عنها في النص بالحرصة، وهي التي تقشر الجلد شبه الخدش من غير إدماء، وفيها بعير، و الأقوى أنها غير الدامية موضوعاً و حكماً، و الرجل و المرأة سواء فيها و في أخواتها، وكذا الصغير و الكبير.

الثاني ـ الدامية، وهي التي تدخل في اللحم يسيراً و يخرج معه الدم، قليلاً كان أم كثيراً بعد كون الدخول في اللحم يسيراً، وفيها بعيران.

الثالث ـ المتلاحمة، وهي التي تدخل في اللحم كثيراً لكن لم تبلغ المرتبة المتأخرة، وهي السمحاق، و فيها ثلاثة أبعرة و الباضعة هي المتلاحمة.

الرابع ـ السمحاق، وهي التي تقطع اللحم و تبلغ الجلدة الرقيقة المغشية للعظم، و فيها أربعة أبعرة.

الخامس ـ الموضحة، وهي التي تكشف عن وضح العظم: أي بياضه و فيها خمسة أبعرة.

السادس ـ الهاشمة، وهي التي تهشم العظم و تكسره، والحكم مخصوص بالكسر و إن لم يكن جرح، و فيها عشرة أبعرة، و الأحوط في اعتبار الأسنان هاهنا أرباعاً في الخطأ و أثلاثاً في شبيه العمد، و قد مر اختلاف الروايات في دية الخطأ و شبيه العمد، واحتملنا التخيير و قلنا بالاحتياط، فلو قلنا في دية الخطأ عشرون بنت مخاض و عشرون ابن لبون و ثلاثون بنت لبون و ثلاثون حقة فالأحوط هاهنا بنتا مخاض و ابنا لبون و ثلاث بنات لبون و ثلاث حقق، و لابد من الأخذ بهذا الفرض دون الفروض الأخر، و الأحوط في شبيه العمد أربع خلفة ثنية و ثلاث حقق و ثلاث بنات لبون.

السابع ـ المنقلة، وهي ـعلى تفسير جماعةـ التي تحوج إلى نقل العظام من موضع إلى غيره، و فيها خمسة عشر بعيراً.

الثامن ـ المأمومة، وهي التي تبلغ أم الرأس أي الخريطة التي تجمع الدماغ، و فيها ثلث الدية حتى في الابل على الأحوط، و إن كان الأقوى الاكتفاء في

پہلی قسم: "حارصہ" ہے جس کے تمام حروف بے نقطہ ہیں۔ روایت میں اس کو "حرصہ" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس سے مراد کھال پر لگنے والی خراش ہے کہ جس سے خون نہ نکلے۔ اس کی دیت ایک اونٹ ہے۔ اقویٰ یہ ہے کہ "حارصہ" کا موضوع اور حکم خون بار زخموں سے الگ ہے۔ اس میں اور اس کے مانند دوسرے زخموں میں مرد و عورت کا حکم ایک ہی ہے۔ اسی طرح بالغ اور نابالغ بھی مساوی ہیں۔

دوسری قسم: خون بار زخم ہیں "دامیہ"۔ ان زخموں کو کہتے ہیں جو تھوڑی سی مقدار میں گوشت کے اندر لگیں جن کی وجہ سے خون نکلے چاہے تھوڑا نکلے یا زیادہ، لیکن اس وقت جب گوشت میں معمولی سا زخم ہو۔ اس کی دیت "دو" اونٹ ہیں۔

تیسری قسم: "متلاحمہ" کی ہے۔ متلاحمہ اس زخم کو کہتے ہیں جو زیادہ مقدار میں گوشت کے اندر تک لگا ہو لیکن انتہا تک نہ پہونچا ہو۔ جس کو "سمحاق" کہتے ہیں۔ اس کی دیت "تین" اونٹ ہے۔ اور "باضعہ" متلاحمہ ہی کو کہتے ہیں۔

چوتھی قسم: کا نام "سمحاق" ہے اس زخم کو کہتے ہیں جو گوشت سے گذر کر ہڈی پر محیط باریک جھلی تک پہونچ جائے۔ اس کی دیت چار اونٹ ہیں۔

پانچویں قسم: "موضحہ" ہے یہ وہ زخم ہے جس سے ہڈی کی سفیدی نمایاں ہو جائے۔ جس کی دیت پانچ اونٹ ہیں۔

چھٹی قسم: "ہاشمہ" ہے۔ ہاشمہ اس زخم کو کہتے ہیں جو ہڈی کو توڑ کر چھوڑ دے۔ اس میں حکم کا تعلق توڑنے سے ہے چاہے زخم نہ ہو۔ اس کی دیت دس اونٹ ہے۔ یہاں اونٹوں کی عمر میں احتیاط یہ ہے کہ جنایت خطا میں دیت کا چوتھا جزء اور شبہ عمد میں تیسرا جزء ہوگا۔ قتل خطا اور شبہ عمد کی دیت کے بارے میں روایات مختلف ہونے کی بابت بتایا جا چکا ہے۔ ہم نے تخییر کا احتمال دیا ہے اور احتیاط کرنے کو کہا ہے۔ پس اگر ہم قتل خطا کی دیت بیس "بنات مخاض" بیس "ابن لبون"، تیس "بنات لبون" اور تیس حقے قرار دیں تو یہاں احتیاط یہ ہے کہ دو بنت مخاض، "دو" ابن لبون، "تین" بنت لبون، اور تین حقے ہوں گے۔ اور لازمی ہے کہ دوسرے فرضوں کو چھوڑ کر اس فرض پر عمل کریں۔ اور قتل شبہ عمد میں احتیاط یہ ہے کہ اس مسئلہ میں چار دو سالہ اونٹ، تین حقے اور تین بنت لبون" دیت میں دے۔

ساتویں قسم: "منقلہ" ہے۔ اور ایک جماعت کی تفسیر کے مطابق منقلہ اس زخم کو کہتے ہیں جس میں ہڈی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا پڑے۔ اس کی دیت پندرہ اونٹ ہیں۔

آٹھویں قسم: "مامومہ" ہے مامومہ اس زخم کو کہتے ہیں جو ام الراس یعنی اس غلاف تک پہونچ جائے جو مغز کے اوپر ہوتا ہے۔ اس کی دیت انسان کی دیت کا ایک تہائی ہے۔ حتیٰ اگر اونٹ ہی دیت میں تو بھی احتیاط یہی ہے۔ اگرچہ اقویٰ یہ ہے کہ صرف تینتیس اونٹوں پر اکتفا کر سکتا ہے۔

الابل بثلاثة و ثلاثين بعيراً.

هنا مسائل:

مسألة ١ ـ الدامغة، وهي التي تفتق الخريطة التي تجمع الدماغ و تصل إلى الدماغ، فالسلامة معها بعيدة، و على تقديرها تزيد على المأمومة بالحكومة.

مسألة ٢ ـ الجائفة، وهي التي تصل إلى الجوف من أي جهة سواء كانت بطناً أو صدراً أو ظهراً أو جنباً، فيها الثلث على الأحوط، و قيل تختص الجائفة بالرأس، فهي من الشجاج، والأظهر خلافه، ولو أجافه واحد و أدخل آخر سكينه مثلاً في الجرح و لم يزد شيئاً فعلى الثاني التعزير حسب، وإن وسعها باطناً أو ظاهراً ففيه الحكومة، و إن وسعها فيها بحيث يحدث جائفة فعليه الثلث: دية الجائفة، ولو طعنه من جانب و أخرج من جانب آخر كما طعن في صدره فخرج من ظهره فالأحوط التعدد، و لا فرق في الجائفة بين الآلات حتى نحو الابرة الطويلة فضلاً عن البندقة.

مسألة ٣ ـ لو نفذت نافذة في شيء من أطراف الرجل كرجله أو يده ففيها مأة دينار، ويختص الحكم ظاهراً بما كانت ديته أكثر من مأة دينار، و أما المرأة فالظاهر أن في النافذة في أطرافها الحكومة.

مسألة ٤ ـ في الجناية بلطم و نحوه إذا اسود الوجه بها من غير جرح و لا كسر أرشها ستة دنانير، و إن اخضر و لم يسود فثلاثة دنانير، و إن احمر فدينار و نصف، و في البدن النصف، ففي اسوداده ثلاثة دنانير و في اخضراره دينار و نصف، و في احمراره ثلاثة أرباع الدينار، و لا فرق في ذلك بين الرجل و الأنثى و الصغير والكبير، و لا بين أجزاء البدن كانت لها دية مقررة أولا، و لا في استيعاب اللون تمام الوجه و عدمه، و لا في بقاء الأثر مدة و عدمه، نعم إذا كان اللطم في الرأس فالظاهر الحكومة، و إن أحدث الجناية تورماً من غير تغيير لون فالحكومة،

مسائل:

مسئلہ ۱: دامغہ: اس زخم کو کہتے ہیں جو غلاف کو توڑ کر دماغ تک پہونچ جائے۔ جس کے بعد انسان کا بچ جانا بعید ہے۔ اور فرضاً اگر بچ جائے تو اس کی دیت کے علاوہ تاوان بھی دینا ہوگا۔

مسئلہ ۲: جائفہ: اس زخم کا نام ہے جو کسی بھی جگہ سے "جوف یعنی اندر تک پہونچ جائے۔ چاہے پیٹ میں ہو یا سینے میں یا کمر میں یا پہلو میں! احتیاطاً اس کی دیت انسان کی دیت کا ایک تہائی ہے۔ ایک ضعیف قول یہ ہے کہ "جائفہ" صرف "سر" کے زخم کو کہتے ہیں۔ اس کا مطلب ہوا کہ جائفہ شجاج میں سے ہے۔ حالانکہ اظہر یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ اگر ایک شخص اندر تک زخمی کرے اور دوسرا صرف اس میں چھری داخل کرے زخم میں اضافہ نہ کرے تو دوسرے پر صرف تعزیر ہوگی اور بس! لیکن اگر اندر یا باہر سے زخم میں اضافہ کرے تو اسے تاوان دینا ہوگا۔ اور اگر باہر اور اندر سے زخم میں اس طرح اضافہ کرے کہ ایک اور جائفہ مزید ہو جائے تو اس کی ایک تہائی دیت ہوگی۔ یعنی جائفہ کی دیت، اگر ایک جانب سے تیر مار کر دوسری جانب سے نکال دے۔ مثلاً سینے کی طرف سے نشانہ لگائے اور پیٹھ کی طرف سے نکال دے تو احتیاطاً یہ دو جائفہ ہوں گے۔ اور جائفہ کے سلسلے میں آلات میں فرق نہیں حتیٰ کہ سوئی سے بھی، چاہے جا بلکہ گولی لگائی ہو۔

مسئلہ ۳: اگر مرد کے کسی عضو جیسے پاؤں یا ہاتھ میں کوئی چیز گھونپ دے تو اس کی دیت "سو دینار" ہوگی۔ اور یہ حکم اس سے مخصوص ہے۔ جس کی دیت سو دینار سے زیادہ ہو۔ رہ گیا عورت کا معاملہ تو اس کے اعضا میں سے کسی عضو میں کوئی چیز گھونپنے کا تاوان دینا ہوگا۔

مسئلہ ۴: طمانچے وغیرہ سے جنایت وارد کرنے کا تاوان: کہ جس سے زخم نہ لگے یا توڑ پھوڑ نہ ہو بلکہ صرف تیرہ وسیاہ ہو جائے، چھ دینار ہے۔ اگر نیلا پڑ جائے اور سیاہ نہ ہو تو تین دینار ہے۔ اور اگر سرخ ہو جائے تو ڈیڑھ دینار ہے۔ اور بدن میں اس کا نصف ہے۔ پس اگر سیاہ ہو جائے تو تین دینار، نیل پڑ جائے تو ڈیڑھ دینار اور صرف سرخ ہو تو ۳/۴ دینار دینا ہونگے۔ اس میں مرد وعورت، بالغ ونابالغ میں کوئی فرق نہیں۔ اور نہ بدن کے اجزا میں کوئی فرق ہے۔ کہ ان کی دیت معین ہو یا نہ ہو۔ اور نہ تمام چہرے کا رنگ متغیر ہونے یا نہ ہونے میں فرق ہے۔ اور اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کہ اس کا اثر دیر تک باقی رہے یا نہ رہے۔ البتہ اگر سر میں طمانچہ مارے تو ظاہراً اس کا تاوان ہوگا۔ اور اگر ایسی جنایت وارد کرے جس سے ورم آجائے مگر رنگ نہ بدلے تو اس کا تاوان ہے۔ اور ورم اور تغیر رنگ، دونوں کی صورت میں

ولو أحدثهما فالظاهر التقدير و الحكومة.

مسألة ٥ ـ كل عضو ديته مقدرة ففي شلله ثلثا ديته، كاليدين و الرجلين، و في قطعه بعد الشلل ثلث ديته.

مسألة ٦ ـ دية الشجاج في الرأس و الوجه سواء كما مرّ، و المشهور أن دية شبيهها من الجراح في البدن بنسبة دية العضو الذي يتفق فيه الجراحة من دية الرأس أي النفس إن كان للعضو دية مقدرة، ففي حارصة اليد نصف بعير أو خمسة دنانير، و في حارصة إحدى أنملتي الابهام نصف عشر بعير أو نصف دينار و هكذا، و إن لم يكن له دية مقدرة فالحكومة.

مسألة ٧ ـ المرأة تساوي الرجل في ديات الأعضاء و الجراحات حتى تبلغ ثلث دية الرجل ثم تصير على النصف، سواء كان الجاني رجلا أو امرأة على الأقوى، ففي قطع الاصبع منها مأة دينار، و في الاثنتين مأتان، و في الثلاث ثلاثمأة، و في الأربع مأتان، و يقتص من الرجل للمرأة و بالعكس في الأعضاء و الجراح من غير رد حتى تبلغ الثلث، ثم يقتص مع الردّ لو جنت هي عليه لا هو عليها.

مسألة ٨ ـ كل ما فيه دية من أعضاء الرجل كاليدين و الرجلين والمنافع و الجراح ففيه من المرأة ديتها، و كذا من الذمي ديته، و من الذمية ديتها.

مسألة ٩ ـ كل موضع يقال فيه بالأرش أو الحكومة فهما واحد، و المراد أنه يقوّم المجروح صحيحاً إن كان مملوكاً تارة و يقوّم مع الجناية أخرى و ينسب إلى القيمة الأولى، و يعرف التفاوت بينهما و يؤخذ من دية النفس بحسابه، وقد قلنا: إنه لو لم يكن تفاوت بحسب القيمة أو كان مع الجناية أزيد كما لو قطع إصبعه الزائدة التي هي نقص و بقطعها تزيدالقيمة فلابد من الحكومة بمعنى آخر، و هو حكم القاضي بالتصالح، و مع عدمه بما يراه من التعزير و غيره حسماً للنزاع.

مسألة ١٠ ـ من لا ولي له فالحاكم وليه في هذا الزمان، فلو قتل خطأ أو شبيه عمد فله استيفاؤه، فهل له العفو؟ وجهان، الأحوط عدمه.

ظاہر یہ ہے کہ معین شدہ مقدار اور تاوان، دونوں ثابت ہیں۔

مسئلہ ۵: ہر عضو کہ جس کی دیت معین ہو اس کو مفلوج کرنے کی دیت معین شدہ دیت کا ایک تہائی ہوگی جیسے ہاتھ، پیر اور اس (مفلوج) کو کاٹنے کی دیت، اس عضو کی دیت کا ایک تہائی ہوگی۔

مسئلہ ۶: ہر صورت پر شجاج "وارد کرنے کی دیت برابر ہے۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے اور مشہور یہ ہے کہ اس قسم کا زخم بدن میں لگنے کی دیت سر یعنی نفس کی دیت میں سے اس عضو کی دیت کی نسبت سے ہوگی جس میں زخم لگا ہے۔ بشرطیکہ اس عضو کی دیت معین ہو۔ پس اگر ہاتھ میں زخم "حارصہ" ہو تو اسکی دیت آدھا اونٹ یا پانچ دینار ہے اور انگوٹھے ایک پوٹے میں حارصہ کی دیت اونٹ کے دسویں حصے کا نصف یا آدھا دینار ہوگی اور اسی طرح دوسرے اعضا کا بھی حساب کیا جائے اور اگر اس عضو کی دیت معین نہ ہو تو مسئلہ تاوان۔

مسئلہ ۷: اعضا اور جراحات یعنی زخموں کی دیت کے لحاظ سے مرد و عورت برابر ہیں۔ یہاں تک کہ دیت مرد کی دیت کے ایک تہائی تک پہونچ جائے۔ اس کے بعد عورت کی دیت آدھی ہو جائے گی۔ اقوی یہ ہے کہ جنایت کار چاہے مرد ہو یا عورت ! پس عورت کی ایک انگلی کاٹنے کی دیت سو دینار ہے دو انگلیوں کی دو سو دینار انگلیوں کی تین سو دینار لیکن چار انگلیاں کاٹنے کی دیت دو سو دینار ہے۔ اور اعضا میں مرد سے عورت کے لئے اور عورت سے مرد کے لئے قصاص لیا جائے گا۔ اور جب تک دیت، مرد کی دیت کے ایک تہائی تک نہ پہونچ جائے مرد کو کچھ دیا بھی نہیں جائے گا۔ ایک تہائی تک پہونچنے کے بعد اگر عورت مرد پر جنایت وارد کرے نہ کہ مرد عورت پر، تو اضافی دیت' واپس کر کے قصاص لیا جائے گا۔

مسئلہ ۸: مرد کے جن اعضا میں مرد کی دیت ہوتی ہے جیسے ہاتھ، پاؤں، منافع اور زخم عورت کے ان اعضا وغیرہ میں عورت کی دیت ہوگی۔ اسی طرح ذمی مرد کے اعضا میں ذمی مرد کی دیت اور ذمیہ عورت کے اعضا وغیرہ میں ذمیہ عورت کی دیت ہوگی۔

مسئلہ ۹: جس جگہ "ارش یا حکومت" کی بابت کہا جاتا ہے۔ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مجروح اگر غلام ہو تو ایک بار بطور سالم اس کی قیمت لگائی جائے گی اور ایک بار جنایت کے ساتھ قیمت لگا کر اس کا پہلی قیمت کے ساتھ مقابلہ کیا جائے گا اور ان کا فرق معلوم کر کے نفس کی دیت سے اسی حساب سے دیت لی جائے گی۔ اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اگر قیمتوں میں کوئی فرق نہ ہو یا جنایت وارد ہونے کے بعد اس کی قیمت بڑھ جائے۔ مثلاً اسکی اضافی انگلی کاٹ دے کہ جو اس میں عیب تصور کی جاتی تھی اور اس کے کاٹنے سے غلام کی قیمت بڑھ جائے تو یہاں لازمی طور پر حکومت کے معنی دوسرے ہوں گے۔ اور وہ یہ کہ قاضی ان کو مصالحت کر لینے کا حکم دے اور مصالحت نہ ہونے کی صورت میں نزاع ختم کرنے کے لئے مصالحت کے مطابق تعزیر وغیرہ عائد کرے۔

مسئلہ ۱۰: جس کا کوئی "ولی" نہ ہو اس زمانہ میں حاکم شرع اس کا "ولی" ہے پس اگر خطا سے یا شبہ عمد کے طور پر اسے قتل کر دیا جائے تو ولی کو اس کا قصاص لینے کا حق ہے۔ لیکن آیا "ولی" معاف کر سکتا ہے یا نہیں؟ دونوں وجہیں ہیں۔ احتیاط یہ ہے کہ معاف نہیں کر سکتا۔

القول في اللواحق

وهي أمور:

الأول في الجنين

الجنين إذا ولج فيه الروح ففيه الدية كاملة ألف دينار إذا كان بحكم المسلم الحر و كان ذكراً، وفي الأنثى نصفها، و إذا اكتسى اللحم و تمت خلقته ففيه مأة دينار ذكراً كان الجنين أو أنثى، ولو لم يكتس اللحم و هو عظم ففيه ثمانون ديناراً، و في المضغة ستون، و في العلقة أربعون، و في النطفة إذا استقرت في الرحم عشرون، من غير فرق في جميع ذلك بين الذكر و الأنثى.

مسألة ١ ـ لو كان الجنين ذمياً فهل ديته عشر دية أبيه أو عشر دية أمه؟ فيه تردد، و إن كان الأول أقرب.

مسألة ٢ ـ لا كفارة على الجاني في الجنين قبل و لوج الروح، و لا تجب الدية كاملة و لا الكفارة إلا بعد العلم بالحياة ولو بشهادة عادلين من أهل الخبرة، ولا اعتبار بالحركة إلا إذا علم أنها اختيارية، ومع العلم بالحياة تجب مع مباشرة الجناية.

مسألة ٣ ـ الأقوى أنه ليس بين كل مرتبة مما تقدم ذكره والمرتبة التي بعدها شيء، فما قيل بينهما شيء بحساب ذلك غير مرضي.

مسألة ٤ ـ لو قتلت المرأة فمات ما في جوفها فدية المرأة كاملة و دية أخرى لموت ولدها، فان علم أنه ذكر فديته، أو الأنثى فديتها، ولو اشتبه فنصف الديتين.

مسألة ٥ ـ لو ألقت المرأة حملها فعليها دية ما ألقته، و لا نصيب لها من هذه

بیانِ ملحقات

ملحقات میں چند چیزیں ہیں:

اوّل "جنین" کے بارے میں

جنین میں اگر روح ڈال دی گئی ہو تو اس کی دیت "دیت کاملہ" یعنی ایک ہزار دینار ہے۔ بشرطیکہ وہ مسلمان کے حکم میں ہو اور مذکر ہو۔ اگر مؤنث ہو تو اس کی دیت پانچ سو دینار ہوگی۔ لیکن اگر اس پر گوشت چڑھا کر صرف "خلقت" مکمل کی گئی ہو تو چاہے مذکر ہو یا مؤنث اس کی دیت سو دینار ہے۔ اور اگر گوشت نہ چڑھایا گیا ہو اور صرف ہڈی ہو تو اس کی دیت اسّی دینار ہوگی۔ مضغہ کی دیت ساٹھ دینار، علقہ کی دیت چالیس دینار اور نطفہ جب رحم میں ٹھہر گیا ہو تو اس کی دیت بیس دینار ہوگی۔ ان تمام صورتوں میں مذکر و مؤنث میں کوئی فرق نہیں۔

مسئلہ ۱: اگر "جنین" ذمّی ہو تو اس کی دیت باپ کی دیت کا دسواں حصّہ ہوگی یا ماں کی دیت کا؛ اس میں تردّد ہے۔ اگرچہ اقرب یہ ہے کہ باپ کی دیت کا دسواں حصّہ ہوگی۔

مسئلہ ۲: اگر جنین میں روح داخل ہونے سے پہلے جنایت وارد کرے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں اور جب تک اس میں زندگی کا علم نہ ہو جائے چاہے وہ ماہرین کی گواہی سے ہی سہی۔ اس وقت تک نہ دیت کاملہ واجب ہوگی اور نہ کفارہ اور جب تک حرکت کے بارے میں یہ علم نہ ہو جائے کہ اختیاری تھی اس وقت تک اس کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ اور اگر زندہ ہونے کا علم ہو جائے تو اپنے ہاتھوں سے جنایت وارد کرنے کی صورت میں دیت واجب ہوگی۔

مسئلہ ۳: اقویٰ یہ ہے کہ جنین کی جس مقدار کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اس کے اور اس کے بعد کی مقدار کے درمیانی جنین کے عوض کچھ بھی واجب نہیں۔ اور جو یہ کہا گیا ہے کہ اس کے حساب سے کچھ دینا ہوگا یہ ناقابل قبول ہے۔

مسئلہ ۴: اگر عورت کو قتل کیا جائے اور اس کے شکم میں بچہ مر جائے تو عورت کی دیت "دیت کاملہ" ہوگی اور اس کے علاوہ ایک اور دیت اس کے فرزند کی موت کے عوض واجب ہوگی۔ اگر اس کا مذکر یا مؤنث ہونا مشخص ہو جائے تو مذکر یا مؤنث جو بھی ہو اسی کی دیت ہوگی۔ لیکن اگر مشتبہ ہو تو دونوں دیتوں کا نصف اس کی دیت ہوگی۔

مسئلہ ۵: اگر عورت اپنے حمل کو گرا دے تو جو اس نے گرایا ہے اس کی دیت اس پر واجب ہوگی اور اس دیت میں سے اس کو کچھ نہیں ملے گا۔

الدية.

مسألة ٦ ـ لو تعدد الولد تعددت الدية، فلو كان ذكراً و أنثى فدية ذكر و أنثى و هكذا، و في المراتب المتقدمة كل مورد أحرز التعدد دية المرتبة متعددة.

مسألة ٧ ـ دية أعضاء الجنين و جراحاته بنسبة ديته أي من حساب المأة، ففي يده خمسون ديناراً، و في يديه مأة، و في الجراحات و الشجاج على النسبة، هذا فيما لم تلجه الروح، و إلا فكغيره من الأحياء.

مسألة ٨ ـ من أفزع مجامعاً فعزل فعلى المفزع عشرة دنانير ضياع النطفة

مسألة ٩ ـ لو خفي على القوابل و أهل المعرفة كون الساقط مبدأ نشوء إنسان فان حصل بسقوطه نقص ففيه الحكومة، ولو وردت على أمها جناية فديتها.

مسألة ١٠ ـ دية الجنين إن كان عمداً أو شبهه في مال الجاني، و إن كان خطأً فعلى العاقلة إذا ولج فيه الروح، و في غيره تأمل و إن كان الأقرب أنها على العاقلة.

مسألة ١١ ـ في قطع رأس الميت المسلم الحر مأة دينار، و في قطع جوارحه بحساب ديته، و بهذه النسبة في سائر الجنايات عليه، ففي قطع يده خمسون ديناراً، وفي قطع يديه مأة، و في قطع إصبعه عشرة دنانير، و كذا الحال في جراحه و شجاجه، و هذه الدية ليست لورثته بل للميت، تصرف في وجوه الخير، و يتساوى في الحكم الرجل و المرأة و الصغير و الكبير، و هل يؤدى منها دين الميت؟ الظاهر نعم.

الثاني من اللواحِق في العاقلة

والكلام فيها في أمرين:

الأول ـ تعيين المحل، و هو العصبة ثم المعتق ثم ضامن الجريرة ثم الامام عليه

مسئلہ ۶: اگر فرزند متعدد ہوں تو دیتیں بھی متعدد ہوں گی۔ پس اگر ایک مذکر ہو اور ایک مونث تو مذکر و مونث دونوں کی دیت دینا ہوگی اور اسی طرح آخر تک حساب ہوگا۔ گذشتہ بیان شدہ موارد میں جس مورد میں معلوم ہو جائے کہ جنین متعدد تھے تو اس میں دیتیں بھی متعدد ہوں گی۔

مسئلہ ۷: جنین کے اعضا اور اس کے زخموں کی دیت کا حساب اس کی دیت کے تناسب سے کیا جاتا ہے گا یعنی سو دینار میں سے۔ پس ایک ہاتھ کی دیت پچاس دینار اور دونوں کی سو دینار ہوگی۔ اور زخموں اور خراشوں کا حساب بھی جنین کے تناسب سے ہوگا۔ یہ اس صورت میں کہ جب روح نہ داخل ہوئی ہو۔ وگرنہ روح داخل ہونے کے بعد اس کی دیت بھی دوسرے زندہ انسانوں کے مانند ہوگی۔

مسئلہ ۸: اگر کوئی ایسے شخص کو ڈرائے جو جماع کر رہا ہو چنانچہ وہ الگ ہو جائے تو ڈرانے والے کو نطفہ ضائع کرنے کے بدلے دس دینار دینا ہوں گے۔

مسئلہ ۹: اگر دائیوں اور تشخیص رکھنے والوں کو پتہ نہ چل سکے کہ جو چیز ساقط ہوئی ہے یہ انسانی خلقت کا آغاز تھا، تو اگر اس کے ساقط ہو جانے سے عیب و نقص پیدا ہو جائے تو اس کا تاوان دینا ہوگا اور اگر ماں پر کوئی جنایت وارد ہو جائے تو اس کی دیت دینا ہوگی۔

مسئلہ ۱۰: جان بوجھ کر یا مشابہ عمد کے طور پر جنین کو گرانے کی صورت میں اس کی دیت گرانے والے کے مال میں سے ہوگی اور خطا سے ایسا ہو جانے پر اگر اس میں روح داخل ہو گئی ہو تو دیت عاقلہ کے ذمہ ہوگی۔ لیکن اگر روح داخل نہ ہو تو اس میں تامل ہے۔ اگرچہ اقرب یہ ہے کہ اس کی دیت بھی عاقلہ کے ذمے ہوگی۔

مسئلہ ۱۱: آزاد مسلمان کی میت کا سر کاٹنے کی دیت سو دینار ہے اور اعضا کاٹنے کی دیت اس کی دیت کے حساب سے ہوگی اور اسی تناسب سے اس پر کی جانے والی دوسری جنایتوں کی دیت ہوگی۔ یہی حکم اس کے زخموں اور خراشوں کا بھی ہے۔ اور یہ دیت وارثوں کو نہیں ملے گی بلکہ میت کے لئے ہے۔ جسے نیک کاموں میں خرچ کیا جائیگا۔ اس حکم میں مرد، عورت، بالغ و نابالغ برابر ہیں اور آیا اس دیت سے میت کا قرض ادا کیا جا سکتا ہے؟ ظاہر یہ ہے کہ کیا جا سکتا ہے۔

دوم: عاقلہ کے بیان میں

عاقلہ کے بارے میں دو چیزیں موضوع بحث ہیں:

پہلی بحث یہ ہے کہ عاقلہ کس پر صادق آتا ہے۔ عاقلہ کا اطلاق پہلے عصبہ پر پھر معتق پر پھر ضامن جرم پر اور پھر امام پر ہوتا ہے۔ "عصبہ" ان رشتہ داروں کو کہتے ہیں جو والدین یا صرف باپ کی طرف سے قریبی ہوں جیسے

السلام، و ضابط العصبة من تقرب بالأبوين أو الأب كالاخوة و أولادهم و إن نزلوا و العمومة و أولادهم كذلك.

مسألة ١ ـ في دخول الآباء و إن علواو الأبناء و إن نزلوا في العصبة خلاف، و الأقوى دخولهما فيها.

مسألة ٢ ـ لا تعقل المرأة بلا إشكال، و لا الصبي و لا المجنون على الظاهر وإن ورثوا من الدية، و لا أهل الديوان إن لم يكونوا عصبة، و لا أهل البلد إن لم يكونوا عصبة، و لا يشارك القاتل العصبة في الضمان و يعقل الشباب و الشيوخ والضعفاء و المرضى إذا كانوا عصبة.

مسألة ٣ ـ هل يتحمل الفقير حال المطالبة ـ و هو حول الحول ـ شيئاً أم لا؟ فيه تأمل و إن كان الأقرب بالاعتبار عدم تحمله.

مسألة ٤ ـ تحمل العاقلة دية الموضحة فما زاد، و الأقوى عدم تحملها ما نقص عنها.

مسألة ٥ ـ تضمن العاقلة دية الخطأ، و قد مر أنها تستأدى في ثلاث سنين كل سنة عند انسلاخها ثلثاً، من غير فرق بين دية الرجل و المرأة، و الأقرب أن حكم التوزيع إلى ثلاث سنين جارٍ في مطلق دية الخطأ من النفوس و جنايات أخر.

مسألة ٦ ـ لا رجوع للعاقلة بما تؤديه على الجاني كما مر، و القول بالرجوع ضعيف.

مسألة ٧ ـ لا تعقل العاقلة ما يثبت بالاقرار بل لابد من ثبوته بالبينة فلو ثبت أصل القتل بالبينة و ادعى القاتل الخطأ و أنكرت العاقلة فالقول قولها بيمين، فمع عدم ثبوت الخطأ بالبينة ففي مال الجاني.

مسألة ٨ ـ لا تعقل العاقلة العمد و شبهه كما مر، و لا ما صولح به في العمد و شبهه، و لا سائر الجنايات كالهاشمة و المأمومة إذا وقعت عن عمد أو شبهه.

مسألة ٩ ـ لو جنى شخص على نفسه خطأقتلاًأوما دونه كان هدراًولا تضمنه

بھائی اور ان کی اولاد ہیں چاہے سلسلہ جہاں تک پہونچے اور اسی طرح چچے اور ان کی اولادیں۔

مسئلہ ۱: دادا پردادا اور اس سے اوپر اور پوتے پرپوتے اور اس سے نیچے کے رشتہ داروں کے عاقلہ میں داخل ہونے میں اختلاف ہے۔ اقویٰ یہ ہے کہ یہ دونوں رشتہ دار بھی عاقلہ میں شامل ہیں۔

مسئلہ ۲: عورت، بلا اشکال عاقلہ میں شامل نہیں اور اسی طرح ظاہر یہ ہے کہ بچہ اور دیوانہ بھی شامل نہیں۔ چاہے دیت میں سے وارث ہی کیوں نہ ہوں۔ اور مجاہدین اگر عصبہ میں سے نہ ہوں تو عاقلہ میں شامل نہیں۔ اور اسی طرح شہر والے بھی اگر عصبہ میں سے نہ ہوں تو۔ اور قاتل ضمانت میں عصبہ کا شریک نہیں ہوگا۔ اور جوان، بوڑھے، کمزور اور مریض اگر عصبہ میں سے ہوں تو عاقلہ میں شامل ہوں گے۔

مسئلہ ۳: مطالبہ کے وقت کہ جو آخر سال میں ہوتا ہے آیا فقیر کو بھی کچھ دینا پڑے گا یا نہیں؟ اس میں تامّل ہے، اگرچہ قریب با اعتبار یہ ہے کہ اسے کچھ نہیں دینا پڑے گا۔

مسئلہ ۴: زخم موضحہ اور اس سے زیادہ کی دیت، عاقلہ کو دینا پڑے گی۔ اور اقویٰ یہ ہے کہ اس سے کم کی دیت، ان کے ذمے نہیں۔

مسئلہ ۵: عاقلہ، دیتِ خطا کے ضامن ہوتے ہیں۔ اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ تین سال کے عرصہ میں ہر سال کے اختتام پر ایک تہائی کے حساب سے وصول کی جائے گی۔ چاہے دیت مرد کی ہو یا عورت کی۔ اور اقرب یہ ہے کہ تین سال میں تقسیم کرکے وصول کرنے کا حکم، قتلِ خطا اور جنایاتِ خطائی دونوں کی دیت کو شامل ہے۔

مسئلہ ۶: عاقلہ دیت ادا کرنے کے بعد، جنایت کار سے مطالبہ نہیں کر سکتے جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ مطالبہ کے بارے میں جو قول ہے وہ ضعیف ہے۔

مسئلہ ۷: اقرار سے جو دیت ثابت ہو، وہ عاقلہ کی گردن پر نہیں آتی۔ بلکہ گواہی سے ثابت ہونا ضروری ہے۔ پس اگر اصلِ قتل گواہی سے ثابت ہو اور قاتل خطا ہو جانے کا دعویٰ کرے جب کہ عاقلہ اس کے منکر ہوں تو قسم کے ساتھ عاقلہ کی بات مانی جائے گی۔ اور قتلِ خطا گواہی کے ذریعہ ثابت نہ ہونے پر دیت، مجرم کے مال سے ادا کی جائے گی۔

مسئلہ ۸: عاقلہ، جنایت و قتلِ عمد اور مشابہ عمد میں دیت کے ذمہ دار نہیں جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ اور نہ عمد و مشابہ عمد میں جس مقدار پر مصالحت ہو جائے اس کے ذمہ دار ہیں اور نہ دوسری جنایتیں، جیسے ہاشمہ و مامومہ، اگر عمداً یا مشابہ عمد سے واقع ہوں تو ان کی دیت کے ذمہ دار ہوں گے۔

مسئلہ ۹: اگر کوئی شخص اپنے آپ کو خطا سے قتل کرے یا کوئی اور جنایت اپنے اوپر وارد کرے تو وہ رائیگاں جائے گی اور عاقلہ اس کے ضامن نہیں ہوں گے۔

مسئلہ ۱۰: کفار ذمّی کے درمیان، قتل یا دوسری جنایتوں کے سلسلے میں معاقلہ نہیں ہے۔ بلکہ مجرم

العاقلة.

مسألة ١٠ - ليس بين أهل الذمة معاقلة فيما يجنون من قتل أو جراحة و انما يؤخذ ذلك من أموالهم، فان لم يكن لهم مال رجعت الجناية على إمام المسلمين إذا أدوا اليه الجزية.

مسألة ١١ - لا يعقل إلا من علم كيفية انتسابه إلى القاتل، وثبت كونه من العصبة، فلا يكفي كونه من قبيلة فلان حتى يعلم أنه عصبته، ولو ثبت كونه عصبة بالبينة الشرعية لا يسمع إنكار الطرف.

مسألة ١٢ - لو قتل الأب ولده عمداً أو شبه عمد فالدية عليه، ولا نصيب له منها، ولو لم يكن له وارث غيره فالدية للامام عليه السلام، ولو قتله خطأ فالدية على العاقلة يرثها الوارث، وفي توريث الأب هنا قولان أقربهما عدمه، فلو لم يكن له وارث غيره يرث الامام عليه السلام.

مسألة ١٣ - عمد الصبي و المجنون في حكم الخطأ، فالدية فيه على العاقلة.

مسألة ١٤ - لا يضمن العاقلة جناية بهيمة لو جنت بتفريط من المالك أو بغيره، و لا تضمن إتلاف مال، فلو أتلف مال الغير خطأ أو أتلفه صغير أو مجنون فلا تضمنه العاقلة، فضمانها مخصوص بالجناية من الآدمي على الآدمي على نحو ما تقدم، ثم إنه لا ثمرة مهمة في سائر المحال: أي المعتق و ضامن الجريرة والامام عليه السلام.

الثاني - في كيفية التقسيط، وفيها أقوال: منها - على الغني عشرة قراريط: أي نصف الدينار، و على الفقير خمسة قراريط، و منها - يقسطها الامام عليه السلام أو نائبه على ما يراه بحسب أحوال العاقلة بحيث لا يجحف على أحد منهم، و منها - أن الفقير و الغني سواء في ذلك، فهي عليهما، و الأخير أشبه بالقواعد بناء على تحمل الفقير.

مسألة ١ - هل في التوزيع ترتيب حسب ترتيب الارث فيؤخذ من الأقرب فالأقرب على حسب طبقات الارث، فيؤخذ من الآباء و الأولاد ثم الأجداد و

کے اموال ہی سے دیت لی جائے گی۔

اور اگر مجرم کے پاس مال نہ ہو تو اگر وہ جزیہ دے رہے ہوں تو دیت امام المسلمین کے ذمے ہوگی۔

مسئلہ ۱۱: وہی شخص عاقلہ میں شامل ہوگا جس کے قاتل کے ساتھ نسبت کی کیفیت معلوم ہو۔ اور یہ ثابت ہو جائے کہ وہ عصبہ میں سے ہے۔

پس یہ کافی نہیں کہ وہ فلاں قبیلہ میں سے ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ عصبہ میں سے ہے۔ اور اگر شرعی گواہی کے ذریعہ اس کا عصبہ میں سے ہونا ثابت ہو جائے تو اس کے انکار پر دھیان نہیں دیا جائے گا۔

مسئلہ ۱۲: اگر باپ بیٹے کو عمداً یا مشابہ عمد کے طور پر قتل کر دے تو دیت اس کے ذمے ہوگی۔ اور خود اس کا اس میں سے کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ اور اگر باپ کے علاوہ اس کا کوئی وارث نہ ہو تو دیت امام علیہ السلام کو ملے گی۔ اور اگر خطا کے طور پر قتل کرے تو دیت عاقلہ کے ذمے ہوگی۔ جس کو اس کے وارث لیں گے۔ اس صورت میں باپ کے وارث ہونے میں دو قول ہیں۔ اقرب یہ ہے کہ وہ وارث نہیں ہوگا۔ اور اگر باپ کے علاوہ کوئی وارث نہ ہو تو دیت کے وارث امام علیہ السلام ہوں گے۔

مسئلہ ۱۳: بچے اور دیوانے کا عمد (یعنی جان بوجھ کر قتل یا جنایت کرنا) خطا کے حکم میں ہے۔ پس اس کی دیت عاقلہ کی گردن پر ہوگی۔

مسئلہ ۱۴: اگر مالک یا اس کے علاوہ کسی اور کی کوتاہی سے کوئی حیوان جنایت وارد کرے تو حیوان کے مالک کے "عاقلہ" اس کی دیت اور مال کے نقصان کے ضامن نہیں ہوں گے۔ اگر خطا سے کسی کا مال ضائع کر دے یا کوئی نابالغ یا دیوانہ ایسا کرے تو "عاقلہ" اس کے ضامن نہیں ہوں گے۔ عاقلہ کا ضامن ہونا جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ آدمی پر آدمی کی جنایت سے مخصوص ہے۔ عاقلہ کے بیان کے بعد دوسرے موارد یعنی معتق، ضامن جریرہ اور امام علیہ السلام کے ذکر کرنے کا کوئی اہم فائدہ نہیں۔

دوسری بحث: کیفیت تقسیم کے بارے میں ہے جس میں چند اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ "غنی" سے دس قیراط یعنی آدھا دینار اور فقیر سے پانچ قیراط لئے جائیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ امام علیہ السلام یا ان کا نائب عاقلہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے اپنی صواب دید کے مطابق تقسیم کریں تاکہ کسی پر زیادتی نہ ہونے پائے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس میں فقیر و غنی برابر ہیں۔ اور یہ دیت دونوں کے ذمے ہے۔ اور آخری قول قواعد کے زیادہ مطابق ہے بشرطیکہ فقیر کو دیت کا ذمے دار ٹھہرایا جائے!

مسئلہ ۱: آیا تقسیم بندی میں وہی ترتیب ہے جو میراث کی ترتیب ہے۔ پس طبقات ارث کے لحاظ سے جو زیادہ قریب ہو پہلے اس سے لی جائے گی، چنانچہ پہلے والدوں اور اولاد سے لی جائے، اس کے بعد اجداد اور پدری بھائیوں اور ان کی اولاد سے جہاں سلسلہ جہاں تک پہونچے۔ پھر چچاؤں اور ان کی

الاخوة من الأب و أولادهم و إن نزلوا، ثم الأعمام و أولادهم و إن نزلوا، و هكذا بالنسبة إلى سائر الطبقات، أو يجمع بين القريب و البعيد في العقل فيوزع على الأب و الابن والجد و الاخوة و أولادهم و هكذا من الموجودين حال الجناية؟ و جهان لا يبعد أن يكون الأول أوجه.

مسألة ٢ ـ هل التوزيع في الطبقات تابع لكيفية الارث فلو كان الوارث في الطبقة الأولى مثلاً منحصراً بأب و ابن يؤخذ من الأب سدس الدية و من الابن خمسة أسداس أو يؤخذ منهما على السواء؟ و جهان، ولو كان أحد الوراث ممنوعاً من الارث فهل يؤخذ منه العقل أم لا؟ و جهان.

مسألة ٣ ـ لو لم يكن في طبقات الارث أحد و لم يكن و لاء العتق و ضمان الجريرة فالعقل على الامام عليه السلام من بيت المال، ولو كان و لم يكن له مال فكذلك، ولو كان له مال و لا يمكن الأخذ منه فهل هو كذلك؟ فيه تردد.

مسألة ٤ ـ لو كان في إحدى الطبقات وارث وإن كان واحداً لا يؤخذ من الامام عليه السلام العقل، بل يؤخذ من الوارث.

مسألة ٥ ـ ابتداء زمان التأجيل في دية القتل خطأ من حين الموت و في الجناية على الأطراف من حين وقوع الجناية، و في السراية من حين انتهاء السراية على الأشبه، و يحتمل أن يكون من حين الاندمال، و لا يقف ضرب الأجل إلى حكم الحاكم.

مسألة ٦ ـ بعد حلول الحول يطالب الدية ممن تعلقت به، ولو مات بعد حلوله لم يسقط ما لزمه، و ثبت في تركته، ولو مات في أثناء الحول ففي تعلقه بتركته كمن مات بعد حلوله أو سقوطه عنه و تعلقه بغيره إشكال و تردد.

مسألة ٧ ـ لو لم تكن له عاقلة غير الامام عليه السلام أو عجزت عن الدية تؤخذ من الامام عليه السلام دون القاتل، و قيل تؤخذ من القاتل ولو لم يكن له مال تؤخذ من الامام عليه السلام، و الأول أظهر.

مسألة ٨ ـ قد مر أن دية العمد و شبه العمد في مال الجاني، لكن لو هرب فلم

اولاد سے چاہے سلسلہ جہاں تک پہنچے۔ اور یہی طریقہ دوسرے طبقات میں بھی اختیار کیا جائے گا "یا" عاقلہ کے باب میں دور و نزدیک کے سب رشتہ داروں کو جمع کیا جائے گا۔ اور باپ، بیٹے، دادا، بھائی اور ان کی اولاد اور اسی طرح جنایت کے وقت جو موجود ہوں ان سب پر دیت کو تقسیم کیا جائے گا؟ دونوں وجہیں ہیں۔ بعید نہیں کہ پہلی وجہ زیادہ مناسب ہو۔

مسئلہ ۲: آیا مختلف طبقات کے درمیان دیت کی تقسیم کیفیت ارث کے مانند ہوگی۔ پس اگر پہلے طبقہ میں وارث صرف باپ اور بیٹا ہوں تو باپ سے دیت کا ۱/۶ اور بیٹے سے ۵/۶ لیا جائے گا یا دونوں سے برابر لیا جائے گا؟

دونوں صورتیں ہیں۔ اور اگر کوئی ایک وارث، میراث سے محروم ہو تو آیا عاقلہ والی دیت اس سے لی جائے گی یا نہیں؟ دونوں صورتیں ہیں۔

مسئلہ ۳: اگر وارثوں کے طبقات میں کوئی بھی نہ ہو اور معتق اور ضامن جریرہ بھی نہ ہو تو عاقلہ والی دیت امام علیہ السلام بیت المال سے دیں گے۔ اور اگر موجود تو ہو لیکن مالدار نہ ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ لیکن مال موجود ہو مگر اس سے وصول کرنا ممکن نہ ہو تو آیا اس صورت میں یہی حکم ہوگا؟ اس میں تردد ہے۔

مسئلہ ۴: اگر کسی طبقہ میں وارث موجود ہو چاہے اکیلا ہی ہو تو دیت، امام علیہ السلام سے نہیں لی جائے گی بلکہ وارث سے لی جائے گی۔

مسئلہ ۵: قتل خطا کی دیت کی مدت جس میں دیت ادا کرنا ہوتی ہے، کا آغاز موت کے وقت سے اور اعضا پر جنایت میں جنایت کے واقع ہونے کے وقت سے ہوگا۔ اور زخم کے سرایت کرنے میں شبہ یہ ہے کہ جب سرایت ہو چکے اس وقت سے مدت شروع ہوگی۔ ایک احتمال یہ ہے کہ جب زخم بھر جائے اس وقت سے مدت شروع ہوگی اور تعیین مدت حاکم شرع کے حکم پر موقوف نہیں۔

مسئلہ ۶: سال ختم ہونے پر جس کے ذمے دیت ہے اس سے مطالبہ کیا جائے گا۔ اور اگر سال پورا ہونے پر مر جائے تو جتنی دیت کی ادائیگی اس پر لازمی ہو چکی ہے وہ ساقط نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کے ترکہ میں سے دی جائے گی۔ اور اگر دوران سال مر جائے، تو آیا سال کے اختتام پر مرنے والے کے مانند اس کے ترکہ میں سے دی جائے گی یا اس سے ساقط ہو کر دوسرے سے متعلق ہو جائے گی؟ اس میں اشکال و تردد ہے۔

مسئلہ ۷: اگر امام علیہ السلام کے علاوہ عاقلہ میں سے اس کا کوئی نہ ہو یا دیت نہ دے سکتا ہو تو دیت امام علیہ السلام سے لی جائے گی نہ کہ قاتل سے اور ایک قول ضعیف یہ ہے کہ قاتل سے لی جائے گی۔ اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو امام علیہ السلام سے لی جائے گی۔ لیکن پہلا قول اظہر ہے۔

مسئلہ ۸: بتا دیا گیا ہے کہ قتل اور جنایت عمد اور مشابہ عمد کی دیت، مجرم کے مال سے لی جائے گی۔ لیکن اگر وہ بھاگ جائے اور قابو میں نہ آسکے تو اگر اس کا مال موجود ہو تو اس کے مال سے لی جائے گی۔ ورنہ جو اس سے زیادہ قریب

يقدر عليه أخذت من ماله إن كان له مال، و إلا فمن الأقرب إليه فالأقرب، فان لم تكن له قرابة أدعاها الامام عليه السلام، و لا يبطل دم امرىء مسلم.

الثالث من اللواحق في الجناية على الحيوان

وهي باعتبار المجني عليه ثلاثة أقسام:

الأول - ما يؤكل في العادة كالأنعام الثلاثة و غيرها، فمن أتلف منها شيئاً بالذكاة لزمه التفاوت بين كونه حياً و ذكياً، ولو لم يكن بينهما تفاوت فلا شيء عليه و إن كان آثماً، ولو أتلفه من غير تذكية لزمه قيمة يوم إتلافه، و الأحوط أعلى قيمتي يوم التلف و الأداء، ولو بقي فيه ما ينتفع به كالصوف و الوبر وغيرهما مما ينتفع به من الميتة فهو للمالك، و يوضع من قيمة التالف التي يغرمها.

مسألة ١ - ليس للمالك دفع المذبوح لو ذبح مذكاة و مطالبة المثل أو القيمة، بل له ما به التفاوت.

مسألة ٢ - لو فرض أنه بالذبح خرج عن القيمة فهو مضمون كالتالف بلا تذكية.

مسألة ٣ - لو قطع بعض أعضائه أو كسر شيئاً من عظامه مع استقرار حياته فللمالك الأرش، و مع عدم الاستقرار فضمان الاتلاف، لكن الأحوط فيما إذا فقئت عين ذات القوائم الأربع أكثر الأمرين من الأرش و ربع ثمنها يوم فقئت، كما أن الأحوط في إلقاء جنين البهيمة أكثر الأمرين من الأرش و عشر ثمن البهيمة يوم ألقت.

الثاني - ما لا يؤكل لحمه لكن تقع عليه التذكية كالسباع، فان أتلفه بالذكاة ضمن الارش، و كذا لو قطع جوارحه و كسر عظامه مع استقرار حياته. و إن أتلفه بغير ذكاة ضمن قيمته حياً يوم إتلافه، و الأحوط أكثر الأمرين من

ہواس سے اور اس کے بعد دوسرے سے لی جائے گی۔ لیکن اگر اس کا کوئی رشتہ دار نہ ہو تو امام علیہ السلام ادا کریں گے۔ بہرحال مسلمان کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔

سوم: جانور پر جنایت کے بارے میں

اور مجنی علیہ کے لحاظ سے اس کی تین قسمیں ہیں:

اول: ایسے جانور جنکا گوشت معمولاً کھایا جاتا ہے جیسے "انعام ثلاثہ" یعنی گائے، بھیڑ، بکری اور ان کے علاوہ پس اگر کوئی شخص ان میں سے کسی حیوان کو ذبح کے ذریعہ تلف کرے تو قیمت کا تفاوت دینا لازمی ہوگا جو زندہ اور ذبیحہ میں ہوتا ہے اور اگر کوئی تفاوت نہ ہو تو کچھ بھی نہیں دینا ہوگا۔ اگرچہ گنہگار ہوگا۔ لیکن اگر ذبح کے علاوہ کسی اور طریقہ سے تلف کرے تو جس روز تلف کیا ہے اس روز کی اس کی قیمت دینا لازمی ہوگی اور احتیاط یہ ہے کہ یوم تلف اور یوم ادائیگی میں سے جس دن اس کی قیمت زیادہ ہو وہ ادا کرے۔ اگر اس حیوان میں کوئی چیز باقی رہ جائے جو قابل استفادہ ہو جیسے اس کی اون اور بال وغیرہ جیسی وہ چیزیں کہ جو چاہے مردار کی بھی ہوں تب بھی قابل استفادہ ہوتی ہیں۔ تو وہ مالک کی ہوں گی اور تلف شدہ چیز کی قیمت میں سے ان چیزوں کی قیمت کم کردی جائے گی۔

مسئلہ ۱: مالک کو حق نہیں کہ شرعی طریقہ سے ذبح کئے گئے جانور کو لینے سے انکار کرکے اس کے مثل یا اس کی قیمت کا مطالبہ کرے، بلکہ اسے صرف تفاوت قیمت لینے کا حق ہے۔

مسئلہ ۲: اگر فرضاً ذبح کرنے سے، بغیر ذبح کے ذریعہ تلف کئے گئے جانور کی مانند اس کی کوئی قیمت ہی نہ رہ جائے تو اس کا ضامن ہے۔

مسئلہ ۳: اگر جانور کے بعض اعضا کاٹ دے یا اس کی کوئی ہڈی توڑ دے جبکہ جانور زندہ رہے۔ تو مالک اس کے تاوان کا حقدار ہے۔ لیکن زندہ نہ رہنے کی صورت میں تلف کرنے کا ضامن ہوگا۔ لیکن اگر کسی چوپائے کی آنکھ نکال دی ہو تو اس میں احتیاط یہ ہے کہ تاوان اور جس روز جانور کی آنکھ نکالی ہے اس روز کی اس کی چوتھائی قیمت میں سے جو زیادہ ہو وہ ادا کرے جیسا کہ اگر کسی جانور کا جنین ساقط کردے تو اس میں بھی احتیاط یہی ہے کہ تاوان اور جس روز جنین ساقط کیا گیا ہو اس روز جانور کی قیمت کے آٹھویں حصے میں سے جو زیادہ ہو وہ ادا کرے۔

دوم: ایسے جانور جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا لیکن ان کا تذکیہ ہوتا ہے جیسے درندے، پس اگر ان کو ذبح کے ذریعہ تلف کرے تو اس کا تاوان دینا ہوگا۔ اور یہی حکم ہوگا کہ اگر اس کے اعضا اور ہڈیاں توڑ دے لیکن جانور زندہ ہو اور اگر بغیر ذبح کے اس کو تلف کردے تو جس روز تلف کیا ہے اس روز اس زندہ جانور کی جو قیمت ہوتی ہو اس کا ضامن ہے۔ جبکہ احتیاط یہ ہے کہ یوم اتلاف اور یوم ادائیگی کی قیمت میں سے جس دن اس کی قیمت زیادہ ہو وہ ادا کرے۔ اور مردار کی جن چیزوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے جیسے ہاتھی کے

القيمة يوم إتلافه و يوم أدائها، و يستثنى من القيمة ما ينتفع به من الميتة كعظم الفيل.

مسألة ٤ ـ إن كان المتلف ما يحل أكله لكن لا يؤكل عادة كالخيل و البغال و الحمير الأهلية كان حكمه كغير المأكول، لكن الأحوط في فقء عينها ما ذكرنا في المسألة الثالثة.

مسألة ٥ ـ فيما لا يؤكل عادة لو أتلفه بالتذكية لا يعتبر لحمه مما ينتفع به فلا يستثنى من الغرامة، نعم لو فرض أن له قيمة كسنة المجاعة تستثنى منها.

الثالث ـ ما لا تقع عليه الذكاة، ففي كلب الصيد أربعون درهماً، و الظاهر عدم الفرق بين السلوقي و غيره، و لا بين كونه معلماً و غيره، و في كلب الغنم عشرون درهماً، و في رواية كبش، و الأحوط الأخذ بأكثرهما، و الأحوط في كلب الحائط عشرون درهماً، و في كلب الزرع قفيز من برّ عند المشهور على ما حكي، وفي رواية جريب من بر، و هو أحوط، و لا يملك المسلم من الكلاب غير ذلك، فلا ضمان باتلافه.

مسألة ٦ ـ كل ما لا يملكه المسلم كالخمر و الخنزير لا ضمان فيه لو أتلفه و ما لم يدل دليل على عدم قابليته للملك يتملك لو كان له منفعة عقلائية، وفي إتلافه ضمان الاتلاف كما في سائر الأموال.

مسألة ٧ ـ ما يملكه الذمي كالخنزير مضمون بقيمته عند مستحليه، و في الجناية على أطرافه الأرش.

فروع:

الأول ـ لو أتلف على الذمي خمراً أو آلة من اللهو و نحوه مما يملكه الذمي في مذهبه ضمنها المتلف ولو كان مسلماً، و لكن يشترط في الضمان قيام الذمي بشرائط الذمة، و منه الاستتار في نحوها، فلو أظهرها و نقض شرائط الذمة فلا

دانت تو ان کو قیمت میں سے مستثنیٰ کر دیا جائے گا۔

مسئلہ ۴: اگر تلف شدہ حیوان حلال ہو مگر عادتاً اس کو کھایا نہ جاتا ہو جیسے یا تو گھوڑا، خچر اور گدھا، تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو حرام جانور کا ہے۔ لیکن اس کی آنکھ نکالنے کے سلسلے میں احتیاط وہی ہے جسے ہم نے تیسرے مسئلہ میں بتا دیا ہے۔

مسئلہ ۵: جس جانور کو عادتاً کھایا نہیں جاتا اگر اس کو ذبح کے ذریعہ تلف کرے تو اس کے گوشت کا قابل استفادہ ہونا معتبر نہیں۔ چنانچہ اس کو نقصان سے مستثنیٰ نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اگر فرضاً اس کی قیمت ہو۔ جیسے خشک سالی میں ہوتی ہے۔ تو اس کو مستثنیٰ کیا جائے گا۔

سوم: وہ حیوان جسے ذبح نہیں کیا جا سکتا۔ پس شکاری کُتے کے تلف کرنے کے عوض، چالیس درہم دینا ہونگے اور ظاہراً سلوقی اور غیر سلوقی میں کوئی فرق نہیں، اور نہ تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ میں کوئی فرق ہے۔ ریوڑ کے ساتھ جو کتا ہوتا ہے۔ اس کے بیس درہم ہوں گے۔ جبکہ روایت میں "کبش" یعنی بھیڑ ہے۔ احتیاط یہ ہے کہ جو قیمت میں زیادہ ہو وہی چیز دی جائے۔ رکھوالی کرنے والے کُتے کے احتیاطاً بیس درہم ہوں گے۔ اور کھیت کے محافظ کتے کے عوض مشہور کے نزدیک جیسا کہ حکایت کی گئی ہے ایک بوری گیہوں دینا ہوگی جبکہ روایت میں ایک جریب گیہوں ہے۔ اور زیادہ احتیاط اسی میں ہے۔ اس کے علاوہ مسلمان کسی بھی قسم کے کُتے کا مالک نہیں ہوتا۔ پس ان کو تلف کرنے کا ضامن نہیں۔

مسئلہ ۶: ہر وہ چیز جس کا مسلمان مالک نہیں بن سکتا، جیسے شراب اور خنزیر اگر اس کو تلف کر دے تو ضامن نہیں۔ اور جس چیز کے ملکیت کے قابل نہ ہونے پر کوئی دلیل نہ ہو اس کا مالک ہوتا ہے۔ اگر اس میں کوئی منفعت عقلائی موجود ہو۔ اور اس کے تلف کرنے کا دوسرے اموال کے مانند ضامن بھی ہوگا۔

مسئلہ ۷: جس چیز کا ذمی مالک ہوتا ہے جیسے خنزیر تو اس کو حلال جاننے والوں کے لئے اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اس کے اعضا پر جنایت وارد کرنے کا تاوان دینا ہوگا۔

فروع

اول: اگر ذمی کا شراب یا لہو و لعب کی کوئی چیز کہ جس کا ذمی اپنے مذہب کے لحاظ سے مالک بن سکتا ہے۔ ضائع کر دے تو ضائع کرنے والا ضامن ہے چاہے مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن مسلمان کے ضامن ہونے میں شرط یہ ہے کہ ذمی نے "شرائط ذمہ" پر عمل کیا ہو۔ ان میں سے ایک شرط ان چیزوں کو پوشیدہ رکھنا وغیرہ ہے۔ پس اگر ان کو ظاہر کرے اور "شرائط ذمہ" کی مخالفت کرے تو وہ چیز قابل احترام نہیں اور اگر ان میں سے کوئی

احترام لها، ولو كان شيء من ذلك لمسلم لا يضمنه الجاني متجاهراً كان أو مستتراً.

مسألة ١ ـ الخمر التي تتخذ للخل محترمة لا يجوز إهراقها، و يضمن لو أتلفها، و كذا مواد آلات اللهو والقمار محترمه، و انما هيئتها غير محترمة و لا مضمونة إلا أن يكون إبطال الهيئة ملازماً لا تلاف المادة، فلا ضمان حينئذ.

مسألة ٢ ـ قارورة الخمر و كذا سائر ما فيه الخمر محترمة، ففي كسرها و إتلافها الضمان، و كذا محال آلات اللهو و محفظتها.

الثاني ـ إذا جنت الماشية على الزرع في الليل ضمن صاحبها، ولو كان نهاراً لم يضمن، هذا إذا جنت الماشية بطبعها، وأما لو أرسلها صاحبها نهاراً إلى الزرع فهو ضامن، كما أن الضمان بالليل ثابت في غير مورد جرى الأمر على خلاف العادة مثل أن تخرب حيطان الربض بزلزلة و خرجت الماشية أو أخرجها السارق فجنت، فالظاهر في الأمثال والنظائر لا ضمان على صاحبها.

الثالث ـ دية الكلاب بما عرفت دية مقدرة شرعية، لا أنها قيم في زمان التقدير، فحينئذ لا يتجاوز عن الدية ولو كانت قيمتها أكثر أو أقل.

مسألة ٣ ـ لو غصبها غاصب فان أتلفها بعد الغصب فليس عليه إلا الدية المقدرة، و احتمال أن عليه أكثر الأمرين منها و من قيمتها السوقية غير وجيه، و أما لو تلفت تحت يده و بضمانه فالظاهر ضمان القيمة السوقية لا الدية المقدرة على إشكال، كما أنه لو ورد عليها نقص و عيب فالأرش على الغاصب.

مسألة ٤ ـ لو جنى على كلب له دية مقدرة فالظاهر الضمان، لكن تلاحظ نسبة الناقص الى الكامل بحسب القيمة السوقية، فيؤخذ بالنسبة من الدية، فلو فرض أن قيمته سليماً مأة دينار و معيباً عشرة دنانير ينقص عشر ما هو المقدر.

چیز مسلمان کی ہو تو ضائع کرنے والا اس کا ضامن نہیں چاہے اس نے چھپا کر رکھی ہو یا ظاہر بظاہر رکھی ہو۔

مسئلہ ۱: جو شراب "سرکہ" کے لئے تیار کی جائے وہ محترم ہے اور اس کا بہا دینا جائز نہیں۔ اور اگر ضائع کرے تو ضامن ہے۔ اسی طرح لہو و لعب اور جوئے بازی کے آلات کا مواد محترم ہے۔ صرف ان کی شکل غیر محترم ہے اور اس کی کوئی ضمانت نہیں۔ ہاں اگر شکل ضائع کرنے کا لازمہ مواد کو ضائع کر دینا ہو تو اس صورت میں ضامن نہیں۔

مسئلہ ۲: شراب کی بوتل اور دوسرے تمام برتن جن میں شراب ہوتی ہے محترم ہے۔ ان کو توڑنے اور ضائع کرنے کی "ضمانت" ہے۔ یہی حکم آلات لہو و لعب رکھنے کی جگہ کا بھی ہے۔

دوم: اگر "ریوڑ" رات میں کھیت کو نقصان پہونچائے تو ریوڑ کا مالک اس کا ضامن ہے۔ لیکن دن میں نقصان پہونچانے پر نقصان کا ضامن نہیں۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب ریوڑ اپنی طبیعت سے ایسا کرے۔ لیکن اگر دن میں ریوڑ کا مالک ریوڑ کو کھیت میں آزاد چھوڑ دے اور وہ نقصان کرے تو ضامن ہوگا جیسا کہ رات کے نقصان کا ضامن ہے۔ اگر وہ نقصان ایسی چیز کی وجہ سے نہ ہوا ہو جو غیر عادی ہو مثلاً طیلے کی دیواریں زلزلہ کی وجہ سے گر پڑیں اور ریوڑ نکل جائے یا کوئی چور ریوڑ کو نکال دے اور وہ نقصان پہونچا دے تو ظاہر یہ ہے کہ اس قسم کے موارد میں ریوڑ کا مالک ضامن نہیں۔

سوم: کتوں کی دیت، جیسا کہ آپ جان چکے ہیں، شریعت میں معین ہے۔ نہ یہ کہ جس زمانہ میں دیت معین ہوئی ہے وہ اس زمانہ میں کتوں کی قیمتیں تھیں۔ کہ ایسی صورت میں اگر ان کی قیمتیں زیادہ یا کم ہوں تو دیت سے تجاوز نہیں کریں گی۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی غاصب کتے کو غصب کرے اور غصب کرنے کے بعد تلف کر دے تو جتنی دیت معین ہے اسے وہی دینا ہوگی اور یہ احتمال کہ دیت اور بازار میں اس کی قیمت میں سے جو زیادہ ہو اسے اتنا دینا ہوگا۔ بلا وجہ ہے۔ لیکن اگر اس کے قبضہ میں اور اس کی ضمانت کے تحت ہوتے ہوئے ضائع ہو جائے تو ظاہر یہ ہے کہ اس کی بازار میں جو قیمت ہے اس کا ضامن ہے نہ معین شدہ دیت کا۔ اگرچہ اس میں بھی اشکال ہے۔ جیسا کہ اگر اس میں کوئی نقص یا عیب پیدا ہو جائے تو اس کا تاوان غاصب کے ذمہ ہے۔

مسئلہ ۴: اگر ایسے کتے کو نقصان پہونچائے جس کی دیت معین ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس کا ضامن ہے۔ لیکن ناقص اور کامل کا فرق بازار میں اس کی قیمت کے اعتبار سے معلوم کیا جائے گا۔ پس اتنی ہی مقدار دیت میں سے وصول کیا جائے گا۔ فرض کیجئے کہ سالم کتے کی قیمت بازار میں سو دینار ہو اور معیوب کی دس دینار تو معین شدہ دیت میں سے دسواں حصہ گھٹایا جائے گا۔

الرابع من اللواحق في كفارة القتل

مسألة ١ ـ تجب كفارة الجمع في قتل المؤمن عمداً و ظلماً، وهي عتق رقبة مع صيام شهرين متتابعين و إطعام ستين مسكيناً.

مسألة ٢ ـ تجب الكفارة المرتبة في قتل الخطأ المحض و قتل الخطأ شبه العمد، وهي العتق، فان عجز فصيام شهرين متتابعين، فان عجز فاطعام ستين مسكيناً.

مسألة ٣ ـ انما تجب الكفارة إذا كان القتل بالمباشرة بحيث ينسب إليه بلا تأول، لا بالتسبيب كما لو طرح حجراً أو حفر بئراً أو أوتد و تداً في طريق المسلمين فعثر عاثر فهلك، فان فيه الضمان كما مر، و ليست فيه الكفارة.

مسألة ٤ ـ تجب الكفارة بقتل المسلم ذكراً كان أو أنثى، صبياً أو مجنوناً محكومين بالاسلام، بل بقتل الجنين إذا و لجته الروح.

مسألة ٥ ـ لا تجب الكفارة بقتل الكافر، حربياً كان أو ذمياً أو معاهداً، عن عمد كان أو لا.

مسألة ٦ ـ لو اشترك جماعة في قتل واحد عمداً أو خطأ فعلى كل واحد منهم كفارة.

مسألة ٧ ـ لو أمر شخص بقتله فقتله فعلى القاتل الكفارة، ولو أدى العامد الدية أو صالح بأقل أو أكثر أو عفي عنها لم تسقط الكفارة.

مسألة ٨ ـ لو سلّم نفسه فقتل قوداً فهل تجب في ما له الكفارة؟ و جهان، أوجههما العدم.

وقد ذكرنا في كتاب الكفارات مايتعلق بالمقام.

چہارم: قتل کا کفارہ

مسئلہ ۱: جان بوجھ کر اور ظالمانہ طریقہ سے کسی مومن کو قتل کرنے کا کفارہ، کفارہ تیغ ہے۔ یعنی غلام آزاد کرے پے در پے دو مہینے روزے رکھے، اور ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کھلائے۔

مسئلہ ۲: خطائے محض اور خطائے مشابہ عمد کے قتل میں کفارہ مرتبہ واجب ہوتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اوّل غلام آزاد کرے، اگر میسر نہ ہو تو دو مہینے پے در پے روزے رکھے، اگر اس سے بھی عاجز ہو تو ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کھلائے۔

مسئلہ ۳: کفارہ صرف اس صورت میں واجب ہے جب قتل خود کیا ہو کہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو۔ قتل کا سبب بننے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ جیسے اگر پتھر راستے میں رکھے یا کنواں کھودے۔ یا مسلمانوں کے راستے میں میخ گاڑے جس سے پھسل کر راستہ چلنے والا ہلاک ہو جائے۔ اس لئے کہ اس صورت میں جیسا کہ بتایا جا چکا ہے ضامن ہے۔ اس میں کفارہ نہیں ہے۔

مسئلہ ۴: کسی بھی مسلمان کو قتل کرنے سے کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ چاہے وہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا دیوانہ بشرطیکہ یہ دونوں مسلمانوں کے حکم میں ہوں۔ بلکہ جنین میں اگر روح داخل ہو گئی ہو تو اس کے قتل کا کفارہ بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۵: کافر کو قتل کرنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا، چاہے حربی ہو یا ذمّی یا معاہدہ شدہ ہو۔ جان کر قتل کرے یا بغیر جانے ہوئے۔

مسئلہ ۶: اگر ایک جماعت ایک شخص کے قتل میں جان کر یا غلطی سے شریک ہوں تو ہر ایک پر کفارہ واجب ہے۔

مسئلہ ۷: کوئی کسی کو قتل کرنے کا حکم دے اور وہ قتل کر دے تو کفارہ قاتل پر واجب ہے۔ اب اگر جان کر قتل کرنیوالا شخص دیت ادا کرے یا اس سے کم یا زیادہ پر مصالحت کرے یا دیت معاف کر دی جائے تو کفارہ ساقط نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۸: اگر اپنے آپ کو تسلیم کر دے اور اسے قصاص کے طور پر قتل کر دیا جائے تو آیا اس کے مال میں سے کفارہ دینا واجب ہے یا نہیں؟ دونوں صورتیں ہیں۔ زیادہ بہتر یہ ہے کہ واجب نہیں۔ اس مقام سے متعلق مسائل ہم نے کتاب کفارات میں بیان کر دیے ہیں۔

البحث حول المسائل المستحدثة

منها التأمين

مسألة ١ ـ التأمين عقد واقع بين المؤمّن و المستأمن (المؤمّن له) بان يلتزم المؤمن جبر خسارة كذائية إذا وردت على المستأمن في مقابل أن يدفع المؤمن له مبلغاً أو يتعهد بدفع مبلغ يتفق عليه الطرفان.

مسألة ٢ ـ يحتاج هذا العقد كسائر العقود إلى إيجاب و قبول، و يمكن أن يكون الموجب المؤمّن و القابل المستأمن، بأن يقول المؤمّن: عليّ جبر خسارة كذائية في مقابل كذا أو أنا ملتزم بجبر خسارة كذائية في مقابل كذا فيقبل المستأمن، و بالعكس بأن يقول المستأمن: عليّ أداء كذا في مقابل جبر خسارة على كذا فيقبل المؤمّن، أو في مقابل عهدتك جبرها، و يقع بكل لفظ.

مسألة ٣ ـ يشترط في الموجب و القابل كل ما يشترط فيهما في سائر العقود كالبلوغ و العقل و عدم الحجر و الاختيار والقصد، فلا يصح من الصغير و المجنون والمحجور عليه و المكره و الهازل و نحوه.

مسألة ٤ ـ يشترط في التأمين مضافاً إلى ماتقدم أمور:

الأول ـ تعيين المؤمن عليه من شخص أو مال أو مرض و نحو ذلك.

الثاني ـ تعيين طرفي العقد من كونهما شخصاً أو شركة أو دولة مثلاً.

الثالث ـ تعيين المبلغ الذي يدفع المؤمّن له إلى المؤمن.

جدید مسائل

بیمہ

مسئلہ ۱: بیمہ کرنے والے اور بیمہ کرانے والے کے درمیان واقع ہونے والے عقد کو بیمہ کہتے ہیں۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ بیمہ کرنے والا اپنے اوپر لازمی قرار دیتا ہے کہ وہ بیمہ کرانے والے کے نقصان کو ادا کرے اس کے مقابلہ میں بیمہ کرانے والا مبلغ معیّن اس کو دے۔ یا مبلغ معین دینے کا وعدہ کرے جس پر طرفین متفق ہو جائیں۔

مسئلہ ۲: اس عقد میں بھی دوسرے عقود کے مانند ایجاب و قبول ضروری ہے۔ اس میں ممکن ہے کہ ایجاب بیمہ کرنے والے اور قبول، بیمہ کرانے والے کی طرف سے ہو۔ مثلاً بیمہ کرنے والا کہے "اتنے مبلغ کے عوض تمہارا نقصان برداشت کرنا میری ذمہ داری ہے یا مجھ پر لازم ہے کہ فلاں مبلغ کے بدلے تمہارے نقصان کا جبران کروں اور بیمہ کرانے والا اسے قبول کرے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایجاب بیمہ کرانے والے اور قبول بیمہ کرنے والے کی طرف سے ہو۔ اس صورت میں بیمہ کرانے والا کہے" فلاں نقصان کے جبران کے عوض مجھ پر اتنی مقدار میں ادا کرنا لازمی ہے۔ اور بیمہ کرنے والا اسے قبول کرے۔ یا بیمہ کرانے والا کہے "مجھ پر فلاں مقدار میں دینا لازم ہے۔ میرے نقصان کے جبران کے مقابلہ میں جس کا جبران تمہارے ذمے ہوگا۔ یہ عقد ہر لفظ سے واقع ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۳: دوسرے تمام عقود میں جو شرطیں موجب و قابل کے لئے ہیں وہ اس میں بھی ہیں جیسے بالغ و عاقل ہونا، ممنوع التصرف نہ ہونا، بالارادہ، با اختیار ہونا۔ پس نابالغ، مجنون، ممنوع التصرف، مجبور کئے گئے اور مذاق کرنے والے وغیرہ کا عقد صحیح نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۴: بیمہ میں مذکورہ شرائط کے علاوہ بھی کچھ شرائط ہیں۔

اوّل: جس چیز یا شخص کا بیمہ کیا جائے وہ شخص یا چیز جیسے مال یا بیماری وغیرہ معین ہو۔

دوم: عقد کے طرفین معین ہوں کہ آیا اشخاص ہیں یا کمپنی ہے یا مثلاً حکومت ہے۔

سوم: اس مبلغ کی مقدار معیّن ہو جو بیمہ کرانے والے کو بیمہ کرنے والے کے سپرد کرنا ہے۔

الرابع - تعيين الخطر الموجب للخسارة كالحرق و الغرق و السرقة و المرض و الوفاة و نحو ذلك.

الخامس - تعيين الأقساط التي يدفعها المؤمن له لو كان الدفع أقساطاً، و كذا تعيين أزمانها.

السادس- تعيين زمان التأمين ابتداءً و انتهاءً، و أما تعيين مبلغ التأمين بأن يعين ألف دينار مثلاً فغير لازم، فلو عين المؤمَّن عليه و التزم المؤمِّن بأن كل خسارة وردت عليه فعليّ أو أنا ملتزم بدفعها كفى.

مسألة ٥ - الظاهر صحة التأمين مع الشرائط المتقدمة من غير فرق بين أنواعه من التأمين على الحياة أو على السيارات و الطائرات و السفن و نحوها، أو على المنقولات براً و جواً و بحراً، بل على عمال شركة أو دولة أو على أهل بيت أو قرية أو على نفس القرية أو البلد أو أهلهما، و كان المستأمن حينئذ الشركاء أو رئيس الشركة أو الدولة أو صاحب البيت أو القرية، بل للدول أن يستأمنوا أهل بلد أو قطر أو مملكة.

مسألة ٦ - الظاهر أن التأمين عقد مستقل، و ما هو الرائج ليس صلحاً و لا هبة معوضة بلا شبهة، و يحتمل أن يكون ضماناً بعوض، و الأظهر أنه مستقل ليس من باب ضمان العهدة، بل من باب الالتزام بجبران الخسارة و إن أمكن الايقاع بنحو الصلح و الهبة المعوضة و الضمان المعوض، و يصح على جميع التقادير على الأقوى، و عقد التأمين لازم ليس لأحد الطرفين فسخه إلا مع الشرط، و لهما التقايل.

مسألة ٧ - الظاهر صحة التأمين بالتقابل، و ذلك بأن تتفق جماعة على تكوين مؤسسة فيها رأس مال مشترك لجبر خسارة ترد على أحدهم، و هذا أيضاً صحيح على الأظهر، و هو معاملة مستقلة أيضاً مرجعها الالتزام بجبر خسارة من المال المشترك في مقابل جبر خسارة كذلك، و يمكن أن يقع العقد بنحو عقد الضمان، بأن يضمن كل خسارة شركائه بالنسبة في مقابل ضمان الآخر، إلا أن الأداء

چہارم: نقصان کا باعث بننے والے خطرات معیّن ہوں جیسے آتش سوزی، ڈوبنا، چوری، بیماری اور موت وغیرہ۔

پنجم: اگر قسطوں میں ادا کرنا ہو تو بیمہ کرانے والے کو جو قسطیں دینا ہیں وہ معین ہوں اور اسی طرح ان کا وقت بھی طے شدہ ہو۔

ششم: مدت بیمہ کی ابتدا و انتہا معیّن ہو۔ لیکن بیمہ کا مبلغ معین کرنا کہ مثلاً ہزار دینار معیّن کریں تو یہ ضروری نہیں۔ پس اگر مورد بیمہ معیّن ہو اور بیمہ کرنے والا ملتزم ہو کہ اس پہ وارد ہونے والے ہر نقصان کا جبران مجھ پہ ہے یا اس کو پورا کرنا مجھ پر لازم ہے تو کافی ہے۔

مسئلہ ۵: بیان شدہ شرائط کے ہونے ہوتے ظاہراً بیمہ صحیح ہے۔ اس کی کوئی بھی قسم ہو۔ مثلاً بیمۂ زندگی ہو۔ گاڑی کا بیمہ ہو۔ یا ہوائی جہازوں کا ہو۔ بحری جہازوں کا ہو یا کسی اور چیز کا۔ یا خشکی، دریائی اور فضائی راستوں کے منقولات کا ہو۔ بلکہ کسی کمپنی یا حکومت کے کارندوں کا ہو یا گھر اور دیہات کے رہنے والوں یا خود دیہات یا شہر کا ہو یا ان کے باسیوں کا۔ اس صورت میں بیمہ کرانے والے، شرکا ہوں گے یا کمپنی یا حکومت کا سربراہ یا گھر اور دیہات کا مالک ہوگا۔ بلکہ حکومتیں بھی کسی شہر، دیہات یا سارے ملک کے رہنے والوں کا بیمہ کرسکتی ہیں۔

مسئلہ ۶: ظاہر یہ ہے کہ بیمہ کا عقد مستقل ہے۔ اس کی جو شکل رائج ہے وہ بلاشبہ "صلح" ہے اور "ہبہ معوضہ" احتمال ہے کہ "ضمان معوض" ہو۔ لیکن اظہر یہ ہے کہ عقد مستقل ہے اور "ضمان عہدہ" کے باب سے بھی نہیں بلکہ نقصان کے جبران کرنے کا ملتزم ہونے کے باب سے ہے۔ اگرچہ "صلح"، "ہبہ معوضہ" اور "ضمان معوض" کے طریقے سے اس کا منعقد کرنا ممکن ہے۔ اور اقوی یہ ہے کہ ہر طریقہ سے صحیح ہے۔ اور "عقد بیمہ" عقد لازم ہے جس کو اگر پہلے سے شرط نہ رکھی گئی ہو تو فسخ نہیں کرسکتے۔ البتہ دونوں کو "اقالہ" کا حق حاصل ہے۔

مسئلہ ۷: ظاہراً بیمہ بعنوان تقابل صحیح ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چند افراد مل کر کوئی ادارہ قائم کریں جس میں کچھ مال مشترک رکھیں جس سے ان میں سے کسی کا بھی نقصان پورا کیا جائے۔ اظہر یہ ہے کہ یہ بھی صحیح ہے اور یہ بھی معاملہ مستقل ہے۔ جس کا مطلب، مال مشترک میں سے کسی کے نقصان کو پورا کرنا ہے۔ اور ممکن ہے کہ یہ عقد "عقد ضمان" کے طریقے سے واقع ہو۔ یعنی ہر ایک دوسرے کے نقصان کو نسبتاً پورا کرنے کا اس کی ضمانت کے عوض میں ضامن ہو۔ صرف یہ کہ اس میں ادائیگی مال مشترک سے ہوگی۔ لیکن اس میں اظہر یہ ہے کہ ان کے مشترک مال میں سے جتنا مال اس کا ہے۔ اس کی نسبت سے نقصان پورا کرنے کا ملتزم ہوتا ہے۔ اور یہ عقد لازم ہے۔ اور یہ احتمال بھی دیا گیا ہے کہ عقد شرکتی ہو جس عقد کے ضمن میں ہر ایک دوسرے کے نقصان کے جبران کا ضامن بنا ہو۔ اس صورت میں یہ عقد لازم نہیں بلکہ جائز ہوگا۔

مسئلہ ۸: ظاہراً بیمہ مخلوط، یعنی ایسا بیمہ جس میں انسان شرکاء کے مال سے تجارت کے ذریعہ حاصل ہونے والے منافع میں بھی شریک ہو، چاہے بیمہ زندگی کا ہو۔ یعنی بیمہ کی رقم جس کا بیمہ ہوا ہے اس کی موت کے بعد یا مدت بیمہ مکمل ہونے کے بعد دینا ہو۔ اور قرارداد کے مطابق بیمہ کرنے والا منافع میں حق اشتراک رکھتا ہو۔ پس منافع میں سے ہر ایک کے حصے کو بیمہ کی رقم کے ساتھ اضافہ کیا جائے گا۔ یا بیمہ نقصان پورا کرنے کا ہو، اور

من المال المشترك ، و لكن الأظهر فيه الالتزام بجبر الخسارة في مقابل جبر بنسبة ما لهم المشترك من ذلك المال، و هذا العقد لازم، و يحتمل أن يكون عقد شركة التزم كل في ضمنه خسارة كل واحد منهم، و حينئذ يكون جائزاً لا لازماً.

مسألة ٨ ـ الظاهر صحة التأمين المختلط مع الاشتراك في الأرباح التي تحصل للشركة من الاستفادة بالاتجار بتلك المبالغ المجتمعة من المشتركين سواء كان التأمين على الحياة بأن يدفع مبلغ التأمين عند وفاة المؤمّن عليه أو عند انتهاء مدة التأمين، و للمؤمّن الحق في الاشتراك في الأرباح حسب القرار، فيضاف نصيب كل من الأرباح إلى مبلغ التأمين، أو على جبر الخسارة مع الاشتراك في الأرباح كما ذكر، فان ذلك شركة عقدية مع شرط أو شرائط سائغة، ولو كان من بعضهم العمل و من بعضهم النقود و كان القرار نحو المضاربة صح أيضاً عندي، لعدم اعتبار كون المدفوع في مال المضاربة الذهب و الفضة المسكوكين، بل المعتبر كونه من النقود في مقابل العروض، و هذا العقد لازم إن لم يرجع إلى المضاربة، و إن كان عقد مضاربة في ضمنه التأمين فجائز من الطرفين.

مسألة ٩ ـ لو التزم المؤمّن بدفع إضافة على مبلغ التأمين فالظاهر أنه لا بأس به، كمن أمّن على حياته عند شركة التأمين لمدة معلومة على مبلغ معلوم و استوفت الشركة أقساطاً شهرية مقدرة في قبال التأمين و تلتزم الشركة بدفع مبلغ إضافة على مبلغ التأمين ترغيباً لأهل التأمين، فان تلك الزيادة ليست من الربا القرضي، لعدم كون أداء الأقساط قرضاً، بل التأمين معاملة مستقلة اشترط في ضمنها ذلك، و الشرط سائغ نافذ لازم العمل.

مسألة ١٠ ـ لا بأس باعادة التأمين بأن طلب بعض شركات التأمين لدى شركات عظيمة أوسع منها التأمين لشركته التأمينية.

* * *

منافع میں بھی شریک ہو۔ جیساکہ بتایا جاچکا ہے۔ دونوں صورتوں میں بیمہ اس لئے صحیح ہے کہ یہ شرکت عقدی ہے جس کی شرط یا شرطیں جائز ہیں۔ اور اگر بعض کام کریں۔ اور کچھ نقد رقم لگائیں اور قرارداد مضاربہ کے طریقہ سے ہو تو بیمہ نزدیک صحیح ہے۔ اس لئے کہ "مال مضاربہ" کا سکہ دار سونے یا چاندی کی شکل میں ہونا معتبر نہیں۔ بلکہ معتبر یہ ہے کہ جنس کے مقابلہ میں "نقدی" ہو اور یہ عقد لازم ہے۔ اگر "مضاربہ" نہ ہوجائے۔ اور اگر عقدِ مضاربہ ہو اور اس کے ضمن میں بیمہ ہو تو دونوں طرف سے جائز ہوگا۔

مسئلہ ۹: اگر بیمہ کرنے والا، بیمہ کی رقم سے زیادہ دینے کو اپنے اوپر لازم کرے تو بظاہر اس میں کوئی حرج نہیں۔

مثلاً کوئی شخص، بیمہ کمپنی میں مبلغ معین کے عوض معین مدت تک زندگی کا بیمہ کرائے۔ اور بیمہ کے ذیل میں معین ہونے والی قسطیں، بیمہ کمپنی وصول کرچکی ہو اور کمپنی، بیمہ کرانے والوں کی ترغیب کے لئے بیمہ کی رقم سے زیادہ دینے کی ملتزم ہوجائے تو یہ زیادتی، قرضی سود نہیں ہے۔ اس لئے کہ قسطیں قرض کے طور پر نہیں دی گئی ہیں۔ بلکہ بیمہ ایک مستقل معاملہ ہے۔ جس کے ضمن میں قسطوں کی ادائیگی کی شرط رکھی گئی تھی۔ اور شرط جائز ہے۔ نافذ ہے اور اس پر عمل لازمی ہے۔

مسئلہ ۱۰: بیمہ کا بیمہ کرانے میں کوئی حرج نہیں، مثلاً کوئی بڑی بیمہ کمپنی کسی چھوٹی کمپنی سے کہے کہ وہ اس میں اپنا بیمہ کرائے۔

ومنها الكمپيالات (سفته)

وهي على قسمين:

أحدهما ـ ما يعبر عن وجود قرض حقيقي بأن كان لشخص على آخر دين كمأة دينار على مدة معلومة فيأخذ الدائن من المديون الورقة.

ثانيهما ـ ما يعبر عن قرض صوري. و يسمى بالمجاملة، فلا يكون دين على شخص.

مسألة ١ ـ في النوع الأول إذا أخذ الورقة لينزلها عند شخص ثالث بمبلغ أقل بأن يبيع ما في ذمة المدين بأقل منه لا إشكال فيه اذا لم يكن العوضان من المكيل و الموزون كالاسكناس الايراني و الدينار العراقي و الدلار و سائر الأوراق النقدية، فانها غير مكيلة و لا موزونة، و الاعتبار من الدول جعلها أثماناً، و ليست أمثالها معبرة عن الذهب و الفضة، بل قابليتها للتبديل بها موجبة لاعتبارها، و المعاملة تقع بنفسها، و المكپيالات معبرة عن الأوراق النقدية، و بعد المعاملة على ذمة المدين يصير هو مديوناً للشخص الثالث، هذا إذا قصدا بذلك البيع حقيقةً لا الفرار من الربا القرضي، و لا يجوز ذلك إذا كانت ربوية و إن قصدا به البيع حقيقةً، و أما إذا أخذ الدائن عن الثالث قرضاً و حوّله على ذمة المدين أكثر مما أخذ فهو حرام مطلقا سواء كان من المكيل أو الموزون أولا و إن كان القرض صحيحاً.

مسألة ٢ ـ لا تجوز المعاملة بالكمپيالات الصورية المعبر عنها بالمجاملة (سفتة دوستانه) إلا أن ترجع إلى أحد الوجوه الآتية:

منها ـ أن يقال: إن دفع الورقة إلى الآخر لينزلها عند شخص ثالث و يرجع الثالث في الموعد المقرر إلى المدين الصوري يرجع في الحقيقة إلى توكيله بأن يوقع

سفتہ

اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جس میں قرض حقیقی کی نشاندہی ہو۔ جیساکہ ایک شخص کے دوسرے کے ذمہ معین مدت کے لئے سو دینار قرض ہوں۔ پس قرضہ دینے والا مقروض سے چیک لے لے۔

دوسری قسم: جس میں فرضی قرض کی نشاندہی ہو۔ اس کو "معاملہ" کہتے ہیں۔ پس اس چیک کسی پر کوئی قرض نہیں ہوتا۔

مسئلہ ۱: پہلی قسم میں اگر سفتہ کا "ورقہ" لے کر اسے کم مقدار میں تیسرے شخص کو دے، یعنی مقروض کے ذمے جو قرض ہے اس کو اس سے کم مقدار میں بیچ دے تو اس میں کوئی اشکال نہیں۔ بشرطیکہ "عوض ومعوض" ناپ تول کی چیزیں نہ ہوں۔ جیسے ایرانی سکے، عراقی دینار، ڈالر اور دوسرے تمام نقدی سکے۔ اس لئے کہ یہ ناپے تولے نہیں جاتے۔ حکومتی قرارداد نے ان میں قیمت پیدا کی ہے۔ اس طرح کے سکوں کو سونا یا چاندی نہیں کہتے۔ بلکہ ان کا سونے اور چاندی میں تبدیل کرنے کے قابل ہونا ان کے معتبر ہونے کا موجب ہے۔ اور معاملہ ان ہی پر واقع ہوا ہے۔ اور سفتے نقدی کا غذوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ چنانچہ مقروض کے ذمے جو قرض ہے۔ اس کا معاملہ ہو جانے پر وہ تیسرے شخص کا مقروض ہو جائے گا۔ یہ اس صورت میں صحیح ہے جب حقیقی "بیع" کا ارادہ ہو قرضی سود سے فرار کرنے کا ارادہ نہ ہو۔

اگر یہ معاملہ سودی ہو تو جائز نہیں چاہے اس سے بیع حقیقی کا ارادہ ہی کیوں نہ کیا ہو۔ لیکن اگر قرض دینے والا تیسرے شخص سے قرض لے اور اس کو اپنے مقروض کا حوالہ اس سے زیادہ مقدار میں دے کہ جتنا اس پر قرض ہے تو یہ مطلقاً حرام ہے۔ چاہے ناپ تول والی چیز ہو یا نہ ہو۔ اگرچہ قرض صحیح ہے۔

مسئلہ ۲: فرضی "سفتے" جن کو "معاملہ" کہتے ہیں کا معاملہ جائز نہیں۔ مگر یہ کہ اس میں درج ذیل صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہو۔

پہلی صورت: یہ کہا جا سکے کہ "دوسرے شخص کو سفتے کا کاغذ دیا کہ وہ اُسے تیسرے شخص کو دے اور تیسرا شخص مقررہ وقت پر فرضی مقروض سے مطالبہ کرے۔ حقیقت میں اس کو اس بات پر وکیل مقرر کرنا ہے کہ وہ

المعاوضة مع الثالث في ذمة المدين الصوري، فيصير المدين الصوري بعد المعاملة بوكالته مديوناً حقيقة للثالث، و لما كان المفروض بيع غير الأجناس الربوية صحت المبايعة بالأقل و الأكثر، و أيضاً ذلك العمل إذن له في اقتراض الدائن الصوري ما يأخذه لنفسه، و لابد من عدم اشتراط الربح، و يدفع الزيادة مجاناً أو عملاً بالاستحباب الشرعي، و للدافع الرجوع إلى الدائن الصوري للقرار الضمني و عدم كونه متبرعاً.

و منها ـ أن دفع الورقة إليه لينزلها و يرجع الثالث إليه موجب لأمرين أحدهما ـ صيرورة الدائن الصوري ذا اعتبار بمقدار الورقة لدى الثالث (البنك أو غيره) و لذلك يعامل على ذمة الدائن الصوري فيصير هو مديوناً للشخص الثالث. ثانيهما ـ التزام من المديون الصوري بأداء المقدار المذكور لو لم يؤد الدائن الصوري الذي صار مديوناً حقيقة للشخص الثالث، و هذا التزام ضمني لأجل معهودية الرجوع إليه عند عدم دفع المدين، و يجوز للدافع الرجوع إلى المدفوع عنه لو لم يكن متبرعاً و كان ذلك أيضاً لازم القرار المذكور، و الظاهر صحة المعاملة بعد عدم كونها ربوية و صحة الالتزام المذكور، فانه من قبيل ضم الذمة إلى الذمة، و يصح بحسب القواعد و إن لم يرجع إلى الضمان على المذهب الحق.

و منها ـ الصورة السابقة بحالها إلا أن الدائن الصوري بعمله يصير ضامناً على فرض عدم أداء صاحبه، بمعنى نقل الذمة إلى الذمة في فرض عدم الأداء، و هذا أيضاً له وجه صحة و إن لا يخلو من إشكال، ثم لو دفع المدين الصوري إلى الثالث ما التزمه أو ضمنه فله الرجوع إلى الدائن الصوري و أخذ ما دفعه عنه.

مسألة ٣ ـ بعد ما كان المتعارف في عمل البنوك و نحوها الرجوع إلى بائع الكمپيالة و إلى كل من كان توقيعه عليها لدى عدم أداء دافعها لأجل القوانين الجارية عرفاً و كان هذا أمراً معهوداً عند جميعهم كان ذلك التزاماً ضمنياً منهم بعهدة الأداء عند المطالبة، و هذا أيضاً شرط في ضمن القرار و هو لازم المراعاة، نعم مع عدم العلم بذلك و عدم معهوديته لم يكن قراراً و لم يلزم بشيء.

قرضی مقروض کے ذمے پر تیسرے شخص کے ساتھ معاملہ کرے۔ پس وہ قرضی مقروض اس کی وکالت میں معاملے کے بعد تیسرے شخص کا حقیقی مقروض ہو جائے گا۔ اور چونکہ قرض نے سود کی اجناس کا بیچنا ہے تو کم و زیادہ پر خریدنا اور بیچنا صحیح ہے اور وہ عمل بھی قرضی طلب کار کو اپنے لئے جو وہ لیتا ہے اس کے قرض قرار دینے کی اجازت دینا ہے اس میں منافع کی شرط نہ ہونا ضروری ہے۔ اور اضافہ کو مفت میں یا شرعی استحباب پر عمل کرتے ہوئے دے اور دینے والے کو حق ہے کہ وہ قرضی قرض دینے والے سے مطالبہ کرے اس لئے کہ ان کا قرار ضمنی ہو چکا ہے اور اس نے بخشش نہیں کی ہے۔

دوسری صورت: یہ کہ اس شخص کو سفتے کا کاغذ دینا۔ کہ وہ اسے کم کرے اور تیسرا شخص اس سے مطالبہ کرے۔ دو چیزوں کا موجب ہو۔ اول یہ کہ قرضی قرض دینے والا اس "ورقہ" کی مقدار کے برابر تیسرے شخص یعنی بنک یا غیر بنک کے نزدیک صاحب اعتبار ہو جائے۔ اس کی بنا پر قرضی طلب کار کے ذمے کا معاملہ ہو جائے۔ جس کے بعد وہ تیسرے شخص کا مدیون (مقروض) ہو جائے گا۔

دوم: یہ کہ قرضی مقروض پر لازم ہو جائے کہ قرضی طلب کار کے ادا نہ کرنے پر جو حقیقت میں تیسرے شخص کا مقروض ہو گیا ہے۔ وہ ادا کرے۔ اور یہ التزام ضمنی ہے۔ اس لئے کہ مقروض کے ادا نہ کرنے پر اس سے مطالبہ کرنا طے ہوا ہے۔ اور دینے والے کے لئے اس سے مطالبہ جائز ہے جس کو دیا گیا ہے اگر اس نے بخشش نہ کی ہو۔ اور یہ مذکورہ قرارداد کا لازمہ بھی ہے۔ اور ظاہراً سودی نہ ہوتے ہوئے معاملہ اور التزام مذکور صحیح ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک کے ذمّہ کو دوسرے کے ذمّے کے ساتھ ضمیمہ کرنے کے قبیل سے ہے اور قواعد کے لحاظ سے درست ہے۔ چاہے مذہب فقہ کے مطابق یہ عقدِ ضمان نہ بھی ہوتا ہو۔

تیسری صورت: بعینہ سابقہ صورت جیسی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرضی طلبکار اپنے معاملے کی وجہ سے اس کے ساتھی کے ادا نہ کرنے کی صورت میں ضامن ہو جائے گا۔ جس کا مطلب ادا نہ کرنے کے فرض پر ایک کے ذمے کا دوسرے کے ذمے کی طرف منتقل ہونا ہے۔ اس صورت کے صحیح ہونے کی وجہ بھی ہے اگرچہ اشکال سے خالی نہیں۔

پھر اگر قرضی مقروض اپنے اوپر لازم کی جانے والی چیز تیسرے شخص کو دے دے یا اس کا ضامن ہو جائے تو وہ قرضی طلب کار سے مطالبہ کر سکتا ہے اور جو اس نے دیا ہے اس سے لے سکتا ہے۔

مسئلہ ۳: چونکہ بینکوں وغیرہ کے کاروبار میں معمولاً اگر سفتہ دینے والا ادا نہ کرے۔ تو سفتہ کا ورقہ فروخت کرنے والے اور جس کے اس پر دستخط ہوں۔ ان کے معمول کے مطابق جاری قوانین کی بنا پر اس سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اور یہ چیز ان سب کے نزدیک طے شدہ ہوتی ہے۔ اور ان کی طرف سے مطالبہ کے وقت ادا کرنے کا ذمّہ دار ہونے کا التزام ضمنی ہوتا ہے۔ یہ بھی قرارداد کے ضمن میں شرط ہے جس کی رعایت لازمی ہے۔ البتہ اس کا علم نہ ہونے اور طے شدہ نہ ہونے کی صورت میں یہ قرارداد نہیں ہوگی اور کچھ بھی دینا لازم نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۴: بینک یا غیر بینک مدت پوری ہونے کے بعد ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں قرضی مقروض کے

مسألة ٤ ـ ما يأخذه البنك أو غيره من المديون عند تأخر الدفع بعد حلول الأجل و عدم تسليم المبلغ من قبل المديون الصوري حرام لا يجوز أخذه و إن كان بمراضاة المتعاملين.

مسألة ٥ ـ الكمبيالات و سائر الأوراق التجارية لا مالية لها، و ليست من النقود، و المعاملات الواقعة بها لم تقع بنفسها بل بالنقود و غيرها التي تلك الأوراق معبرة عنها، و دفعها إلى الدائن لا يسقط ذمة المدين، ولو تلف شيء منها في يد غاصب ونحوه أو أتلفه شخص لم يضمنه ضمان التلف أو الا تلاف، و أما الأوراق النقدية كالاسكناس و الدينار و الدلار و غيرها فلها مالية اعتبارية، وهي نقود كالدينار و الدرهم المسكوكين من الذهب و الفضة، دفعها إلى الدائن مسقط لذمته، و في تلفها و إتلافها ضمان كسائر الأموال.

مسألة ٦ ـ قد تقدم أن الأوراق النقدية لا يجري فيها الربا غير القرضي فيجوز تبديل بعضها ببعض بالزيادة و النقيصة، سواء كان المتبادلان من نقد مملكتين كتبديل الدينار بالاسكناس أولا كتبديل الاسكناس بمثله و الدينار بمثله، من غير فرق بين كون معتمدها (پشتوانه) ذهباً و فضة أو غير هما من المعادن كالأحجار الكريمة و النفط، نعم لو فرض في مورد تكون الأوراق المذكورة كالاوراق التجارية كان حكمها كتلك الأوراق لكنه مجرد فرض، هذا إذا قصد بذلك البيع دون القرض، و إلا فلا يجوز.

مسألة ٧ ـ الأوراق النقدية لا تتعلق بها الزكاة، و لا يجري فيها حكم بيع الصرف، نعم الأقوى جواز المضاربة بها.

ومنها السرقفلية

مسألة ١ ـ استئجار الأعيان المستأجرة دكةً كانت أو داراً أو غير هما لا يوجب حدوث حق للمستأجر فيها بحيث لا يكون للمؤجر إخراجه بعد تمام الاجارة، و

اس مبلغ کو ادا کرنے کی بنا پر الگ سے جو کچھ لیتے ہیں وہ حرام ہے اس کا لینا جائز نہیں چاہے دونوں معاملہ کرنے والے راضی ہی کیوں نہ ہوں۔

مسئلہ ۵: ہنڈی اور دوسرے تجارتی چیکوں کی کوئی مالیت نہیں۔ ان کا شمار نقدی میں بھی نہیں ہوتا۔ اور واقع ہونے والا معاملہ ان پر واقع نہیں ہوتا بلکہ نقدی وغیرہ کے عوض واقع ہوتا ہے۔ کہ یہ چیک جس کی نشاندہی کرتے ہیں قرضخواہ کو ان کے دینے سے مقروض بری الذمہ نہیں ہوتا۔ اگر ان میں سے کچھ غاصب یا کسی اور کے ہاتھ سے تلف ہو جائے یا کوئی شخص اسے تلف کر دے تو وہ تلف یا اتلاف کی ضمانت کے مثل ضامن نہیں ہوگا۔ لیکن نقدی نوٹ جیسے ریال، دینار، ڈالر وغیرہ مالیت اعتباری رکھتے ہیں اور یہ سونے اور چاندی کے سکہ دار درہم و دینار کے مانند نقدی نوٹ ہوتے ہیں۔ قرضخواہ کو ان کے دینے سے بری ہو جاتا ہے اور اس کے تلف ہونے یا تلف کرنے میں دوسرے تمام اموال کے مانند ضمانت ہے۔

مسئلہ ۶: پہلے بتایا جا چکا ہے کہ نوٹوں میں غیر قرضی سود جاری نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان کا ایک دوسرے سے کمی زیادتی کے ساتھ تبدیل کرنا جائز ہے چاہے دو ملکوں کے نقدی نوٹ ہوں۔ جیسے دینار کو ریال سے بدلے یا ایک ہی ملک کے ہوں جیسے ریال سے بدلے اور دینار کو دینار سے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ چاہے ان کا اعتبار سونے چاندی کی وجہ سے ہو یا ان کے علاوہ معدنیات جیسے تیل، پیٹرول اور تیل کی وجہ سے ہو۔

البتہ اگر کسی جگہ نوٹوں کا تجارتی چیکوں کے مانند ہونا فرض کر لیا جائے تو ان کا حکم بھی وہی تجارتی چیکوں والا ہوگا لیکن یہ صرف فرض ہے۔ یہ اس صورت میں کہ جب ان کے بیچنے کا قصد ہو۔ قرض کا قصد ہو ورنہ جائز نہیں۔

مسئلہ ۷: نوٹوں سے زکات کا کوئی تعلق نہیں۔ اور ان میں بیع صرف کا حکم بھی جاری نہیں ہوتا۔ البتہ ان کے ذریعہ مضاربہ جائز ہے۔

سرقفلی

مسئلہ ۱: کرائے پر دی جانے والی چیزوں جیسے دکان، گھر یا ان کے علاوہ کو کرائے پر لینے سے مستاجر کو ایسا کوئی حق حاصل نہیں ہو جاتا جس کی بنا پر کرائے پر دینے والا کرائے کی مدت ختم ہو جانے پر مستاجر کو نکال نہ سکے۔ اور اسی طرح محل کسب میں اس کی تجارت کی مدت لمبی ہو جانے یا اس کا تجارت میں ایسا

كذا طول مدة بقائه و تجارته في محل الكسب أو كون و جاهته و قدرته التجاري الموجبتين لتوجه النفوس إلى مكسبه لا يوجب شيء منها حدوث حق له على الأعيان، فاذا تمت مدة الاجارة تجب عليه تخلية المحل و تسليمه إلى صاحبه، فلو بقي في المكان المذكور مع عدم رضا المالك كان غاصباً عاصياً، و عليه ضمان المكان لو تلف ولو بآفة سماوية، كما عليه أجرة مثل المكان مادام كونه تحت يده و عدم تسليمه إلى مالكه.

مسألة ٢ ـ لو آجر هذا الشخص ذلك المكان المغصوب كانت الاجارة فاسدة، ولو أخذ شيئاً بعنوان مال الاجارة فهو حرام، فان تلف أو أتلفه كان ضامناً للدافع، كما أن الدافع إذا قبض المحل صار ضامناً لمالكه وعليه أجرة مثله له.

مسألة ٣ ـ السرقفلية التي يأخذها الغاصب في هذه الصورة حرام، ولو تلف ما أخذه عنده أو أتلفه فهو ضامن لمالكه.

مسألة ٤ ـ لو استأجر محلاً للتجارة في مدة طويلة كعشرين سنة مثلاً و كان له حق إيجاره من غيره و اتفق ترقي أجرة مثل المحل في أثناء المدة فله إجارته بالمقدار الذي استأجره و أخذ مقدار بعنوان السرقفلية لأن يؤجره منه على حسب توافقهما.

مسألة ٥ ـ لو استأجر دكة مثلاً و شرط على المؤجر أن لا يزيد على مبلغ الاجارة إلى مدة طويلة مثلاً و شرط أيضاً أنه لو حوّل المحل إلى غيره و هو إلى غيره و هكذا يعمل المؤجر معه معاملته ثم اتفق ارتفاع أجرته فله أن يحوّل المحل إلى غيره ليعمل المؤجر معه معاملته معه و يأخذ مقداراً بعنوان السرقفلية ليحوّل المحل إليه، و يحل السرقفلية بهذا العنوان.

مسألة ٦ ـ لو شرط على المؤجر في ضمن عقد الاجارة أن لا يزيد على مبلغ الاجارة ما دام المستأجر فيه و لا يكون له حق إخراجه و عليه إيجاره كل سنة بالمقدار المذكور فله أخذ مقدار بعنوان السرقفلية من المؤجر أو من شخص آخر ليسقط حقه أو لتخلية المحل.

مقام پیدا ہوجانے سے کہ جس کی وجہ سے لوگ اس کی دکان کا زیادہ رُخ کرتے ہوں ان میں سے کسی بھی چیز کی بنا پر کرائے پر دی گئی دُکان یا مکان پر اس کو حق حاصل نہیں ہوجاتا۔

پس جب مدت کرایہ ختم ہوجائے تو اس پر واجب ہے کہ اسے خالی کرکے اس کے مالک کے سپرد کرے۔ اگر مالک کی مرضی کے بغیر مذکورہ جگہ میں رہے تو غاصب اور گنہگار ہوگا۔ اور مکان کا ضامن ہوگا چاہے وہ آسمانی آفت سے کیوں نہ تباہ ہوجائے۔ اسی طرح جب تک اس کے قبضہ میں رہے اور وہ مالک کے حوالے نہ کرے اس مکان کے مثل کی اُجرت اس کے ذمّے واجب الادا ہوگی۔

مسئلہ ۲: اگر یہ شخص اس غصبی مکان کو کرائے پر دے تو اجارہ فاسد ہوگا۔ اور مال اجارہ کے عنوان سے اگر کچھ لے تو وہ اس پر حرام ہے۔ پس اگر وہ مال تلف ہوجائے یا اس کو تلف کردے تو جس نے دیا ہے اس کو واپس کرنے کا ضامن ہوگا۔ اسی طرح مال اجارہ دینے والا اس جگہ پر قابض ہونے کے بعد اس کے مالک کے لئے اس کا ضامن ہوگا اور اس کی اجرت مثل اس پر واجب ہوگی۔

مسئلہ ۳: اس صورت میں غاصب جو سرقفلی لیتا ہے وہ حرام ہے۔ پس جو اس نے لیا ہے اگر اس کے پاس سے تلف ہوجائے یا اسے تلف کردے تو اس کو مالک واپس دینے کا ضامن ہے۔

مسئلہ ۴: اگر تجارت کے لئے کوئی جگہ طویل مدت مثلاً بیس سال کے لئے کرائے پر لے اور اسے اس جگہ کو کسی اور کو کرائے پر دینے کا حق بھی ہو۔ لیکن اسی دوران اس جگہ کا کرایہ بڑھ جائے تو اسے حق ہے کہ جس مقدار میں اس نے کرائے پر لی ہے اسی مقدار میں کرائے پر دے اور دونوں کے توافق کے مطابق اسے کرائے پر دینے کے لئے اس سے بعنوان سرقفلی کچھ رقم لے۔

مسئلہ ۵: اگر مثال کے طور پر کوئی دکان کرائے پر لے۔ اور کرائے پر دینے والے کے ساتھ شرط رکھے کہ وہ معین مدت تک مثلاً کرایہ نہیں بڑھائے گا اور یہ شرط بھی رکھے کہ وہ اس جگہ کو دوسرے کے حوالے کرے اور وہ کسی اور کے حوالے کرے۔ اور موجر اس کے ساتھ یہی معاملہ کرے۔

پھر اتفاقاً اس جگہ کا کرایہ بڑھ جائے۔ تو اسے حق ہے کہ وہ جگہ کسی اور کے حوالے کرے تاکہ موجر نے جو معاملہ اس مستاجر کے ساتھ کیا ہے وہ دوسرے کے ساتھ کرے اور یہ مستاجر دوسرے کے حوالے کرنے کے بعد کچھ رقم بعنوان سرقفلی وصول کرے۔ اس عنوان سے سرقفلی حلال ہوگی۔

مسئلہ ۶: اگر عقد اجارہ کے ضمن میں موجر پر یہ شرط عائد کرے کہ جب تک مستاجر اس میں رہے وہ کرایہ نہیں بڑھائے گا اور موجر کو حق نہیں ہوگا کہ وہ مستاجر کو نکال دے۔ اور ہر سال موجر پر لازم ہوگا کہ وہ مذکورہ مقدار کے عوض کرائے پر دے۔ تو اسے حق ہے کہ بطور سرقفلی کچھ رقم موجر سے یا کسی اور شخص سے وصول کرے تاکہ اپنے حق سے دست بردار ہوجائے یا جگہ خالی کردے۔

مسئلہ ۷: اگر موجر پر عقد کے ضمن میں یہ شرط عائد کرے کہ وہ یہ جگہ کسی اور کو کرائے پر نہیں دے گا بلکہ

مسألة ٧ ـ لو شرط على المؤجر في ضمن العقد أن لا يؤجر المحل من غيره و يؤجره منه سنو ياً بالاجارة المتعارفة في كل سنة فله أخذ مقدار بعنوان السرقفلية لاسقاط حقه أو لتخلية المحل.

مسألة ٨ ـ للمالك أن يأخذ أيّ مقدار شاء بعنوان السرقفلية من شخص ليؤجر المحل منه، كما أن للمستأجر في أثناء مدة الاجارة أن يأخذ السرقفلية من ثالث للايجار منه إذا كان له حق الايجار.

ومنها أعمال البنوك

مسألة ١ ـ لا فرق في البنوك و أنواعها من الداخلية و الخارجية و الحكومية و غيرها في الأحكام الآتية، و لا في أن ما يؤخذ منها محلل يجوز التصرف فيها، كسائر ما يؤخذ من ذوي الأيادي من أرباب التجارات و الصناعات و غيرها إلا مع العلم بحرمة ما أخذه أو اشتماله على حرام، و أما العلم بأن في البنك أو في المؤسسة الكذائية محرمات فلا يؤثر في حرمة المأخوذ و إن احتمل كونه منها.

مسألة ٢ ـ جميع المعاملات المحللة ـ التي لو أوقعها مع أحد المسلمين كانت صحيحة ـ محكومة بالصحة لو أوقعها مع البنوك مطلقاً حكومية كانت أو لا، خارجية أو داخلية.

مسألة ٣ ـ الأمانات و الودائع التي يدفعها أصحابها إلى البنوك إن كانت بعنوان القرض و التمليك بالضمان لا مانع منه، و جاز للبنك التصرف فيها، و يحرم قرار النفع و الفائدة، كما يحرم إعطاء تلك الفوائد و أخذها، و مع الاتلاف أو التلف يكون الآخذ ضامناً للفوائد و ان صحّ القرض.

مسألة ٤ ـ لا فرق في قرار النفع بين التصريح به عند القرض و بين إيقاعه مبنياً عليه، فلو كان قانون البنك إعطاء النفع في القرض و أقرضه مبنياً على ذلك كان محرماً.

سال معمول کے کرائے کے بدلے اُسے ہی سالانہ کرائے پر دیتا رہے گا، تو اُسے اپنے اس حق سے دست بردار ہونے یا جگہ خالی کرنے کے عوض کچھ رقم بطور سرقفلی لینے کا حق ہے۔

مسئلہ ۸: مالک کسی جگہ کو کسی شخص کو کرائے پر دینے کے عوض جس قدر چاہے سرقفلی لے سکتا ہے۔ اسی طرح اگر مستاجر کو بھی کرائے پر دینے کا حق ہو تو کرائے کی مدت کے دوران وہ تیسرے شخص سے سرقفلی لے سکتا ہے۔

بینک کا کاروبار

مسئلہ ۱: آئندہ بیان ہونے والے احکام میں بینکوں کی تمام قسموں جیسے داخلی تجارتی سرکاری اور غیرسرکاری میں کوئی فرق نہیں۔ اور نہ اس میں کوئی فرق ہے کہ ان سے جو کچھ لیا جاتا ہے وہ حلال ہے اور اس میں تصرف کرنا، دوسرے مالکوں جیسے تاجروں اور صنعت کاروں سے لی جانے والی چیزوں کے مانند جائز ہے مگر یہ کہ جو کچھ لیا ہے اس کے حرام ہونے یا حرام پر مشتمل ہونے کا علم ہو۔ لیکن یہ علم ہونا کہ بینک میں یا دوسرے اداروں میں کچھ حرام چیزیں ہیں، اس سے لی گئی چیز حرام نہیں ہوتی۔ چاہے یہ احتمال بھی ہو کہ یہ انہی حرام چیزوں میں سے ہے۔

مسئلہ ۲: بینکوں کے ساتھ ایسے تمام حلال معاملات۔ کہ اگر وہ کسی مسلمان کیساتھ ہوں تو صحیح ہونگے صحیح معاملات کے حکم میں ہیں چاہے بینک سرکاری ہو یا غیرسرکاری، داخلی ہو یا خارجی۔

مسئلہ ۳: جن امانتوں اور ودیعتوں کو مالکین بینکوں میں رکھتے ہیں اگر وہ قرض اور ضمانت کے بدلے بینک کو مالک بنانے کے عنوان سے ہوں تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ اور بینک کے لئے ان میں تصرف کرنا جائز ہے۔ ان کے سود اور نفع کی قرارداد لکھنا حرام ہے۔ جیسا کہ ان فوائد کا دینا اور لینا حرام ہے۔ اور ضائع کردینے پر لینے والا ان فوائد کے واپس کرنے کا ضامن ہوتا۔ اگرچہ قرض صحیح ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ ۴: نفع کی قرارداد میں فرق نہیں کہ قرض کے ساتھ اس کی تصریح ہو یا اس قرارداد کو قرض کی بنیاد پر منعقد کرے۔ پس اگر بینک کا قانون قرضے میں نفع دینا ہو۔ اور اس بنیاد پر وہ بینک کو قرض دے تو حرام ہے۔

مسألة ٥ ـ لو فرض في مورد لا يكون الاقتراض و القرض بشرط النفع جاز أخذ الزيادة بلاقرار.

مسألة ٦ ـ لو كان ما يدفعه إلى البنك بعنوان الوديعة و الأمانة فان لم يأذن في التصرف فيها لا يجوز للبنك ذلك، و لو تصرف كان ضامناً، و لو أذن جاز، و كذا لو رضي به، و ما يدفعه البنك إليه حلال على الصورتين إلا أن يرجع الاذن في التصرف الناقل إلى التملك بالضمان، فان الزيادة المأخوذة مع قرار النفع حرام و إن كان القرض صحيحاً، و الظاهر أن الودائع في البنك من هذا القبيل، فما يسمى وديعة و أمانة قرض واقعاً، و مع قرار النفع تحرم الفائدة.

مسألة ٧ ـ الجوائز التي يدفع البنك تشويقاً للايداع و القرض و نحوهما إلى من تصيبه القرعة المقررة محللة لا مانع منها، و كذا الجوائز التي تعطيها المؤسسات بعد إصابة القرعة للتشويق و جلب المشتري، و كذا ما يجعله صاحب بعض المؤسسات ضمن بعض أمتعته تشويقاً و تكثيراً للمشتري، فان كل ذلك حلال لا مانع منه.

مسألة ٨ ـ قيل من أعمال البنك الاعتمادات المستندية، و المراد منها أن يتم عقد بين تاجر و شركة مثلاً في خارج البلاد على نوع من البضاعة، و بعد تمامية المعاملة من الجهات الدخيلة فيها يتقدم التاجر إلى البنك و يطلب «فتح اعتماد» و يدفع إلى البنك قسماً من قيمة البضاعة، و يقوم البنك بعد ذلك بدفع القيمة تامة إلى الشركة و يتسلم البضاعة، و تسجل باسم البنك من حين التصدير، و عند وصولها إلى المحل يخبر البنك مالكها بالوصول و تحول البضاعة من اسم البنك إلى اسم مالكها بعد أن يدفع ما دفعه البنك إلى الشركة مما بقي من قيمة البضاعة، و يتقاضى البنك عن هذه العملية عمولة مقطوعة إزاء خدماته و فائدة على المبلغ الباقي طيلة الفترة الواقعة بين يوم تسليمه إلى الشركة إلى يوم تسلمه من صاحب البضاعة، ثم إن دفع التاجر ما بقي من القيمة و ما يتقاضى البنك يسلمها إياه، و إلا فيتصدى لبيع البضاعة و استيفاء حقه، فهل ما يأخذه البنك

مسئلہ ۵: اگر کسی بینک میں قرض لینے اور دینے میں نفع کی شرط نہ ہو تو بغیر قرارداد زیادہ لے لینا جائز ہے۔

مسئلہ ۶: جو چیز بینک میں رکھے اگر امانت اور قرض کے طور پر ہو۔ اور اس میں تصرف کرنے کی اجازت نہ ہو تو بینک کے لئے اس میں تصرف جائز نہیں۔ اگر تصرف کرے گا تو ضامن ہوگا۔ لیکن اجازت ہونے پر تصرف جائز ہے۔ اسی طرح اگر تصرف کے بعد راضی ہو جائے تو۔ اس کے بدلے بینک اگر کچھ دے تو وہ دونوں صورتوں میں حلال ہے۔ مگر یہ کہ ایسے تصرف کی اجازت کہ جس میں رد و بدل ہوتا ہو کا مطلب ضمانت پر مالک بنتا ہو۔ اس لئے کہ نفع کی قرارداد کی بنا پر زیادہ لینا حرام ہے۔ اگرچہ قرض صحیح ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ بینک میں رکھی جانے والی امانتیں اسی قبیل سے ہیں۔

پس جس کو ودیعت اور امانت کہا جاتا ہے وہ حقیقت میں قرض ہوتا ہے۔ پس اگر نفع کی قرارداد ہو تو زیادہ لینا حرام ہے۔

مسئلہ ۷: قرض اور امانتیں بینک میں رکھنے والوں کی ترغیب و تشویق کے لئے جو انعامات قرعہ اندازی کے ذریعہ بینک دیتا ہے وہ حلال ہیں۔ اور ان کے لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ اسی طرح خریدار جلب کرنے اور ان کو تشویق دلانے کے لئے جو انعامات قرعہ اندازی کے ذریعہ موسسات دیتے ہیں۔ اسی طرح خریدار بڑھانے اور ان کی تشویق کی خاطر بعض موسسات، کچھ اجناس دیتے ہیں۔ پس یہ سب چیزیں حلال ہیں اور بلا مانع ہیں۔

مسئلہ ۸: کہا جاتا ہے کہ بینک کے کاموں میں سے ایک کام "مستند اعتمادات" کا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی تاجر اور کمپنی کے مابین مثلاً ملک کے باہر کسی چیز پر معاملہ طے ہو جائے۔ اور اس میں دخیل تمام شرائط طے پا جانے کے بعد تاجر بینک میں جا کر اس کے ساتھ اعتماد کی قرارداد منعقد کرے اور اس چیز کی کچھ قیمت بینک کے سپرد کر دے۔ اس کے بعد بینک اس چیز کی پوری قیمت اس کمپنی کو دے اور وہ چیز وصول کرے۔ اور صادر ہونے پر وہ چیز بینک کے نام لکھی جائے۔ جب معین جگہ پر وہ چیز بینک کو مل جائے تو وہ اس کے مالک کو مل جانے کی خبر دے اور جب مالک وہ رقم بینک کو ادا کر دے جو اس نے اس چیز کے بدلے کمپنی کو دی ہے اس قیمت میں سے جو باقی رہ گئی تھی تو وہ چیز مالک کے نام منتقل کر دی جائے اور اس کام کے بدلے بینک سے اپنی خدمات کے عوض معین شدہ اُجرت اور جو باقی اس نے کمپنی کو دی تھی اس پر کمپنی کو دینے کے وقت سے مالک سے وصول کرنے کے وقت تک کا سود مانگے۔ پھر اگر تاجر باقی قیمت اور بینک کی طرف سے جس سود کا مطالبہ ہوا ہے وہ اسے ادا کر دے تو بینک وہ چیز اس کے حوالے کرے۔ ورنہ بینک خود اس چیز کو بیچ کر اپنا حق وصول کرے تو آیا بینک جو اضافہ لے رہا ہے وہ جائز اور حلال ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ اپنی خدمات جیسے لکھنے اور لین دین وغیرہ کے عوض اگر بینک کچھ لے تو جائز ہے۔ لیکن قیمت کی تاخیر سے وصول ہونے کے عوض اگر لے تو حرام ہے؟ ظاہر یہی صورت ہے۔ بشرطیکہ جو رقم بینک نے کمپنی کو دی ہے وہ اس چیز

من الزيادة جائز حلال أم لا؟ أو ما يأخذه بازاء خدماته من التسجيل و التسلم و التسليم و نحو ذلك جائز و ما أخذه بعنوان الفائدة لتأخير ثمنه حرام؟ الظاهر الأخير إذا كان ما يدفع البنك إلى الشركة أداءً لدين صاحب البضاعة قرضاً له، كما أن الظاهر كذلك في الخارج، و كذا لو كان ما يدفعه البنك أداءً لدينه، فيصير صاحب البضاعة مديوناً له و يأخذ مقداراً لأجل تأخير دينه فانه حرام، و أما تصدي البنك لبيع البضاعة مع الشرط في ضمن القرار فلا مانع منه، لرجوع ما ذكر إلى توكيله لذلك، فيجوز الشراء منه.

مسألة ٩ ـ من أعمال البنوك و نحو ها الكفالة بأن يتعهد شخص لآخر بالقيام بعمل كبناء قنطرة مثلاً و يتعهد البنك أو غيره للمتعهد له بكفالة الطرف ـ أي المتعهد ـ و ضمانه بأن يدفع عنه مبلغاً لو فرض عدم قيامه بماتعهد للمتعهد له، و يتقاضى الكفيل ممن يكفله عمولة بازاء كفالته، والظاهر صحة هذه الكفالة الراجعة إلى عهدة الأداء عند عدم قيام المتعهد بما تعهد، و جواز أخذ العمولة بازاء كفالته أو بازاء أعمال أخر من ثبت الكفالة و نحو ها، و إذا كانت الكفالة باذن المتعهد جاز له الرجوع اليه لأخذ ما دفعه، و ليس للمتعهد أن يمتنع منه.

مسألة ١٠ ـ من أعمالها الحوالات، و قد يطلق عليها صرف البرات، فان دفع شخص إلى البنك أو التاجر مبلغاً معيناً في بلد و يحوّله البنك مثلاً إلى بنك بلد آخر و يأخذ البنك منه مبلغاً معيناً بازاء تحو يله فلا إشكال فيه بيعاً كان أو قرضاً، و كذا لو كان الأخذ بعنوان حق العمل، و إن أراد أن يأخذ من البنك أو نحوه مبلغاً معيناً و يحوّله البنك على تسلم المبلغ من بنك في بلد آخر و يأخذ البنك منه مبلغاً معيناً فان كان ذلك القرار بيع مبلغ بمبلغ أزيد ليحوله إلى البنك صح، ولا إشكال فيه بشرط أن لا يكون هذا وسيلة للفرار من الربا القرضي، و كذا إن كان قرضاً لكن لم يشترط الزيادة بل أخذها بعنوان حق العمل مع عدم كونه فراراًمن الربا، وأماإن كان قرضاًبشرط الزيادة فهوحرام وإن كان القرض مبنياً

کے مالک کے قرض کی ادائیگی اور اسے قرض دینے کے طور پر ہو۔ جیسا کہ خارج میں ظاہراً ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور اسی طرح جو قیمت بینک نے دی ہے اگر وہ اس چیز کے مالک کا قرض ادا کرنے کے طور پر ہو۔ پس اس چیز کا مالک بینک کا مقروض ہو جائے گا۔

چنانچہ بینک قرضہ معین تاخیر کے عوض سود لے تو یہ حرام ہے۔ رہ گیا بینک کے اس چیز کو خود بیچ دینے کا مسئلہ تو اگر قرارداد کے ضمن میں یہ شرط ہو تو بلا مانع ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں بینک اس کام پر وکیل ہو جائے گا۔ پس اس سے خرید ناجائز ہوگا۔

مسئلہ ۹: بینک کے کاموں میں سے ایک کام "کفالت" ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے شخص کا کوئی کام انجام دینے مثلاً پل تعمیر کرنے کی ذمہ داری لے اور بینک یا بینک کے علاوہ کوئی دوسرے شخص کا کفیل اور ضامن بن جائے کہ اس شخص نے جو مبلغ دینگی ذمہ داری قبول کی ہے نہ دیا تو بینک ادا کریگا اور کفیل یعنی بینک کفالت کے عوض اس شخص سے کہ جبکی کفالت اس نے قبول کی ہے اس کام کی اجرت مانگے تو ظاہر یہ ہے کہ یہ کفالت صحیح ہے کہ جسکا مطلب یہ ہے کہ اگر دوسرا شخص ادا نہ کرے تو جو مبلغ اس نے ادا کرنے کا عہد کیا ہے وہ بینک اس شخص کو دے گا جس سے عہد کیا گیا ہے اور اس کفالت کے بدلے یا دوسرے کاموں مثلاً کفالت لکھنے وغیرہ کے بدلے اجرت لینا جائز ہے۔ اور جب کفالت عہد کرنے والے کی اجازت سے قبول کی گئی ہو تو بینک عہد کرنے والے سے ادا شدہ مبلغ کا مطالبہ کر سکتا ہے اور عہد کرنے والے کو اس سے انکار کر دینے کا حق نہیں۔

مسئلہ ۱۰: بینک کے کاموں میں سے ایک کام حوالے صادر کرتا ہے۔ جس کو "صرف برات" "ٹریولر چیک" بھی کہا جاتا ہے۔

پس اگر ایک شخص بینک یا کسی تاجر کو مبلغ معین ایک شہر میں دے اور بینک اس کو مثلاً دوسرے شہر کے بینک کے نام حوالہ لکھ دے اور اس حوالے کے بدلے بینک اس سے کچھ مبلغ وصول کرے تو اس میں کوئی اشکال نہیں چاہے بیع ہو یا قرض اسی طرح حق عمل کے عنوان سے لیتے ہیں بھی اشکال نہیں اور اگر بینک یا کسی سے ایک مبلغ معین لینا چاہے اور بینک اس کو وہ مبلغ لینے کے لئے دوسرے شہر میں بینک کے نام حوالہ لکھ دے اور اس سے مبلغ معین وصول کرے تو اگر یہ قرارداد مبلغ کو اضافی مبلغ کے بدلے بیچنے کی ہو تاکہ بینک اس کو حوالہ لکھ دے تو صحیح ہے۔ اور اس میں کوئی اشکال نہیں بشرطیکہ اسے قرضی سود سے فرار کا وسیلہ نہ بنائے۔

اسی طرح اگر قرض ہو لیکن زیادہ کی شرط نہ ہو بلکہ حق العمل کے عنوان سے وصول کرے اور سود سے فرار کی نیت سے بھی نہ ہو۔ لیکن اگر زیادہ کی شرط کے ساتھ قرض ہو تو حرام ہے۔ چاہے قرض زیادہ پر مبنی ہو اور شرط صرف ذہنی طور پر ہو اس کی صراحت نہ کی گئی ہو۔ لیکن قرض پھر بھی صحیح ہے۔

مسئلہ ۱۱: بینک کے چیک بھی تجارتی حوالوں کے مانند مالیت نہیں رکھتے، بلکہ وہ بینک میں موجود مالیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ خود ان کی خرید و فروخت جائز نہیں۔ البتہ وہ چیک جس کو ایران میں "چیک تضمینی"

على الزيادة و كان الشرط ارتكازياً غير مصرح به، و لكن القرض صحيح.

مسألة ١١ ـ الصكوك (چک) البنكية كالأوراق التجارية لا مالية لها، بل هي معبرة عن مبلغ معين في البنك، و لا يجوز بيعها و شراؤها في نفسها، نعم الصك الذي يسمى في إيران بالصك التضميني (چك تضميني) يكون من الأوراق النقدية كالدينار و الاسكناس فيصح بيعه وشراؤه، و من أتلفه ضمن لمالكه كسائر الأموال، و يجوز بيعه بالزيادة، و لا ربا فيه إلا إذا جعل البيع وسيلة للتخلص عن الربا القرضي.

مسألة ١٢ ـ أعمال البنوك الرهنية إن كانت إقراضاً إلى مدة بالنفع المعين و أخذ الرهن مقابله و شرط بيع المرهون و أخذ ماله لو لم يدفع المستقرض في رأس أجله يصح أصل القرض و الرهن، و يبطل اشتراط النفع و الزيادة، و لا يجوز أخذها، نعم يجوز الأخذ لو كان بعنوان حق العمل إذا لم يكن حيلة للتخلص من الربا و إن كانت من قبيل بيع السلف بأن باع الطالب مأتين سلفاً بمأة حالاً و اشترط المشتري عليه ولو بنحو الشرط الضمني الارتكازي وثيقة و كونه وكيلاً في بيعها عند التخلف و أخذ مقدار حقه فلا يصح البيع و لا الرهن و لا الوكالة.

ومنها بطاقات اليانصيب (بخت آزمائي)

مسألة ١ ـ قد شاع في البلاد من قبل بعض الشركات نشر بطاقات اليانصيب و بيعها بازاء مبلغ معين و يتعهد صاحب الشركة بأن يقرع فمن أصابت القرعة بطاقته يعطيه مبلغاً معيناً، و هذا البيع باطل، و أخذ المال بازاء البطاقة موجب للضمان، و كذا أخذ المال بعد إصابة القرعة حرام موجب لضمان الآخذ للمالك الواقعي.

مسألة ٢ ـ لا فرق في حرمة ثمن البطاقة بين أن يدفعه الطالب لاحتمال

کہتے ہیں۔ یعنی نقدی نوٹوں جیسے دینار وریال کے قبیل سے ہے۔ پس اس چیز کی خرید وفروخت جائز ہے۔ اگر کوئی اسے ضائع کر دے تو دوسرے اموال کے مانند مالک کے لئے ان کا ضامن ہوگا۔ اور ان کو اضافہ کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور اس میں سود بھی نہیں مگر یہ کہ بیچنے کو قرضی سودے فرار اختیار کرنیکا ذریعہ بنائے۔

مسئلہ ۱۲: بینک کے رہنی کام اگر ایک مدت معین تک سود کے بدلے قرض دینے اور اس کے عوض رہن وصول کرنے کی نوعیت سے ہوں اور مدت پوری ہونے پر مقروض کے قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں "مرہون" کو بیچ کر اپنا مال وصول کر لینے کی شرط رکھی گئی ہو تو اصل قرض اور رہن صحیح ہے۔ لیکن نفع اور اضافہ کی شرط باطل ہے۔ اور اضافہ لینا جائز نہیں۔ البتہ حق العمل کے عنوان سے لینا جائز ہے بشرطیکہ سود سے بھاگنے کا ذریعہ نہ بنائے۔ اور اگر بیع سلف کے قبیل سے ہو۔ کہ مطالبہ کرنے والا دو سو ادھار کو سو موجود کے بدلے بیچے اور خریدار اس پر ایک وثیقہ کے شرط عائد کرے چاہے وہ شرط ضمنی اور ذہنی ہی کیوں نہ ہو اور تخلف کی صورت میں وہ اس کو بیچ کر اپنا حق وصول کر لینے کا وکیل ہوتا ہو تو بیع، رہن اور وکالت تینوں صحیح نہیں۔

لاٹری ٹکٹ

مسئلہ ۱: بعض ملکوں میں کچھ کمپنیوں کی طرف سے لاٹری ٹکٹ شائع کر کے ان کو معین مقدار کے بدلے بیچنا عام ہو چکا ہے۔ کمپنی کا مالک قرعہ اندازی کا عہد کرتا ہے اور جس کے نام کا ٹکٹ نکل آئے وہ اس کو ایک معین رقم ادا کرتا ہے۔ لیکن یہ بیع باطل ہے اور ٹکٹ کے بدلے مال لینا ضامن ہو جانے کا موجب ہے اور اسی طرح قرعہ اندازی پر نام نکل آئے تو اس کے عوض مال وصول کرنے سے ایک اور ضمانت واجب ہو جاتی ہے جو اس مال کے حقیقی مالک کے لئے ہوتی ہے۔

مسئلہ ۲: ٹکٹ کا پیسہ حرام ہونے میں فرق نہیں کہ ٹکٹ لینے والا اپنے نام قرعہ نکلنے کے احتمال سے خرید و فروخت کے بغیر دے یا اس غرض سے خرید و فروخت کے تحت دے۔ دونوں صورتوں میں

إصابة القرعة باسمه من غير بيع و شراء و بين بيعها و شرائها لهذا الغرض، ففي الصورتين أخذ المال حرام، و أخذ ما يعطى لأجل إصابة القرعة حرام.

مسألة ٣ ـ قد بدل أرباب الشركات عنوان اليا نصيب بعنوان الاعانة للمؤسسات الخيرية لاغفال المتدينين و المؤمنين، و العمل خارجاً هو العمل بلا فرق جوهري يوجب الحليّة. فالمأخوذ بهذا العنوان أيضاً حرام، و كذا المأخوذ بعد إصابة القرعة.

مسألة ٤ ـ لو فرض بعيداً قيام شركة بنشر بطاقات للاعانة حقيقة على المؤسسات الخيرية و دفع كل من أخذ بطاقة مالاً لذلك المشروع و دفع أو صرف الشركة ما أخذه فيها و تعطي من مالها مبلغاً لمن أصابته القرعة هبة و مجاناً للتشويق فلا إشكال في جواز الأمرين، و كذا لو أعطى الجائزة من المال المأخوذ من الطالبين برضا منهم، لكنه مجرد فرض لا واقعية له، فالأوراق المبتاعة في الحال الفعلي بيعها و شراؤها غير جائز، و المأخوذ بعنوان إصابة القرعة حرام.

مسألة ٥ ـ لو أصيبت القرعة و أخذ المبلغ فان عرف صاحب الأموال يجب الدفع إليه، و إلا فهي من مجهول المالك يجب الصدقة بها عن مالكها الواقعي، و الأحوط الاستئذان من الحاكم الشرعي في الصدقة.

مسألة ٦ ـ لا يجوز على الأحوط لو لم يكن الأقوى لمن أخذ المال الذي أصابته القرعة صرفه و تملكه صدقة عن مالكه ولو كان فقيراً، بل عليه أن يتصدق به على الفقراء.

مسألة ٧ ـ إذا أعطى ما أصابته القرعة من المال الكثير فقيراً و شرط عليه أن يأخذ لنفسه بعضاً و يرد الباقي إليه فالظاهر عدم جوازه، و عدم جوازه للفقير أيضاً، نعم لو أعطاه الفقير مايناسب حاله بلا اشتراط لا إشكال فيه.

هذه جملة من المعاملات المستحدثة، و أما المسائل المستحدثة الأخر و ما ستستحدثها الأعصار الآتية فكثيرة جداً، و تجري في كثير من أبواب الفقه، و قد صعب استقصاؤها، و لكن نذكر جملة حادثة منها أو في أهبة الحدوث.

مال لینا حرام ہے اور قرعہ نکلنے پر جو دیا جاتا ہے اس کا لینا بھی حرام ہے۔

مسئلہ۳: مومنین اور متدین حضرات کو دھوکہ دینے کے لئے لاٹری ٹکٹ کا عنوان بدل کر اس کو مؤسسات خیریہ کی اعانت کا عنوان دے دیا ہے۔ لیکن خارج میں کام میں کوئی بنیادی فرق نہیں جو حلال ہونے کا موجب ہو۔ پس اس عنوان سے لیا جانے والا مال بھی حرام ہے اور اسی طرح قرعہ نکلنے کے بعد لینا بھی حرام ہے۔

مسئلہ۴: بفرض بعید اگر حقیقت میں کوئی کمپنی مؤسسات خیریہ کی اعانت کے عنوان سے ٹکٹ شائع کرے اور ہر ٹکٹ لینے والا اس مشروع کام کے عوض ٹکٹ کی قیمت ادا کرے اور کمپنی کو جو حاصل ہو وہ اسے دے یا اس میں خرچ کرے اور کچھ رقم اس شخص کو بخشش کے طور پر یا تشویق کی خاطر مفت میں دے جس کا نام قرعہ میں نکلا ہو تو بلا اشکال دونوں امور جائز ہیں۔ اسی طرح ٹکٹ کے خریداروں کو ان کی مرضی سے انعام دینا بھی بے اشکال ہے۔ لیکن یہ صرف ایک فرض ہے جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں۔ پس موجودہ دور میں خریدے گئے ٹکٹوں کی خرید و فروخت ناجائز ہے اور قرعہ نکلنے پر ملی جانے والی رقم حرام ہے۔

مسئلہ۵: اگر قرعہ نکلنے کے بعد مال وصول کر لیا جائے تو اگر اس کے مالک کا پتہ ہو تو اس کو دے دینا واجب ہے۔ ورنہ وہ ایسا مال ہوگا جس کا مالک مجہول ہے لہٰذا واجب ہے کہ اس کو حقیقی مالک کی طرف سے صدقہ کی نیت سے دے دیا جائے اور احتیاط یہ ہے کہ صدقہ دینے کے لئے حاکم شرع سے اجازت حاصل کرے۔

مسئلہ۶: جس نے قرعہ نکلنے پر مال وصول کیا ہے اگر توبہ نہ ہو تب بھی احتیاط یہ ہے کہ مالک کی طرف سے صدقے کے عنوان سے خود مالک بن کر اس کا صرف کرنا اس کے لئے جائز نہیں۔ چاہے وہ خود فقیر ہی کیوں نہ ہو بلکہ اس پر واجب ہے کہ فقراء میں بانٹ دے۔

مسئلہ۷: قرعے کے ذریعے اگر بہت زیادہ مال اس کے نام نکلے اور وہ اس شرط کے ساتھ فقیر کو دے کہ کچھ وہ اپنے لئے رکھے اور باقی اسے واپس کر دے تو ظاہر یہ ہے کہ جائز نہیں اور فقیر کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر بغیر شرط کے فقیر حسب حیثیت اسے دے تو اس میں کوئی اشکال نہیں۔

یہ تھے کچھ جدید مسائل۔ ان کے علاوہ اور جدید مسائل یا جو مسائل آئندہ زمانوں میں پیدا ہوں گے بہت زیادہ ہیں۔ اور فقہ کے اکثر ابواب میں پائے جاتے ہیں۔ جن کو شمار کرنا مشکل ہے۔ لیکن ہم ان میں سے کچھ جدید مسائل یا جو مسائل پیدا ہونے والے ہیں ان کو ذکر کر رہے ہیں۔

فمنها التلقيح والتوليد الصناعيان

مسألة ١ ـ لا إشكال في أن تلقيح ماء الرجل بزوجته جائز و إن وجب الاحتراز عن حصول مقدمات محرمة ككون الملقح أجنبياً أو التلقيح مستلزماً للنظر إلى ما لا يجوز النظر إليه، فلو فرض أن النطفة خرجت بوجه محلل ولقحها الزوج بزوجته فحصل منها ولد كان ولدهما، كما لو تولد بالجماع، بل لو وقع التلقيح من ماء الرجل بزوجته بوجه محرم كما لو لقح الأجنبي أو أخرج المني بوجه محرم كان الولد ولدهما، و إن أثما بارتكاب الحرام.

مسألة ٢ ـ لا يجوز التلقيح بماء غير الزوج، سواء كانت المرأة ذات بعل أو لا، رضي الزوج و الزوجة بذلك أو لا، كانت المرأة من محارم صاحب الماء كأمه و أخته أو لا.

مسألة ٣ ـ لو حصل عمل التلقيح بماء غير الزوج و كانت المرأة ذات بعل و علم أن الولد من التلقيح فلا إشكال في عدم لحوق الولد بالزوج كما لا إشكال في لحوقه بصاحب الماء و المرأة إن كان التلقيح شبهة كما في الوطء شبهة، فلو لقحها بتوهم أنها زوجته و أن الماء له فبان الخلاف يلحق الولد بصاحب الماء و المرأة، و أما لو كان مع العلم و العمد ففي الالحاق إشكال، و إن كان الأشبه ذلك ، لكن المسألة مشكلة لابد فيها من الاحتياط و مسائل الارث في باب التلقيح شبهة كمسائله في الوطء شبهة. و في العمدي المحرم لابد من الاحتياط.

مسألة ٤ ـ لا يجوز تزويج المولود لو كان أنثى من صاحب الماء، و لا تزويج الولد أمه أو أخته أو غيرهما من المحارم، و بالجملة لا يجوز نكاح كل من لا يجوز نكاحه لو كان التوليد بوجه شرعي.

مسألة ٥ ـ الأحوط ترك النظر إلى من جاز النظر إليه لو كان المولود بطريق شرعي و إن كان الأشبه الجواز، هذا فيما إذا لم يحصل التلقيح شبهة، و إلا فلا

تلقیح

مصنوعی عمل ولادت

مسئلہ ۱: شوہر کی منی بیوی کے رحم میں مصنوعی طریقے سے منتقل کرنا بلا اشکال جائز ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے درپیش حرام کاموں سے اجتناب واجب ہے۔ مثلاً یہ کہ منتقل کرنے والا نامحرم ہو یا منتقل کرنے کا لازمہ ان جگہوں کو دیکھنا ہو جن کو دیکھنا جائز نہیں۔ پس فرضاً اگر منی حلال طریقے سے نکالی جائے اور خود شوہر اسے بیوی کے رحم میں منتقل کرے جس کے نتیجہ میں فرزند متولد ہو تو وہ دونوں کا فرزند کہلائے گا۔ بالکل اسی فرزند کی طرح جو مباشرت کے نتیجہ میں متولد ہوتا ہے۔ بلکہ اگر شوہر کی منی بیوی کے رحم میں حرام طریقے سے منتقل ہو مثلاً کوئی نامحرم منتقل کرے یا منی حرام طریقے سے نکالی گئی ہو تو فرزند انہی دونوں کا ہوگا۔ اگرچہ حرام کے مرتکب ہونے کی بنا پر دونوں گنہگار ہو جائیں گے۔

مسئلہ ۲: شوہر کے علاوہ کسی کی منی منتقل کرنا جائز نہیں چاہے عورت شوہر دار ہو یا غیر شوہر کے میاں بیوی اس پر راضی ہوں یا نہ ہوں۔ عورت منی والے کی محرم ہو جیسے ماں، بہن یا محرم نہ ہو۔

مسئلہ ۳: اگر شوہر کے علاوہ کسی اور کی منی منتقل کی جائے اور عورت شوہر دار ہو اور یہ یقین ہو کہ فرزند اسی منی کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے۔ جو مصنوعی طریقے سے منتقل کی گئی تھی تو بلا اشکال بچہ شوہر کا نہیں کہلائے گا اس کے برعکس اگر شبہ میں منی منتقل ہو تو بے اشکال فرزند صاحب منی اور عورت کا ہوگا۔ جیسا وطی شبہ میں ہوتا ہے۔ پس اگر بیوی تصور کرتے ہوئے منی اس کے رحم میں منتقل کر دے اور منی اس کی اپنی ہو۔ بعد میں اس کے خلاف ظاہر ہو تو فرزند منی کے مالک اور عورت کے ساتھ ملحق ہوگا۔ لیکن یہ علم رکھتے ہوئے کہ بیوی نہیں جان بوجھ کر منی منتقل کر دے تو فرزند کے ان کے ساتھ ملحق ہونے میں اشکال ہے۔ اگرچہ اشبہ یہی ہے کہ ملحق ہوگا۔ لیکن مسئلہ بہت مشکل ہے اور اس میں احتیاط ضروری ہے اور اگر شبہ میں "تلقیح" کی جائے تو میراث کے مسائل وہی ہیں جو وطی شبہ میں ہیں اور جان بوجھ کر حرام تلقیح میں احتیاط ضروری ہے۔

مسئلہ ۴: فرزند اگر لڑکی ہو تو اس کی شادی منی کے مالک سے جائز نہیں اور نہ لڑکے کی شادی اس کی ماں، بہن یا دوسری محرموں سے جائز ہے۔ مختصر یہ کہ شرعی طریقے سے پیدا ہونے پر جس کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہوتا اس کے ساتھ اس صورت میں بھی جائز نہیں۔

مسئلہ ۵: شرعی طریقے سے پیدا ہونے پر جن سے پردہ نہیں ہوتا اس طرح پیدا ہونے پر احتیاط یہ ہے کہ ان سے پردہ کرے۔ اگرچہ اشبہ یہ ہے کہ پردہ نہ کرنا جائز ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب تلقیح شبہ میں نہ ہوئی ہو۔ ورنہ اگر تلقیح شبہ میں ہوئی ہو تو جائز ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔

إشكال في الجواز.

مسألة ٦ ـ للتلقيح و التوليد أنواع يمكن تحققها في المستقبل:

منها ـ أن تؤخذ النطفة التي هي منشأ الولد من الأثمار و الحبوب و نحوهما و بعمل التلقيح بالمرأة تصير منشأ للولد، و معلوم أنه لا يلحق بغير أمه، و إلحاقه بها أضعف إشكالاً من تلقيح ماء الرجل.

و منها ـ أن يؤخذ ماء الرجل و يربى في رحم صناعية كتوليد الطيور صناعياً، فيلحق بالرجل و لا يلحق بغيره.

و منها ـ أن تؤخذ النطفة من الأثمار و نحوها فتجعل في رحم صناعية فيحصل التوليد، و هذا القسم لو فرض لا إشكال فيه بوجه، و لا يلحق بأحد.

مسألة ٧ ـ لو حصل من ماء رجل في رحم صناعية ذكر و أنثى يكونان أخاً و أختاً من قبل الأب، و لا أم لهما، فلا يجوز نكاحهما و لا نكاح من حرم نكاحه من قبل الأب لو كان التوليد بوجه عادي، ولو حصل من نطفة صناعية في رحم امرأة ذكر و أنثى فهما أخ و أخت من قبل الأم، و لا أب لهما، فلا يجوز تزويجهما و لا تزويج من حرم من قبل الأم.

مسألة ٨ ـ لو تولد الذكر و الأنثى من نطفة صناعية و رحم صناعية فالظاهر أنه لا نسبة بينهما، فجاز تزويج أحدهما بالآخر، و لا توارث بينهما و إن أخذت النطفة من تفاحة واحدة مثلاً.

مسألة ٩ ـ لو تولد الطفل لواسطة العلاج قبل مدة أقل الحمل كما لو أسرع عن سيره الطبيعي بواسطة بعض الأشعات أو تولد بعد مدة أكثر الحمل للمنع عن سيره الطبيعي و الابطاء به يلحق الطفل بأبيه بعد العلم بكونه من مائه، ولو صار ذلك طبيعياً لأجل ضعف أشعة الشمس و تغيير طبيعة الأرض يلحق الولد بالفراش مع الشك أيضاً، و كذا لو كان في بعض المناطق طبيعي أكثر الحمل أو أقله على خلاف مناطقنا يحكم بالحاق الولد مع إمكانه، و لا يقاس بمناطقنا.

مسألة ١٠ ـ لو انتقل الحمل في حال كونه علقة أو مضغة أو بعد و لوج الروح

مسئلہ ۶: تلقیح اور تولید کی چند قسمیں ایسی ہیں جن کا مستقبل میں وجود میں آجانا ممکن ہے۔

۱—— پھلوں اور دانوں وغیرہ سے نطفہ لیا جائے کہ اس سے فرزند متولد ہوتا ہے اور عمل تلقیح کے ذریعہ اسے عورت کے رحم میں داخل کیا جائے جس سے فرزند پیدا ہو۔ معلوم ہے کہ اس کا رشتہ صرف ماں سے ہوگا۔ اور مرد کا نطفہ منتقل کرنے کے بعد الحاق میں جو اشکال ہے اسکی بنسبت اس صورت میں اشکال ضعیف ہے۔

۲—— مرد کا نطفہ لے کر اسے مصنوعی رحم میں پروان چڑھایا جائے جیسے مصنوعی پرندے پالے جاتے ہیں تو ایسا فرزند مرد کے سوا کسی سے ملحق نہیں ہوگا۔

۳—— پھلوں وغیرہ سے نطفہ لیا جائے اور اسے مصنوعی رحم میں رکھ کر اس سے فرزند پیدا کیا جائے۔ یہ قسم اگر فرض کیجئے کہ وجود پیدا کرے تو اس میں کسی طرح کا کوئی اشکال نہیں۔ چنانچہ ایسا فرزند کسی کا رشتہ دار نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۷: اگر مرد کے نطفے سے مصنوعی رحم کے ذریعہ بچے اور بچی متولد ہوں تو وہ پدری بہن بھائی ہونگے جن کی کوئی ماں نہیں۔ پس ان دونوں کا آپس میں نکاح اور انکا اس پدری رشتہ دار کے ساتھ نکاح کہ اگر طبیعی طریقے سے پیدا ہوتا تو جائز نہ ہوتا جائز نہیں اور اگر مصنوعی نطفے سے ایک عورت کے رحم سے بچے اور بچی متولد ہوں تو وہ مادری بہن بھائی ہوں گے جن کا کوئی باپ نہیں ہوگا۔ پس ان کی آپس میں شادی جائز نہیں ہوگی اور نہ ان کے ساتھ جائز ہوگی جو ماں کی طرف سے ان پر حرام ہیں۔

مسئلہ ۸: اگر مصنوعی رحم اور مصنوعی نطفے کے ذریعے لڑکی لڑکا پیدا ہوں تو ان میں آپس میں کوئی رشتہ نہیں ہوگا اور ان کی ایک دوسرے سے شادی جائز ہوگی۔ ان کے درمیان وراثت بھی نہیں ہوگی چاہے مثلاً نطفہ ایک ہی سبب سے لیا گیا ہو۔

مسئلہ ۹: کسی ترکیب سے اگر کم سے کم مدت حمل سے پہلے بچہ پیدا ہو جائے۔ مثلاً شعاعوں کے ذریعے طبیعی رفتار سے پہلے بڑا ہو جائے یا حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت کے بعد پیدا ہو —— مثلاً اس کی طبیعی رفتار میں رکاوٹ پیدا کر کے اسے سست کر دیا جائے تو یہ یقین ہو جانے کے بعد کہ بچہ اسی کے نطفے سے ہے۔ اپنے باپ سے ملحق ہوگا۔ اور اگر ایسا طبیعی طور پر ہو مثلاً سورج کی شعاعیں کمزور ہوں یا زمین کی طبیعت متغیر ہو جائے تو شک کی صورت میں بھی بچہ باپ کے ساتھ ملحق ہوگا۔ اور اسی طرح اگر بعض خطوں میں زیادہ سے زیادہ یا کم سے کم طبیعی مدت حمل ہمارے علاقوں کے برخلاف ہو تو امکان کی صورت میں بچے کے ملحق ہونے کا حکم دیا جائے گا۔ اور اسے ہمارے علاقوں پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ ۱۰: اگر علقہ، مضغہ یا روح داخل ہو جانے کے بعد حمل کو ایک عورت کے رحم سے دوسری عورت کے رحم میں منتقل کیا جائے چنانچہ وہ اسکے رحم میں پروان چڑھ کر متولد ہو تو آیا وہ پہلی عورت کا فرزند ہوگا یا دوسری کا؟ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر خلقت مکمل ہونے اور روح داخل ہونے کے بعد منتقل ہوا ہو تو وہ پہلی عورت کا فرزند ہوگا جیسا

من رحم امرأة إلى رحم امرأة أخرى فنشأ فيها و تولد هل هو ولد الأولى أو الثانية؟ لا شبهة في أنه من الأولى إذا انتقل بعد تمام الخلقة و ولوج الروح، كما أنه لا إشكال في ذلك إذا أخرج و جعل في رحم صناعية و ربي فيها، و أما لو أخرج قبل ذلك حال مضغته مثلاً ففيه إشكال نعم لو ثبت أن نطفة الزوجين منشأ للطفل فالظاهر إلحاقه بهما سواء انتقل إلى رحم المرأة أو رحم صناعية.

ومنها التشريح والترقيع

مسألة ١ ـ لا يجوز تشريح الميت المسلم، فلو فعل ذلك ففي قطع رأسه و جوارحه دية ذكرناها في الديات، و أما غير المسلم فيجوز ذمياً كان أو غيره، و لا دية و لا إثم فيه.

مسألة ٢ ـ لو أمكن تشريح غير المسلم للتعلمات الطبية لا يجوز تشريح المسلم و إن توقفت حياة مسلم أو جمع من المسلمين عليه، فلو فعل مع إمكان تشريح غيره أثم، و عليه الدية.

مسألة ٣ ـ لو توقف حفظ حياة المسلم على التشريح و لم يمكن تشريح غير المسلم فالظاهر جوازه، و أما لمجرد التعلم فلا يجوز ما لم تتوقف حياة مسلم عليه.

مسألة ٤ ـ لا إشكال في وجوب الدية إذا كان التشريح لمجرد التعلم و أما في مورد الضرورة و التوقف المتقدم فلا يبعد السقوط على إشكال.

مسألة ٥ ـ لا يجوز قطع عضو من الميت لترقيع عضو الحي إذا كان الميت مسلماً إلا إذا كان حياته متوقفة عليه، و أما إذا كان حياة عضوه متوقفة عليه فالظاهر عدم الجواز، فلو قطعه أثم، و عليه الدية. هذا إذا لم يأذن قطعه، و أما إذا أذن في ذلك ففي جوازه إشكال، لكن بعد الاجازة ليست عليه الدية و إن قلنا بحرمته، و لو لم يأذن الميت فهل لأوليائه الأذن؟ الظاهر أنه ليس لهم ذلك، فلو قطعه باذن الأولياء عصى و عليه الدية.

کہ اگر اسے منتقل کرکے مصنوعی رحم میں رکھا جائے اور وہ اس میں پروان چڑھ کر متولد ہو تو اس میں اشکال نہیں۔ لیکن اگر اس سے پہلے ہی نکال لیا جائے جبکہ وہ مثلاً مضغہ ہو تو اس میں اشکال ہے۔ البتہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ میاں بیوی دونوں کا نطفہ منشائے تولد ہوتا ہے تو ظاہر یہ ہے کہ وہ ان ہی دونوں کے ساتھ ملحق ہوگا چاہے اسے دوسری عورت کے رحم میں منتقل کیا جائے یا مصنوعی رحم میں رکھا جائے۔

تشریح (میت کے اعضا کاٹنا (پوسٹ مارٹم)) اور ترقیع (پیوند لگانا)

مسئلہ ۱: مسلمان کی میت کے اعضا کاٹنا جائز نہیں پس اگر ایسا کرے تو اس کا سر اور دوسرے اعضا کاٹنے کی دیت ہے جس کو ہم نے "دیات" میں بتا دیا ہے۔ لیکن غیر مسلمان کے اعضا کاٹنا جائز ہے چاہے ذمی ہو یا غیر ذمی اور اس میں نہ دیت اور نہ گناہ ہے۔

مسئلہ ۲: اگر ڈاکٹری تجربات کے لئے غیر مسلم کا پوسٹ مارٹم ممکن ہو تو مسلمان میت کا پوسٹ مارٹم جائز نہیں، اگرچہ ایک مسلمان یا کچھ مسلمانوں کی زندگی اس پر موقوف ہو۔ پس اگر غیر مسلم کا پوسٹ مارٹم ممکن ہونے کے باوجود ایسا کرے تو گنہگار ہے اور اس پر دیت واجب ہے۔

مسئلہ ۳: اگر مسلمان کی زندگی بچانا پوسٹ مارٹم پر موقوف ہو اور غیر مسلمان کا پوسٹ مارٹم ممکن نہ ہو تو ظاہر یہ ہے کہ مسلمان میت کا پوسٹ مارٹم جائز ہے۔ لیکن صرف تجربے کی خاطر جائز نہیں جب تک کہ کسی مسلمان کی زندگی اس پر موقوف نہ ہو۔

مسئلہ ۴: اگر صرف تجربے کی خاطر پوسٹ مارٹم کرے تو دیت واجب ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔ لیکن ضرورت کے وقت اور کسی کی زندگی اس پر موقوف ہونے کی صورت میں بعید نہیں کہ وجوب دیت ساقط ہو، اگرچہ اشکال ہے۔

مسئلہ ۵: مسلمان کی میت کا کوئی عضو کاٹ کر زندہ شخص کے عضو میں پیوند لگانا جائز نہیں۔ مگر یہ کہ مسلمان کی زندگی اس پر موقوف ہو تو جائز ہے۔ لیکن اگر صرف اس کے عضو کی زندگی اس پر موقوف ہو تو ظاہر یہ ہے کہ جائز نہیں۔ پس اگر کاٹے تو گنہگار ہے اور اس پر دیت واجب ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب اس نے کاٹنے کی اجازت نہ دی ہو۔ لیکن اگر اس نے اجازت دی ہو تو جائز ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔ مگر اجازت کے بعد اس پر دیت نہیں اگرچہ ہم اس کے حرام ہونے کے قائل ہوں۔ اور اگر میت نے اجازت نہ دی ہو تو آیا اس کے اولیاء اجازت دینے

مسألة ٦ ـ لا مانع من قطع عضو ميت غير مسلم للترقيع، لكن بعده يقع الاشكال في نجاسته و كونه ميتة لا تصح الصلاة فيه، و يمكن أن يقال فيما إذا حل الحياة فيه خرج عن عضوية الميت و صار عضواً للحي فصار طاهراً حياً و صحت الصلاة فيه، و كذا لو قطع العضو من حيوان ولو كان نجس العين و رقع فصار حياً بحياة المسلم.

مسألة ٧ ـ لو قلنا بجواز القطع و الترقيع باذن من صاحب العضو زمان حياته فالظاهر جواز بيعه لينتفع به بعد موته، و لو قلنا بجواز إذن أوليائه فلا يبعد أيضاً جواز بيعه للانتفاع به، و لابد من صرف الثمن للميت إما لأداء دينه أو صرفه للخيرات له، و ليس للوارث حق فيه.

فروع:

الأول ـ الأقوى جواز الانتفاع بالدم في غير الأكل و جواز بيعه لذلك، فما تعارف من بيع الدم من المرضى و غيرهم لا مانع منه فضلا عما إذا صالح عليه أو نقل حق الاختصاص، و يجوز نقل الدم من بدن الانسان إلى آخر و أخذ ثمنه بعد تعيين وزنه بالآلات الحديثة، و مع الجهل لا مانع من الصلح عليه، و الأحوط أخذ المبلغ للتمكين على أخذ دمه مطلقاً لا مقابل الدم، و لا يترك الاحتياط ما أمكن.

الثاني ـ الأقوى حرمة الذبيحة التي ذبحت بالمكائن الحديثة و إن اجتمع في الذبح جميع شرائطه فضلاً عما إذا كان الذبح من القفا أو غير مستقبل القبلة، فالذبح بالمكائن ميتة نجسة لا يجوز أكلها و لا شراؤها، و لا يملك البائع الثمن المأخوذ بازائها، و هو ضامن للمشتري.

الثالث ـ ما يسمى عند بعض بحق الطبع ليس حقاً شرعياً، فلا يجوز سلب تسلط الناس على أموالهم بلا تعاقد و تشارط، فجرد طبع كتاب و التسجيل فيه

کا اختیار رکھتے ہیں یا نہیں؟ ظاہر یہ ہے کہ ان کو ایسا کوئی اختیار نہیں۔ پس اگر ان کی اجازت سے کاٹے تو گنہگار ہے اور اس پر دیت ہے۔

مسئلہ ۶: پیوند لگانے کے لئے غیر مسلمان کی میّت کا عضو کاٹنے میں کوئی مانع نہیں۔ لیکن اس کے جداست کے نجس اور مُردار ہونے کی بنا پر اشکال ہوگا کہ جس میں نماز صحیح نہیں ہوتی۔ اور ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ اگر اس میں زندگی آجائے اور وہ میّت کا عضو نہ رہے بلکہ زندہ شخص کا عضو ہو جائے تو وہ زندہ اور پاک ہوگا اور اس میں نماز صحیح ہوگی۔ اسی طرح اگر جانور کا عضو کاٹے چاہے نجس العین کا ہی ہو اور پیوند لگانے کے بعد اس میں مسلمان کی زندگی آجائے۔

مسئلہ ۷: اگر ہم اس کے قائل ہوں کہ زندگی میں مالک عضو نے اجازت دے رکھی ہو اور عضو کو کاٹ کر پیوند لگانا جائز ہو تو ظاہراً موت کے بعد اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس کو بیچنا جائز ہے۔ اور اگر ہم اولیا کی اجازت کے قائل ہو جائیں تو بھی بعید نہیں کہ اس سے بہرہ مند ہونے کے لئے بیچنا جائز ہو۔ اور اس سے جو قیمت حاصل ہو اس کو میّت کے لئے خرچ کرنا ضروری ہے چاہے اس کا قرض ادا کریں یا اس کی طرف سے صدقہ دیں۔ وارث کا اس میں کوئی حق نہیں۔

فروع:

اوّل: اقویٰ یہ ہے کہ کھانے کے علاوہ خون سے فائدہ اٹھانا اور اس کے لئے بیچنا جائز ہے۔ پس معمولاً بیماروں یا غیر بیماروں کو جو خون فروخت کیا جاتا ہے اس میں کوئی مانع نہیں چہ جائیکہ اس پر مصالحت ہو یا حق اختصاص منتقل ہو جائے۔ جدید آلات کے ذریعہ وزن معیّن کر کے اور قیمت لے کر ایک شخص کے بدن سے دوسرے کے بدن میں خون منتقل کرنا جائز ہے۔ اور وزن معلوم نہ ہونے پر اس پر مصالحت کر لینے میں کوئی مانع نہیں۔ اور احتیاط یہ ہے کہ پیسے خون کے بدلے نہ لئے جائیں بلکہ اپنے آپ کو خون نکالنے کے لئے مطلقاً اس کے اختیار میں دینے کے عوض دیے جائیں اور جہاں تک ممکن ہو احتیاط ترک نہ کی جائے۔

دوم: وہ ذبیحہ جس کو جدید مشینوں سے ذبح کیا جائے اقویٰ یہ ہے کہ حرام ہے چاہے اس میں ذبح کے تمام شرائط موجود ہوں چہ جائیکہ پس گردن سے یا قبلہ کی طرف رُخ نہ کر کے ذبح کیا گیا ہو۔ پس مشینوں کا ذبیحہ مُردار اور نجس ہے جس کا کھانا اور خرید نا جائز نہیں۔ اور بیچنے پر اس سے حاصل شدہ قیمت کا مالک نہیں ہوگا اور وہ خریدار کا ضامن ہوگا۔

سوم: "حق طبع" کہ جو بعض کے نزدیک موسوم و مرسوم ہے۔ حق شرعی نہیں۔ پس بغیر عقد و شرط کے

بان حق الطبع و التقليد محفوظ لصاحبه لا يوجب شيئاً، و لا يعد قراراً مع غيره، فجاز لغيره الطبع و التقليد، و لا يجوز لأحد منعه عن ذلك.

الرابع - ما تعارف من ثبت صنعة لمخترعها و منع غيره عن التقليد و التكثير لا أثر له شرعاً، و لا يجوز منع الغير عن تقليدها والتجارة بها و ليس لأحد سلب سلطنة غيره عن أمواله و نفسه.

الخامس - ما تعارف من حصر التجارة في شيء أو أشياء بمؤسسة أو تجار ونحوهما لا أثر له شرعاً، و لا يجوز منع الغير عن التجارة و الصنعة المحللتين و حصرهما في أشخاص.

السادس - لا يجوز تثبيت سعر الأجناس و منع ملاكها عن البيع بالزيادة.

السابع - للامام عليه السلام و والي المسلمين أن يعمل ما هو صلاح للمسلمين من تثبيت سعر أو صنعة أو حصر تجارة أو غيرها مما هو دخيل في النظام و صلاح للجامعة.

ومنها تغيير الجنسية

مسألة ١ - الظاهر عدم حرمة تغيير جنس الرجل بالمرأة بالعمل و بالعكس، و كذا لا يحرم العمل في الخنثى ليصير ملحقاً بأحد الجنسين، و هل يجب ذلك لو رأت المرأة في نفسها تمائلات من سنخ تمائلات الرجل أو بعض آثار الرجولية أو رأى المرء في نفسه تمائلات الجنس المخالف أو بعض آثاره؟ الظاهر عدم وجوبه إذا كان الشخص حقيقة من جنس و لكن أمكن تغيير جنسيته بما يخالفه.

مسألة ٢ - لو فرض العلم بأنه داخل قبل العمل في جنس مخالف و العملية لا تبدل جنسه بآخر بل تكشف عما هو مستور فلا شبهة في وجوب ترتيب آثار الجنس الواقعي و حرمة آثار الجنس الظاهر، فلو علم بأنه رجل يجب عليه ما

لوگوں کے اموال پر سے ان کا تسلط سلب کرنا جائز نہیں۔ پس صرف کتاب چھاپنے یا اس میں لکھ دینے سے کہ حق طبع و تقلید مالک کے لئے محفوظ ہے کچھ بھی واجب نہیں ہوتا اور اس کو دوسروں کے ساتھ قرارداد بھی شمار نہیں کیا جاتا گا۔ پس دوسرے کے لئے وہی کتاب چھاپنا اور اس کی تقلید کرنا جائز ہے۔ اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ اس سے روکے۔

چہارم: یہ جو مشہور ہے کہ فلاں صنعت اس کے موجد کے لئے مخصوص ہے اور دوسرے کو اس کی تقلید اور تکثیر سے روکا جاتا ہے اس کا شریعت میں کوئی وجود نہیں۔ اور دوسرے کو اس کی تقلید و تجارت سے روکنا جائز نہیں۔ کسی کو حق نہیں کہ وہ کسی کو اس کے اموال اور نفس پر سلطنت سے محروم کرے۔

پنجم: معمولاً کسی چیز یا کچھ چیزوں کی تجارت کو کسی ادارے یا کچھ تجار سے مخصوص کرنے کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں اور دوسروں کو حلال تجارت اور صنعت سے روکنا اور ان کو چند اشخاص میں منحصر کر دینا جائز نہیں۔

ششم: چیزوں کے نرخ مقرر کر دینا اور مالکوں کو اس سے زیادہ پر بیچنے سے روکنا جائز نہیں۔

ہفتم: امامؑ اور ولی مسلمین کو حق ہے کہ وہ کام کرے جو مسلمانوں کے لئے بہتر ہو مثلاً نرخ مقرر کرے یا صنعت کو کسی کیلئے مخصوص کرے یا تجارت کو منحصر کرے، یا اسکے علاوہ کوئی کام کرے جو نظام اور سماج کی بہتری میں دخیل ہو۔

جنس تبدیل کرنا

مسئلہ ۱: ظاہر یہ ہے کہ آپریشن کے ذریعہ مرد کو عورت اور عورت کو مرد بنانا حرام نہیں اور اسی طرح خنثیٰ کا آپریشن کرنا حرام نہیں کہ وہ دونوں میں سے کسی ایک جنس سے ملحق ہو جائے اور اگر عورت اپنے اندر ایسی خواہشیں محسوس کرے جو مردوں میں ہوتی ہیں یا مردانگی کے کچھ آثار مشاہدہ کرے یا مرد اپنے اندر عورتوں والی خواہشات محسوس کرے یا ان کی کچھ علامتیں مشاہدہ کرے تو آیا جنس تبدیل کرنا واجب ہے؟ ظاہر یہ ہے کہ واجب نہیں۔ بشرطیکہ وہ شخص حقیقتاً ایک جنس سے ہو لیکن جنس تبدیل کرانا ممکن ہو۔

مسئلہ ۲: یہ یقین پیدا ہو جانے کا اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ آپریشن سے پہلے جنس مخالف میں شامل تھا اور ظاہریت اس کی جنس تبدیل نہ کرے بلکہ اس میں چھپی ہوئی علامتوں کو ظاہر کرے تو بلاشبہ جنس واقعی کے آثار پر عمل کرنا واجب ہے۔ اور جنس ظاہری کے آثار پر عمل کرنا حرام ہے۔ پس اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ مرد ہے تو اس پر وہ واجب ہے جو مردوں پر واجب ہوتا ہے اور وہ حرام ہے جو مردوں پر حرام ہے اور یہی حکم اسکے برعکس کا بھی ہے۔ لیکن شکل تبدیل کرنا اور باطنی مشکل ظاہر کرنا

يجب على الرجال و يحرم عليه ما يحرم عليهم و بالعكس، و أما وجوب تغيير صورته و كشف ما هو باطن فلا يجب إلا إذا توقف العمل بالتكاليف الشرعية أو بعضها عليه و عدم إمكان الاحترازعن المحرمات الإلهية إلا به فيجب.

مسألة ٣ - لو تزوج امرأة فتغير جنسها فصارت رجلاً بطل التزويج من حين التغيير و عليه المهر تماماً لو دخل بها قبل التغيير، فهل عليه نصفه مع عدم الدخول أو تمامه؟ فيه إشكال، والأشبه التمام، و كذا لو تزوجت امرأة برجل فغير جنسه بطل التزويج من حين التغيير، و عليه المهر مع الدخول، و كذا مع عدمه على الأقوى.

مسألة ٤ - لو تغير الزوجان جنسهما إلى المخالف فصار الرجل امرأة و بالعكس فان كان التغيير غير مقارن فالحكم كما مر، و إن قارن التغاير فهل يبطل النكاح أو بقيا على نكاحهما و إن اختلفت الأحكام، فيجب على الرجل الفعلي النفقة و على المرأة الاطاعة؟ الأحوط تجديد النكاح و عدم زواج المرأة الفعلية بغير الرجل الذي كان زوجته إلا بالطلاق باذنهما و إن لا يبعد بقاء نكاحهما.

مسألة ٥ - لو تغير جنس المرأة في زمان عدتها سقطت العدة حتى عدة الوفاة.

مسألة ٦ - لو تغير جنس الرجل إلى المخالف فالظاهر سقوط ولايته على صغاره، ولو تغير جنس المرأة لا يثبت لها الولاية على الصغار،فولايتهم للجد للأب، و مع فقده للحاكم.

مسألة ٧ - لو تغير جنس كل من الأخ و الأخت بالمخالف لم ينقطع انتسابهما، بل يصير الأخ أختاً و بالعكس، و كذا في تغيير الأخين أو الأختين، ولو تغير العم صار عمة و بالعكس، و الخال خالة و بالعكس و هكذا، فلو مات عن ابن جديد و بنت جديدة للذكر الفعلي ضعف الأنثى الفعلية، و هكذا في سائر طبقات الارث، لكن يبقى الاشكال في إرث الأب و الأم و الجد و الجدة، فلو تغير جنس الأب إلى المخالف لا يكون فعلاً أباً و لا أماً، و كذا في تغيير جنس الأم، فان الرجل الفعلي لا يكون أماً و لا أباً، فهل يرثان بلحاظ حال التوليد أو

واجب نہیں۔ مگر یہ کہ تمام شرعی امور یا کچھ اور پر عمل کرنا اس پر موقوف ہو اور محرمات الٰہی سے اجتناب اس کے بغیر ممکن نہ ہو تو واجب ہے۔

مسئلہ ۳: کسی عورت سے شادی کرے اور عورت کی جنس بدل جائے اور وہ مرد ہو جائے تو جس وقت جنس بدلی ہو اس وقت سے شادی باطل ہو جائے گی اور اگر اس سے پہلے مباشرت کر چکا ہو تو پورا مہر دینا واجب ہے لیکن مباشرت نہ ہونے کی صورت میں آیا آدھا مہر دینا ہوگا یا پورا؟ اس میں اشکال ہے۔ اشبہ یہ ہے کہ پورا مہر دینا ہوگا۔ اسی طرح اگر عورت مرد سے شادی کرے اور مرد کی جنس بدل جائے تو اسی وقت سے شادی باطل ہو جائے گی۔ اور مباشرت ہو چکنے کی صورت میں مہر دینا ہوگا۔ اسی طرح مباشرت نہ ہوئی ہو تو اقویٰ یہ ہے کہ مہر دینا ہوگا۔

مسئلہ ۴: اگر میاں بیوی کی جنس ایک دوسرے کی مخالف جنس میں تبدیل ہو جائے۔ چنانچہ مرد عورت ہو جائے اور عورت مرد تو اگر ایک ساتھ جنس تبدیل نہ ہوئی ہو تو حکم وہی ہے جو بتایا جا چکا ہے۔ لیکن اگر ایک ساتھ تبدیل ہو تو آیا نکاح باطل ہو جائے گا یا ان دونوں کا نکاح باقی رہے گا اگرچہ احکام بدل جائیں گے۔ پس موجودہ مرد پر نفقہ واجب ہوگا اور عورت پر اسکا حکم ماننا؟ احتیاط یہ ہے کہ تجدید نکاح کریں اور موجودہ مرد اس مرد کے علاوہ جس کی بیوی تھا بغیر طلاق کے جو دونوں کی اجازت سے ہو شادی نہ کرے۔ اگرچہ بعید نہیں کہ دونوں کا نکاح باقی رہے۔

مسئلہ ۵: اگر عدت کے زمانہ میں عورت کی جنس تبدیل ہو جائے تو عدت ساقط ہو جائے گی حتیٰ عدت وفات بھی۔

مسئلہ ۶: اگر مرد جنس مخالف میں تبدیل ہو جائے تو ظاہر یہ ہے کہ وہ نابالغوں کا ولی نہیں رہے گا اور اگر عورت کی جنس بدل جائے اور وہ مرد ہو جائے تو اس کے لئے نابالغوں پر ولایت ثابت نہیں۔ پس ان کا ولی دادا ہوگا۔ اگر دادا نہ ہو تو حاکم شرع "ولی" ہوگا۔

مسئلہ ۷: اگر بہن اور بھائی جنس مخالف میں تبدیل ہو جائیں تو ان کا رشتہ منقطع نہیں ہوگا۔ بلکہ بھائی بہن اور بہن بھائی ہو جائے گی۔ یہی حکم دو بھائیوں یا دو بہنوں کی جنس بدل جانے کا ہے۔ اگر چچا کی جنس بدل جائے تو وہ پھپی ہو جائے گی اور پھپی کی بدل جانے پر وہ چچا ہو جائے گا۔ ماموں کی جنس بدل جائے تو وہ خالہ ہو جائے گی اور خالہ کی جنس بدل جائے تو وہ ماموں ہو جائے گا۔ یہی صورت دوسرے رشتہ داروں کی بھی ہے۔ اگر بیٹے یا بیٹی کا باپ مر جائے تو موجودہ مرد کو موجودہ عورت کا دوگنا حصہ ملے گا۔

یہی حال دوسرے طبقات ارث کا بھی ہے۔ لیکن باپ، ماں، دادا اور دادی کی میراث میں اشکال باقی رہے گا۔ پس اگر باپ کی جنس، جنسِ مخالف میں بدل جائے تو موجودہ صورت میں نہ وہ باپ ہوگا اور نہ ماں، اسی طرح اگر ماں کی جنس بدل جائے تو اس لئے کہ اب جو مرد ہے وہ نہ ماں ہے اور نہ باپ! تو کیا حال ولادت کے لحاظ سے وہ میراث پائیں گے یا قرابت و اولویت کی بنا پر پائیں گے یا اصلاً ان کو میراث نہیں ملے گی؟ اس میں تردد ہے۔ اشبہ یہ ہے کہ میراث پائیں گے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ میراث میں ان کے مختلف ہونے کو انعقاد نطفہ کے وقت سے دیکھا جائے گا۔ پس اس وقت باپ کا حصہ دو تہائی اور ماں کا ایک

لأجل الأقربية و الأولوية أو لايرثان؟ فيه تردد، و الأشبه الارث، و الظاهر أن اختلافهما في الارث بلحاظ حال انعقاد النطفة، فللأب حال الانعقاد ثلثان، و للأم ثلث، و الأحوط التصالح.

مسألة ٨ ـ لو تغير جنس الأم فهل تكون بعد الرجولية محرماً لحليلة ابنها كالأب أم لا؟ لا يبعد على إشكال، ولو تغير جنس الأب فهل يكون في حال أنوثيته محرماً لابنه و إن لم يكن أماً له؟ الظاهر ذلك، ولو تغيرت زوجة الابن وصارت رجلاً فهل هي محرم على أم زوجها السابق؟ لا يبعد ذلك على إشكال.

مسألة ٩ ـ ما ذكرناه في الأقرباء نسباً يأتي في الأقرباء رضاعاً كالأم و الأب الرضاعيين والأخت و الأخ و هكذا.

مسألة ١٠ ـ يثبت ما ذكرناه فيما إذا غير جنس بجنس واقعاً، و أما لو كان العمل كاشفاً عن واقع مستور و أن من صار رجلاً بعد العمل كان رجلاً من أول الأمر يستكشف منه أن ما رتب على الرجل الصوري و المرأة الصورية رتب على غير موضوعه فتحدث مسائل أخر.

ومنها الراديو والتلفزيون ونحوهما

مسألة ١ ـ لهذه الآلات الحديثة منافع محللة عقلائية و منافع محرمة غير مشروعة، و لكل حكمه، فجاز الانتفاع المحلل من الأخبار و المواعظ و نحوهما من الراديو، وإراءة الصور المحللة لتعليم صنعة محللة أو عرض متاع محلل أو إراءة عجائب الخلقة بحراً و براً، و لا يجوز الانتفاع المحرم كسماع الغناء و إذاعته و إذاعة ما هو مخالف للشريعة المطهرة، كالأحكام الصادرة من المصادر غير الصالحة المخالفة لأحكام الاسلام، و إراءة ما هو مخالف للشرع و مفسد لعقائد الجامعة و أخلاقها.

مسألة ٢ ـ لما كان أكثر استعمال تلك الآلات في أمور غير مشروعة بحيث يعد

تہائی ہے۔ لیکن احتیاط یہ ہے کہ مصالحت کرلیں۔

مسئلہ ۸: اگر ماں کی جنس بدل جائے تو مرد ہوجانے کے بعد بیٹے کی حلیلہ کے لئے وہ باپ کے مانند محرم ہوگی یا نہیں؟ بعید نہیں کہ محرم ہو اگرچہ اشکال ہے۔ اور اگر باپ کی جنس بدل جائے تو مونث ہونے کی حالت میں وہ بیٹے کے لئے محرم ہوگا یا نہیں اگرچہ ماں نہیں ہے؟ ظاہر یہ ہے کہ محرم ہوگا۔ اگر بہو کی جنس بدل کر وہ مرد ہوجائے تو آیا سابقہ شوہر کی ماں کے لئے محرم ہوگی یا نہیں؟ اشکال کے باوجود محرم ہونا بعید نہیں۔

مسئلہ ۹: نسبی قرابت داروں کے بارے میں جو احکام ہم نے بیان کئے ہیں۔ یہی رضاعی قرابت داروں جیسے رضاعی ماں، باپ، بہن بھائی اور دوسرے رضاعی رشتہ داروں کے ہیں۔

مسئلہ ۱۰: مذکورہ احکام اس صورت میں ثابت ہوں گے جب واقعاً ایک جنس دوسری جنس میں بدل جائے۔ لیکن اگر آپریشن صرف حقیقت مستورسے پردہ اٹھائے اور آپریشن کے بعد جو مرد ہوجائے وہ حقیقت میں پہلے سے ہی مرد رہا ہو۔ تو اس سے یہ کشف ہوگا کہ جو احکام شکلاً مرد اور شکلاً عورت پر جاری رہے ہیں وہ اپنے موضوع سے ہٹ کر جاری رہے ہیں۔ تو ایسی صورت میں نئے مسائل پیدا ہوں گے۔

ریڈیو اور ٹیلیویژن

مسئلہ ۱: ان جدید آلات کے فوائد حلال و عقلائی بھی ہیں اور حرام و غیر مشروع بھی ہیں اور ہر ایک کا حکم الگ ہے۔ پس ریڈیو سے حلال فوائد حاصل کرنا، جیسے خبریں اور پند و نصائح وغیرہ سننا جائز ہے۔ اور ٹیلیویژن سے حلال صنعت کی تعلیم کے لئے حلال تصویریں یا حلال جنس یا بری و بحری مخلوقات کے عجائب دکھانا جائز ہے۔ لیکن حرام فوائد حاصل کرنا جائز نہیں، جیسے "غنا" سننا، نشر کرنا اور ایسے پروگرام نشر کرنا جو شریعت پاک کے خلاف ہوں۔ جیسے وہ احکام غیر صالح جو اسلام کے مخالف منابع سے صادر ہوئے ہوں یا وہ چیزیں دکھانا جو شریعت کے خلاف ہوں اور جامعہ اسلامی کے اخلاقیات و عقائد کے لئے مفسد ہوں۔

مسئلہ ۲: حال حاضر میں چونکہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا استعمال اکثر و بیشتر ناجائز طریقہ سے ہوتا ہے اور ہمارے ملکوں میں ان کا جائز استعمال شاذ و نادر کہلاتا ہے۔ تو میں ان چیزوں کے فروخت کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ لیکن صرف ان لوگوں کے ہاتھ فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں جن کے بارے میں اطمینان ہو کہ صرف حلال

غير ذلك نادراً في بلادنا لا أجيز بيعها إلا ممن يطمئن بعدم استعمالها إلا في المحلل و يجتنب عن محرماتها و لا يجعلها في اختيار من يستعملها في المحرمات، و لا شراءها إلا لمن لم يستعملها إلا في المحلل، و يمنع غيره عن استعمالها في غير المشروع.

مسألة ٣ ـ لا يجب جواب سلام من يسلم بواسطة الاذاعة، و يجب جواب من سلم تلفوناً.

مسألة ٤ ـ لو سمع آية السجدة من مثل الراديو فان أذيعت قراءة شخص مستقيمة وجبت السجدة، و إن أذيعت من المسجلات لا تجب.

مسألة ٥ ـ يسقط الأذان والاقامة إذا سمعها من مثل الراديو بشرط إذاعتهما مستقيمة. و إن أذيعت من المسجلات لم يسقطا بسماعها، و لا يستحب حكايتها في الفرض، و لا يسقطا بحكايتها.

مسألة ٦ ـ يحرم استماع الغناء و نحوه من المحرمات من مثل الراديو، سواء أذيعت مستقيمة أو بعد الضبط في المسجلة.

مسألة ٧ ـ استماع الغيبة إذا أذيعت مستقيمة حرام، و إلا فليس بمحرم من حيث استماع الغيبة، نعم يمكن التحريم من جهات أخر ككشف سر المؤمن مثلاً و إهانته.

مسألة ٨ ـ الأحوط ترك النظر إلى ما لا يجوز النظر إليه في مثل التلفزيون كبدن الأجنبية و شعرها و عورة الرجل.

مسألة ٩ ـ لا يبعد جواز الطلاق بواسطة الاذاعة و المكبرة إذا سمعه شاهدان عدلان، و لا يجب حضورهما في مجلس الطلاق، و الأحوط خلافه هذا إذا أجري الطلاق في الاذاعة مستقيماً لا بواسطة المسجلة، و الحكم في الظهار كالطلاق.

مسألة ١٠ ـ لا إشكال في وجوب ترتيب الآثار على الاقرار بواسطة التلفون أو المكبرة أو الراديو و نحوها إذا علم بأن الصوت من المقر و كان ذلك مستقيماً لا من المسجلات، سواء كان الاقرار بحق لغيره حتى بما يوجب القصاص أو بما يوجب

طریقہ سے استعمال کریں گے اور محرمات سے اجتناب کریں گے اور ایسے لوگوں کے اختیار میں نہیں دیں گے جو انھیں محرمات میں استعمال کریں۔ اور نہ خریدنے کی اجازت دیتا ہوں۔ مگران حضرات کو جوان کو حلال میں استعمال کریں۔ اور ان کے غیر شرعی استعمال سے روکیں۔

مسئلہ ۳: ریڈیو سے سلام کرنے والے کا جواب واجب نہیں لیکن ٹیلیفون سے سلام کرنے والے کا جواب واجب ہے۔

مسئلہ ۴: اگر ریڈیو وغیرہ سے آیت سجدہ سنے تو اگر کوئی شخص ڈائریکٹ پڑھ رہا ہو تو سجدہ واجب ہے۔ لیکن اگر کیسٹ چل رہی ہو تو واجب نہیں۔

مسئلہ ۵: اذان اور اقامت اگر ریڈیو سے ڈائریکٹ کہی جارہی ہو تو اس کے سن لینے سے اذان واقامت ساقط ہوجائے گی۔ لیکن اگر کیسٹ چل رہی ہو تو ساقط نہیں ہوگی اور اس صورت میں ان کا دہرانا بھی مستحب نہیں اور نہ دہرانے سے ساقط ہوتی ہے۔

مسئلہ ۶: غنا وغیرہ جیسے حرام نشریات ریڈیو سے سننا حرام ہے چاہے ڈائریکٹ نشر ہورہی ہو یا ریکارڈ چل رہا ہو۔

مسئلہ ۷: غیبت ریڈیو سے اگر ڈائریکٹ نشر ہورہی ہو تو اس کا سننا حرام ہے۔ بصورت دیگر غیبت سننے کے عنوان سے حرام نہیں البتہ ممکن ہے کسی اور عنوان سے حرام ہو جیسے مومن کا راز فاش ہورہا ہو اور اس کی توہین ہورہی ہو۔

مسئلہ ۸: احتیاط یہ ہے کہ نامحرم عورت کے جن اعضا کو دیکھنا جائز نہیں ان کو ٹیلیویژن وغیرہ میں بھی نہ دیکھا جائے۔ جیسے نامحرم عورت کا بدن اس کے بال اور مرد کی شرمگاہ۔

مسئلہ ۹: ریڈیو اور لاؤڈ اسپیکر سے بعید نہیں کہ طلاق جائز ہو بشرطیکہ دو عادل سنیں۔ مجلس طلاق میں ان کا موجود ہونا واجب نہیں۔

لیکن احتیاط اس کے خلاف ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ طلاق کا صیغہ ڈائریکٹ ریڈیو سے پڑھا جائے کیسٹ وغیرہ کے ذریعے سے نہ ہو۔ اور ظہار کا حکم وہی ہے جو طلاق کا ہے۔

مسئلہ ۱۰: ٹیلی ویژن، لاؤڈ اسپیکر اور ریڈیو وغیرہ سے کئے گئے اقرار پر آثار مرتب ہونے کے واجب ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔ بشرطیکہ یہ یقین ہو کہ آواز اقرار کرنے والے کی ہے اور وہ مستقیم اقرار کررہا ہو کیسٹ وغیرہ نہ چل رہی ہو۔ چاہے اقرار کسی کے حق کا ہو حتیٰ جس سے قصاص واجب ہوتا ہو یا حد دی ہی میں سے کوئی حد واجب ہوتی ہو۔ جیسا کہ حق "یا حد پر گواہی سننے میں کوئی اشکال نہیں جبکہ وہ کیسٹ سے نہ ہو بلکہ مستقیم ہو اور یہ یقین ہوجائے کہ آواز دو عادل گواہوں کی ہے۔ اسی طرح حکم حاکم شرع کے آثار مرتب ہوں گے اور اس سے حق ثابت ہوجائے گا۔ اور اسی طرح چاند وغیرہ اور اسی قبیل کے موارد حکم میں اگر مذکورہ شرط ہو تو آثار مرتب ہونا واجب ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ ٹیلیفون یا لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ قاضی کا حلف دینا اور ان چیزوں کے ذریعہ حلف اٹھانا مذکورہ شرط کے ہوتے ہوئے جائز ہے۔ اور ظاہراً یہ حکم تمام

حداً من حدود الله، كما لا إشكال في سماع البينة على حق أو حدّ إذا أقيمت مستقيمة لا من المسجلة و علم أن الصوت من الشاهدين العدلين، و كذا يجب ترتيب الآثار على حكم الحاكم و ثبوت الحق به و كذا الهلال و غير هما من موارد الحكم مع الشرط المذكور، و الظاهر جواز استحلاف القاضي من عليه الحلف بواسطة المكبرة أو التلفون و حلفه من ورائهما بالشرط المذكور، و الظاهر جريان الحكم في سائر الموارد التي رتب فيها الحكم على إنشاء أو إخبار كالقذف و اللعان و الغيبة و التهمة و الفحش و سائر ما يكون موضوعاً للحكم بشرط العلم بكون المتكلم به فلاناً أو قامت البينة على ذلك.

مسألة ١١ ـ هل تترتب الأحكام و الآثار على الأقارير و غيرها إذا كانت مضبوطة في المسجلات؟ لا شبهة في أن ما في المسجلات لا تترتب عليها الآثار، فلا يكون نشر ما في المسجلة إقراراً و لا شهادة و لا قذفاً و لا حكماً و لا غير ها، لكن لو علم أن ما سجل في المسجلات هو الاقرار المضبوط من فلان يؤخذ باقراره من باب الحكاية عن إقراره لا من باب كون هذا إقراراً و من باب الكشف عن شهادة البينة و حكم الحاكم و قذف القاذف، و هكذا إذا علم أن ما هو المضبوط ضبط و سجل من الواقع المحقق و مع احتمال كون هذا الصوت مشابهاً لما نسب إليه لا يترتب عليه أثر لا على ما أذيع من المسجلات و لا على ما أذيع مستقيماً بغير وسط.

ومنها مسائل الصلاة والصوم وغيرهما

مسألة ١ ـ تجوز الصلوة في الطائرات مع مراعاة استقبال القبلة، ولو دخل في الصلاة مستقبلاً فانحرفت الطائرة يميناً أو شمالاً فحول المصلي إلى القبلة بعد السكوت عن القراءة والذكر صحت صلاته و إن انجر التحويل تدريجاً إلى مقابل الجهة الأولى، و أما لو استدبر ثم تحول بطلت صلاته، فلو صلى في طائرة

ایسے موارد میں جاری ہوگا جن میں "انشاء یا اخبار" پر حکم مرتب ہوتا ہو جیسے تہمت لگانا، لعان کرنا، غیبت کرنا، بہتان باندھنا اور گالی دینا اور وہ چیزیں جو اس حکم کا موضوع ہوں اس شرط کے ساتھ کہ یہ یقین ہو کہ بولنے والا فلاں ہے۔ یا اس پر دو عادل گواہی دیں۔

مسئلہ ۱۱: اگر اقرارات وغیرہ کیسٹوں میں ریکارڈ ہوں تو آیا اس پر احکام و آثار مرتب ہوں گے یا نہیں؟ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کیسٹوں میں جو ہے اس پر احکام مرتب نہیں ہوں گے۔ پس کیسٹ میں جو ہے اس کو نشر کرنا، اقرار، گواہی، بہتان، حکم اور اس کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔ لیکن اگر یہ یقین ہو جائے کہ جو کیسٹ میں ریکارڈ ہے یہ فلاں شخص کا اقرار ٹیپ کیا گیا ہے تو اسے، اس کے اقرار کی حکایت کرنے کے عنوان سے تسلیم کیا جائے گا۔ اس کے اقرار کے عنوان سے تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ اور گواہوں کی گواہی، حکم حاکم اور بہتان لگانے والے کے بہتان کے کشف ہونے کے اعتبار سے مانا جائے گا۔ اور اسی طرح اگر یقین ہو جائے کہ ٹیپ کی گئی چیز، حقیقت اور واقعیت ہے۔ یہ احتمال دیئے جانے پر کہ یہ آواز جس کی طرف منسوب کی جا رہی ہے اس کے مشابہ ہے اس پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا، نہ ریکارڈ نشر کرنے پر اور نہ ڈائریکٹ نشر کرنے پر۔

نماز، روزے وغیرہ کے مسائل

مسئلہ ۱: قبلہ کی جانب رُخ کا لحاظ رکھتے ہوئے ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ اگر قبلہ رُخ ہو کر نماز شروع کر دے اس کے بعد ہوائی جہاز دائیں یا بائیں جانب گھوم جائے اور نماز گزار بھی قرأت اور ذکر روک کر قبلہ کی جانب مڑ جائے تو اس کی نماز صحیح ہوگی، چاہے جس طرف پہلے رُخ تھا تدریجاً اس کے دوسری جانب ہی کیوں نہ ہو جائے۔ لیکن اگر قبلہ کی طرف پیٹھ کرے اس کے بعد مڑے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اگر ایسے ہوائی جہاز میں نماز پڑھے جو مکہ مکرمہ یا کعبے کے اوپر پرواز کر رہا ہو تو نماز باطل ہو جائے گی اس لئے کہ قبلہ کی جانب رُخ رکھنا ممکن نہیں۔ لیکن اگر مکہ کے گرد پرواز کر رہا ہو اور نماز گزار تدریجاً اپنا رُخ قبلہ کی جانب پھیرتا جائے تو نماز صحیح ہوگی۔

مارة على مكة أوالكعبة المكرمة بطلت لعدم إمكان حفظ الاستقبال، و أما لو طارت حول مكة و حوّل المصلي تدريجاً وجهه إلى القبلة صحت.

مسألة ٢ ـ لو ركب طائرة فطارت أربع فراسخ عمودياً تقصر صلا ته وصومه، ولو طارت فرسخين مثلاً عمودياً فألغت جاذبة الأرض بطريق علمي فدارت الأرض و بقيت الطائرة غير دائرة فرجعت إلى الأرض بعد نصف دور مثلاً لم تقصر صلا ته و لا صومه، مثلاً لو فرض كون الطائرة في بغداد فطارت عمودياً و بقيت في الفضاء غير دائرة بتبع الأرض و بعد ساعات رجعت و كان المرجع لندن مثلاً كانت صلا ته تامة و لم يكن مسافراً.

مسألة ٣ ـ لو فاتت صلاة صبحه في طهران مثلاً و ركب طائرة تقطع بين طهران و إسلامبول ساعة و وصل إليه قبل طلوع الشمس بنصف ساعة كانت صلا ته أداءً بعد ما صارت قضاءً، و هل يجب عليه مع عدم العسر و الحرج أن يسافر لتحصيل الصلاة الأدائية؟ الظاهر ذلك ، و هكذا بالنسبة إلى سائر صلواته، ولو فاتت صلا ته في طهران مثلاً و سافر مع تلك الطائرة و شرع في صلا ته قضاءً و وصل الى مكان لم يفت فيه الوقت فأدرك منه آخر صلا ته فان أدرك ركعة فالظاهر أنها تقع أداءً، و إن أدرك أقل منها ففيه إشكال ولو شرع في المغرب قضاءً فأدرك الركعة الثانية في الوقت ثم رجعت الطائرة فخرج الوقت بين صلا ته ـفيكون وسطها في الوقت و طرفيها خارجه۔ صحت، لكن في كونها أداءاً أو قضاءً تأملاً، و لا يبعد مع إدراك ركعة كونها أداءً، ولو ركب طائرة فدخل في قضاء صلاة العصر من يومه بعد الغروب فصعدت عمودياً و رأى الشمس بين صلا ته ثم هبطت و غربت الشمس ثم صعدت فرآها و هكذا صحت صلا ته، و لا يبعد كونهاأداءً إذا أدرك من الوقت ركعة متصلة، و أما إذا أدرك الأقل او بمقدارها لكن لا متصلة ففي كونها أداءً أو قضاءً تأمل.

مسألة ٤ ـ لو صلى الظهرين أول الوقت في طهران و ركب الطائرة و وصل إسلامبول قبل زوال هذا اليوم فهل تجب عليه الظهران المأتي بهما عند الزوال؟

مسئلہ ۲: اگر ایسے ہوائی جہاز میں سوار ہو جو چار فرسخ عمودی پرواز کرے تو نماز روزہ قصر ہو جائیں گے اور اگر مثلاً دو فرسخ عمودی پرواز کرے۔ اس کے بعد یقین ہو جائے کہ زمین کی کشش ختم ہو گئی ہے۔ پس زمین گھومتی رہے اور ہوائی جہاز بغیر گردش کے ٹھہرا رہے اس کے بعد مثلاً آدھے گھنٹے کے بعد زمین پر واپس آجائے تو اس کی نماز اور روزہ قصر نہیں ہوں گے۔ مثال کے طور پر فرض کیجئے کہ ہوائی جہاز بغداد میں ہو اور عمودی پرواز کرے اور فضا میں بے گردش زمین کے تحت باقی رہے۔ اور کچھ ساعتوں کے بعد واپس آجائے۔ لیکن واپس مثلاً لندن میں آئے تو اس کی نماز پوری رہے گی اور وہ مسافر نہیں کہلائے گا۔

مسئلہ ۳: اگر صبح کی نماز مثلاً تہران میں اس سے چھوٹ جائے۔ اور ہوائی جہاز میں سوار ہو جائے اور تہران اور استنبول کا فاصلہ ایک گھنٹے میں طے کرے اور سورج طلوع ہونے سے آدھا گھنٹہ پہلے وہاں پہونچ جائے تو اسکی نماز ادا ہوگی۔ جب کہ پہلے قضا ہو گئی تھی۔ اب آیا اگر عسر و حرج نہ ہو تو ادا نماز پڑھنے کے لئے اس پر سفر کرنا واجب ہے؟ ظاہر یہی ہے۔ یہی حکم دوسری نمازوں کا بھی ہے۔

پس اگر مثلاً تہران میں نماز چھوٹ جائے اور ہوائی جہاز سے سفر کرے اور قضا نماز پڑھنا شروع کر دے اور ایسی جگہ پہونچ جائے جہاں وقت باقی ہو اور نماز کا آخری حصہ اس میں پڑھے، تو اگر ایک رکعت اس میں پڑھی ہو تو ظاہراً اس کی نماز ادا ہوگی۔ اگر رکعت سے کم پڑھی ہو تو اس میں اشکال ہے۔ اگر مغرب کی قضا نماز شروع کر دے اور دوسری رکعت وقت میں مل جائے اس کے بعد ہوائی جہاز پلٹ جائے اور نماز کے دوران وقت ختم ہو جائے۔ پس نماز کا درمیانی حصہ وقت میں ہوگا اور اول و آخر وقت میں نہیں ہوگا تو نماز صحیح ہے۔ لیکن اس کے ادا یا قضا ہونے میں تامل ہے۔ اور بعید نہیں کہ اگر ایک رکعت وقت کے اندر پڑھی ہو تو ادا محسوب ہو۔ اگر ہوائی جہاز میں سوار ہو اور اس روز کی عصر کی قضا نماز غروب کے بعد شروع کرے اور ہوائی جہاز عمودی پرواز کرے۔ چنانچہ نماز کے دوران سورج نظر آجائے پھر ہوائی جہاز اترنا شروع ہو جائے اور سورج غروب ہو جائے۔ پھر اوپر کی جانب اٹھے اور سورج کو دیکھ لے اور یہی سلسلہ چلتا رہے تو نماز صحیح ہے۔ اور بعید نہیں کہ ادا محسوب ہو۔ بشرطیکہ پوری ایک رکعت وقت میں پڑھی ہو۔ اور اگر ایک رکعت سے کم رہی ہو یا ایک رکعت کے برابر رہی ہو۔ لیکن مسلسل نہ رہی ہو تو اس کے ادا یا قضا ہونے میں تامل ہے۔

مسئلہ ۴: اگر اول وقت نماز ظہرین تہران میں پڑھ کر ہوائی جہاز میں بیٹھے اور اسی روز زوال سے پہلے استنبول پہونچ جائے تو زوال کے بعد جو ظہرین پڑھ چکا ہے آیا وہاں اس پر دوبارہ پڑھنا واجب ہے؟ ظاہراً واجب نہیں۔

مسئلہ ۵: اگر عید فطر کا چاند استنبول میں دیکھے اور تہران کا سفر کرے اور تہران میں رمضان کی آخری رات ہو تو آیا اس پر روزہ واجب ہے؟ ظاہر یہی ہے۔ بلکہ ظاہر اس کا واجب ہونا ہی ہے چاہے استنبول میں تیس روزے رکھ چکا ہو۔

پس اس حکم میں روزے اور نماز میں فرق ہے۔ اگر تہران میں غروب آفتاب تک روزہ

الظاهر عدم الوجوب.

مسألة ٥ ـ لو رأى هلال ليلة الفطر في إسلامبول و سافر إلى طهران و كان فيه ليلة آخر الصيام فهل يجب عليه الصوم؟ الظاهر ذلك، بل الظاهر وجوبه ولو صام في إسلامبول ثلاثين يوماً، ففرق بين الصوم و الصلاة في الحكم، ولو صام في طهران مثلاً إلى غروب الشمس و لم يفطر فسافر إلى إسلامبول و وصل إليه قبل الغروب من هذا اليوم فهل يجب عليه الامساك إلى الغروب أم لا؟ الظاهر عدم الوجوب، و إن كان أحوط، ولو صام في إسلامبول و سافر قبل الغروب بساعتين إلى طهران و أدرك الليل في أثناء الطريق و لم يفطر و رجع إلى إسلامبول قبل غروب الشمس في هذا اليوم فهل يجب الامساك إلى الغروب؟ الأحوط ذلك، و إن كان عدم الوجوب أشبه، و كذا لو صام في محل إلى الغروب ثم ركب طائرة فصعدت عمودياً حتى رأى الشمس، ولو سافر بعد الزوال من طهران بلا نية الصوم و وصل إسلامبول قبل زوال هذا اليوم فالظاهر جواز نية الصوم لو لم يأت بمفطر، و مراعاة الاحتياط حسن، ولو كان آخر شعبان في طهران أول رمضان في إسلامبول فبقي في طهران إلى الليل فذهب إلى إسلامبول و وصل إليه الليلة الثانية من الشهر و كان الشهر في إسلامبول تسعة و عشرين يوماً فصام فيه و كان صومه ثمانية و عشرين يوماً فهل يجب عليه قضاء يوم؟ الأحوط ذلك بل لا يخلو من قرب، ولو سافر مع طائرة و يكون تمام الشهر ليلاً بالنسبة إليه يجب عليه القضاء ظاهراً، و كذا من كان في القطب وفات منه شهر رمضان على إشكال، ولو أصبح في طهران صائماً فأفطر عمداً ثم سافر إلى إسلامبول فوصل إليه قبل الفجر فصام اليوم بعينه فهل تجب عليه الكفارة و القضاء؟ لا إشكال في عدم وجوب القضاء، و في وجوب الكفارة إشكال، و الأحوط ذلك، بل هو الأقرب.

مسألة ٦ ـ لو صلى صلاة عيد الفطر في إسلامبول و سافر إلى طهران و وصل إليه قبل الزوال من آخر شهر الصيام و بعد لم يفطر فهل يجب الصوم عليه كمن

رکھے۔ لیکن افطار نہ کیا ہو اور سفر کر کے غروب سے پہلے استنبول پہونچ جائے تو آیا غروب تک اس پر "امساک" واجب ہے یا نہیں؟ ظاہراً واجب نہیں ہے۔ اگرچہ احتیاط ہے۔

اگر استنبول میں روزہ رکھ کے غروب سے دو گھنٹے پہلے تہران کی طرف سفر کرے راستے میں رات ہو جائے۔ لیکن افطار نہ کرے بلکہ واپس استنبول کی جانب پرواز کرے اور اسی روز غروب سے پہلے وہاں پہونچ جائے تو آیا غروب تک اس پر امساک واجب ہے؟ احتیاط یہی ہے۔ اگرچہ واجب نہ ہونا اشبہ ہے۔ اور اگر غروب تک کسی مقام پر روزے سے رہے اس کے بعد ہوائی جہاز میں بیٹھ کر عمودی پرواز کرے یہاں تک کہ آفتاب کو دیکھ لے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر زوال کے بعد تہران سے سفر کرے اور روزے کی نیت نہ کی ہو اور اسی روز زوال سے پہلے استنبول پہونچ جائے تو ظاہراً اگر افطار نہ کیا ہو تو روزے کی نیت جائز ہے۔ لیکن احتیاط کی رعایت بہتر ہے۔

اگر تہران میں شعبان کی آخری تاریخ ہو اور استنبول میں رمضان کی پہلی یعنی وہ رات تک تہران میں رہے اس کے بعد استنبول جائے اور رمضان کی دوسری رات وہاں پہونچے۔ وہاں مہینہ انتیس دن کا ہو اس میں روزے رکھے چونکہ اس کے اٹھائیس روزے ہوں گے تو آیا ایک دن کی قضا اس پر واجب ہے؟ احتیاط یہی ہے بلکہ قرب سے خالی نہیں۔

اگر ہوائی جہاز میں سفر کرے اور پورا مہینہ اس کے لئے شب کے عالم میں گذرے تو ظاہراً اس پر قضا واجب ہے۔

اسی طرح جو شخص قطب میں ہو اور رمضان کا مہینہ اس سے چھوٹ جائے۔ لیکن اس میں اشکال ہے۔ اگر تہران میں روزے کی حالت میں صبح کرے اس کے بعد جان کر روزہ توڑ دے اور استنبول کے سفر پر روانہ ہو جائے اور صبح سے پہلے وہاں پہونچ جائے اور اسی دن کا روزہ رکھے تو آیا اس پر قضا و کفارہ واجب ہے؟

قضا واجب نہ ہونے میں کوئی اشکال نہیں لیکن کفارہ واجب ہونے میں اشکال ہے اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ واجب ہے بلکہ یہی اقرب ہے۔

مسئلہ ۶: اگر استنبول میں عید فطر کی نماز پڑھ کر تہران کی طرف پرواز کرے اور ماہ رمضان کے آخری دن زوال سے پہلے تہران پہونچ جائے اور ابھی تک افطار نہ کیا ہو تو آیا اس پر اس شخص کے مانند روزہ واجب ہے جو روزے کے دن زوال سے پہلے اپنے وطن پہونچ جائے؟ ظاہر یہ ہے کہ روزہ واجب ہے اور اس کا روزہ حرام و واجب کا مرکب نہیں۔ بالکل اسی طرح کہ اگر سفر سے واپس آتا۔ تو باوجودیکہ سفر میں روزہ حرام ہے لیکن ایسا نہ ہوتا۔

لیکن اس کے لئے احتیاط یہ ہے کہ تہران پہونچنے سے پہلے افطار کرے۔ مگر آیا اس

وصل إلى وطنه قبل زوال يوم الصوم؟ الظاهر وجوبه و ليس صومه مركباً من حرام و واجب كما لم يكن كذلك لو حضر من السفر مع حرمة الصوم فيه، و الأحوط له الافطار قبل الوصول إلى طهران، و هل يجب عليه قضاء هذا اليوم الذي كان يوم عيد له في إسلامبول و يوم صوم في طهران؟ فيه إشكال، و الأشبه وجوبه إذا حضر اليوم من أوله بل من قبل الزوال على الأحوط.

مسألة ٧ ـ لو عيّد في إسلامبول وأدى زكاة الفطرة و وصل إلى طهران قبل غروب ليلة الفطر فهل يجب عليه زكاة الفطرة ثانياً بادراك غروب العيد؟ الظاهر عدم الوجوب و إن كان أحوط، نعم لو لم يؤدها في إسلامبول يجب أداؤها في طهران، ولو صلى العيد في إسلامبول فالظاهر عدم وجوبها أو استحبابها ثانياً.

مسألة ٨ ـ لو كان يوم الفطر في إسلامبول يحرم عليه الصوم، ولو سافر إلى طهران و كان غداً يوم العيد يحرم عليه، و كذا الحال في الأضحى فكان الصوم المحرم عليه أربعة أيام في السنة.

مسألة ٩ ـ لو سافر مع طائرة تكون حركتها مساوية لحركة الأرض و كان سيرها مخالفاً لسير الأرض من الشرق إلى الغرب فلا محالة لو سافر أول طلوع الشمس كان سيرها دائماً أول الطلوع ولو سارت ألف ساعة، فهل يحرم السفر معها للزوم ترك الصلاة أو يجوز و لا صلاة عليه أداءً و لا قضاءً أو عليه القضاء فقط؟ الظاهر عدم جواز السفر معها، ولو قيل بجوازه فالظاهر عدم صلاة عليه أداءً و لا قضاءً، و كذا لا صوم عليه أداءً و لا قضاء لو سافر قبل طلوع الفجر، ولو كان بعده فهل يجب قضاء هذا اليوم فقط؟ فيه إشكال، و الأحوط القضاء، ولو سافر عند زوال الشمس معها يجب عليه الظهران و إن وقع جميع الركعات في أول الزوال،ولو نذر صوم يوم الجمعة مثلاً سفراً فنوى الصوم في محل ثم سافر أول طلوع الشمس فكان تمام يومه أول الطلوع ثم أسرعت بسيرها فلا محالة يدخل فيما بين الطلوعين ثم الليل أي السحر فصام يوم الجمعة إلى الليل بهذا النحو، فلا تبعد صحته والوفاء بنذره، نعم لو أسرعت بعد ساعة أو ساعات قبل

پھر اس دن کی قضا واجب ہے کہ جو استنبول میں اس کے لئے عید کا دن ہو اور تہران میں رمضان کا آخری روزہ ؟ اس میں اشکال ہے۔ اشبہ قضا کا واجب ہونا ہے۔ بشرطیکہ اول روز سے وہاں پہونچ گیا ہو بلکہ احتیاط یہ ہے کہ اگر زوال سے پہلے پہونچا ہو تب بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۷: اگر استنبول میں عید کر کے فطرہ ادا کر دے اور شب عید فطر غروب سے پہلے تہران پہونچ جائے تو آیا غروب عید کو پا جانے کی وجہ سے دوبارہ فطرہ ادا کرنا واجب ہے ؟ بظاہر واجب نہ ہوتا ہے۔ اگرچہ احتیاط ہے۔

البتہ اگر استنبول میں ادا نہ کیا ہو تو تہران میں ادا کرنا واجب ہے۔ اور اگر عید کی نماز استنبول میں پڑھ چکا ہو تو ظاہر یہ ہے کہ دوبارہ واجب یا مستحب نہیں ہے۔

مسئلہ ۸: اگر استنبول میں عید کا دن ہو تو اس پر روزہ حرام ہے۔ اور تہران کا سفر کرے اور دوسرے دن عید ہو تو اس پر روزہ حرام ہے۔ یہی حکم عید قربان کا بھی ہے۔ اس طرح سال میں چار روزے اس پر حرام ہو جائیں گے۔

مسئلہ ۹: اگر ایسے ہوائی جہاز میں سفر کرے جس کی حرکت زمین کی حرکت کے برابر ہو لیکن اس کا رخ "سیر ارضی" کے مخالف سمت میں ہو مشرق سے مغرب کی طرف، تو لامحالہ اگر اول طلوع آفتاب کے وقت سفر کرے تو اس کی حرکت اول طلوع آفتاب میں ہی رہے گی چاہے ہزار گھنٹے ہی کیوں نہ پرواز کرے۔

پس آیا اس میں سفر کرنا حرام ہے اس لئے کہ اس سے نماز چھوٹ جانا لازم آتا ہے یا جائز ہے۔ اور اس پر نماز واجب ہی نہیں نہ بطور ادا اور نہ بطور قضا، یا اس پر صرف قضا واجب ہے ؟ ظاہراً اس میں سفر جائز نہیں۔ اور اگر سفر جائز ہونے کو مان لیا جائے تو اس پر نماز کی ادا یا قضا کچھ بھی واجب نہیں۔ یہی حکم روزے کی ادا و قضا کا بھی ہے۔ اگر طلوع فجر سے پہلے سفر کیا ہو لیکن اگر طلوع فجر کے بعد سفر کیا ہو تو آیا صرف اس دن کی قضا اس پر واجب ہوگی ؟ اس میں اشکال ہے احتیاط قضا (کے واجب ہونے) میں ہے۔ اگر زوال آفتاب کے وقت ایسے طیارے میں سفر کرے تو ظہرین اس پر واجب ہیں چاہے اس کی تمام رکعتیں اول زوال میں ہی کیوں نہ پڑھی جائیں۔ اگر سفر میں جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی نذر کرے اور کسی مقام پر روزے کی نیت کرے اس کے بعد اول طلوع آفتاب کے وقت سفر شروع کرے اور اس کا پورا دن اول طلوع میں گذرے اس کے بعد رفتار بڑھا دے تو لامحالہ بین الطلوعین کے وقت میں داخل ہو جائے گا۔ پھر رات میں داخل ہو جائے گا۔ یعنی سحر میں پھر اس طریقہ سے جمعہ کے دن رات تک روزہ رکھے تو بعید نہیں کہ روزہ صحیح ہو اور نذر پوری ہو گئی ہو۔

البتہ اگر ایک گھنٹے یا کئی گھنٹے بعد ہمارا دن پورا ہونے سے پہلے رفتار تیز کرے اور اپنی رفتار کے مطابق شب جمعہ میں داخل ہو جائے۔ تو ظاہراً نذر پوری نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ پورے دن کا روزہ

تمام اليوم بالنسبة إلينا فدخل ليلة الجمعة بسيرها فالظاهر عدم الوفاء بنذره لعدم صوم تمام اليوم.

مسألة ١٠ ـ لو سافر مع طائرة تكون سرعتها أكثر من حركة الأرض و سارت من الشرق إلى الغرب فلا محالة تطلع الشمس عليه من مغرب الأرض عكس الطلوع لأهل الأرض فهل الاعتبار في الصلوات بالطلوع و الغروب بالنسبة إليه لا الى أهل الأرض فيصلي الصبح قبل طلوع الشمس من المغرب الذي هو وقت غروب أهل الأرض مثلاً، و العشاءين بعد غروبها في الأفق الشرقي أو يكون تابعاً للأرض فيكون عند طلوع الشمس من المغرب بمقدار أربع ركعات مختصاً بصلاة العصر ثم يشترك بين الظهر و العصر الى مقدار أربع ركعات إلى زوالها، فيختص بالظهر و يصلي الصبح بعد غروب الشمس الذي هو بين الطلوعين بالنسبة الى أهل الأرض ثم بعد ذلك يدخل وقت الاختصاصي للعشاء ثم المغرب و العشاء ثم الاختصاصي للمغرب؟ فيه إشكال و إن لا يبعد لزوم التبعية لأهل الأرض فيصلي في أوقاتها.

مسألة ١١ ـ لو سافر مع القمر الصناعي فوصل الى خارج الجاذبة فلا محالة لا وزن له فيه فان أمكن الوقوف على السطح الداخلي بحيث تكون رجلاه الى الأرض صلى مراعياً لجهة القبلة، و إلا صلى معلقاً بين الفضاء، فان أمكن مع ذلك أن تكون رجلاه إلى الأرض صلى كذلك، و إلا فبأي وجه أمكنه، و لا تترك الصلاة بحال، وفي الأحوال يراعي القبلة أو الجهة الأقرب إليها، و مع الجهل بها صلى أربعاً على الجهات.

مسألة ١٢ ـ لو ركب القمر الصناعي فدار به في اليوم و الليل عشر مرات حول الأرض ففي كل دور له ليل و نهار، فهل تجب عليه الصلوات الخمس في كل دور منه أو لا تجب إلا الخمس في جميع أدواره التي توافق يوما و ليلة من الأرض؟ الظاهر هو الثاني، لكن لابد من مراعاة الطلوع و الغروب بالنسبة إلى نفسه. فيصلي الصبح قبل أحد الطلوعات، و الظهرين بعد زوال أحد الأيام،

نہیں رکھا گیا ہے۔

مسئلہ ۱۰: اگر ایسے طیارے میں سفر کرے جس کی رفتار زمین کی رفتار سے زیادہ ہو اور مشرق سے مغرب کی طرف جائے تو زمین والوں کے طلوع کے برعکس لا محالہ اس کے لئے مغرب کی طرف سورج طلوع ہوگا۔ تو آیا نمازوں کے لئے اس کا اپنا طلوع و غروب معتبر ہوگا زمین والوں کا نہیں۔ پس نماز صبح کو وہ مغرب سے آفتاب طلوع ہونے سے پہلے پڑھے گا جو مثلاً زمین والوں کے لئے غروب آفتاب کا وقت ہے۔ اور مغرب وعشاء سورج کے افق شرقی میں ڈوب جانے کے بعد پڑھے گا، یا زمین والوں کے تابع رہے گا۔

پس مغرب سے آفتاب طلوع ہونے سے پہلے چار رکعت کے برابر جو وقت ہے وہ نماز عصر سے مخصوص ہوگا۔ پھر زوال سے پہلے چار رکعت کے برابر وقت سے پہلے کا وقت ظہر و عصر کے درمیان مشترک رہے گا۔ پس وہ چار رکعت کے برابر وقت ظہر سے مخصوص ہوگا اور صبح کی نماز غروب آفتاب کے بعد پڑھے گا۔ جو زمین والوں کے لئے بین الطلوعین کا وقت ہوگا۔ اس کے بعد عشا کا مخصوص وقت شروع ہو جائے گا۔

پھر عشا و مغرب کا مشترک اور آخر میں مغرب کا خاص وقت؟ اس میں اشکال ہے۔ اگرچہ زمین والوں کی پیروی کا لازم ہونا بعید نہیں۔ پس نمازوں کو ان کے اوقات میں پڑھے۔

مسئلہ ۱۱: اگر مصنوعی سیارے میں سفر کرے اور کشش ارضی کی حدود سے باہر نکل جائے تو لا محالہ وہاں اس کا وزن ختم ہو جائے گا۔

پس اگر اس کی داخلی سطح پر اس طرح ٹھہرنا ممکن ہو کہ اس کے پاؤں زمین کی طرف رہیں تو قبلہ کی طرف رخ کی رعایت کرتے ہوئے نماز پڑھے اور اگر ممکن نہ ہو تو فضا میں معلق ہونے کی حالت میں ہی نماز پڑھے۔

پس اس صورت میں بھی اگر ممکن ہو کہ اس کے پاؤں زمین کی طرف رہیں تو اسی طرح نماز پڑھے۔ ورنہ جیسے ممکن ہو ویسے ہی پڑھے۔ اور نماز کسی بھی حالت میں ترک نہ کی جائے اور ان تمام حالتوں میں قبلہ کی سمت یا اس سے نزدیک سمت کا لحاظ رکھے۔ اگر نہ جانتا ہو تو چاروں طرف چار نمازیں پڑھے۔

مسئلہ ۱۲: اگر مصنوعی سیارے میں بیٹھ کر دن رات میں دس بار زمین کے گرد چکر لگائے تو ——— ہر چکر میں اس کے لئے دن ہوگا اور رات ہوگی تو آیا ہر چکر میں اس پر پانچ نمازیں واجب ہیں۔ یا نہیں بلکہ زمین کے دن رات کی طرح اس پر تمام چکروں میں صرف پانچ نمازیں واجب ہوں گی؟ ظاہر یہ ہے کہ صرف پانچ نمازیں واجب ہوں گی۔ لیکن طلوع و غروب کی رعایت اپنے طلوع و غروب کے حساب سے ضروری ہے۔

پس نماز صبح کسی ایک طلوع آفتاب سے پہلے اور ظہرین کسی ایک دن کے زوال کے بعد اور مغربین کسی ایک شب میں پڑھے۔ اور ایسا بھی کر سکتا ہے کہ ظہر ایک دن اور عصر دوسرے

والمغربين في إحدى الليالي و له إتيان الظهر في زوال يوم والعصر في يوم آخر بعد الزوال، و المغرب في إحدى الليالي والعشاء في الأخرى، فهل له اتيان الظهر عند الزوال ثم المغرب عند الغروب ثم العصر عند زوال آخر و العشاء في ليلة أخرى فيتشابك الظهران و العشاءان؟ لا يبعد ذلك ، لكن الأحوط ترك هذا النحو، بل الأحوط الا تيان بالظهرين في يوم و العشاءين في ليلة مع الامكان.

مسألة ١٣ ـ لو ركبت المرأة في طائرة تدور مساوية لحركة الأرض و كان سيرها مخالفاً لسير الأرض فرأت الدم واستمر بهابمقدار ثلاثة أيام من أيامنا لكن كانت تلك المدة بالنسبة اليها أول طلوع الشمس مثلاً فالظاهر أن دمها محكوم بالحيضية، فالميزان استمرار هذه المدة لا بياض الأيام، و كذا لو كانت المرأة في قطر يكون يومه شهراً مثلاً ورأت الدم و استمر بمقــدار ثلاثة أيام من آفاقنا يحكم بكونه حيضاً، ولو ركبت قمراً صناعياً و كان النهار و الليل بالنسبة اليها ساعة لابد من استمرار دمهابمقــدار ثلاثة أيام من آفاقنا لا بالنسبة اليها، ولو أخرج دم الحيض الذي يستمر بطبعه ثلاثة أيام بآلة في يوم واحد لم يحكم بحيضيته. كما لو أدخل في رحمها شيء يجذب الدم ثلاثة أيام أو أكثر و لم يخرج الى الخارج إلا دفعة فلا يحكم بحيضية الدم.

مسألة ١٤ ـ كما أن الميزان في الدم استمراره لا بياض الأيام و لهذا تلفق الأيام كذلك الميزان ذلك في العدة مطلقا، و قصد الاقامة و البقاء في محل ثلاثون يوماً مردداً، و أكثر الحمل و أقله، و كذا الحيض و النفاس، و خيار الحيوان ثلاثة أيام، و خيار تأخير الثمن، و اليوم و الليلة في مقدار الرضاع، و سنة تغريب الزاني و إنظار ثلاثة أشهر في الظهار، و الحلف على أزيد من أربعة أشهر في الايلاء و إنظار أربعة أشهر فيه، و السنة و السنتين والسنين التي تستأدى الديات عند حلولها، و حد البلوغ و اليأس، و تأجيل أربع سنين للمرأة المفقود زوجها و تأجيل سنة في العنن، و أحداث السنة في باب خيار العيب، وحق الحضانة للأم سنتين أو سبع سنوات، و السنة المعتبرة في تعريف اللقطة ، و

دن کے زوال کے بعد مغرب کو ایک شب میں اور عشاء کو دوسری شب میں پڑھے۔ لیکن کیا ایسا کر سکتا ہے کہ زوال کے بعد ظہر پڑھے پھر غروب کے بعد مغرب، پھر دوسرے دن کے زوال کے بعد عصر اور غروب کے بعد عشاء پڑھے۔ چنانچہ ظہر و عصر اور مغرب و عشاء ایک دوسری میں تداخل کر جاتی ہیں؛ ایسا بعید نہیں۔ لیکن احتیاط یہی ہے کہ اس طرح نہ پڑھے۔ بلکہ احتیاط یہ ہے کہ ظہر و عصر ایک دن اور مغرب و عشاء ایک رات میں پڑھے اگر ممکن ہو تو!

مسئلہ ۱۳: اگر عورت ایسے طیارے میں بیٹھے جس کی رفتار زمین کی رفتار کے برابر ہو لیکن اس کی چال زمین کے مخالف سمت میں ہو۔ پس عورت خون دیکھے اور ہمارے دنوں کے لحاظ سے تین دن کی مقدار تک جاری رہے۔ لیکن اس کے لئے یہ وقت مثلاً اوّل طلوعِ آفتاب ہی ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس کا خون حیض کے حکم میں ہے۔ معیار اتنی مقدار میں خون کا جاری رہنا ہے۔ اتنے دن ہو جانا معیار نہیں ہے۔ اسی طرح اگر وہ ایسے خطے میں ہو جس کا ایک دن مثلاً ایک مہینے کے برابر ہو۔ اس میں وہ خون دیکھے اور تین دن کے برابر جاری رہے ہمارے دنوں کے حساب سے تو وہ حیض کے حکم میں ہوگا۔ اور اگر مصنوعی سیارے میں بیٹھے، اور دن اور رات اس کے لئے ایک گھنٹے کے برابر ہوں۔ ہمارے دنوں کے حساب سے تو تین دن کے بقدر خون جاری رہنا ضروری ہے۔ اس کے دنوں کے حساب سے نہیں۔

اگر ایسے خون کو جو طبعاً تین دن تک جاری رہتا ہو کسی آلہ کے ذریعے ایک ہی دن میں نکال لیا جائے تو اس پر حیض کا اطلاق نہیں ہوگا۔ جیسا کہ کوئی چیز اس کے رحم میں داخل کی جائے جو ایک دن یا اس سے زیادہ کے خون کو جذب کرے۔ اور ایک بار کے علاوہ خون باہر نہ نکلے تو وہ خون حیض کے حکم میں نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۱۴: جیسا کہ خون میں معیار یہ ہے کہ تین دن کے بقدر جاری رہے تین دن معیار نہیں اور اسی لئے ایام میں تلفیق کی جاتی ہے۔ یہی معیار مطلقاً مدت، کسی جگہ دس دن ٹھہرنے کی نیت کرنے اور تیس دن کسی جگہ مردد رہنے، حمل کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم مدت اور حیض و نفاس کی مدت، خیار حیوان کے تین دن۔ قیمت میں تاخیر کے خیار کے ایام، دودھ پلانے کا ایک شب و روز، زانی کی جلاوطنی کے سال، ظہار میں تین مہینے کی مہلت، ایلاء میں چار ماہ سے زیادہ گذر جانے کے بعد قسم کھانے اور اس میں مہلت کے چار ماہ، ایک سال، دو سال یا تین سال جن کے اختتام پر دیت وصول کی جاتی ہے۔ بالغ اور یائسہ ہونے کی حد جس عورت کا شوہر مفقود ہو اس کے انتظار کے چار سال، نامرد کی مہلت کے ایک سال اختیار عیب میں ایک سال، ماں کے لئے حق حفاظت کے دو سال یا سات سال، لقطہ کے اعلان میں معتبر ایک سال، اور وہ چار مہینے کہ جن سے زیادہ عرصہ تک شوہر بیوی کے ساتھ ہمبستری ترک کرنا حرام ہے۔

بیماری کی حالت میں طلاق دینے پر میراث کے انتظار میں بیوی کا ایک سال، اور جہاں لقطہ ایک سال تک نہ رہے اس میں معتبر ایک سال ہے۔ اور ظاہراً یہی حکم عورتوں کے درمیان راتوں کی تقسیم کا بھی ہے۔ چنانچہ باکرہ کے لئے ابتدائے ازدواج سے سات راتوں اور غیر باکرہ کے لئے تین راتوں کا مخصوص

الأشهر الأربعة التي يحرم للزوج ترك وطء زوجته أكثر منها، و السنة المعتبرة في إرث الزوجة عن زوجها لو طلقها في مرضه، و السنة التي تعتبر فيها لا تبقى اللقطة لسنة، و الظاهر أن الأمر كذلك في باب القسم بين النساء، و اختصاص البكر أول عرسها بسبع ليال و الثيب بثلاث و ان لا يخلو في باب القسم و الاختصاص المذكورين من اشكال من حيث أخذ الليالي بعناوينها فيهما، و الالتزام بكون القسم حسب ليل القطبين مثلاً و كذا السبع في العرس سبع ليال فيهما غير ممكن، فلابد اما من القول بسقوط الحكم فيهما و في مثلهما أو التقدير حسب الليالي المتعارفة، و الأقرب الثاني الى غير ذلك مما هو من هذا القبيل، فان الميزان فيها مضي مقدار الأيام و الشهور و السنين بحسب آفاقنا، فلو طلق زوجته في أحد القطبين تخرج من العدة في ربع يومه وليلته، و أكثر الحمل بناءً على كونه سنة يوم وليلة،ولا يجوز ترك وطء الزوجة أكثر من ثلث يوم وليلة، نعم لو كان أكثر الحمل في القطب بحسب الطبع أكثر من يوم و لبلة يتبع و لا يقاس بآفاقنا.

مسألة ١٥ ـ كما يجب على أهل القطب تطبيق مقدار الأيام و الأشهر و السنين على أيامهم في المذكورات لو فرض وجود أهل في بعض السيارات أو سافر البشر من الأرض إلى بعضها و كانت حركته حول نفسه في مقدار يومنا عشر مرات و كان يومه و ليلته عشر يومنا لابد له من تطبيق أيامه على مقدار أيامنا، فيكون خيار الحيوان هناك ثلاثين يوماً، و أقل الحيض ثلاثين يوماً، و تأجيل المرأة المفقود زوجها أربعين سنة، و هكذا.

مسألة ١٦ ـ ما ذكرناه انما يجري في كل مورد يعتبر فيه المقدار لا بياض اليوم، و لهذا تلفق الأيام فيها، و أما مثل الصوم المعتبر فيه الامساك من طلوع الفجر إلى الغروب و لا يأتي فيه التلفيق فلا اعتبار بالمقدار، و كذا لا يجري ما ذكر في الصلاة، فان أوقاتها مضبوطة معتبرة، فلا تصح صلاة الظهرين في الليل و إن انطبق على زوال آفاقنا، و لا يصح الصوم في بعض اليوم أو الليل و إن كان

ہونا۔ اگرچہ تقسیم اور اختصاص کے باب میں اشکال سے خالی نہیں۔ اس لئے کہ دونوں میں عنوان شب مذکور ہے۔ اور اس چیز کا ملتزم ہو! کہ تقسیم مثلاً قطبین کی شب کے مطابق ہو اور اس طرح باکرہ کی سات راتیں قطبین کی سات راتیں ہوں ناممکن ہے۔

پس یا یہ کہیں کہ ان دو موارد میں اور ان جیسے موارد میں حکم ساقط ہوگا۔ یا پھر معمولی راتوں کے حساب سے راتیں معین کی جائیں۔ اقرب دوسری صورت ہے۔ اور اس کے علاوہ موارد بھی اسی قبیل سے ہیں۔

پس ان میں معیار ہمارے آفاق کے حساب سے دن، مہینے اور سال کے بقدر وقت کا گذر جانا ہے۔ پس اگر کسی ایک قطب میں اپنی بیوی کو طلاق دے تو دن رات کے چوتھے حصے میں وہ مدت سے فارغ ہوجائے گی، اور نسل کی زیادہ سے زیادہ مدت اگر ایک سال مان لی جائے تو ایک شب و روز ہوگی اور دن و رات کے ایک تہائی حصے سے زیادہ عرصہ تک زوجہ سے ہمبستری ترک کئے رہنا جائز نہیں۔

البتہ اگر وہاں کی طبیعت کے مطابق نسل کی زیادہ سے زیادہ مدت قطبین میں ایک شب و روز سے زیادہ ہو تو اسی پر عمل ہوگا اور ہمارے افقوں کے ساتھ مقایسہ نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ ۱۵: مذکورہ چیزوں میں جس طرح واجب ہے کہ اہل قطب معینوں اور دنوں کی مقدار کو اپنے دنوں کے مطابق کریں۔ اسی طرح کسی ایک ستارے پر اگر کسی انسان کا وجود فرض کرلیا جائے۔ یا زمین سے سفر کرکے کوئی کسی ستارے پر چلا جائے۔ اور اس ستارے کی اپنے گرد حرکت ہمارے دن میں دس مرتبہ ہو اور اس کا شب و روز ہمارے دن کے دسویں حصے کے برابر ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے دنوں کو ہمارے دنوں کے مطابق کرے۔

پس وہاں خیار حیوان کی مدت تین دن ہوگی اور کم سے کم مدت حیض بھی تین دن اور جس عورت کا شوہر مفقود ہو اس کی مہلت کی مدت چالیس سال ہوگی۔ اسی طرح دوسرے موارد میں بھی ہوگا۔

مسئلہ ۱۶: مذکورہ احکام ان موارد کے لئے ہیں جن میں دنوں کی مقدار معتبر ہو۔ تو دن معتبر نہ ہوں۔ اور اس لئے ان میں ایام کی تلفیق کی جاتی ہو، لیکن روزہ کہ جس میں طلوع فجر سے غروب تک امساک معتبر ہے اس میں تلفیق نہیں ہوگی اور نہ مقدار ہی معتبر ہے۔ اسی طرح یہ حکم نماز میں بھی جاری نہیں ہوگا اس لئے کہ نماز کے اوقات معین و معتبر ہیں۔

پس ظہرین کی نمازیں ان میں صحیح نہیں ہوگی چاہے ہمارے ہاں وہ زوال کا وقت ہی کیوں نہ ہو۔ اور دن یا رات کے بعض حصے میں روزہ صحیح نہیں ہوگا چاہے وہ ہمارے ہاں کے دن کے برابر ہو۔

مسئلہ ۱۷: اگر فرضاً زمین کی رفتار سست ہوجائے اور دن دوگنا ہوجائے تو امکان کی صورت میں ایک پورے دن کا امساک روزہ صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے۔ ممکن نہ ہونے کی صورت میں روزہ واجب نہیں۔

بمقدار يومنا.

مسألة ١٧ ـ لو فرض صيرورة حركة الأرض بطيئة وصار اليوم ضعف يومنا لابد في صحة الصوم من إمساك يوم تام مع الامكان، و مع عدمه يسقط الوجوب، و لا يجب عليه أكثر من الصلوات الخمس في يوم و ليلة و أما ما يعتبر فيه المقادير لا بياض النهار و سوادالليل فلابد من مضي مقدار ما يعتبر في أفق عصرنا، فأقل الحيض في ذلك العصر مقدار ثلاثة أيام أفقنا المنطبق على يوم و ليلتين أو على يومين و ليلة إذا كان اليوم ضعفاً، و بهذه النسبة إذا تغيرت الحركة، و كذا الحال لو فرض صيرورتها أسرع بحيث كان اليوم و الليلة نصف هذا العصر، فلابد في الصوم من إمساك يوم، و تجب في كل يوم و ليلة خمس صلوات.

مسألة ١٨ ـ لا اعتبار برؤية الهلال بالآلات المستحدثة، فلو رأى ببعض الآلات المكبرة أو المقربة نحو تلسكوب مثلاً و لم يكن الهلال قابلاً للرؤية بلا آلة لم يحكم بأول الشهر، فالميزان هو الرؤية بالبصر من دون آلة مقربة أو مكبرة، نعم لو رأى بآلة و علم محله ثم رئي بالبصر بلا آلة يحكم بأول الشهر، و كذا الحال في عدم الاعتبار بالآلات في الخسوف و الكسوف، فلو لم يتضح الكسوف إلا بالآلات و لم يره البصر غير المسلح لم يترتب عليه أثر.

خاتمه:

لو وفق البشر للسفر إلى بعض السيارات و الكرات تحدث عند ذلك مسائل شرعية كثيرة سيأتي الفقهاء أعلى الله كلمتهم بكشف معضلاتها، و لا بأس باشارة إجمالية إلى بعض منها.

مسألة ١ ـ يصح التطهير حدثاً و خبثاً بمائها وصعيدها بعد صدق الماء و

اور دن اور رات میں پانچ نمازیں واجب ہوں گی اس سے زیادہ نہیں، لیکن جن چیزوں میں مقدار معتبر ہے دن کی سفیدی اور رات کی تاریکی معتبر نہیں، تو اس کے لئے ہمارے افق کی مقدار کے برابر وقت گذر جانا ضروری ہے۔ پس وہاں حیض کی کم سے کم مدت ہمارے افق کے تین دنوں کے برابر ہوگی جو ان کے ہاں کی ڈیڑھ راتوں اور ایک دن یا دو دنوں اور ایک رات کے برابر ہوگی۔ اگر دن دو گنا ہوگیا ہو تو رفتار بدل جانے پر اسی نسبت سے حساب کیا جائے گا۔ اور یہی حکم ہوگا کہ اگر رفتار تیز ہوجائے اور دن رات آدھے رہ جائیں۔ تو روزے میں ایک پورے دن کا امساک ضروری ہے اور ہر دن و رات میں پانچ نمازیں واجب ہوں گی۔

مسئلہ ۱۸: جدید آلات سے چاند دیکھے جانے کا کوئی اعتبار نہیں۔ پس اگر ایسے آلے سے دیکھے جو بڑا یا نزدیک کر کے دکھائے جیسے مثلاً ٹیلسکوپ اور اس کے بغیر چاند دیکھے جانے کے قابل نہ ہو تو مہینے کی پہلی تاریخ کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ پس معیار آنکھ سے دیکھنا ہے۔ ایسے آلے سے دیکھنا معیار نہیں جو بڑا یا نزدیک کر کے دکھائے۔ البتہ اگر آلے سے دیکھ کر اس کی جگہ یاد رکھے پھر آلے کے بغیر آنکھ سے دیکھے تو مہینے کی پہلی کا حکم دیا جائے گا۔ یہی حکم چاند اور سورج گرہن میں آلات کے معتبر نہ ہونے کا ہے۔ پس اگر سورج گرہن آلات کے بغیر دکھائی نہ دے اور کسی آلہ کے بغیر آنکھ سے نہ دیکھ سکے تو اس کا کوئی اثر نہیں۔

خاتمہ

اگر انسان کسی ستارے یا کرے کا سفر کرنے میں کامیاب ہوگیا تو وہاں بہت سے شرعی مسائل پیدا ہوں گے۔ فقہائے عظام اعلی اللہ کلمتہم انشاء اللہ ان مشکلات کو حل کریں گے۔ ان میں سے کچھ مسائل کی طرف اجمالاً اشارہ کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ ۱: وہاں کے پانی اور مٹی کو اگر پانی، مٹی، پتھر وغیرہ کہا جا سکے تو اس کے ذریعہ حدث و خبث کو پاک کرنا

التراب و الحجر و نحو ها عليها، و تصح السجدة على أرضها و ما ينبت منها.

مسألة ٢ ـ تختلف الأوزان فيها اختلافاً فاحشاً حسب ضعف الجاذبة و قوتها، ففي القمر لما كانت الجاذبة أضعف من جاذبة الأرض تكون الأجسام مع الاتحاد في المساحة مختلفة في الوزن في الكرتين، فالكر بحسب المساحة يكون في الأرض موافقاً للوزن المقدر تقريباً، و في كرة القمر تكون تلك المساحة أقل من عشر الوزن المقدر، فلو اعتبرنا في القمر الوزن تكون مساحته أضعاف المساحة المقدرة، فهناك يكون الاعتبار بالمساحة لا الوزن، ولو قيس بين المساحة و الوزن في كرة تكون جاذبتها أضعاف الأرض ربما يكون شبران من الماء بمقدار الوزن المقدر، فالاعتبار بالمساحة فيها لا الوزن، فينفعل الماء الذي وزنه بمقدار الكر في الأرض، و يمكن الاعتبار هناك بالوزن، لكن يوزن بالكيلوات الأرضية حسب جاذبة تلك الكرة، فيوافق مع المساحات تقريباً، و فيما يعتبر فيه الوزن فقط كالنصاب في الغلات الأربع يحتمل أن لا يتغير حكمه ولو تغيرت مساحته، فالحنطة يلاحظ نصابها المقدر ولو صار كيلها في كرة القمر أضعاف كيلها في الأرض و في المشتري مثلاً عشر كيلها في الأرض، ولو أتي زمان على الأرض ضعفت جاذبتها فالحكم كما ذكر، و يحتمل أن يكون الاعتبار بالكيلوات أوالأمنان الأرضية لكن بجاذبة تلك الكرات أوالأرض بعد ضعف جاذبتها.

مسألة ٣ ـ لو وجد هناك ما تعلقت به الزكاة و الخمس كالغلات الأربع و الأنعام الثلاثة و النقدين و كالمعادن و الكنوز و أشباههما جرت عليها الأحكام الشرعية، ولووجدت معادن و كنوز من غير جنس ما في الأرض تعلق بها الخمس، و أما لو وجدت حبوب أو أنعام غير ماهيهنا لم تتعلق بها الزكاة، ولو وجد ما تعلق به الزكاة هناك أو هيهنا بغيرالطريق العادي كما لو وجدت الأنعام بطريق الصنعة و كذا الغلات المصنوعيات و النقدان المصنوعيان تعلق بها الزكاة بعد صدق العناوين.

مسألة ٤ ـ لو وجد هناك إنسان يعامل معه معاملة الانسان في الأرض ولو

صحیح ہے اور اس کی زمین اور اس سے اُگنے والی چیزوں پر سجدہ صحیح ہوگا۔

مسئلہ ۲: دوسرے سیاروں پر جانے کے بعد جاذبے اور قوت کے لحاظ سے اوزان میں غیر معمولی فرق پیدا ہو جائے گا۔ پس چاند میں اگر جاذبہ، جاذبہ زمین کا دوگنا ہو تو مساحت اگر ایک ہی رکھی جائے تو دونوں کروں پر اوزان مختلف ہو جائیں گے۔ پس ایک کر مساحت کے لحاظ سے زمین میں معینہ وزن کے موافق ہی ہوتا ہے۔ لیکن چاند پہ یہی مساحت مذکورہ وزن کا لحاظ رکھتے ہوئے کم ہو کر دسواں حصہ رہ جائے گی۔

پس اگر چاند پہ ہم وزن کو معتبر قرار دیں تو اس کی مساحت معینہ مساحت سے کئی گنا بڑھ جائے گی۔ لہٰذا وہاں مساحت معتبر قرار پائے گی نہ کہ وزن۔ اگر ایسے کرتے یہ وزن اور مساحت کے درمیان مقایسہ کیا جائے جس کی قوت جاذبہ زمین سے کئی گنا زیادہ ہو تو بسا اوقات دو بالشت پانی بھی معینہ وزن کے برابر ہو جائے گا۔ پس وہاں مساحت معتبر ہوگی۔ نہ کہ وزن۔ لہٰذا جس پانی کا وزن زمینی کر کے برابر ہو وہ صرف نجاست گرنے سے ہی نجس ہو جائے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں وزن کو معتبر قرار دیا جائے۔

لیکن اس کرہ کے جاذبے کے لحاظ سے "زمینی" کلو سے وزن کیا جائے گا۔ جو تقریباً مساحت کے موافق ہو جائے گا۔ وہ چیزیں جن میں فقط وزن معتبر ہوتا ہے جیسے "غلات اربعہ" کا نصاب۔ تو احتمال ہے کہ ان کا حکم تبدیل نہ ہو چاہے مساحت بدل ہی کیوں نہ جائے۔ پس گیہوں کے معین نصاب کا لحاظ کیا جائے گا۔ چاہے اس کی مساحت کرہ قمر پر اس کی زمینی مساحت سے کئی گنا زیادہ ہو اور مشتری پر مثلاً زمین کی مساحت کا دسواں حصہ ہی رہ جائے۔

اگر زمین پر ایسا دور آئے جب اس کی قوت جاذبہ دوگنا ہو جائے تو یہی حکم ہوگا۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس کرہ کے جاذبے یا زمین کے جاذبے کے دوگنا ہونے کے بعد اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے "زمینی من" یا کلو کو معتبر قرار دیا جائے۔

مسئلہ ۳: اگر وہاں ایسا مال موجود ہو جس پر زکات اور خمس واجب ہو جیسے "غلات اربعہ" "انعام ثلاثہ" اور نقدین (سونا چاندی) وغیرہ اور معدنیات اور خزانے یا ان کے مانند۔ تو ان پر احکام شرعی لاگو ہوں گے اور اگر وہاں کے معدنیات اور خزانوں کی جنس زمینی معدنیات اور خزانوں کے علاوہ ہو تو ان پر خمس واجب ہوگا۔

لیکن اگر ایسے دانے یا جانور ہوں جو یہاں نہیں تو ان پر زکات واجب نہیں ہوگی۔ اگر وہاں یا یہاں ایسی چیزیں ہوں جن پر زکات ہوتی ہے لیکن وہ غیر عادی طریقے سے حاصل ہوں، مثلاً جانور صنعت کے ذریعہ حاصل ہوں یا غلے مصنوعی ہوں یا سونا چاندی مصنوعی ہو تو عنوان صادق آنے کی صورت میں ان پر زکات واجب ہوگی۔

مسئلہ ۴: اگر وہاں انسان موجود ہو تو اس کے ساتھ زمینی انسان جیسا سلوک کیا جائے گا۔ اگر وہاں کے موجودات کسی اور شکل کے ہوں لیکن عقل و ادراک رکھتے ہوں تو اسی طرح ان کے ساتھ بھی انسانوں

كان الموجودات هناك بأشكال أخر لكن كانوا عاقلين مدركين فكذلك يعامل معهم معاملة الانسان حتى جازت المناكحة معهم، و جرت عليهم جميع التكاليف الشرعية و الأحكام الالهية، ولو كان أشبارهم على خلاف أشبارنا يكون الميزان في مساحة الكر أشبارنا، و كذا في الذراع، و مع اختلافهم في عدد الأيدي و الأرجل و الأصابع معنا تختلف أحكامهم في باب الوضوء و الديات و القصاص و غيرها.

مسألة ٥ ـ يجب في الصلاة هناك استقبال الأرض، و باستقبالها يحصل استقبال القبلة، و لما كانت في حركتها الدورية تارة في جانب من الأرض و أخرى في جانب آخر منها تختلف صلواتهم، فربما تكون صلاة الظهرين الى المشرق و المغربين الى المغرب و بالعكس، و أما كيفية دفن موتاهم فيمكن أن يقال بوجوب الاستقبال حدوثاً ولو يتبدل في كل يوم، و أما تكليف الصيام في القمر أو سائر الكرات فشكل، و لا يبعد وجوبه في كل سنة شهراً مع الامكان، ولو أمكن انطباق شهرها مع شهر رمضان في الأرض يجب على الأحوط، ولو انكسفت الشمس بالأرض أو بغيرها وجبت صلاة الآيات، و هل في انخساف الأرض أيضاً صلاة؟ فيه إشكال، والظاهر وجوبها للآيات المخوفة حتى الزلزلة، و الصلوات اليومية في تلك الكرات تابعة للزوال و الغروب فيها، والصوم من طلوع الفجر إلى الغروب مع الامكان.

مسألة ٦ ـ لو بلغ الأطفال هناك حد الرجال في سنة مثلاً فان بلغوا بالاحتلام أو إنبات الشعر الخشن على العانة فلا إشكال في الحكم بالبلوغ وترتيب آثاره، و أما سقوط اعتبار السن فشكل و إن لا يبعد إن علم أنه بحد الرجال، ولو لم يبلغوا حدّ الرجال إلا بعد ثلاثين سنة بحيث علم أنه طفل غير بالغ حد الرجال، فالظاهر عدم الحكم بالبلوغ، و هكذا لو فرض أن الاطفال المصنوعية كذلك في طرفي القلة والكثرة، و كذا لو أتى زمان أبطأ السير الطبيعي و الرشد و البلوغ بجهات طبيعية كضعف حرارة الشمس و أشعتها أو أسرع بجهات طبيعية أو

جیسا سلوک کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ان کے ساتھ نکاح بھی جائز ہوگا۔ اور ان پر تمام الٰہی احکام اور تکالیف شرعیہ عائد ہوں گی۔

اگر ان کی بالشتیں ہماری بالشتوں سے مختلف ہوں تو مساحت کُر کے لئے ہماری بالشتیں معیار ہوں گی۔ یہی حکم ہاتھ کا بھی ہے۔ اگر ان کے ہاتھ پاؤں اور انگلیوں کی تعداد ہم سے مختلف ہوں تو وضو، دیات اور قصاص وغیرہ میں ان کے احکام ہم سے مختلف ہوں گے۔

مسئلہ ۵: وہاں سے زمین کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا واجب ہے۔ جس سے قبلہ کا رُخ حاصل ہوجائے گا۔ اور چونکہ حرکت دوری کے اعتبار سے کبھی ان کا رُخ زمین کے ایک طرف ہوگا اور کبھی دوسری طرف تو ان کی نمازیں بھی مختلف سمتوں میں ہوجائیں گی کبھی ان کی نماز ظہرین مشرق کی جانب اور مغرب کی مغرب کی جانب اور کبھی اس کے برعکس سمت میں ہوگی۔ رہ گئی مُردے دفن کرنے کی کیفیت تو ممکن ہے کہ اس وقت ان پر قبلہ رُخ دفن کرنا واجب ہوچکا ہے ہر روز قبلہ تبدیل ہی ہوتا رہے۔

لیکن روزوں کی تکلیف، چاند اور دوسرے سیاروں پر، تو وہ مشکل ہے بعید نہیں کہ ممکن ہونے پر ہر سال میں ایک ماہ کے روزے واجب ہوں۔ اگر ان کے لئے اپنے مہینوں کو زمین کے ماہ رمضان کے مطابق کرنا ممکن ہو تو احتیاطاً ایسا کرنا واجب ہے۔ اگر چاند کو زمین یا کسی اور سیارے کی وجہ سے گہن لگ جائے تو نماز آیات واجب ہے۔ لیکن آیا زمین کو گہن لگنے پر بھی نماز آیات واجب ہوگی؟ اس میں اشکال ہے۔ ظاہراً خوفناک علامتوں حتیٰ زلزلے کے وقت واجب ہوگی۔ یومیہ نمازیں ان سیاروں پر وہاں کے زوال و غروب کے تابع ہوں گی اور روزے کا وقت ممکن ہونے کی صورت میں طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ہوگا۔

مسئلہ ۶: اگر ان سیاروں پر بچے ایک سال میں مردوں کی حد تک پہونچ جائیں تو اگر ان کو احتلام آتا ہو اور زیر ناف سخت بال نکل آئے ہوں تو ان پر بالغ ہونے کا حکم لاگو ہونے اور اس کے آثار مرتب ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔ لیکن سن معتبر ہونے کا ساقط ہونا مشکل ہے لیکن جب یقین ہوجائے کہ وہ مرد ہوگیا ہے تو بعید نہیں کہ سن معتبر نہ رہے۔ اور اگر تیس سال کے بعد ہی مردوں کی حد تک پہونچیں اس طرح کہ اس سے پہلے یہ یقین ہو کہ وہ ابھی بچہ ہے اور مردوں کی حدود میں اس نے قدم نہیں رکھا ہے۔ تو ظاہر یہ ہے کہ بالغ ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ اور مصنوعی اطفال اگر فرضاً ممکن ہو تو سن کی کمی اور زیادتی کے اعتبار سے ان کا بھی یہی حکم ہے۔

اسی طرح اگر ایسا دور آئے کہ زمین کی طبیعی رفتار اور رشد و بلوغ کی طبیعی رفتار بعض وجوہات جیسے سورج اور اس کی شعاعوں کی حرارت کم ہوجانے کی بنا پر سست ہوجائے۔ یا طبیعی اسباب یا مصنوعی اسباب کی بنا پر تیز ہوجائے وغیرہ اور اس کے علاوہ بہت سے احکام جو اس وقت محل ابتلا نہیں ہیں۔ اور اگر ایسا زمانہ آئے کہ چاند زمین سے پہلے منہدم ہوجائے تو کچھ نئے مسائل پیدا ہوں گے۔ اسی طرح اگر زمین کی رفتار سست ہوجائے اور دن، رات اور موسموں میں تبدیلی آجائے تو فقہ کے اکثر ابواب میں نئے مسائل پیدا

صناعية إلى غير ذلك من الأحكام الكثيرة التي ليست الآن محل ابتلائنا، ولو أتى زمان انهدم القمر قبل الأرض تحدث مسائل أخر، و كذا لو أبطأت حركة الأرض فتغير النهار و الليل و الفصول تحدث مسائل في كثير من أبواب الفقه، ولو صح ماقيل من إمكان مخابرة الأجسام تحدث لأجلها أحكام أخر أيضاً.

ہوں گے اور جسموں کے درمیان ٹیلی پیتھی کے نظام کے بارے میں جو کہا جاتا ہے۔ اگر صحیح ہو تو اس کی وجہ سے نئے مسائل سامنے آئیں گے۔

والحمد للہ اولاً و آخراً

فہرستِ مطالب

کتاب مواریث	۵
پہلا امر! موجبات ارث کے بارے میں	۵
دوسرا امر! موانع ارث کے بارے میں	۵
اوّل کفر اور اصناف کفر	۷
دوسرا مانع قتل	۱۲
تیسرا مانع غلامی	۱۷
چوتھا مانع زنا کے نتیجہ میں متولد ہونا	۱۷
پانچواں مانع لعان	۱۷
تیسرا امر! سہام کے بارے میں	۲۵
توجہ: تعصیب اور عول باطل ہے	۳۱
پہلا مقصد انساب کی میراث کے بارے میں	۳۳
چند امور	۳۷
یہاں کچھ امور قابلِ ذکر ہیں	۴۹
چند امور	۶۱
دوسرا مقصد میراث سببی کے بارے میں	۶۵
ملحقات میراث! پہلی فصل خنثیٰ کی میراث	۷۱
دوسری فصل ڈوبنے والے اور دب کر مرنے والوں کی میراث	۷۲
تیسری فصل مجوسیوں اور ان کے علاوہ دوسرے کفار کی میراث	۷۵
کتاب قضا	۸۱
صفات قاضی اور اس کے مناسبات	۸۵
قاضی کی ذمّہ داریاں	۸۹
دعویٰ سننے کے شرائط	۹۱
فصل: مدعا علیہ کے جواب کے بارے میں	۹۹
اقرار میں جواب	۹۹
انکار میں جواب	۱۰۵

فروع	۱۱۵
گواہ اور قسم	۱۱۷
سکوت	۱۱۹
احکامِ قسم	۱۲۳
احکامِ ید	۱۲۷
خاتمہ: پہلی فصل:	۱۳۳
ایک قاضی کے دوسرے قاضی کو لکھنے کے بارے میں	۱۳۳
دوسری فصل	۱۳۹
تقاص کے بارے میں	۱۳۹
کتاب شہادت	**۱۴۹**
گواہوں کے صفات	۱۴۹
گواہ کیسے گواہ بنتا ہے	۱۵۵
اقسامِ حقوق	۱۵۹
فروع	۱۶۱
گواہی پر گواہی کے احکام	۱۶۳
ملحقات	۱۶۵
کتابِ حدود	**۱۷۳**
پہلی فصل حدِ زنا	۱۷۳
احکام موجبِ زنا	۱۷۳
زنا کو ثابت کرنے والی چیزوں کے احکام	۱۸۱
بیانِ حد	۱۸۷
تیسرا مقام: کیفیت اجرائے حد	۱۹۳
ملحقات حدِ زنا	۱۹۵
دوسری فصل	۱۹۷
لواط، سحق اور قیادت کے بارے میں	۱۹۷
تیسری فصل حدِ قذف	۲۰۳
موجب حد	۲۰۳
مسائل قذف و مقذوف	۲۰۷
احکامِ قذف	۲۰۹

فروع	۲۱۱
چوتھی فصل حدِ مسکر	۲۱۳
موجباتِ حد اور اس کی کیفیت	۲۱۳
مسکر کے احکام اور ملحقات	۲۱۷
پانچویں فصل: چوری کی حد	۲۲۱
چور کے بارے میں	۲۲۱
چرائے گئے مال کے بارے میں	۲۲۵
ثبوتِ حد	۲۳۱
حد کی بات	۲۳۳
ملحقات	۲۳۵
چھٹی فصل: حدِ محارب	۲۳۹
خاتمہ باقی سزاؤں کے بارے میں	۲۴۳
بیان ارتداد	۲۴۳
میت اور حیوان کے ساتھ وطی کرنا	۲۴۵
تتمہ ذمیوں کے احکام	۲۴۹
ذمیوں کا بیان جس سے جزیہ لیا جاتا ہے	۲۴۹
مقدارِ جزیہ	۲۵۱
شرائط ذمہ	۲۵۵
تعمیرات کے احکام	۲۶۱
فروع	۲۶۵
کتابِ قصاص	۲۶۹
پہلی قسم انسان کا قصاص	۲۶۹
موجباتِ قصاص	۲۶۹
قصاص میں معتبر شرطیں	۲۸۷
فروع	۲۹۱
اثباتِ قصاص	۲۹۷
پہلی چیز قتل کا اقرار ہے	۲۹۷
دوسری چیز: بینہ ہے	۲۹۹
تیسری چیز قسامہ ہے۔ اس میں چند مقاصد میں، پہلا مقصد لوث	۳۰۳

دوسرا مقصد قسامہ کی مقدار ۳۰۵
تیسرا مقصد احکام قصاص ۳۰۹
قصاص لینے کی کیفیت ۳۱۵
دوسری قسم نفس کے علاوہ بدن کے دوسرے حصوں کا قصاص ۳۲۵
فروعات ۳۴۳

کتاب دیت ۳۴۹

اقسام قتل ۳۴۹
مقادیر دیات ۳۵۱
موجبات ضمان ۳۶۱
پہلی بحث مباشرہ کے بارے میں ۳۶۱
دوسری بحث اسباب کے بیان میں ۳۶۹
تیسری بحث تزاحم موجبات ۳۷۷
اعضا پر وارد ہونے والی جنایتوں کا بیان ۳۷۹
پہلا مقصد: اعضا کی دیت کے موارد ۳۷۹
پہلا مورد: بالوں کی دیت ۳۷۹
دوسرا مورد: آنکھوں کی دیت ۳۸۳
تیسرا مورد: ناک کی دیت ۳۸۳
چوتھا مورد: کانوں کی دیت ۳۸۵
پانچواں مورد: ہونٹوں کی دیت ۳۸۷
چھٹا مورد: زبان کی دیت ۳۸۷
ساتواں مورد: دانتوں کی دیت ۳۹۱
آٹھواں مورد: گردن کی دیت ۳۹۳
نواں مورد: منہ کے نچلے جبڑوں کی ہڈیوں کی دیت ۳۹۳
دسواں مورد: ہاتھوں کی دیت ۳۹۵
گیارہواں مورد: انگلیوں کی دیت ۳۹۷
بارہواں مورد: پیٹھ کی دیت ۳۹۷
تیرہواں مورد: حرام مغز کی دیت ۳۹۹
چودہواں مورد: پستانوں کی دیت ۳۹۹
پندرہواں مورد: مرد کے عضو تناسل کی دیت ۴۰۱

سولہواں مورد: بیضتین کی دیت	۴۰۳
سترہواں مورد: عورت کی شرمگاہ کی دیت	۴۰۴
اٹھارہواں مورد: کولہوں کی دیت	۴۰۵
انیسواں مورد: دونوں پاؤں کی دیت	۴۰۵
بیسواں مورد: پسلیوں کی دیت	۴۰۷
اکیسواں مورد ہنسلیوں کی دیت	۴۰۹
تتمہ	۴۰۹
دوسرا مقصد منافع پر جنایت وارد کرنا	۴۱۱
تیسرا مقصد: سر پھوڑنے اور زخمی کرنے کے بیان میں	۴۲۱
مسائل	۴۲۵
بیان ملحقات	۴۲۹
اول: جنین کے بارے میں	۴۲۹
دوم: عاقلہ کے بیان میں	۴۳۱
سوم: جانور پر جنایت کے بارے میں	۴۳۹
فروع	۴۴۱
چہارم: قتل کا کفارہ	۴۴۵
جدید مسائل	۴۴۷
بیمہ	۴۴۷
سفتہ	۴۵۳
سرقفلی	۴۵۷
بینک کا کاروبار	۴۶۱
لاٹری ٹکٹ	۴۶۷
تلقیح: مصنوعی عمل ولادت	۴۷۱
تشریح و ترقیع	۴۷۵
فروع	۴۷۷
جنس تبدیل کرنا	۴۷۹
ریڈیو اور ٹیلی ویژن	۴۸۳
نماز، روزے وغیرہ کے مسائل	۴۸۷
خاتمہ	۵۰۱

کتابخانه
موزه و مرکز اسناد مجلس شورای اسلامی ایران